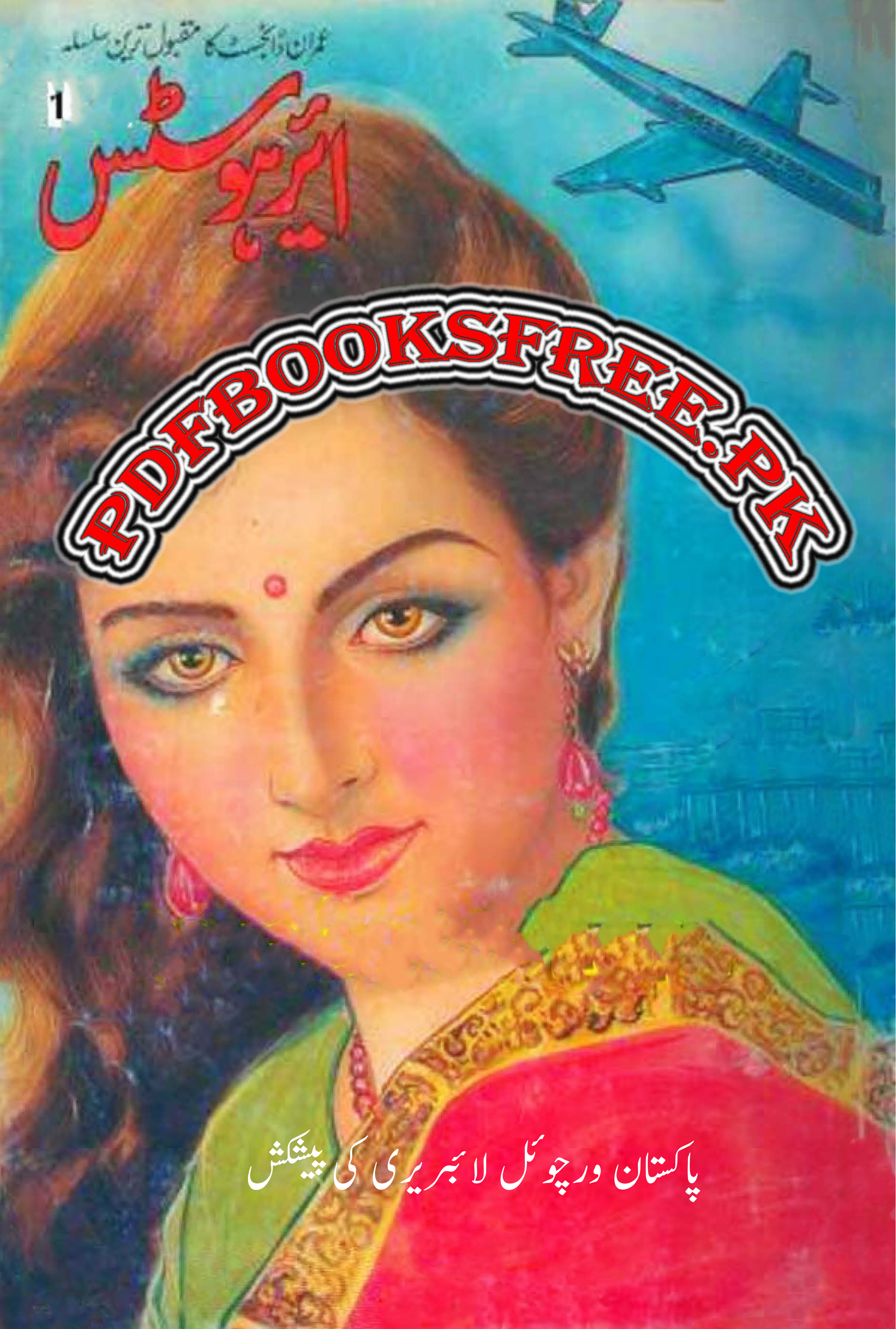

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
1
ایئرہوسٹس



ایئر ہوسٹس کی آپ بیتی

ایک حسین و جمیل فضائی میزبان کی زندگی کو
پیش آنے والے انوکھے اور پُراسرار واقعات، پل پل رنگ
بدلتے چہروں کی کہانی۔
لمحہ لمحہ کروٹیں بدلنے والی ایک پُرتجسس آپ بیتی

مسکراہٹوں کا بیوپار جاری تھا۔ ان مسکراہٹوں کا ہمیں الاؤنس ملتا ہے اور آپ یقین کریں یا نہ کریں کہ بعض اوقات ان کی دلکشی بہت سے کاروباری فوائد کی حامل ہوتی ہے۔ میں نے بارہا اپنی ساتھی ایئرہوسٹسوں کو اپنی مسکراہٹ دلکش بنانے کے لیے طرح طرح کے جتن کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ خرابی صرف یہ ہوتی ہے کہ ان میں سے کسی کی مسکراہٹ حقیقی نہیں ہوتی۔

وہ تین مسافر جن کا آپس میں گہرا تعلق معلوم ہوتا تھا۔ دو نوجوان ایک بوڑھا۔ بوڑھے کی عمر پینسٹھ اور ستر کے درمیان ہوگی صحت قابلِ رشک تھی۔ انگارے کی طرح سرخ چہرہ کسی قدر فربہ بدن فرینچ اسٹائل داڑھی ممکن ہے ناروے کے ہی باشندے ہوں لیکن نقوش نارویجن باشندوں سے کسی قدر مختلف تھے۔ بہرحال ہمیں نقوش پر توجہ دینے کی فرصت کہاں ہوتی ہے۔ شاید میں ان کے بارے میں سوچنا بھی پسند نہ کرتی لیکن وہ انتہائی گھٹیا اور ذلیل لوگ تھے۔ بوڑھے نے ابتک کے سفر کا آدھا وقت مجھے گھورتے ہوئے گزارا تھا۔ کتنی بار مجھے دیکھتے ہوئے اس نے اپنے ساتھی سے کچھ بات بھی کی



تھی۔ اور اس کے ساتھی نے بار بار مجھے اشارہ کر کے اپنے قریب بلایا تھا اور طرح طرح کی فرمائشیں کی تھیں۔ ابتدا میں تو میں نے کچھ خیال نہیں کیا لیکن جب یہ طلبی ضرورت سے زیادہ ہو گئی تو میں نے راگنی کو اس طرف متوجہ کیا۔

"مجھے کوفت ہو رہی ہے۔ وہ کمبخت قریب المرگ بوڑھا شاید اپنی زندگی کی ساری حسرتیں اسی سفر میں پوری کرنا چاہتا ہے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے۔" راگنی بھی تجربے کار تھی۔

"پلیز تم اٹینڈ کر لو۔"

"بھارتی۔ کیسی باتیں کر رہی ہو ایسے لوگوں کے لیے تو ہمیں خاص طور پر تربیت دی جاتی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔۔۔!"

"نہیں اپنی ڈیوٹی انجام دو۔" راگنی نے کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر رہ گئی۔ نہ جانے اس مردود بوڑھے کا ان نوجوانوں سے کیا تعلق تھا۔ اس کی نسبت تو وہ دونوں ہی شریف تھے۔ بوڑھے کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا نوجوان مجھے بلاتا تھا لیکن اس کے انداز میں کوئی برائی نہ ہوتی جبکہ بوڑھا اپنی گول گول منحوس آنکھیں مجھ پر جمائے رہتا۔ بہرحال اوسلو ایئرپورٹ آ گیا۔ اُن بدبختوں نے جاتے جاتے بھی مجھے نہ چھوڑا تھا۔

فائیو اسٹار جولین ناروے میں ایئر انڈیا کے عملے کے لیے مخصوص تھا۔ فلائیٹ اسٹیورڈ شرما اور کو پائلٹ رمیش میرے برابر والے کمرے میں مقیم تھے۔ راگنی کو بھی میرے ساتھ ہی ٹھہرنا تھا لیکن اوسلو میں اس کی خالہ زاد بہن اور بہنوئی رہتے تھے۔ اس لیے اس نے خواہش کی کہ وہ رات ان لوگوں کے ساتھ گزارے گی اور اُسے اجازت مل گئی تھی۔

میں جولین کے اس جانے پہچانے کمرے میں آ کر باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ ہمیں صرف ایک رات قیام کرنا تھا۔ دوسرے دن واپسی تھی۔ اس بار کسی کی کوئی فرمائش نہیں تھی۔ ہاں دادا جی نے ایلن بورڈ کے نئے ناول کے بارے میں کہا تھا کہ مل جائے تو ان کے لیے خرید لوں۔ چنانچہ میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا اور نیچے آ گئی۔ بک اسٹال پر میں نے ایلن بورڈ کا نیا ناول خریدا اور پھر ٹہلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ کچھ ذہنی تھکن کا شکار تھی اس لیے نیچے دل نہ لگا اور میں لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ لیکن دفعتاً مجھے ٹھٹکنا پڑا تھا۔

ان تینوں میں سے ایک لفٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ لفٹ اوپر چلی گئی۔ لیکن میں نجانے کیوں مزید الجھن کا شکار ہو گئی۔ یہ یقیناً انہیں تینوں میں سے ایک تھا لیکن یہاں جولین میں۔۔۔ یہ صرف اتفاق ہے یا اور کچھ۔۔۔ راگنی سے تذکرہ کر دیا تھا لیکن اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ یہاں تک آ گئے ہیں۔ کسی اور سے کہوں یا نہ کہوں۔ ہو سکتا ہے یہ صرف اتفاق ہو۔ خوامخواہ دوسروں تک بلاوجہ بات جائے گی۔ چنانچہ میں نے اس بات کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور دوسری لفٹ سے اپنی منزل پر آ گئی۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کون سی منزل پر اُترا ہے۔ کمرے میں آ کر میں نے ذہن سے خیالات جھٹکنے کی کوشش کی۔ خوامخواہ کسی کو دماغ پر مسلط کرنے سے کیا فائدہ؟

ایئر انڈیا میں بحیثیت ملازمت کرتے ہوئے مجھے دوسرا سال تھا اور یہ ملازمت میری پسندیدہ ترین ملازمت تھی۔ اس کے لیے مجھے نجانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ دادا جی نے بھی اپنے تعلقات سے کام لیا تھا۔ میں نے اب تک اپنا فرض بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا تھا۔ اس مختصر سی زندگی میں مجھے زندگی کے نہ جانے کتنے تجربات ہوئے تھے۔ میں نے دنیا کے نجانے کون کون سے گوشے دیکھ ڈالے تھے۔ ہم لوگ دہلی میں رہتے تھے۔ گھر میں دادا جی تھے۔ اُن کی چھوٹی بہن ساوتری تھیں جو بیوہ تھیں۔ میری ماتا جی مر چکی تھیں پتا جی سات سال پہلے قتل کر دیے گئے تھے۔ قاتل کون تھے اور پتا جی کو انہوں نے کیوں قتل کیا تھا یہ بات دوسروں کی طرح میں بھی نہیں جانتی تھی۔ بہرحال برسوں پتا جی کو نہیں بھول سکی تھی۔ رفتہ رفتہ صبر آ گیا تھا۔

دادا جی کسی زمانے میں زمیندار تھے بقول اُن کے پھر زمینداری کے مزے ختم ہو گئے۔ انہوں نے زمینیں بیچ دیں اور دہلی آباد کر لی۔ پتا جی کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ وہ ہمیشہ کے لاابالی انسان رہے زندگی بھر کچھ نہ کیا بس سیر و سیاحت کی شادی کی مجھے پیدا کیا اور بس۔

اس کے بعد ماتا جی مر گئیں اور وہ گوشہ نشین ہو گئے۔ نہ جانے انہیں مارنے والے کون تھے۔؟ ہماری گھریلو زندگی بڑی پھیکی اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے نوکری کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ دادا جی میرے لیے بہت کچھ رکھے ہوئے تھے بس یہ تو میری ضد تھی کہ میں یہ نوکری کر رہی تھی۔

یادِ ماضی نے مجھے خود میں سمو لیا اور میں سب کچھ بھول گئی۔ زندگی کے بے شمار واقعے تھے حادثے تھے کچھ خوشگوار اور کچھ ناخوشگوار۔ انہوں نے مجھے خود میں گم کر لیا۔ پھر بھوک نے چونکا دیا اور میں نے روم سروس فون کر کے اپنے لیے کھانا منگوایا۔ کھانے سے فارغ ہوئی تھی کہ رمیش آ گیا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی۔ کمرے میں کیوں گھسی ہوئی ہو۔؟"

"تو کیا کروں۔؟"

"نیچے بہار رُکی ہوئی ہے ہال میں ماسٹر پیس پروگرام ہے۔"

"مجھے خزاں میں رہنے دو۔ تم جاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او۔ کیا بوریت ہے۔" رمیش بولا۔

"نہیں رمیش پلیز۔ مجھے تھکی ہوئی ہوں۔"

"اوکے۔" وہ چلا گیا۔ دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد پھر کسی نے دستک دی تو میں نے کہا۔ "دروازہ کھلا ہوا ہے اندر آ جاؤ۔" لیکن میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ آنے والے وہی تینوں ہوں گے۔ میں انہیں دیکھ کر اچھل پڑی تھی۔

"ہیلو۔" بوڑھے نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہیلو۔" میں سرد لہجے میں بولی۔ بدن کے مسامات نے پسینہ چھوڑ دیا تھا لیکن ہمت سے کام لینا تھا۔

"یقیناً اس طرح اندر آ جانا بدتمیزی ہے مگر ہم تمہاری اجازت سے اندر آئے ہیں۔" بوڑھا بولا۔

"کہیے کیا بات ہے۔؟"

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں بیٹی۔!"

بوڑھے نے کہا اور میں چونک پڑی۔ اس نے مجھے بیٹی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ یہ ذرا تعجب خیز بات تھی۔ اور حقیقتاً اس لفظ نے مجھے کسی قدر نرم کر دیا۔

"براہ کرم بیٹھ جائیے۔" میں سنبھل کر بولی۔

"میرا نام اگزن فیرک ہے اور یہ میرے دونوں بیٹے ہارن فیرک اور بائزن فیرک ہیں۔"

"جی۔!" میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"ڈیڈی نے آپ کو بیٹی کہہ کر مخاطب کیا ہے اس لیے ہم آپ کو سسٹر کہہ سکتے ہیں مس۔؟" اس شخص نے کہا جو مجھے لفٹ میں داخل ہوتا نظر آیا تھا۔

"میرا نام بھارتی ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ مس بھارتی۔ آپ ایئر انڈیا میں سروس کرتی ہیں۔"

"عجیب سوال ہے۔ آپ یہ بات جانتے ہیں۔"

"ہاں شاید ہم تم سے گفتگو کرنے کے لیے صحیح الفاظ نہیں تلاش کر پا رہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"میں اس بارے میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔ نہیں واقعی بے تُکی۔ ہمیں خود ہی سنبھل کر گفتگو کرنا چاہیے۔" بوڑھا بولا۔

"میرا خیال ہے میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی۔" میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"ہم خود بھی تمہارا زیادہ وقت نہیں لیں گے۔ البتہ ایک بات میرے ذہن میں ضرور کھٹک رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"ہم سے ایسی غلطی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے تمہارا رویہ ہمارے ساتھ اتنا خشک ہے۔"

"مسٹر فیرک میں ڈیوٹی پر ہوں اور ڈیوٹی کے دوران مجھے اجازت نہیں ہے کہ میں ذاتی تعلقات بناتی پھروں۔"

"ایک بات میں بھی عرض کر دوں سسٹر بھارتی! مجھے آپ کی دُہری شخصیت پر تعجب ہو رہا ہے۔ جہاز کے سفر کے دوران آپ ہر مسافر سے اس طرح مسکرا کر بات کرتی ہیں کہ وہ آپ کو اپنوں میں تصور کرنے لگتے ہیں کیا یہ مسکراہٹ آپ ہوسٹس کیبن میں چھوڑ آتی ہیں۔" اس بار بائزن نے کہا تھا۔ اور مجھے اپنے رویے پر واقعی غور کرنا پڑا۔ اب میں کوئی گھریلو لڑکی بھی نہیں تھی جس کا واسطہ غیر مردوں سے ہی نہ پڑتا ہو۔ یوں بھی میں فطرتاً بد اخلاق نہیں تھی۔ ان لوگوں کی طرف سے بس مشکوک ہو گئی تھی۔ جہاز میں یہ زیادہ تر میری طرف متوجہ رہے تھے۔ مجھے ضرورت اور بلا ضرورت اپنے پاس بلاتے رہے تھے اور بوڑھا مسلسل مجھے گھورتا

رہا تھا لیکن اس نے مجھے بلا جھجک بیٹی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اور یہ دونوں مجھے بہن کہہ رہے تھے تو اب کم از کم مجھے اپنا شبہ ختم کر دینا چاہیے تھا۔ اور اس کے بعد مجھے اپنا رویہ تبدیل کر دینا چاہیے تھا چنانچہ میں نے کسی حد تک خود کو سنبھال کر کہا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے مسٹر بائرن۔ آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔؟"

"صرف تھوڑی سی معلومات۔"

"تو پھر بے تکلفی سے کہیں۔ میں جو کچھ آپ کو بتا سکتی ہوں ضرور بتاؤں گی۔"

"تم نسلاً ہندو ہو۔"

"آپ نے میرے نام سے اندازہ نہیں لگایا۔"

"ہاں یقیناً۔ دہلی میں رہتی ہو۔؟"

"یہ معلومات صرف میرے بارے میں ہیں؟"

"ہاں بیٹی۔"

"پہلے میں اس کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری صورت ایک ایسی ہستی سے ملتی ہے جو ہمارے لیے بہت محترم ہے حالانکہ ہم نے میرا مطلب ہے کہ میں نے اُسے بہت عرصہ قبل دیکھا تھا۔ اور ظاہر ہے تم وہ نہیں ہو سکتیں جو ہم سمجھ رہے ہیں لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم ہو بہو اُس جیسی کیوں ہو۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو آپ مجھے جہاز میں بُری طرح گھور رہے تھے۔" میں نے کہا۔

"اس کی وجہ صرف یہی تھی۔" میں سخت حیرانی کا شکار ہو کر ان سے باتیں کر رہا تھا۔ کہ دنیا بھی کیسی عجیب جگہ ہے۔ انسان اس طرح ایک دوسرے کے ہمشکل نظر آتے ہیں کہ آنکھوں کو یقین نہیں آتا۔"

میرا ذہن معتدل ہوتا چلا گیا۔ ممکن ہے یہی بات ہو اور میں خواہ مخواہ غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہوں۔ بوڑھے یا ان دونوں نوجوانوں کے ذہن میں واقعی کوئی فتور نہ ہو۔ اس کے علاوہ مجھے فطری طور پر اس بات سے بھی دلچسپی تھی کہ میری ہمشکل کوئی ہستی بھی موجود ہے کون ہے وہ۔؟

بوڑھا کہہ رہا تھا۔ "عام طور پر انسانی تاریخ میں یہ بات تو پائی جاتی ہے کہ بیٹا باپ کا ہمشکل ہو یا بیٹی ماں کی ہاں اگر کوئی اجنبی کسی کا ہمشکل ہو تو حیرت ہوتی ہے۔"

"وہ ہستی کون تھی۔؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ایک دوست مدن کمار کی بیوی۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ اور میں اُچھل پڑی۔ مدن کمار میرے پتا کا نام تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ بوڑھے کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس نے کہا۔

"تم کچھ چونک سی گئی ہو۔؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ مدن کمار میرے پتا تھے۔" میں نے کہا اس بار وہ تینوں اُچھل پڑے تھے۔

"کیا یہ صحیح ہے۔؟" بڈھے نے کہا۔

"ہاں ہاں صحیح ہے۔ مگر آپ میرے پتا کو کیسے جانتے تھے۔؟"

"کیا تمہارے دادا کا نام پردیپ کمار ہے۔؟" میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے بوڑھے نے مجھ سے دوسرا سوال کر دیا۔

"بالکل۔ اور وہ زندہ ہیں۔"

"اور تمہارے پتا۔؟"

"وہ۔۔۔ وہ مر چکے ہیں۔ انہیں قتل کر دیا گیا تھا۔"

"کیا۔۔۔؟" بوڑھا پھر اُچھل پڑا۔

"ہاں انہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔"

"کب کیسے۔۔۔؟ کس نے۔۔۔؟" بوڑھے کی آواز گھٹی گھٹی سی تھی

"کچھ ڈاکو گھر میں گھس آئے تھے۔ پتا جی جاگ گئے اور انہوں نے ڈاکوؤں کو پکڑنے کی کوشش کی جس پر انہوں نے انہیں گولی مار دی۔"

"پکڑے گئے وہ ڈاکو۔؟"

"ظاہر ہے وہ مذاق کرنے تو نہیں آئے تھے۔"

"کیا پکڑے گئے وہ۔۔۔؟"

"سات سال پہلے کی بات ہے مسٹر فیرک۔ اور اس وقت یہ کسے ہوش تھا کہ ڈاکو کیا لے گئے ہیں؟ ہم سب پتا جی کے غم میں مبتلا تھے۔ ہو سکتا ہے دادا جی کو یہ بات معلوم ہو کہ ڈاکو کیا لے گئے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔" بوڑھے نے پُرخیال انداز میں گردن کو ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "تم یہ نوکری کیوں کر رہی ہو بھارتی۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"معاف کرنا تمہارے مالی حالات کیسے ہیں۔؟"

"اس سوال کا مطلب بتائیں گے آپ مجھے۔؟"

"ہاں مدن کمار تو ایک بڑے زمیندار کا بیٹا تھا۔ ایک دولت مند باپ کی اولاد جس نے زندگی بڑے عیش و عشرت میں گزاری تھی۔ سیر و سیاحت شکار اور مہم جوئی۔ ایسے باپ کی بیٹی مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے تو نوکری نہیں کر سکتی۔"

"مہم جوئی شاید مجھے اپنے باپ سے ورثے میں ملی ہے۔ اور یہ شوق میں ایئر ہوسٹس بن کر پورا کر رہی ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب یہ اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ مسٹر فیرک کم از کم جھوٹ نہیں بول رہے جو باتیں وہ بتا رہے تھے وہ بالکل صحیح تھیں۔ لیکن ان کی یہ بات میرے لیے سخت حیرتناک تھی۔ اس سے قبل اس کا تذکرہ کسی نے نہیں کیا تھا کہ میں اپنی ماں کی ہمشکل ہوں۔

"اوہ گویا اب بھی تم اچھی حیثیت کی مالک ہو۔"

"ہاں بھگوان کی دیا ہے۔ ہم لوگ خوشحال ہیں۔"

"بڑے خزانے ہوں گے تمہارے پاس۔"

"یہ تو دادا جی کو ہی معلوم ہو گا۔"

"ہاں ظاہر ہے۔" بوڑھے نے پھیکی سی ہنسی سے کہا وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اب تم میرے تجسس کی وجہ سمجھ گئی ہو گی۔"

"ہاں اور مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ خشک رویہ اختیار کیا۔" میں نے معذرت خیز لہجے میں کہا۔

"میں نے ہندوستانی لڑکیوں کے ساتھ زیادہ وقت تو نہیں گزارا پر ان کے بارے میں یہ جانتا ہوں کہ وہ الگ تھلگ رہنے کی عادی ہوتی ہیں اور اجنبی سے بے تکلفی پسند نہیں کرتیں اس لیے مجھے حیرت ہے نہ افسوس۔ اب مجھے اجازت دو۔"

"ایک سوال میرا بھی ہے مسٹر فیرک۔"

"ضرور پوچھو۔"

"کیا آپ کی ملاقات دادا جی سے بھی ہے؟"

"نہیں افسوس کبھی ان سے نہیں مل سکا لیکن مدن کمار سے ان کے بارے میں اتنی باتیں ہو چکی ہیں کہ میں ان سے پوری طرح متعارف ہوں۔"

"کبھی دلی آنا ہو تو ہمارے ہاں ضرور آئیے۔"

"ہندوستان تو شاید دو چار مہینوں کے بعد ہی جانا ہو تم دعوت دو گی تو ضرور آئیں گے۔" آنزن فیرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو میں دعوت دیتی ہوں آپ ضرور آئیے۔"

"پتا دو گی اپنا۔؟"

"کیوں نہیں۔" میں مسکراتے ہوئے کہا اور اس بوڑھے نے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا۔

"بائرن پتا نوٹ کر لو۔" بائرن نے نوٹ بک نکال لی تھی۔

"کچھ بیٹیں تو یہی آپ تو بس۔ کچھ اس طرح باتوں میں مصروف ہو گئے ہم لوگ کہ میں اس بارے میں آپ سے پوچھنا بھول گئی۔"

"نہیں بیٹے۔ اب تمہارے مہمان بنیں گے تو تم سے ہندوستانی کھانوں کی فرمائش کریں گے۔" مسٹر فیرک نے ہنستے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں دروازے تک انہیں خدا حافظ کہنے آئی تھی۔ وہ لوگ چلے گئے لیکن میرے سوچنے کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ پہلے تو میں نے ان کے بارے میں یہی سوچا کتنی غلط فہمی ہوئی تھی مجھے ان کے سلسلے میں۔ انکل فیرک مجھے اس لیے گھور رہے تھے کہ میں ان کی جانی پہچانی شکل تھی۔ وہ اپنے بیٹوں سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے ہوں گے۔ جسے میں نہ جانے کیا سمجھی۔؟ اوہ ان سے پوچھنے کے لیے تو بہت کچھ تھا مگر میں نے ان سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ یہاں کہاں رہتے ہیں۔ مقامی باشندے بھی ہیں کہ نہیں۔ اگر یہاں آکر مجھے بھی ایک دو دن کی فرصت مل جائے تو میں ان سے کہاں مل سکتی ہوں؟ واقعی یہ پوچھنا بہت ضروری تھا۔ میں نے بڑی غلطی کی۔ سپیران کی کہانی کی طرف توجہ مبذول ہو گئی۔ کیا میں اپنی ماں کی ہمشکل ہوں۔ ایک اور دلچسپ بات تھی کہ میری ماں کی کوئی تصویر میرے پاس نہیں موجود تھی۔ جبکہ پتا جی کی تصویریں بہت تھیں۔ کیوں۔۔؟ اس کی کوئی خاص وجہ۔۔؟ دادا جی سے ضرور پوچھوں گی۔

صبح تک سب کچھ بھول گئی اور اس کے بعد اپنی ذمہ داریوں میں مصروف ہو گئی۔ واپسی کا سفر بہت خوشگوار تھا۔ فلائٹ نئی دہلی پہنچ گئی۔ میری دوست رو بیا ایئرپورٹ پر مجھے لینے آئی تھی۔

"کیوں بھئی یہ تکلف کیوں ۔؟"

"لعنت ہے تجھ پہ ۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ تو نادرے سے میرے لیے کوئی تحفہ ضرور خرید کر لائے گی۔ روپا نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔ "میری بے عزتی کرادی سب کے سامنے۔"

"ارے مگر کیوں۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"یاد نہیں آج میری برتھ ڈے ہے۔"

"ایں۔! میں چونک پڑی۔ اور پھر بری طرح شرمندہ ہوگئی۔ واقعی غلطی ہوگئی تھی۔

"میں نے سب سے کہا تھا کہ وہ میرے لیے تحفے کر آئیں گی۔ گھر پہ مہمان آچکے ہیں۔ مگر میں تجھے لینے ایئرپورٹ آگئی۔ میں نے فلائٹ ٹائم معلوم کرلیا تھا اور پھر میں ضد کرکے تجھے لینے آگئی۔ میں نے کہا کہ بھارتی کے بغیر میں برتھ ڈے نہیں مناؤں گی اور تجھے میری برتھ ڈے یاد بھی نہیں رہی۔" روپا کی آواز روہانسی ہوگئی تھی۔

میں نے شرمندگی سے کہا۔

"تیرا کہنا ہے بالکل سچ ہے روپا۔ تیری شکایت بالکل ٹھیک ہے۔ مجھ سے واقعی بھول ہوگئی۔ معاف کردے پلیز معاف کردے۔"

"میں تیرا بگاڑ بھی کیا سکتی ہوں۔ چل میرے ساتھ چل۔"

"یونیفارم تو بدل لینے دے مجھے۔"

"نہیں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ سب سے کہ وہ ایئرپورٹ سے سیدھی یہیں آئے گی۔ چنانچہ میں کیوں نہ سے خود ہی لینے کے لیے پہنچ جاؤں۔" میں چند لمحات سوچتی رہی پھر میں نے کہا۔

"اپنی گاڑی میں آئی ہے تو۔؟"

"ہاں۔"

"ڈرائیور ساتھ ہے۔"

"نہیں۔" روپا نے جواب دیا۔

"گڈ پھر جلدی کر۔" میں تیزی سے باہر نکلی۔

میں اپنے ضروری امور سے فارغ ہو چکی تھی چنانچہ میں روپا کے ساتھ گاڑی میں آبیٹھی۔ روپا نے اسٹیئرنگ سنبھالنے کی کوشش کی تو میں نے اسے اسٹیئرنگ سے ہٹا دیا اور خود ڈرائیونگ کرنے لگی۔ گاڑی کی رفتار میں نے بہت تیز کردی تھی۔ لیکن جب اس کا رخ میں نے اپنے مکان کی طرف کیا تو روپا چونک پڑی۔

"ارے یہ کدھر جا رہی ہے؟"

"بس دو منٹ لوں گی روپا۔ یونیفارم بھی تبدیل نہیں کروں گی۔"

"مگر کیوں؟"

"بس ایک کام ہے چھوٹا سا۔" میں نے کہا اور روپا خاموش ہوگئی۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"دادا جی تو صحیح وقت پہنچ گئے اور نانی ساوتری بھی ان کے ساتھ ہی ہیں۔ گھر میں اب تو گرہوں گے۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد روپا کچھ نہیں بولی تھی۔ پچھلے ہی دنوں میں ایک انتہائی خوبصورت ڈیکوریشن پیس فرانس سے خرید کر لائی تھی جو نیاگرا فال کا ماڈل تھا۔ بلور اور بجانے کس چیز سے نیاگرا فال بنایا گیا تھا۔ اور الیکٹرک سوئچ کے ساتھ ہی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے نیاگرا گر رہا ہے۔ مدہم مدہم سفید روشنی کچھ اس انداز میں پیدا کی گئی تھی کہ روشنی معلوم ہی نہیں ہوتی تھی اور کوئی شخص اگر اسے دیکھ لے تو اس سحر میں گرفتار ہو جائے کہ وہ نیاگرا کے قریب کھڑا ہے۔ کافی بڑا ڈیکوریشن پیس تھا۔ لیکن بہر طور میں نے ابھی اسے پیکنگ سے کھولا بھی نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر میں نے اور ملازم کو ساتھ لے کر یہ خوبصورت ماڈل اٹھا لائی اور اس کے بعد میں واپس گاڑی میں آبیٹھی۔

"ارے یہ کیا ہے؟"

"تیرا گفٹ۔ شاید تو یقین نہ کرے کہ میں نے پہلے ہی تیری برتھ ڈے کے لیے خرید لیا تھا اور بڑی مشکل سے یہاں تک لائی تھی۔ کافی دقتیں اٹھانی پڑی تھیں مجھے۔"

"مگر اتنے بڑے پیکٹ میں ہے کیا؟"

"تو دیکھ لینا یہ کون سی ایسی بات ہے۔"

"چل اس میں جو کچھ بھی ہے کم از کم اس طرح میری لاج تو رہ گئی۔ میں یہی کہوں گی لوگوں سے کہ تو ایئرپورٹ سے آرہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس بار ڈرائیونگ روپا کر رہی تھی۔ اور اس کی کبیدگی کافی حد تک کم ہوگئی تھی۔ روپا کی خوبصورت کوٹھی میں رنگ و نور کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ میں ایئر ہوسٹس یونیفارم ہی میں اندر داخل ہوگئی۔ لوگ بے چینی سے روپا کا انتظار کر رہے تھے۔ برتھ ڈے کیک کاٹنے کا وقت آگیا تھا۔ روپا کے ڈیڈی مدن موہن جی بے چینی سے دروازے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ روپا نے اپنی کار روکی تو لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میرا گفٹ بھی ملازموں کے ذریعے دوسرے تحفوں کے درمیان پہنچ گیا تھا۔ روپا مجھے ساتھ لیے ہوئے برتھ ڈے کیک کے پاس آگئی اور اس نے تقریر کرنے والے انداز میں کہا۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین:

آپ کو یقیناً تھوڑی سی کوفت برداشت کرنی پڑی ہوگی۔ لیکن شاید یہ بات آپ لوگوں میں سبھی کو معلوم ہو یا ممکن ہے کچھ ایسے ہوں جنہیں پتا نہ ہو کہ ہم اپنے ہوش کی تمام سالگرہ ساتھ ہی مناتے ہیں۔ آج تک جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کوئی سالگرہ ایسی نہیں جس میں بھارتی میرے ساتھ نہ ہو۔ یہ فضا میں اڑتی ہوئی میری برتھ ڈے میں شریک ہونے کے لیے یہاں پہنچی ہے اور راستے بھر پائلٹوں سے چیخ چیخ کر کہتی رہی ہے کہ جہاز ذرا تیز چلاؤ۔"

مسکراہٹیں ابھر آئی تھیں اور انہی مسکراہٹوں کے درمیان روپا نے کیک کاٹا۔ تالیاں بجیں۔ دادا جی اور نانی ساوتری بھی ہمارے پاس ہی کھڑے تھے۔ سب خوش نظر آرہے تھے۔ اس کے بعد سالگرہ کی دوسری تقریبات شروع ہوگئیں اور میں ان میں مصروف ہوگئی۔ رات کو ساڑھے بارہ بجے وہاں سے واپسی نصیب ہوئی تھی۔ میں دادا جی اور ساوتری دیوی کے ساتھ کوٹھی واپس چل پڑی۔ راستے میں دادا جی نے کہا۔

"وہ میرا ناول۔؟"

"ہاں دادا جی، وہ میرے پاس موجود ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیسا سفر رہا؟"

"بہت عمدہ۔ بہت ہی اچھا۔ آپ سے کچھ باتیں بھی کرنی ہیں دادا جی ایک خاص موضوع پر۔"

"کل صبح کریں گے۔ مجھے تو بس یہ خیال تھا کہ تو تھکی ہوئی آئی ہوگی مگر روپا کو کون روک سکتا تھا۔" دادا جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

روپا کی اور میری دوستی بلاشبہ بچپن ہی کی تھی اور دادا جی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے بہر طور میں نے یونیفارم اتارا۔ لباس تبدیل کیا اور اپنے بیڈروم میں پہنچ گئی۔ کافی وقت ہوگیا تھا لیکن رات کافی دیر تک نیند نہیں آئی۔ میں انہی خیالات میں کھوئی رہی تھی۔ مسٹر فیرک اور ان کے دونوں بیٹیوں نے میرے ذہن میں جو کرید پیدا کردی تھی۔ وہ میرے لیے باعث پریشان تھی۔ صبح کے ساڑھے پانچ بجے کا وقت ہوگا اور میں چونکہ دیر سے سوئی تھی اس لیے اس وقت پوری پوری گہری نیند کے مزے اڑا رہی تھی کہ دروازے پر زور زور سے دستک سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے حیرت سے دروازے پر ہونے والی اس دستک کو سنا۔ گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر تعجب سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازہ کھولا تو نانی ساوتری حیرت سے پریشان کھڑی ہوئی تھیں۔

"بھارتی جلدی آؤ۔ جلدی آؤ۔ بھیا جی کو بھیا جی کو نجانے کیا ہوگیا ہے؟"

میں ایک لمحے کے لیے تو کچھ نہ سمجھ سکی تھی لیکن پھر جب بات سمجھ میں آئی تو میں ننگے پاؤں ہی دادا جی کے کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔ دادا جی سینے پر دونوں ہاتھ رکھے پانی سے نکالی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے۔ ایک لمحے میں میں نے اندازہ لگا لیا کہ ان کے دل میں درد ہوا ہے۔

"ڈاکٹر کو فون کیا؟"

"نہیں ابھی نہیں۔ ابھی تو مجھے بھیا جی کچھ کراہیں سنائی دی تھیں اور چونکہ میں صبح جلدی اٹھنے کی عادی ہوں اس لیے میں نے ان کی یہ آوازیں سن لی تھیں۔ میں ان کی حالت دیکھتے ہی سیدھی تمہاری طرف دوڑی چلی آئی۔"

میں نے نانی ساوتری کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی ٹیلیفون کے قریب پہنچ کر میں نے ڈاکٹر کپور کو فون کیا اور ادھر سے بھی کافی دیر کے بعد فون ریسیو کیا گیا تھا کیونکہ وقت ہی ایسا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کپور کو صورتحال بتائی تو انہوں نے کہا کہ وہ پانچ منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔ ٹیلیفون کرکے میں واپس دادا جی کے پاس پہنچ گئی۔ دادا جی کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ چہرہ سفید پڑا ہوا تھا۔ ہونٹ خشک تھے حلق سے بمشکل تمام کراہیں نکل پا رہی تھیں۔ ان کی حالت واقعی تشویشناک تھی۔ میں بے چین ہوکر رہ گئی۔ نانی ساوتری دوسرے نوکروں وغیرہ کو بلا لائی تھی۔ ان کے علاوہ ہمارا اور تھا ہی کون۔ سوائے شناساؤں کے بہر طور ڈاکٹر کپور پہنچ گئے اور انہوں نے فوری طور پر دادا جی کو لگاتار تین انجکشن دیے اور اس کے بعد انہیں سیدھا سیدھا لٹا دیا۔ میں آنسو بھری آنکھوں سے ڈاکٹر کپور کو دیکھ رہی تھی۔ ان سے بھی ہمارے بہت پرانے تعلقات تھے اور ہمارے ایک طرح سے فیملی ڈاکٹر تھے یہ۔ ڈاکٹر کپور صاحب نے تسلی دیتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "گھبرانے کی بات نہیں۔ تھوڑی دیر تک دیکھے لیتے ہیں اگر صورتحال زیادہ بگڑ گئی تو پھر ہسپتال لیجانا پڑے گا۔"

"مگر انہیں ہوا کیا ہے؟"

"جو کچھ بھی ہے پتا چل جائے گا۔ ممکن ہے شدید سردی سینے پر اثر انداز ہوگئی ہو یا پھر یہ بھی ممکن ہے دل کی کوئی

تکلیف ہو۔ پہلے تو انہیں دل کی کوئی تکلیف کبھی نہیں ہوئی"؟
"کبھی نہیں ڈاکٹر، بیمار تو دادا جی کبھی نہیں ہوئے میرے ہوش کے عالم میں تو کبھی نہیں ہوئے۔"

"تم ہمت سے کام لو بھارتی۔ تم تو بہادر لڑکی ہو۔ میں ابھی دس منٹ دیکھے لیتا ہوں اور اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو پھر دادا جی کو ہسپتال لے جائیں گے۔"

تھوڑی دیر تک دادا جی کی طبیعت خراب رہی لیکن اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ پرسکون ہو گئے۔ ڈاکٹر نے انہیں چوتھا اور آخری انجکشن دیا اور بولے۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں بھارتی خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب انہیں سکون کی نیند آجائے گی۔"

میں سخت پریشان ہو گئی تھی۔ دادا جی کا تو تھوڑی ہی دیر میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدن کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ سفید پڑ گئے تھے وہ بالکل اور بے حد نڈھال تھے۔ دس گیارہ بجے تک میں ان کی پائینتی بیٹھی رہی اور ان کی صورت دیکھتی رہی۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ مجھے بہت محبت تھی اپنے دادا جی سے۔ انہوں نے ہی تو مجھے پروان چڑھایا تھا۔ کبھی میری کوئی بات نہیں ٹالی تھی۔ اپنی انا اپنی شان اپنا غرور سب توڑ دیا تھا میرے لیے۔ خوب اچھی پرورش کی تھی انہوں نے میری۔ تعلیم دلائی تھی اور جب میں نے ائیر ہوسٹس بننے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے بہت معمولی سا اعتراض کیا کہ یہ ان کے شایانِ شان نہیں ہے کیا کچھ نہیں ہے ہمارے پاس جو تمہیں نوکری کی ضرورت پیش آتی۔ میں نے دادا جی سے کہا کہ دادا جی یہ میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے بھانت بھانت کے لوگ، بھانت بھانت کے ملک دیکھوں آپ مجھے اجازت دیجیے تو دادا جی مسکرا دیے پھر بولے۔

"یہ فطرت تجھے باپ سے ملی ہے۔ کون روک سکتا ہے اسے تیری مرضی کوشش کرے۔" لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتی تھی کہ ائیر ہوسٹس کی جاب ملنے سے میری ہی نہیں دادا جی کی کوششوں کا بڑا دخل تھا اور انہوں نے اپنے تعلقات سے کام لے کر مجھے انڈین ائیرلائنز میں ملازمت دلائی تھی۔

اتنے اچھے تھے میرے دادا جی۔ پھر میں ان سے پیار نہ کرتی تو کیا کرتی، میں ان کے لیے انتہائی پریشان ہو گئی۔ شام کو چار بجے مجھے میرے دفتر سے ٹیلیفون موصول ہوا تھا ساڑھے دس بجے رات کو فلائٹ پر جانا تھا لیکن سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بھلا میں دادا جی کو اس حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتی تھی۔ دادا جی تقریباً ڈھائی بجے ہوش میں آئے تھے۔ لیکن اتنے کمزور ہو گئے تھے وہ کہ ان کے منہ سے بات تک نہیں نکل رہی تھی۔ ڈاکٹر کپور اس دوران دو دفعہ آچکے تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ دادا جی کی حالت تو خطرے سے باہر ہے لیکن سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ان سے بات چیت بھی نہ کی جائے اور نہ ہی ان کو ہلنے جلنے دیا جائے۔ ملازم موجود تھے۔ نانی جی بھی موجود تھیں جو دادا جی کی بہن تھیں لیکن میں اپنی آنکھوں سے دادا جی کو اوجھل کیسے کر سکتی تھی۔ وہ تو سارے سنسار میں میرے لیے سب سے زیادہ قیمتی انسان تھے۔ میں نے تھوڑی دیر کے بعد فلائٹ انچارج مسٹر شکلا کو فون کیا اور مسٹر شکلا نے ٹیلیفون ریسیو کر لیا۔

"بھارتی جی! آپ کو اطلاع تو مل گئی ہوگی۔ ساڑھے دس بجے آپ کی فلائٹ ہے۔ آپ سوا نو بجے تک پہنچ جائیے!"

"شکلا صاحب! ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"میری جگہ کسی اور کو بھیج دیجیے۔ میں آج کی فلائٹ پر نہیں جا سکتی۔ میرے دادا جی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور ان کی حالت کافی خراب ہے۔"

"کیا وہ ہاسپٹل میں ہیں؟" شکلا صاحب نے پوچھا۔

"نہیں گھر پر ہی ہیں۔ ڈاکٹر کپور ان کا علاج کر رہے ہیں۔"

"تو پھر اسے خطرناک حملہ نہیں کہا جا سکتا۔ بھارتی جی! کسی اور کو اس فلائٹ پر نہیں بھیجا جا سکتا۔ جو ڈیوٹیز لگا دی گئی ہیں ان کی تکمیل ضروری ہے۔"

"مگر شکلا جی! آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی ڈیوٹی پر مستعد رہنے والوں میں سے ہوں۔ اس وقت صورت حال ایسی ہو گئی ہے کہ میرے لیے پریشانی کا باعث ہے۔"

"آپ براہ کرم مجھ سے مل لیجیے۔" مسٹر شکلا نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

"میں دادا جی کو چھوڑ کر نہیں آسکتی مسٹر شکلا! آپ فوری طور پر کسی کا بندوبست کر لیجیے۔" میں نے کہا اور ٹیلیفون بند کر دیا۔

بلاشبہ یہ اصولوں کے خلاف بات تھی۔ لیکن سارے اصول دادا جی کی زندگی کے سامنے ہیچ تھے۔ مجھے بھلا ملازمت کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ میں ٹیلیفون بند کرنے کے بعد بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر مسٹر شکلا کا فون موصول ہوا۔ اور میں نے فون ریسیو کیا۔ تو وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولے۔

"بھارتی دیوی! آپ کو ساڑھے دس بجے کی فلائٹ پر جانا ہے۔"

"مسٹر شکلا! آپ کی سماعت خراب معلوم ہوتی ہے۔ میں نے آپ کو آخری بار کہہ دیا تھا کہ میں نہیں جا سکتی۔ اس کے بعد آپ کا یہ ٹیلیفون۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"مگر ڈیوٹی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ اس کے لیے بہت سی ذاتی مصروفیات کو نظر انداز کرنا ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے اس موضوع پر اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" میں نے ایک بار پھر ریسیور پٹخ دیا۔

غصہ آگیا تھا مجھے۔ ظاہر ہے میں اپنے دادا کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جا سکتی تھی۔ اس کے بعد مجھے کوئی ٹیلیفون موصول نہیں ہوا۔ میں نے بھی دل میں سوچ لیا تھا کہ ملازمت کی ایسی تیسی، میرے دادا جی ٹھیک ہو جائیں بس یہی کافی ہے۔

ڈاکٹر کپور آخری بار شام کو سات بجے آئے۔ انہوں نے دادا جی کا مکمل چیک اپ کیا اور پھر پرخیال انداز میں بولے۔

"انہیں سخت احتیاط کے ساتھ اسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ ہلنا جلنا تو ان کے لیے بے حد خطرناک ہوگا۔ اس وقت ان کی تیمارداری ہی ان کی زندگی بچا سکتی ہے۔ چنانچہ آپ لوگوں کو مستعد رہنا ہوگا۔"

"ڈاکٹر صاحب! آپ مجھے ہدایات دیں۔ میں خود دادا جی کی تیمارداری کروں گی۔"

ڈاکٹر کپور نے مجھے بہت باتیں بتائیں اور میں نے ان پر مستعدی سے عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بہرطور رات کے کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اور نانی جی، دادا جی کے سرہانے آ بیٹھے۔ ہم نے انہی کے کمرے میں اپنے لیے بندوبست کر لیا تھا۔ یہ طے کر لیا تھا کہ ہم دونوں ہی دادا جی کے ساتھ رہیں گے۔ رات کے کسی حصے میں نانی جی سو لیں گی۔ مگر میں نے نہ سونے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور یہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چائے پیتے ہوئے میں نے دادا جی کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ کسی قدر پرسکون نظر آرہے تھے۔ اور آرام کی نیند سو رہے تھے۔ دفعتاً میرے ذہن میں کچھ خیال آیا اور میں نے نانی جی سے پوچھا۔

"نانی جی ایک بات بتائیے۔"

"کیا بیٹی؟"

"میری ماں کی کوئی تصویر نہیں ہے گھر میں؟" یہ سوال اچانک اور اتنا غیر متوقع تھا کہ نانی جی چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔

پھر بولیں۔

"نہیں کوئی تصویر نہیں ہے۔"

"وجہ؟ جبکہ پتا جی کی تصویریں تو ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"ہاں، تمہاری ماتا جی کی تصویریں ساتھ نہیں رکھی گئیں۔"

"اوہ، میں سمجھ گئی اس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ میرے ڈیڈی سرن کمار جی میری ماتا جی سے بہت پریم کرتے ہوں گے۔ اور ان کی موت کے بعد ان کی جدائی برداشت نہ کر پاتے ہوں گے۔"

"ہاں، شاید یہی بات تھی۔" نانی جی نے جواب دیا۔

"شاید کیا ہے؟"

"نہیں نہیں۔ یقیناً یہی بات ہوگی!"

"اچھا ایک بات بتائیے مجھے آج تک یہ کیوں نہیں بتایا گیا کہ میری صورت ہو بہو میری ماں جیسی ہے؟"

"کیا؟" نانی جی نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا میری صورت بالکل میری ماں جیسی نہیں ہے؟"

"نہیں یہ تم سے کس نے کہا؟ تمہاری صورت تو ان سے بالکل الگ ہے۔"

"کیوں آپ نے۔۔۔ آپ نے تو دیکھا ہے نا میری ماں کو۔۔۔؟"

"ارے ہاں کیوں نہیں بھئی، بھلا میں نے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"تو آپ کہتی ہیں کہ میری صورت میری ماتا جیسی نہیں ہے؟"

"نہیں زمین آسمان کا فرق ہے تمہارے اور اس کے چہرے میں کہیں سے بھی نہیں ملتی ہو اپنی ماں سے تم!"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے نانی جی۔ اس کا مقصد ہے وہ لوگ جھوٹ بول رہے تھے۔" میرے ذہن میں ایک دم تغیر ہوا تھا "اب تک میں نے یہی سوچا تھا کہ مسٹر ذرک اور ان کے بیٹوں نے یہ بات بالکل درست کہی ہوگی لیکن یہ کیا بات

ہوئی۔" میں نے نانی جی سے کہا۔

"آپ کے دماغ سے ان کی صورت اتر گئی ہے شاید غور سے مجھے دیکھیے اور انہیں اپنے ذہن میں یاد کیجیے۔ لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ میں ہو بہو اپنی ماں کی کاپی ہوں تاکہ زیادہ کر لوگ مجھے دیکھ کر مجھ پر میری ماں کا شبہ کر سکتے ہیں۔"

"نہیں، نہ میں کبھی اندھی تھی نہ اب ہوں۔ نہ ہی میرا دماغ خراب ہے۔ یہ بات تو تم کسی سے بھی پوچھ سکتی ہو۔ اپنے دادا جی سے بھی پوچھ لینا۔ ٹھیک ہو جائیں تو۔ تمہاری ماں کی صورت تو بالکل تمہاری جیسی نہیں تھی۔ وہ تو بالکل الگ شکل و صورت کی مالک تھیں۔"

"تعجب ہے۔ پھر مسٹر فیرک یہ بات کیوں کہہ رہے تھے؟" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"کون مسٹر فیرک؟"

"میرے پتا جی کے دوست تھے۔ ان کے ساتھ کافی عرصے رہے ہیں۔ میری ماتا جی کو بھی دیکھا تھا انہوں نے۔ مجھ سے جہاز میں ملاقات ہوئی تو حیران رہ گئے۔ اور پھر انہوں نے بڑے تعجب سے یہ بات کہی کہ میں اپنی ماں کی ہو بہو کاپی ہوں۔"

"بے وقوف بنا رہے ہوں گے تجھے۔ ایسے ہی لوگ ہوں گے کوئی۔ تیری صورت قطعی اپنی ماں پر نہیں گئی ہے۔ تو اپنی الگ صورت رکھتی ہے۔"

میں خاموش ہو گئی۔

لیکن یہ بات میرے ذہن میں مسلسل کُرید بنی رہی تھی۔ یہاں تو مسئلہ ہی الٹا ہو گیا تھا۔ مسٹر فیرک نے یہی کہا تھا کہ وہ میری صورت دیکھ کر چونکے تھے۔ اور انہیں وہ ہستی یاد آ گئی تھی جو ان کے دوست کی بیوی تھی لیکن نانی جی بھی تو غلط نہیں کہہ رہی ہوں گی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی اگر میری صورت میری ماں سے ملتی ہے تو اس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ دادا جی سے ایک بار اور پوچھوں گی اور اس کے بعد مسٹر فیرک کے بارے میں اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑے گا مجھے۔ یہ ہی سوچا جا سکتا تھا کہ کسی وجہ سے مسٹر فیرک میرے پاس آنا چاہتے تھے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے جو جو باتیں کی تھیں میں ان کے بارے میں سوچتی رہی لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا۔

دوسرے دن دادا جان کی حالت قدرے بہتر تھی۔

اور یہ کہا تھا کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کی سخت تیمارداری کی جائے۔ کم از کم ایک ہفتے تک۔ میں نے ایک ہفتے کے لیے دفتر سے چھٹی کی درخواست دفتر پہنچا دی اور ایک بار پھر شکلا صاحب سے صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک میرے دادا جی کی حالت درست نہیں ہو جاتی۔ میں اپنی ملازمت پر واپس نہیں آؤں گی۔ مسٹر شکلا غصے میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے میرا فائل میرے الفاظ کے ساتھ اوپر پہنچا دیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایک ہفتے کی چھٹی کے بجائے میں اب اطمینان سے چھٹی کروں کیونکہ جب تک اوپر سے معاملات طے نہیں ہو جائیں گے۔ میرا ڈیوٹی پر واپس جانا ناممکن نہیں ہوگا۔ میں نے مسٹر شکلا سے کہا۔

"مسٹر شکلا! جتنی تنخواہ مجھے انڈین ایرلائنز سے ملتی ہے اتنی میں اپنے ملازم کو دے سکتی ہوں اور میرے ہاں کئی ملازم ہیں۔ اس لیے آپ غلط فہمی کا شکار رہیں کہ مجھے اس ملازمت کی سخت ضرورت ہے۔ آپ چاہیں تو اس کیس کو اور زیادہ سے زیادہ بگاڑ کر اوپر پہنچا دیں۔ میں دیکھوں گی کہ آپ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔" میں نے جواب دے دیا۔ اور ریسیور رکھ دیا۔

دل ہی دل میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس وقت تک دفتر نہیں جاؤں گی جب تک خود میرے دفتر سے بلاوا نہ آئے۔ ملازمت جاتی ہے جہنم میں جائے۔ میرے دادا جی سے زیادہ کونسی چیز میرے لیے قیمتی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اب زیادہ مطمئن ہو کر میں نے دادا جی کی تیمارداری شروع کر دی۔ دن رات جاگ کر میں نے انہیں اس قابل بنا دیا کہ ان کی حالت بہتر ہو جائے۔ ڈاکٹر کپور نے میری تعریف کرتے ہوئے یہی کہا تھا کہ دوائیں تو کام کر رہی ہیں لیکن صحیح تیمارداری کا بھی ان کی صحت بہتر ہونے میں پورا پورا ہاتھ ہے۔ دادا جی کی کیفیت اب کافی بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بولنے چالنے اور بات چیت کرنے لگے تھے۔ عموماً مجھے اپنے پاس بٹھائے رکھتے تھے۔ کئی دن اس طرح گزر گئے۔ اب وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھنے لگے تھے۔ میں نے انہیں اپنی نوکری کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں اور کہا تھا کہ بھلا نوکری کے لیے میں اپنے دادا جی کو اپنی نگاہوں سے اوجھل کر سکتی ہوں۔ دادا جی عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

بات چیت کی تو ڈاکٹر کپور نے کہا۔

"بات یہ ہے پردیپ کمار صاحب کہ اب عمر کی وہ منزل آ گئی ہے جب کوئی بھی بیماری کسی بھی وقت حملہ آور ہو سکتی ہے اور خطرناک صورت حال پیدا کر سکتی ہے۔ اس سے بچنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو احتیاط سے رکھا جائے۔ اور یہ ذمہ داری آپ کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔"

دادا جی مسکرانے لگے تھے پھر بولے۔

"خیر مرنا تو ایک دن سبھی کو ہے۔ ڈاکٹر کپور بس میری کچھ ذمہ داریاں تھیں جنہیں پوری کر کے مرنا چاہتا تھا۔ لیکن انسان بھلا اپنے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے۔" دادا جی اس دن کسی سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

دوسری رات ان کی کیفیت کافی بہتر تھی۔ نانی جی بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان سے کہنے لگے۔

"ساوتری! کئی دن سے سوچ رہا ہوں۔ آج زبان رک نہیں رہی۔ تو مجھے بتا میں کیا کروں؟"

"کیا بات ہے بھیا جی؟" نانی جی نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"بھارتی کے علاوہ ان کا بھی اس سنسار میں کوئی نہیں تھا۔"

"میں اب دیانت داری سے یہ بات سوچ رہا ہوں۔ ساوتری! کہ کم از کم بھارتی کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ یہ ضروری ہے۔ ہم تم بوڑھے ہو چکے ہیں اور پھر میری صحت اچانک ہی بہت خراب ہو گئی ہے اگر کچھ ہو گیا تو یہ بالکل تنہا سمجھے گی اپنے آپ کو اس سنسار میں۔ میں میں اپنی آتما کے لیے اس بچی پر یہ ظلم نہیں کر سکتا۔ کم از کم اسے یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ اس سنسار میں تنہا نہیں ہے۔"

میں چونک کر دادا جی کو دیکھنے لگی تھی۔ دادا جی میری طرف دیکھنے لگے پھر بولے۔

"بھارتی! ادھر آ جا۔ میرے پاس آ جا۔ تو اسے ہمارا براہ راست سمجھنا۔ بس اپنے پتا جی کی وصیت سمجھ لینا۔ لیکن اب صورت حال بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ میں اس وصیت کی پابندی نہیں کر سکتا۔"

"کیا بات ہے دادا جی! کیا ہو گیا؟"

"بتانا چاہتا ہوں تجھے بھارتی! تجھے کچھ رازوں سے

"راز؟ کیا ہمارے جیون میں کوئی راز بھی ہے دادا جی؟"

"اسے راز ہی سمجھ سکتی ہے تو۔ بس یوں سمجھ لے کہ اناکے مسئلے بیچ میں آ گئے تھے۔ مگر زیادتی ان لوگوں کی تھی۔"

"کن لوگوں کی۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"بھارتی! تیری ماں زندہ ہے۔"

دادا جی نے کہا اور میں حیرت سے منہ کھولے انہیں دیکھنے لگی۔ میرے ذہن میں بجلیاں سی کڑکنے لگی تھیں۔ دادا جی بے حد سنجیدہ تھے۔ ظاہر ہے یہ بات وہ مذاق میں نہیں کہہ سکتے تھے۔ انہیں کم از کم میرے دکھ کا خیال تو ہوگا ہی۔ بمشکل تمام میرے منہ سے نکلا۔

"زندہ ہیں؟"

"ہاں بھارتی! وہ زندہ ہے۔"

"مم۔ مگر۔ مگر کہاں ہے وہ؟ اس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ کتنے عرصہ پہلے وہ مجھے چھوڑ گئی تھی؟ کیا بات تھی دادا جی اور اگر زندہ ہے تو اس نے میری بھی خبر کیوں نہیں لی؟ آپ مجھے پورا کھیل تو بتائیے۔ پورا قصہ بتائیے دادا جی! اور ایک بات میں نے نانی جی سے بھی پوچھی تھی کیا میری ماں میری ہمشکل تھی؟"

"نہیں یہ بات تجھ سے کس نے کہی؟"

"ایک غیر ملکی شخص نے۔ میں فلائٹ پر گئی تھی دادا جی وہاں مجھے آزن فیرک نامی ایک شخص ملا جو اپنے دو بیٹوں کے ساتھ تھا۔ ان بیٹوں کے نام بارن اور بارٹن تھے۔ دادا جی پہلے تو میں انہیں فراڈ سمجھی لیکن بعد میں انہوں نے میرے پتا کا نام لیا اور ایسی بہت ساری باتیں بتائیں جنہیں سن کر میں حیران رہ گئی۔ آزن فیرک کا کہنا تھا کہ وہ میرے پتا کے دوست ہیں۔ انہوں نے مجھے جہاز میں دیکھا تو انہیں حیرت ہوئی کیونکہ میں اپنی ماں کی ہمشکل ہوں۔ وہ اس بات پر شدید حیران تھے۔ پھر انہوں نے سرن کمار جی کا نام لیا۔ ان کی مہم جوئی کی داستانیں سنائیں اور اس کے بعد انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ہندوستان آئیں گے۔"

"آزن فیرک، میں نے تو کبھی اس شخص سے ملاقات نہیں کی تھی۔"

"ہاں دادا جان! آپ سے ان کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ تو بس پتا جی کے ساتھی تھے۔ بہر طور بُرے لوگ نہیں تھے۔"

تو بالکل ہی الگ صورت ہے۔ بالکل ہی الگ ۔" دادا جی نے جواب دیا۔

" پتا نہیں کیوں مسز آئرن فیرک کو میری صورت پر شبہ ہوا۔ لیکن خیر ان کی بات چھوڑیئے۔ یہ حیرت انگیز بات جو آپ مجھے بتا رہے ہیں۔ اس کے بارے میں میری تسلی کیجیے دادا جی! کیا یہ دنیا کی سب سے حیرت انگیز بات نہیں ہے؟ میری زندہ ہے اور میں جوان ہو گئی۔ مجھے یہی پتا چلا کہ وہ مر چکی ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا دادا جان! ایسا کیوں کیا گیا؟" میری آواز رندھ گئی۔

رات کے تصور سے میرے سینے میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ ایک عجیب سا خیال آیا تھا۔ برسوں میں نے ماں کو دیکھا تھا۔ ماں کو سوچا تھا۔ لیکن جاگتی آنکھوں سے نہیں بلکہ خوابوں میں، سپنوں میں اور میں بار ہا اس کی آرزو کرتی رہی تھی کہ کاش اس سنسار میں میری بھی ماں ہوتی۔ میرے پتا جی بھی زندہ ہوتے۔ پھر میں نے چونک کر کہا۔

" دادا جان ایک بات تو بتائیے۔ میرے پتا جی تو واقعی مر چکے ہیں؟"

" وہ تو تیرے سامنے کی بات ہے بیٹی! اس وقت تو تو سمجھدار بھی لیکن تیری ماتا ۔" دادا خاموش ہو گئے۔

میں اپنی ذہنی کیفیت سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بے شک اس تصور سے مجھے حیرت بھی ہو رہی تھی اور شاید دل کے کسی گوشے میں خوشی کا احساس بھی ابھرتا جا رہا تھا کہ کوئی میری زندگی کا اتنا گہرا ساتھی بھی موجود ہے۔ ماں جیسے عالم ہوش میں، میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن جس کے بارے میں بہت عرصے تک سوچتی رہی تھی۔ اور اس کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہر چیز ہر انسان کو نہیں مل جاتی۔ مجھے سب کچھ ملا تھا۔ ماں نہیں ملی تھی لیکن آج یہ تصور کتنا عجیب تھا۔ وہ میری آنکھوں میں نمی پیدا کیے دے رہا تھا۔ اگر میں کوئی جذباتی لڑکی ہوتی تو شاید [illegible] پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ہوتی۔ یا اس سلسلے میں کوئی اور ڈراما کرتی لیکن میں حقیقتوں کی دنیا کو بہت قریب سے دیکھ چکی تھی چنانچہ خود کو سنبھال کر میں نے کہا۔

" مگر دادا جی وہ ہے کہاں؟ اور کیوں اس نے مجھے اس طرح چھوڑ دیا کہ کبھی پلٹ کر میری خبر بھی نہیں لی؟"

" یہ بہت لمبی کہانی ہے۔ میں اب یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تجھے اس کہانی سے آگاہ کر دینا چاہیے۔" دادا جی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

میں ان کے چہرے پر نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔ نانی ساوتری بھی پاس ہی تھیں۔ دادا جی چند واقعات اپنے ذہن میں تازہ کرتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

" یہ بات تو اچھی طرح جانتی ہے بھارتی کہ تیرا پتا سرن کمار میرا اکلوتا بیٹا تھا۔ نہ کوئی بہن، نہ بھائی۔ ہم پتی پتنی کی آنکھ کا تارہ تھا وہ۔ دولت کی ریل پیل تھی۔ اسے جس ناز نخرے سے پرورش کیا ہم نے وہ مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن اس کے نتیجے میں وہ بگڑ گیا کوئی اور برائی نہیں تھی اس میں۔ بس سیر و شکار کا رسیا تھا۔ گھومتا پھرتا تھا۔ مہمات سرانجام دیتا تھا۔ سال سال ڈیڑھ ڈیڑھ سال کے لیے گھر سے نکل جاتا تھا اور بھگوان جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا تھا۔ بار ہا میں نے اسے سمجھایا کہ بیٹا زندگی یہی سب کچھ نہیں ہے۔ عمر کی ایک منزل ہوتی ہے ان تفریحات کے لیے۔ اب تم جوانی کے اس حصے میں ہو کہ تمہاری شادی ہو جانی چاہیے اور اس کے بعد تمہیں گھریلو زندگی بسر کرنی چاہیے۔ لیکن وہ کسی کی بات سننے والوں میں سے نہیں تھا۔ بہت دلیر، بہت بہادر اور بڑا دھن کا پکا تھا۔ وہ ایسی ایسی خطرناک جگہ پہنچ گیا تھا جہاں لوگ جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ گھر سے کوئی مشکل یا دقت تھی [illegible] میں بہرطور اس کی باتیں پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن پیار کرتا تھا جسے کی خوشی بھی عزیز تھی۔ اسے کبھی دکھی نہیں دیکھ سکتا تھا میں۔ یہی کیفیت اس کی ماتا کی تھی۔ جب اس کی ماں کا انتقال ہوا تب بھی وہ کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ اور ماں کی موت کے سات مہینے کے بعد واپس آیا تھا۔ میں نے اس بار بھی اسے بہت برا بھلا کہا۔ ماں کی موت سے وہ بھی بڑا دکھی تھا۔ لیکن اس کا دل کبھی ایک جگہ بیٹھ کر نہیں لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ ماں کی موت بھی بھول گیا۔ اور اس کے بعد پھر وہی معمولات جاری ہو گئے۔ آخری بار جب وہ اپنی مہم پر گیا تو تقریباً تین سال تک واپس نہیں آیا۔ ہم تو اس کے عادی ہو چکے تھے۔ ان تین سالوں میں، میں نے بہت سی تبدیلیاں کیں۔ زمینیں بیچ دیں اور یہاں دلی چلا آیا۔ یہاں میں نے اپنا چھوٹا موٹا کاروبار جمایا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ معمول کے مطابق واپس زمینوں پر ہی پہنچا تھا۔ لیکن وہاں سے اسے میرے بارے معلومات حاصل ہو گئیں۔ اور وہ گھر آ گیا۔ جب وہ گھر آیا تو جے شری اس کے ساتھ تھی۔ اور جے شری کی گود میں تم تھیں۔ تمہاری عمر آٹھ یا نو مہینے یا اس سے کچھ زیادہ ہو گی۔ میں تم دونوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ساوتری کے ذریعے اس نے مجھے بتایا کہ جے شری اس کی بیوی ہے اور بھارتی اس کی بیٹی۔ میں ہمیشہ سے سرن کمار کے ہاتھوں دکھ جھیلتا چلا آیا تھا۔ لیکن یہ دکھ ان تمام دکھوں پر بھاری تھا۔ آخر سرن کمار نے مجھ سے باپ ہونے کا حق بھی چھین لیا تھا۔ میرے دل میں کیا کیا آرزوئیں نہیں تھیں اس کے لیے۔ میں خود اس کی شادی کرتا۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے دلہن لاتا۔ مگر اس نے مجھ سے میرا یہ حق چھین لیا تھا۔ ڈیڑھ دو مہینے تک میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ بھی جھینپا جھینپا سا خاموش خاموش سا رہتا تھا۔ بالآخر مجھے ہی اس پر اس کا پیار، محبت آ گئی اور میں نے تمہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ جے شری بہت سرکش عورت تھی۔ وہ کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ اس نے ایک بار بھی میرے چرن نہیں چھوئے تھے۔ وہ بس صرف اپنے شوہر سے تعلق رکھنا چاہتی تھی۔ اور اسی سے اس کا تعلق تھا۔ بہت سی بار سرن کمار نے اسے بتایا کہ پتا جی کے علاوہ اس سنسار میں اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن جے شری نے کبھی میری عزت نہیں کی۔ بس وہ اپنے آپ میں مگن رہنے والی عورت تھی۔ اسے تم سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تم اس کے پاس بہت کم رہتی تھی۔ بعض اوقات تم بیمار ہو جاتیں تو وہ راتوں کو جاگ کر تمہیں دیکھتی بھی نہیں تھی۔ میں تھا یا پھر ساوتری تھی جو تمہاری دیکھ بھال کرتے تھے۔ اور ہم دونوں ہی تمہاری پرورش کرتے تھے۔ سرن کمار نے کبھی اس سلسلے میں جے شری سے کچھ نہ کہا۔ بھگوان جانے کیوں وہ جے شری سے کچھ ڈرتا سا تھا۔ اور اس کی کسی بات پر نکتہ چینی نہیں کر پاتا تھا۔ جے شری اس پر پوری طرح حاوی تھی۔ یوں یہ معاملات چلتے رہے لیکن پھر ایک دن میں نے سرن کمار کو اس سلسلے میں بہت برا بھلا کہا۔ میں نے اس سے کہا کہ جے شری کیسی ماں ہے کہ اسے اپنی اولاد کی بھی کوئی پروا نہیں ہے۔ ہم لوگ نوکروں کی طرح تمہاری بیٹی کو پالتے ہیں۔ یہ سب کیا ہے۔ جے شری سے کہو کہ وہ انسان بن کر اس گھر میں رہے۔ ورنہ اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ شاید اس سلسلے میں سرن کمار نے جے شری سے بات کی۔ جے شری نے بہت سی چیزیں توڑ پھوڑ دیں اور اس کے بعد یہاں سے چلی گئی۔ کسی کو کچھ بتائے بغیر۔ میں اس حد تک توقع نہیں رکھتا تھا کہ کوئی ماں اپنی بیٹی کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ مجھے اس بات پر بہت غصہ آیا۔ سرن کمار بھی شدید غصے میں تھا۔ اس نے کہا کہ اب وہ زندگی بھر جے شری کی صورت نہیں دیکھے گا۔ وہ چلی گئی ہے جہنم میں جائے۔ اس دوران مجھے جے شری کے خاندان کے بارے میں بھی معلوم ہو چکا تھا۔ وہ شردھا پور کے دیوان پورن لعل مہتہ کی بیٹی تھی۔ اور شردھا پور کے دیوان پورن لعل بہت مشہور آدمی تھے۔ بہت بڑے جاگیردار، بہت بڑے زمیندار۔ لیکن جب تک جے شری یہاں رہی نہ دیوان پورن لعل ایک بار اس سے ملنے آئے اور نہ وہ خود کبھی اپنے ماتا پتا سے ملنے گئی۔ میں نے کافی دن کے بعد سرن کمار سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ کہ جے شری اپنے ماتا پتا کے پاس ہی چلی گئی ہے اور اب شاید وہ کبھی واپس نہ آئے۔ سرن کمار نے اس وقت مجھے تھوڑی سی یہ کہانی سنائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ ایک مہم کے دوران جے شری اسے ملی تھی اور اس نے جے شری سے شادی کر لی لیکن اس کے پتا دیوان پورن لعل اس شادی سے خوش نہیں تھے۔ اور انہوں نے جے شری کو ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی سے دور کر دیا تھا۔ چنانچہ اس لیے جے شری اس

سے نہیں ملتی تھی۔ اب وہ ان کے پاس پہنچی تو غالباً اس شرط پر اسے اپنے درمیان جگہ دی ہے کہ وہ مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھے۔ یہ صورت حال بہت پریشان کن تھی لیکن سرن کمار نے مجھے سمجھایا اور اس نے کہا کہ پریشانی کی ایسی کوئی بات نہیں ہے جسے شری اس کی زندگی سے نکل گئی۔ اسے اس کی ذرہ برابر پروا نہیں ہے بس اسے فکر ہے تو یہ کہ بھارتی کو اچھے طریقے سے پروان چڑھایا جائے۔ اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ کہ میں اور ساوتری، بھارتی کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتے۔ چنانچہ وہ پرسکون ہو گیا۔ بارہا میں نے اس سے کہا کہ وہ دوسری شادی کرلے اور کسی اچھی سی لڑکی کو دلہن بنا کر لے آئے لیکن وہ اس کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس نے کہا نہیں پتا جی ابھی نہیں۔ ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔ جب سمے آئے گا تو وہ مجھے بتائے گا کہ وہ شادی کرنے کو تیار ہے۔ میں نے اسے اس کے لیے مجبور نہیں کیا۔ اور پھر ۔۔۔ اور پھر ۔۔۔" دادا جی کی آواز لرز گئی۔

چند لمحات وہ خاموش رہے پھر بولے۔

"اور اس کے بعد ظالموں نے اسے قتل کر دیا۔ قتل کی وہ باتیں جو تم نے سنی نہیں ہیں بالکل سچی ہیں۔ وہ ایک اتفاقی حادثے کا شکار ہو گیا تھا میرا بیٹا۔ میرا زندگی کا سب سے بڑا ساتھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس کے بعد میرے جیون میں تیرے علاوہ اور کچھ نہ رہا بھارتی! ہم نے کبھی تجھے اسی لیے تیری ماں کے بارے میں نہیں بتایا کہ کہیں تیرے دل میں اس کی محبت نہ جاگ اٹھے اور تو ہمیں چھوڑ کر اس کے پاس چلی جائے۔ قصور ہمارا بھی نہیں تھا۔ تیری ماں جس دن سے اس گھر سے گئی۔ اس نے کبھی پلٹ کر نہ دیکھا۔ یہ تک پتا نہیں چل سکا ہے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ دیوان پورن لعل مہتہ بہت بڑے آدمی ہیں آج بھی ان کی ذمہ داریاں برقرار ہیں۔ تیری ماں کسی تکلیف میں تو نہ ہوگی۔ لیکن وہ تجھے بھول چکی ہے۔ مکمل طور پر۔ پورے طور پر۔" دادا جی خاموش ہو گئے۔

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ بڑی عجیب اور بڑی حیرت ناک کہانی تھی۔ میں بہت دیر تک اس کہانی کے بارے میں غور کرتی رہی۔ اور پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"دادا جی پول کھل گئیں۔ میرے جیون میں ایک نیا انقلاب آگیا ہے۔ کاش مجھے یہ سب کچھ معلوم نہ ہوتا۔" میں خاموش ہو گئی۔

دادا جی نے اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی اختیار کی پھر بولے۔

"بیٹی! یہ سب کچھ بتانا میرے لیے بہت ضروری تھا۔ بہت ہی ضروری۔ کیونکہ اس کے بعد اس کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ میں تجھے تیری ماں کی موجودگی سے بے خبر رکھوں۔ میں نے اپنی بہن سے بھی مشورہ کیا تھا۔ ساوتری نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اسے صورت حال ضرور بتا دی جائے۔ چنانچہ میں نے تجھے بتا دیا۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ذرا ٹھیک ہو جاؤں پھر ذرا اس بارے میں بھی کوئی فیصلہ کرلیں گے۔ اور اگر بھارتی! میں مر جاؤں تو پھر تو صاحب اختیار ہے کہ جس طرح چاہے کرے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن میری کیفیت کافی خراب ہو گئی تھی۔ میں خود بھی اپنے آپ کو بیمار بیمار سا محسوس کرنے لگی تھی۔ رات کی تنہائیوں میں، میں نے ماں کے بارے میں سوچا۔ مجھے آج تک یہی علم تھا کہ میری ماں اس سنسار میں نہیں ہے۔ ماں کی جو تصویریں میرے ذہن میں بنتی اور بگڑتی رہتی تھیں۔ ان کا ایک وجود موجود ہے۔ ایک انسان ایسا بھی ہے جس کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے۔ جس کی کوکھ سے میں نے جنم لیا ہے۔ وہ زندہ ہے مگر میری نگاہوں سے دور، میرے تصور سے دور ۔۔۔ کیسی انوکھی، کیسی عجیب سی بات تھی یہ۔ رات کو میں نے ماں کے بارے میں سوچا۔ آخر اسے کیا ہوا؟ اس نے پتا جی کو چھوڑ دیا ۔۔ ٹھیک تھا لیکن میں، میں تو اس کی اولاد تھی۔ مجھے کیوں اس طرح اس نے اپنے دل کی دنیا سے نکال پھینکا؟ وہ کون سے حالات تھے جن کی بنا پر وہ پتا جی سے دور ہوئی۔ اور اس طرح کہ اپنی اولاد کو بھی بھول گئی؟

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ ڈاکٹر سکھبیر صبح ہی صبح آئے۔ دادا جی کا معائنہ کیا۔ اور مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولے کہ [illegible] اب کافی بہتر حالت میں ہیں۔ اور اگر ان کی صحت یابی اسی طرح ہوتی رہی تو صرف چند ہی دنوں کے بعد وہ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔

دادا جی کے بارے میں انکشاف سے مجھے بھی بہت خوشی ہوئی تھی۔ ساری دنیا ایک طرف دادا جی ایک طرف۔ بھلا میں ان پر کیا [illegible]

دیا۔ اور پلٹ کر میری خبر نہ لی۔" دادا جی نے اسی شام پھر سے اس سلسلے میں سوال کیا تو میں نے دادا جی سے کہا کہ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پائی دادا جی لیکن فیصلہ میرا جو کچھ بھی ہو میرے دل کی حالت میں کوئی بھی تغیر رونما ہو لیکن میں اپنی ماں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اس بات پر کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اس طرح کہ دوبارہ میری صورت بھی نہ دیکھی۔ دادا جی خاموش ہو گئے۔ اسی رات ۔۔۔ راگنی میرے پاس آئی۔ وہ فلائٹ سے واپس آئی تھی۔ مجھ سے ملی تو بڑے سنسنی خیز لہجے میں بولی۔

"شکلا صاحب نے تمہارے خلاف ایک محاذ کھڑا کر دیا ہے بھارتی! انہوں نے تمہاری پوری فائل خراب کر کے رکھ دی ہے اور تمہیں ایک غیر ذمہ دار شخصیت قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ آخر ایسا کیا جھگڑا ہو گیا ہے ان سے؟"

"راگنی! شکلا جیسے چرکٹے ڈھیروں برس میں پڑے رہتے ہیں۔ وہ کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو کیا میں اس ملازمت کے لیے مجبور ہوں مجھے دنیا دیکھنے کا شوق تھا۔ سو میں نے پورا کر لیا۔ لعنت بھیجتی ہوں ایسی نوکری پر جس میں شکلا جیسے گدھوں کا سامنا کرنا پڑے۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ وہ میرا کیا بگاڑ لیتا ہے۔ ان تمام باتوں سے زیادہ سے زیادہ میری ملازمت ختم ہو جائے گی۔ [illegible] نہیں ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ایک کیریئر ہوتا ہے اور پھر تم ایک مقبول شخصیت ہو۔ میرا خیال ہے ایسا نہ کرو۔ دادا جی کی حالت اب ٹھیک ہوتی جا رہی ہے۔ تم ڈیوٹی جوائن کرلو۔"

"سوچوں گی اس بارے میں۔ میں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ اور پھر مجھے یہ احساس بھی ہو رہا ہے کہ میری کچھ دوسری ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ میں دوبارہ ڈیوٹی پر واپس ہی نہ جاؤں۔"

"یہ اچھا نہیں ہوگا۔ بڑی مشکل سے ملازمت ملتی ہے۔ اور لڑکیاں یہ ملازمت کر کے اپنی پوری زندگی سنوار لیتی ہیں۔ تم کیسی ہو بھارتی! کہ اپنے اس حسین مستقبل کو ٹھکرا رہی ہو؟"

"نہیں راگنی! یہ میرا مستقبل نہیں ہے۔ یہ صرف میرا شوق تھا۔ ہو سکتا ہے کہ میں استعفیٰ ہی بھجوا دوں۔"

"ارے نہیں۔ نہیں اب اتنا شدت پسند ہونے کی ضرورت بھی نہیں۔" راگنی مجھے کافی دیر سمجھاتی رہی۔ دادا جی کا مزاج پرسی کرتی رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔ مجھے [illegible] نوکری کی پروا نہیں تھی۔ بلکہ میں اب تو میں یہ سوچ رہی ہوں کہ مجھے نوکری کرنی چاہیے یا نہیں۔ میری زندگی میں جو نئی تبدیلیاں پیدا ہوئی تھیں کیا وہ ذہنی طور پر مجھے مطمئن رہنے دیں گی۔ اور اگر میں ذہنی طور پر مطمئن نہ ہوئی تو کیا اپنی ڈیوٹی صحیح طور پر انجام دے سکتی ہوں!۔ بہر طور یہ کوئی مشکل نہیں تھی میرے لیے۔ دفتری معاملات جو کچھ بھی ہوں میں ان کی پروا نہیں کرتی تھی۔ دادا جی کی صحت بہتر ہوتی چلی گئی۔ میری آنکھوں میں اب میری ماں کے خواب بسے تھے۔ جب بھی کبھی تنہائی ملتی تھی۔ میں اس کے بارے میں سوچنے لگتی تھی۔ کبھی وہ ایک ظالم اور سنگ دل عورت کے روپ میں میرے سامنے آتی جو اپنی اولاد کو اس طرح نظر انداز کر سکتی ہے۔ اور پھر میرے ذہن میں یہ خیال بھی گزرتا کہ جانے وہ کیا حالات تھے جن کی بنا پر میری ماں میرے پتا سے اس قدر ناراض ہوئی۔ ایک دن میں ساوتری دیوی سے اس بارے میں سوال کر لیا۔

"آپ کو تو پتا ہی ہوگا نانی جی! کہ میری ماں اور پتا جی کے درمیان اصل جھگڑا کیا تھا؟ وہ کیوں اتنی ان سے برگشتہ ہو گئیں کہ انہوں نے یہاں سے جانے کے بعد پھر پلٹ کر میری صورت تک نہ دیکھی؟"

"تو یقین کر بھارتی! مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ویسے میں نے ان دونوں کے درمیان ہمیشہ لڑائی جھگڑا ہی دیکھا۔ جب وہ جے شری کو لے کر یہاں آیا تھا۔ تیرے پتا کی بات کر رہی ہوں تو بہت خوش تھا۔ کافی دن ہنسی خوشی میں گزرے۔ جے شری گھومنے پھرنے جاتی تھی مگر ایک بات خاص طور پر دیکھی وہ یہ کہ اسے تیری بالکل پروا نہیں تھی۔ سرن کمار کے کہنے سننے سے وہ تیرا خیال کر لیا کرتی تھی۔ لیکن ایک ماں کے دل میں ممتا کے جو جذبے ہوتے ہیں۔ میں نے اسے کبھی ان جذبوں کے بیچ نہیں پایا تھا۔"

وہ بس! ایک اور سوال ہے نانی جی! کیا میری ماں کے ہاں دوسرا کوئی بچہ نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ اگر دوسرا کوئی بچہ ہو جاتا تو میں نہیں کہہ سکتی کہ اس کے ساتھ اس کا کیا رویہ ہوتا۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ بچوں سے اکتاتی تھی۔ اور اس نے جان بوجھ کر دوسرا بچہ پیدا نہیں کیا۔"

"ہوں، ایسی عجیب ماں میں نے تو کبھی نہیں دیکھی۔ جانے کیسی ہے میری ماں۔ اب ایک بات بتائیے نا کہ کیا میں اپنی ماں سے ملوں؟"

"یہ تیری مرضی ہے بھارتی! ہم نے تجھے تیری ماں کے بارے میں صرف اس لیے بتایا ہے کہ اس کا فیصلہ تو خود کرلے۔ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے ہیں۔ باقی باتیں بھی تجھے جو کچھ بتائی گئی ہیں۔ وہ بالکل سچ ہیں اور اگر کبھی تو اپنی ماں سے ملے تو اس کی تصدیق کرلینا کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولا۔ تیرے پتا کے قتل کی اطلاع شردھاپور بھجوائی گئی تھی۔ لیکن وہاں سے جواب ملا کہ سرن کمار کے قتل کا افسوس ہوا۔ لیکن اب ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے چنانچہ ہم سے اس سلسلے میں آیندہ رجوع نہ کیا جائے۔"

"اوہ۔۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

میری کیفیت عجیب سی ہوگئی تھی۔ ایک طرف ماں کا تصور ذہن میں گدگدیاں پیدا کرتا تھا۔ اور یہ خیال بار بار دل میں آتا تھا کہ ایک بار ہی سہی صرف ایک بار اس کی صورت تو دیکھ لی جائے۔ دیکھا تو جائے وہ کیسی ہے! پوچھا تو جائے اس سے کہ آخر کس طرح اس نے اپنے دل کو پتھر کیا؟ وہ کیا بات تھی جس نے اسے اتنا دور کردیا مجھ سے؟ لیکن پھر یہ بھی خیال آتا تھا کہ اگر مجھے ٹھکرا دیا گیا۔ تو خواہ مخواہ زندگی کو ایک روگ لگ جائے گا۔ دفتر سے میرا بلاوا آیا۔ لیکن نوٹس کی شکل میں۔ اور میں نے سختی سے جواب دے دیا کہ میں صرف فرصت ملنے پر ہی آسکتی ہوں۔ گویا اب ایک طرح سے دفتر سے تعلق ختم ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے واجبات کی پروا بھی نہیں کی۔ بھلا پیسوں کا مجھے کیا لالچ ہوسکتا تھا۔ میرے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ دادا جی کی صحت بہتر ہوتی چلی گئی۔ اور بالآخر وہ بالکل ٹھیک ہوگئے۔ لیکن اب میں بیمار ہوگئی تھی۔ ذہنی طور پر بیمار۔ دادا جی نے مجھ سے میری نوکری کے بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں تمام صورت حال بتا دی۔ دادا جی افسوس زدہ لہجے میں بولے۔

"یہ تو نے اچھا نہیں کیا بھارتی! ملازمت برقرار رکھتی کم از کم تیرے شوق کی تکمیل ہی ہوتی رہتی۔"

"میرا شوق اب ختم ہوگیا ہے دادا جی۔ میں ذہنی طور پر الجھ کر رہ گئی ہوں۔"

"تو پھر ایک کام کرے بھارتی! بول میرا کہنا مانے گی؟"

"کیا دادا جی؟"

"تو شردھاپور چلی جا۔"

دادا جی کے ان الفاظ نے میرے ذہن پر ایک سناٹا طاری کردیا۔ میرے بدن میں اینٹھن سی ہونے لگی۔ فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور میں جب چاہتی یہ فیصلہ کرسکتی تھی۔ لیکن دادا جی کے ان الفاظ نے جیسے میرے راستے کے تمام بند توڑ ڈالے تھے۔ اور مجھے شردھاپور کا راستہ صاف نظر آنے لگا تھا۔ میں چند لمحات ایک عجیب سی کیفیت کا شکار رہی۔ سستی اور اینٹھن۔ شردھاپور۔ جے شری۔ یہ بہت سے تصورات میرے ذہن میں فلم کی طرح گزر رہے تھے اور بدن کی اینٹھن بڑھتی جارہی تھی۔ دادا جی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"ہاں میں تجھے اپنی خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ اب تو سمجھدار ہوگئی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ میری حالت بھی کافی بہتر ہے تو اطمینان سے شردھاپور چلی جا۔ وہاں جاکر اپنی ماں سے مل۔ جو تیرا دل چاہے اس سے باتیں کر۔ اگر وہ تجھے محبت سے قبول کرلیتی ہے تو اسے پیش کش کردے کہ وہ تیرے ساتھ یہاں چلی آئے۔ یہ سب کچھ اس کا ہے۔ میں اسے اپنے سرن کمار کی بیوی کی حیثیت سے دل سے قبول کرلینے کے لیے تیار ہوں اور اگر وہ خود ہی تجھ سے انحراف کرتی ہے اور تجھے وہ مقام نہیں دیتی جو ایک ماں اپنی بیٹی کو دے سکتی ہے۔ تو پھر میں تجھ سے یہی کہوں گا بھارتی! کہ اسے ماضی کی طرح بھول جا۔ پھر میں تیری زندگی کے بارے میں دوسرے موثر فیصلے کروں گا۔" دادا جی اس سے زیادہ شرافت کا ثبوت اور کیا دے سکتے تھے۔

انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں جاکر اپنی ماں کے پاس بیٹھ جاؤں بلکہ انہوں نے مجھے پورا پورا حق دیا تھا۔ اور اپنا سب کچھ میرے ذریعے کسی کے بھی حوالے کرنے کو تیار تھے۔ ان کا بیٹا مرچکا تھا۔ انہیں کیا غرض پڑی تھی کہ کسی ایسی عورت کو جس نے ان کے بیٹے سے قطع تعلق کرلیا ہو۔ دوبارہ اپنی زندگی میں جگہ دیں لیکن یہ سب کچھ وہ میری وجہ سے کرنا چاہتے تھے۔ دادا جی کی عظمت میری نگاہوں میں مزید بڑھ گئی۔ بہرطور میں نے ان سے فیصلہ کرنے کے لیے کچھ وقت مانگ لیا تھا اور تنہائی میں، میں سوچوں میں ڈوب گئی۔

میری ماں عجیب و غریب تھی۔ اس نے زندگی ہی میں مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اگر اسے اپنے شوہر سے کوئی اختلاف پیدا ہوگیا تھا تو یہ اختلاف شوہر کی حد تک ہی رہتا اگر وہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس نے شوہر سے متعلق ہر چیز کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ تب بھی اولاد تو اولاد ہی ہوتی ہے۔ شوہر کی موت پر بھی اس نے توجہ نہیں دی اور نہ ہی کبھی اس کے بعد بیٹی کو یاد کیا۔ ماں بڑا مقدس لفظ ہے اور اس لفظ کے تقدس کے

بھی جانے کیا کیا تصور سینے میں ابھر آتے تھے۔ لیکن کیسی ماں تھی۔ جس نے صاحب اختیار ہونے کے باوجود بیٹی کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ کیا ایسی ماں سے اس لیے ملا جائے کہ وہ نام نہاد ماں ہے۔ کیا میں اپنی انا کو اس قدر مجروح کرسکتی ہوں۔ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔ نجانے کب تک میں سوچوں میں گم رہی اور پھر مجھے نیند آگئی۔ خواب ہی میں میں نے ایک حسین وجود کو دیکھا جو ہواؤں کے دوش پر پرواز کرتا ہوا میری جانب آرہا تھا۔ اس کے بال فضا میں بکھرے ہوئے تھے۔ پاؤں زمین سے اوپر تھے۔ دونوں ہاتھ میری جانب پھیلے ہوئے تھے۔ اور آنکھوں میں پیار کے ایسے جذبے بکھرے ہوئے تھے۔ جنہیں دیکھنے کے بعد فرشتوں کا تقدس یاد آجائے۔ یہ ماں تھی۔ ہاں یہ میری ماں ہی تھی۔ میں نے اس کی صورت کبھی نہیں دیکھی تھی شاید آنزن فیرک کے الفاظ میرے ذہن میں کہیں چپاں ہوگئے تھے۔ کیونکہ میں نے اس کے چہرے میں اپنی ہی صورت دیکھی۔ ہاں یہ میری ماں ہی تھی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے اپنے دل میں شدید کسک محسوس کی۔ میری ماں میری منتظر ہے۔ وہ مجھے آواز دے رہی ہے مجھے اس کے اب تک کے رویے کو بھلا کر اس کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ ماں ہے آخر وہ میری ماں ہے ایک ایسا ہی وجود جسے میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ جو کچھ بھی ہے بہرطور میری ماں ہے۔ اور اسی وقت میں نے فیصلہ کرلیا کہ کل دادا جی سے یہ درخواست کروں گی کہ میرے شردھاپور پہنچنے کا بندوبست کردیا جائے۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر دادا جی بڑے خوشگوار موڈ میں تھے۔ مجھ سے کہنے لگے۔

"بھئی اپنے دفتر والوں کو معاف نہیں کرو گی تم؟"

"کیا ہوا دادا جی! کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں نہیں، ایسے ہی میرے دل میں خیال آیا تھا تم نے اپنی پسندیدہ ملازمت اس طرح نظر انداز کردی ہے۔"

"دادا جی! وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اس ملازمت کے لیے مجبور ہوں۔ وہ میرے دادا جی کی قیمت نہیں جانتے۔ انہوں نے ملازمت کو دادا جی کی بیماری پر ترجیح دیا تھا چنانچہ میں کسی بھی طور کسی بھی شے کو اپنے دادا جی سے بڑا نہیں مان سکتی۔"

"پگلی ہے دنیا میں ہر چیز اپنی جگہ پر ہوتی ہے۔ ملازمت بہرطور ملازمت ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے دادا جی! مگر میں کیا اس ملازمت کے لیے مجبور ہوں؟"

"یہ بات تو تو خود جانتی ہے۔ تیرا شوق تھا ورنہ کون تجھے اجازت دیتا کہ ہواؤں میں اڑتی پھرے۔"

"تو ٹھیک ہے دادا جی جب بھی کبھی کوئی معاملہ ہوا دیکھا جائے گا۔ ابھی مجھے ملازمت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو اسی موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"چل ٹھیک ہے کیا سوچا تو نے اس بارے میں؟ میں تیرے فیصلے کا انتظار کرنا چاہتا ہوں۔"

"دادا جی ماں کا نام بہت دلکش اور مقدس ہے۔ خاص طور سے مجھ جیسی لڑکی کے لیے جس نے کبھی ساری زندگی میں ماں کا تصور بھی نہ کیا ہو۔ اس بات نے میرے ذہن کو عجیب و غریب احساسات کا شکار کردیا ہے کہ میری ماں زندہ ہے۔ دادا جی واقعی اگر آپ دل سے ایک بار اجازت دیں تو میں اس سے مل لوں اور اس سے کہوں کہ اس نے آخر مجھے اس طرح کیوں نظر انداز کردیا؟"

دادا جی سنجیدہ ہوگئے۔ پھر بولے۔

"میں نے تجھ سے جو کچھ کہا بھارتی! دل ہی سے کہا تھا۔ میں خود بھی یہ چاہتا ہوں کہ کم از کم ایک بار تو اس سے مل تو لے۔ میں چراغ سحری ہوں کسی وقت بجھ سکتا ہوں۔ ہوسکتا ہے تیری ماں تجھے دیکھنے کے بعد ممتا کے ان جذبوں کو نظر انداز نہ کرسکے جو اس نے اس سے پہلے اپنے ذہن سے مٹا رکھے ہیں۔"

"تو دادا جی میں شردھاپور جانا چاہتی ہوں۔"

"جب تیرا دل چاہے۔ آج ہی؟"

"ہاں آج ہی۔"

"بذریعہ ٹرین جائے گی یا بذریعہ روڈ؟" دادا جی نے سوال کیا۔

"نہیں دادا جی! بائی روڈ تو تھک جاؤں گی۔ میں بذریعہ ٹرین ہی جانا چاہتی ہوں۔"

"کسی کو تیرے ساتھ کردوں؟"

"نہیں دادا جی! مجھے اپنے آپ کو ہی آزمانے دیجیے۔ میں تنہا جانا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں انتظامات کیے دیتا ہوں۔"

دادا جی نے اپنے ملازموں سے بات چیت کی اور مجھے بتایا کہ ساڑھے تین بجے شام کو مجھے ریلوے اسٹیشن

پہنچ جاتا ہے۔

چار بجے والی ٹرین مجھے لے کر شردھاپور چل پڑے گی۔ یہ فاصلہ تقریباً سولہ گھنٹے کا ہے۔ دوسرے دن صبح آٹھ بجے میں شردھاپور پہنچ جاؤں گی۔ میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اپنے انتہائی خوبصورت لباس ساتھ لیے۔ ماں کے لیے کچھ تحفے وغیرہ بھی خریدے جن کے لیے مجھے بازار جانا پڑا تھا۔ اور اس کے بعد میں ٹھیک ساڑھے تین بجے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئی۔ دادا جی اور نانی جی مجھے خود ہی چھوڑنے آئے تھے۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ لیکن مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ دادا جی نے مجھے الوداع کہا اور میں اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ ٹرین نے جب ریلوے اسٹیشن چھوڑا تو میرے دل میں پھر وہی الجھن سی پیدا ہونے لگی تھی۔ میں ایک ایسی ہستی سے ملنے جا رہی تھی۔ جو میرے لیے اجنبی تھی۔ بچپن ہی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ میری صورت وہ کیسے پہچانے گی۔ اور سا اور — نجانے کیا کیا خیالات میرے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ ٹرین اب جنگلوں اور ریگستانوں میں بھاگ رہی تھی اور میں خاموشی سے باہر نگاہیں جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ کون کون لوگ ہیں۔ کیسے ہیں۔ کیا سوچ رہے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ مجھے تو اپنی دھن میں مست رہنے میں مزا آ رہا تھا۔ اس وقت میں اپنے خیالات میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتی تھی۔ سفر طے ہوتا رہا۔ رات ہو گئی۔ لیکن میں اپنے خیالات سے نہیں چونکی تھی۔ پھر ایک آواز نے مجھے میرے خیالات کی دنیا سے نکال لیا۔

"بیٹی! کھانا وغیرہ نہیں کھاؤ گی ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔" ایک معمر عورت تھی۔ چہرے پر بڑی ملاحت اور محبت تھی۔ میں نے اسے دیکھا۔ اور دفعتاً مجھے اپنی ماں یاد آ گئی۔ یہ بھی کسی کی ماں ہو گی ورنہ اس کے دل میں یہ جذبے بیدار نہ ہوتے۔ میں نے بہت ہی محبت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں ماتا جی! میں — میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔ جی نہیں چاہ رہا۔"

"کچھ پریشان ہو بیٹی! جب سے آئی ہو میرا مطلب جب سے سفر شروع کیا ہے کھڑکی سے باہر ہی دیکھ رہی ہو کیسی پریشانی کا شکار ہو؟"

"نہیں ماتا جی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس ایسے ہی خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔ آپ براہِ کرم اپنا کھانا کھائیے میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔" میں نے کہا۔ معمر عورت گردن جھٹک کر خاموش ہو گئی۔

اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے جو کھانے میں شریک ہو گئے۔ میں پھر کھڑکی سے دیکھنے لگی۔ اب رات کی تاریکیوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ شاید میں کھڑکی سے سر ٹکا کر گہری نیند سو گئی۔ نجانے کب تک سوتی رہی تھی اور پھر جب جاگی تو ٹرین کسی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ باہر کا منظر دیکھا۔ روشنیاں جل رہی تھیں۔ ہُو کا عالم تھا اکا دکا افراد نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر ٹرین وہاں رکی اس کے بعد آگے بڑھ گئی۔ لیکن اب میری نیند پوری ہو چکی تھی۔ میں نے باتھ روم میں جا کر ہاتھ منہ دھویا۔ بال سنوارے اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں بھوکی ہوں۔ میری فرمائش کے مطابق سینڈوچز اور کافی تیار کر کے میرے ساتھ کر دی گئی تھی۔ کیونکہ سولہ گھنٹے کا سفر تھا۔ میں نے تھرماس نکالا اور سوتے ہوئے لوگوں پر ایک نظر ڈالی پھر سینڈوچز کھانے لگی۔ دو سینڈوچز پیٹ میں اتارنے کے بعد میں نے کافی کے دو کپ پیے اور میرے پیٹ کا دوزخ بھر گیا۔ چیزیں میں نے واپس ان کی جگہ رکھ دیں۔ اور اس کے بعد پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی لیکن اسٹیشن سے چلنے کے بعد وہی تاریکی وہی سناٹا اور میرا ذہن ان سناٹوں میں نجانے کن کن خیالات کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ بالآخر صبح ہو گئی۔ اور پھر وقت کا کٹنا مشکل ہونے لگا۔ میں بار بار کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ رہی تھی۔ کمپارٹمنٹ کے لوگ جاگ اٹھے تھے۔ اور ناشتے وغیرہ میں مصروف تھے۔ میں نے ناشتا بھی نہیں کیا۔ تو اس معمر عورت نے پھر کہا۔

"کھاؤ گی پیو گی نہیں تو زندہ کیسے رہو گی۔ بیٹی — ٹھیک ہے تم ہمیں اپنی پریشانی نہ بتاؤ لیکن ناشتا تو کر لو۔" میں ہنس پڑی۔

"آپ یقین کیجیے ماتا جی! دیکھیے وہ سینڈوچز وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔ تھرماس میں کافی بھی تھی۔ میں سینڈوچز کھا کر کافی پی چکی ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا اور معمر عورت پھر خاموش ہو گئی۔

نجانے کس طرح یہ وقت گزرا۔ جو شاید کٹنے کا نام ہی نہ لے رہی تھیں۔ بالآخر آٹھ بج گئے۔ اور آٹھ بج کر بیس منٹ پر ٹرین شردھاپور کے اسٹیشن پر رکی۔ میں نے جگہ کا وہ بورڈ پڑھ لیا تھا۔ جس پر ہندی زبان میں شردھاپور لکھا ہوا تھا۔ چاہتی میں اپنا مختصر سا سامان خود ہاتھ میں اٹھا کر پلیٹ فارم پر اتر گئی۔ اچھا خاصا بڑا پلیٹ فارم تھا۔ شردھاپور ٹھیک ٹھاک قسم کا شہر نظر آ رہا تھا۔ اس سے پہلے میں کبھی اس طرف نہیں آئی تھی۔ کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ باہر نکلی تو میں نے آٹو رکشہ اور تانگے وغیرہ دیکھے۔ ٹیکسی نظر نہیں آ رہی تھی۔ بہرطور سب سے پہلے اپنے آپ کو کسی بہتر ہوٹل میں ٹھہرانے کے بعد پورن لعل مہتہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی تھی۔ چنانچہ ایک آٹو رکشہ میں بیٹھ کر میں نے رکشہ ڈرائیور سے کہا۔

"کسی ہوٹل میں چلو جہاں قیام کیا جا سکے۔"

ڈرائیور نے گردن خم کر کے آٹو رکشہ آگے بڑھا دیا تھا۔ رکشا کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ ایک ہوٹل کے سامنے رکشہ ڈرائیور نے رک کر کہا۔

"بی بی جی! یہ بھی اچھا ہوٹل ہے۔"

"بس ٹھیک ہے یہیں اتار دو مجھے۔" میں نے کہا۔

اور اپنا سوٹ کیس لے کر نیچے اتر گئی۔

رکشہ ڈرائیور کو میں نے اس کے بل سے زیادہ کی رقم دی تھی۔ چنانچہ اس نے مجھے کئی سلام کیے اور میں سوٹ کیس اٹھائے اندر داخل ہو گئی۔ دنیا اچھی طرح دیکھ چکی تھی بھلا مجھے کسی ہوٹل میں قیام کرتے ہوئے کیا جھجک ہو سکتی تھی۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے ایک کمرہ طلب کیا اور کاؤنٹر کلرک میرے پیچھے دیکھنے لگا پھر بولا

"آپ اکیلی ہیں بی بی؟"

"ہاں کیوں خیریت؟"

"نہیں — مگر میں نے کہا سنگل روم ہی چاہیے نا آپ کو؟"

"ہاں بھئی کوئی بھی اچھا کمرہ میرے حوالے کر دو۔"

ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک نے ایک کمرہ میرے نام بک کیا پیشگی ادائیگی کی گئی اور اس کے بعد مجھے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ بس غنیمت جگہ تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آس پاس میں کون لوگ ہیں ہوٹل بھی زیادہ صاف ستھرا نہیں تھا۔ لیکن مجھے کون سا یہاں زیادہ قیام کرنا تھا چنانچہ میں نے ہوٹل میں پہنچنے کے بعد ناشتا طلب کیا اور تھوڑی دیر بعد میری پسند کی چیزیں میرے پاس پہنچا دی گئیں جو انتہائی گھٹیا اور بے مزہ تھیں۔ میں نے جو تھوڑا بہت کھانا چاہا کھایا اور اس کے بعد اسی ویٹر کو جو برتن واپس لینے آیا تھا روک لیا اور پوچھا

"شردھاپور میں پہلی بار آئی ہوں۔ ایک پتا بتا سکتے ہو مجھے؟"

"جی فرمائیے؟"

"پورن لعل مہتہ زمین دار ہیں یہاں کے اور اچھے خاصے مشہور آدمی ہیں۔ مجھے ان کے مکان کا پتا چاہیے۔؟"

"مہتہ جی سے تو میں اچھی طرح واقف ہوں بی بی جی وہ واقعی بہت بڑے آدمی ہیں بھلا آپ کو ان کا پتا معلوم کرنے میں کیا دقت ہو سکتی ہے آپ چاہیں تو میں آپ کو رکشا لا کر دے سکتا ہوں۔ کیا وہاں جانا چاہتی ہیں آپ؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور ویٹر نے گردن ہلا دی۔

میں نے اسے ٹپ کے طور پر اچھی خاصی رقم دی تھی جس نے اسے بالکل ہی موم کر دیا اور وہ میرے ہر کام کے لیے مستعد نظر آنے لگا میں نے اس سے کہا تھا کہ مجھے یہ رکشا ساڑھے دس بجے کے قریب چاہیے ٹھیک ساڑھے دس بجے ویٹر میرے پاس پہنچا اور اس نے جواب دیا کہ رکشا آ چکا ہے۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا بھلا اب ہوٹل میں قیام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں اپنی اماں کے پاس جا رہی تھی۔ یہ سامان میں نے رکشا میں رکھا اور اس کے بعد رکشا چل پڑا۔ میرا دل پسلیوں میں دھڑک رہا تھا۔ چہرے پر خون جمع ہو گیا تھا۔ نجانے کیسی عجیب سی سنسنی محسوس کر رہی تھی میں۔ رکشہ سڑک پر دوڑتا رہا۔ میں مستعد بھی تھی۔ اور جذبات میں بھی کھوئی ہوئی تھی۔

پھر جب رکشا ایک خوبصورت سی عالیشان حویلی کے سامنے رکا تو میں نے گہری سانس لے کر حویلی کے بند چوبی دروازے کو دیکھا۔ رکشا سے اترنے کے بعد میں نے رکشا ڈرائیور کو پیسے دیئے اور اپنا سوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے ہوئے چوبی دروازے کے پاس پہنچ گئی دستک دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ اس کی ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ذیلی کھڑکی سے ایک بڑی بڑی مونچھوں والے شخص نے گردن نکال کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "جی بی بی کس سے ملنا ہے؟"

"جی پورن لعل مہتہ کی حویلی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی" اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے

کہا۔

"میں پورن لعل جتہ کی بیٹی جے شری جی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"آپ ان کی جان پہچان والی ہیں؟"

"ہاں۔"

"آیئے۔ اندر آجایئے۔ جے شری جی کو اطلاع کر دیتے ہیں۔ وہ آپ کو بلائیں گی تو......"

"ہاں۔ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور سوٹ کیس اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ وہ مجھے ایک طویل راستے سے گزارنے کے بعد حویلی کی ڈیوڑھی میں لے کر آیا اور یہاں مجھے بیٹھنے کے لیے کہا۔

"تم فوراً جا کر جے شری جی کو اطلاع دو کہ ایک لڑکی ان سے ملنے آئی ہے۔"

"آپ کا نام دیوی جی؟"

"نام میں انہی کو بتاؤں گی۔"

"اچھا جی ہم کہہ دیتے ہیں۔" ملازم نے کہا اور اس کے بعد اندر چلا گیا۔

میں ڈیوڑھی میں بیٹھی اضطراری انداز میں پاؤں ہلاتی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا اور اس نے کہا۔

"آیئے آجایئے۔ آپ کے ساتھ سامان بھی ہے۔ ہمیں دے دیجیے۔"

"نہیں ٹھیک ہے شکریہ۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

اس کے بعد مجھے جس کمرے میں لایا گیا تھا وہ شاید یہاں ملاقاتیوں کے لیے مخصوص تھا۔ عمدہ قسم کا قیمتی فرنیچر کمرے میں سجا ہوا تھا اور اس سے جتہ جی کی نفاست کا پتا چلتا تھا۔ میں اپنا سوٹ کیس پیروں کے نزدیک رکھ کر صوفے پر بیٹھ گئی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد دروازے پر آہٹ ہوئی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ ایک اچھی سی جسامت کی معمر خاتون اندر داخل ہوئی تھیں۔ بال ہلکے ہلکے سفید ہو رہے تھے۔ لیکن چہرہ آج بھی حسن کا آئینہ دار تھا۔ بدن متناسب اور سڈول تھا۔ عمر سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جوانی کی حد سے گزر چکی ہے مگر دلکشی کا وہی عالم تھا۔ میں [illegible] میں [illegible] ہوئی۔ خاتون دروازے

سے داخل ہونے کے بعد مجھے دیکھنے لگی تھیں پھر ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہوئی اور وہ آگے بڑھ آئیں۔

"تم مجھ سے ملنے آئی ہو؟" انہوں نے کہا۔

لیکن میرے حلق سے آواز نہیں نکل پا رہی تھی میرے ہونٹ کپکپا رہے تھے اور آنکھیں آنسو برسانے کے لیے بے چین تھیں میرا جی چاہ رہا تھا کہ بڑھ کر ان سے لپٹ جاؤں۔ رو رو کر اپنے آپ کو ہلکا کر لوں اور انہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں لیکن میں یہ سب کچھ نہ کر سکی ایک جھجک مانع تھی۔ خاتون کچھ اور آگے بڑھ آئیں۔

"تم مجھ سے ہی ملنے آئی ہو نا؟"

"آپ.....آپ....." میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"کون ہو تم؟" خاتون کے لہجے پر اب حیرت غالب آ گئی تھی۔

میں نڈھال سے انداز میں انہیں دیکھتی رہی پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"آپ جے شری دیوی ہیں؟"

"ہاں میں ہی ہوں مگر تمہیں نہیں پہچان سکی۔"

"میرا نام.... میرا نام بھارتی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اچھا بیٹھو۔ کہاں سے آئی ہو؟" انہوں نے نرم لہجے میں پوچھا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی دلی سے۔"

"اچھا۔ اچھا کوئی کام ہے مجھ سے؟"

میں عجیب سی نگاہوں سے ماں کو دیکھتی رہ گئی۔ کیا اسے میرا نام بھی یاد نہیں ہے؟ کیا وہ دلی بھول چکی ہے؟ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "جی ہاں کام ہے آپ سے۔ میں اپنی گمشدہ ماں کی تلاش میں آئی ہوں۔ آپ کی بیٹی ہوں میں۔ سرن کمار میرے پتا تھے۔" میں نے کہا اور دفعتاً ہی جے شری دیوی چونک پڑیں۔

انہوں نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ان کے جبڑے بھنچ گئے۔ میں ان کے اندر وہ جذباتی تغیر دیکھنا چاہتی تھی جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں پاگلوں کی طرح ان [illegible] جانا چاہتی تھی لیکن ان کے چہرے

[illegible] ابھر آئی تھیں اور وہ اپنی خوبصورت نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں لیکن ان آنکھوں میں محبت یا ممتا کا کوئی جذبہ نہیں ابھرا تھا بلکہ ایک سخت گیری سی ابھر آئی تھی۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"تو تم بھارتی ہو سرن کمار کی بیٹی؟"

"ہاں کیا آپ میری ماں نہیں ہیں؟ کیا آپ کے سینے میں..... کیا آپ کے سینے میں میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے؟" میں نے روتے ہوئے پوچھا۔

"ہم وہ گھر چھوڑ چکے ہیں بھارتی۔ تمام یادیں ختم کر چکے ہیں اور اب ان تکلیف دہ یادوں کی دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتے۔ کیا تمہارے دادا پردیپ کمار زندہ ہیں؟"

"آپ.... آپ خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ چکی ہیں! آپ کے سینے میں یہ تصور نہیں ہے کہ میں نے آپ کی کوکھ سے جنم لیا ہے؟ آپ صرف اپنے جذبات کے ہاتھوں سب کچھ چھوڑ کر یہاں آ گئیں اور..... اور کیسی ماں ہیں آپ! کیسی ماں ہیں آپ؟ مجھے جب علم ہوا کہ آپ زندہ ہیں اور آپ.... آپ..." باقی الفاظ آنسوؤں میں ڈوب گئے۔

میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ میرے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔ میں بددل ہو گئی تھی اور میری حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ تب انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم آرام کرو۔ دلی سے طویل فاصلہ طے کر کے یہاں تک آئی ہو لیکن جو احساسات تم اپنے سینے میں لائی ہو ان کے لیے میں تمہاری پذیرائی نہیں کر سکوں گی۔ مجھے معاف کر دینا۔ میں سنگدل نہیں ہوں لیکن یہ سب کچھ میں دراصل ۔۔۔ تم آرام کرو۔ میں تمہارے لیے بندوبست کیے دیتی ہوں۔" وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔

میں پاگلوں کی طرح اسے جاتے دیکھتے رہی تھی۔ یہ کیسی ماں تھی۔ یہ کیسی ماں تھی؟ کہاں گئے وہ ماں اور بیٹی کے رشتے؟ وہ خون کی پکار کہاں چلی گئی؟ کیا یہ صرف قصے کہانیوں کی باتیں ہیں؟ میں ایک تعلیم یافتہ لڑکی ان جذباتی باتوں سے کیوں متاثر ہوئی؟ ماں اگر زندہ بھی تھی تو مجھے بھی یہ سوچنا چاہیے تھا کہ وہ مجھے

چھوڑ چکی ہے۔ مجھے اس کے لیے اتنا زیادہ جذباتی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیا حماقت کی میں نے؟ کیا حماقت کی کیا اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں زندہ ہوں جب اس کے دل میں محبت کے یہ جذبے نہیں ابھرے تو پھر میں کیوں پریشان ہو گئی اس کے لیے۔ نہیں یہ وہ ماں نہیں ہے یہ وہ نہیں ہے جس کی تلاش میں میں یہاں تک آئی تھی اور اس کے بعد بھلا میرا یہاں رکنے کا کیا مقصد ہے۔ مجھے یہاں ایک لمحہ نہیں رکنا چاہیے۔ ماں مر گئی تھی اسے مردہ ہی رہنا چاہیے تھا۔ یہ بے جان بدن جس میں جذبات کا کوئی تاثر نہیں ہے۔ میری ماں کا بدن نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور واپسی کے لئے مڑی لیکن دفعتاً ہی دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ دراز قامت آدمی تھا بدن انتہائی سڈول اور خوبصورت۔ سفید سوٹ میں ملبوس چمکدار وارنش کے جوتے۔ سر پر ایک سفید پگڑی جو کانوں سے چپکی ہوئی تھی۔ پگڑی کے عین درمیان ایک سرخ پتھر جگمگا رہا تھا۔ گلے میں انتہائی قیمتی موتیوں کی ایک مالا پہنی ہوئی تھی اس نے جو پیٹ تک لٹکی ہوئی تھی۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انتہائی قیمتی انگوٹھیاں جن کے ہیروں کی جگمگاہٹ نہ دیکھنے کے باوجود صاف محسوس ہوتی تھی۔ اس کی عمر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ چھوٹی سی داڑھی کے درمیانی بال سفید ہو چکے تھے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ معمر آدمی ہے۔ خدوخال انتہائی جاندار ہونٹ موٹے اور کسی قدر بھدے تھے۔ آنکھوں میں مکاری کی چمک تھی اس نے رک کر مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر میری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو اس کے چہرے پر کسی قدر حیرانی کے آثار ابھر آئے تھے۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور ظاہر ہے میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گا لیکن پورن لعل جتہ کے ڈرائنگ روم میں ایک روتی ہوئی خوبصورت لڑکی بڑا حسین عنوان ہے۔ مجھ سے اپنا تعارف تو کرا دو۔ میرا نام رانا پریت سنگھ ہے

"براہِ کرم مجھے راستہ دے دو۔ میں اب یہاں نہیں رکنا چاہتی"، میں نے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

لیکن اسی وقت جے شری دیوی ڈرائنگ روم کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تھیں۔ راناپربت سنگھ نے گردن گھما کر انہیں دیکھا اور جے شری دیوی نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ میں نے تمہارے قیام کے لیے بندوبست کر دیا۔"

"جے شری کون ہے یہ؟ کون ہے اور رو کیوں رہی ہے؟"

راناپربت سنگھ نے گونجدار آواز میں کہا۔ اور جے شری اسے دیکھنے لگی پھر سرد لہجے میں بولی۔

"یہ سرن کمار کی بیٹی ہے۔ اور دلی سے آئی ہے۔"

"ایں؟" راناپربت سنگھ عجیب سی نگاہوں سے جے شری کو دیکھنے لگا پھر اس نے داہنا گال کھجاتے ہوئے کہا۔

"سرن کمار کی بیٹی جسے تم دلی میں چھوڑ آئی تھیں وہ تمہارا پتی سرن کمار؟" راناپربت سنگھ کے انداز سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی شناسا کا ذکر کر رہا ہو۔

"ہاں یہ وہی لڑکی ہے جسے میں چھوٹا سا چھوڑ آئی تھی۔" راناپربت سنگھ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے اور پھر اس نے جے شری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جے شری ــــ جے شری کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ یہ تو تمہاری بچی ہے۔ تمہاری اپنی اولاد۔ جے شری یہ تمہارا خون ہے۔ کیا سمجھیں یہ تمہارا خون ہے۔ اسے بڑھ کر سینے سے لگا لو شاید یہ تمہارے بارے میں معلوم کر کے تم سے ملنے آئی ہے۔ کیوں جے شری یہی بات ہے نا؟"

"ہاں اس کا کہنا یہی ہے کہ پہلے اسے معلوم نہیں تھا کہ میں...... میں زندہ ہوں اور جب اسے یہ معلوم ہوا تو ماں کی محبتوں کو آواز دیتے آ گئی۔"

"تو تم اس پکار کا جواب دو شری۔ کیسی ماں ہو تم رام رام۔ رام کیا ہو گیا ہے اس سنسار کو۔ وہ تمہاری اولاد ہے تمہارا خون ہے۔ اسے آگے بڑھ کر سینے سے لگا لو۔ چلو آگے بڑھو۔ غصے اور نفرت کی ایک حد ہوتی ہے۔

چاہئیں۔ خون کو خون کیسے بھول سکتا ہے بھلا۔ چلو جے شری اسے سہارا دو۔ دیکھو تو بیچاری کس قدر رو رہی ہے۔ میں کہتا ہوں آگے بڑھو اور اسے سہارا دو۔"

جے شری نے جھجکتی ہوئی نگاہوں سے راناپربت سنگھ کو دیکھا پھر آگے بڑھی اور بولی۔

"آؤ میرے ساتھ چلو میں نے تمہارے قیام کیلیے بندوبست کر دیا ہے۔"

میں سسکنے لگی تھی۔ جے شری نے آگے بڑھ کر میرا سر اپنے سینے سے لگایا اور میں بے اختیار ہو گئی۔ میں اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ میری دھندلائی ہوئی آنکھیں کچھ بھی نہ دیکھ پا رہی تھیں۔

جے شری کے ہاتھ میرے شانے پر تھے لیکن ان ہاتھوں میں وہ گرمجوشی وہ تپاک نہیں تھا جو جذبات کا بندھ ٹوٹ جانے کے بعد خود بخود پیدا ہو جاتا ہے بس یوں لگ رہا تھا جیسے وہ انسانی فرض کے تحت میرے آنسوؤں کو روکنا چاہتی ہو۔ راناپربت سنگھ مسلسل کہے جا رہا تھا۔

"تم اسے بھرپور محبت دو۔ بھرپور سہارا دو آخر بے چاری تمہارے پاس آئی ہے۔ تم سے ملنا چاہتی ہے کیا نام ہے اس لڑکی کا۔ بھارتی۔ بھارتی تم [illegible] کرنا۔ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بہت سے رشتے ماند پڑ جاتے ہیں۔ خون کے دھارے رک جاتے ہیں۔ اب میں تم دونوں کے بیچ نہیں آنا چاہتا۔ مگر جے شری دیوی اپنی بچی کو ماں کی بھرپور محبت دو یہ تمہارا فرض ہے کیا سمجھیں"

نجانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوا جیسے راناپربت سنگھ کے لہجے میں ایک سختی سی پیدا ہو گئی ہو۔ اس کا انداز حکم دینے کا سا تھا۔ جے شری مجھے سہارا دیتے ہوئے کمرے سے باہر نکال لے گئی۔ کچھ سیڑھیاں طے کی گئیں اور اس کے بعد میں حویلی کے ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئی جہاں جے شری مجھے ایک کمرے میں لے آئی تھی۔ یہ کمرہ نہایت آرام دہ اور پرتکلف فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس نے مجھے مسہری پر بٹھا دیا اور میرے آنسو خشک کرنے لگی میں زاروقطار روئے جا رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ آنکھوں کا سارا پانی خشک کر لوں۔ دل بھر بھر آ رہا تھا۔ ماں کی محبت کا وہ عنصر مجھے نہیں ملا تھا جس کا تصور لے کر میں یہاں تک آئی تھی اور نجانے کیوں خود کو سنبھالے نہیں

میں بھی اپنی انا کو آواز دے سکتی تھی۔ لیکن ماں کے سامنے میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے میں وہ سب کچھ نہیں کر سکتی تھی جو کرنا چاہتی تھی۔ عجیب سی بے بسی کا شکار ہو گئی تھی میں اور دوسری طرف جے شری تھی جس کے اندر ممتا کا کوئی جذبہ جاگ ہی نہیں پا رہا تھا اس نے کہا۔

"خود کو سنبھالو بھارتی۔ تم سمجھدار ہو چکی ہو۔ اپنا اچھا برا خود سمجھ سکتی ہو۔ میں بس اس سے زیادہ تم سے اور کیا کہوں۔ اب آرام کرو۔ وقت بہت گزر چکا ہے میں چلتی ہوں۔" وہ چلی گئی اور مجھے یہاں تنہا چھوڑ گئی

یہ تنہائیاں مجھے ڈس رہی تھیں۔ کیا سوچا تھا اور کیا سامنے آیا۔ اس کے سینے میں تو کوئی جذبہ ہی نہیں تھا ٹھیک ہے اپنے شوہر سے اختلاف تھا اسے۔ وہ جانتی تھی کہ اب شوہر اس دنیا میں نہیں ہے لیکن میں تو اس کی اولاد ہوں۔ آہ! کیا سچ مچ میں اس کی اولاد ہوں؟ کیا سینوں کے دروازے اس طرح بھی بند ہو جاتے ہیں؟ کوئی فائدہ نہیں ــ کوئی فائدہ نہیں دادا جی نے مجبور کر کے بھیج دیا تھا اور میں نے بھی ضد کی تھی مگر شاید دادا جی یہ بات جانتے تھے کہ میری ماں کس ٹائپ کی ہے چنانچہ اس لیے انہوں نے مجھ سے کبھی کچھ نہیں کہا تھا۔ بہرطور محبتوں کی بھیک مانگنا بے مقصد بات ہے۔ اگر وہ اپنے سینوں کے دروازے میرے لیے نہیں کھول سکتی تو پھر مجھے بھی زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کل یہاں سے چلی جاؤں گی۔ کل یہ جگہ چھوڑ دوں گی اور اس کے بعد اس احساس کو ہمیشہ کے لیے سلا دوں گی کہ سنسار میں میرا دادا جی یا نانی جی کے علاوہ بھی کوئی ہے۔ کیا فائدہ ایسی محبتوں سے جن میں گرمی ہی نہ ہو۔ نجانے رات کو کب تک آنسو بہتے رہے اور جب سارے آنسو خشک ہو گئے تو اندر سے وہی کیفیت ابھر آئی۔ جو میری شخصیت کا خاکہ تھی۔ میں نے اپنے آپ کو اس سلسلے میں مضبوط کر لیا اور دوسری صبح کا انتظار کرنے لگی صبح کو غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کی اور اپنا سامان سمیٹ کر سوٹ کیس میں رکھا پھر باہر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ جے شری، راناپربت سنگھ کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اب اس کے چہرے پر مجھے نمایاں تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ میرے سوٹ کیس کو اس طرح دیکھ

کر اس نے حیرت سے کہا۔

"ارے یہ سوٹ کیس یہاں کیوں رکھ دیا بھارتی؟"

"میں...... میں واپس جا رہی ہوں۔"

"کہاں؟"

"دلی۔"

"آج؟" جے شری نے پوچھا۔

"ہاں ابھی۔"

"مگر کیوں؟"

"بس میں جانا چاہتی ہوں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اتنے عرصے کے بعد میرے پاس آئی ہو۔ مجھے بھی تو اپنے سینے میں وہ جگہ حاصل کر لینے دو جو تمہاری ہے۔ میں ــ شاید تم میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہو۔" جے شری کا لہجہ بھر آ گیا

میں نے چونک کر اس کی صورت دیکھی۔ وہ پلکیں جھپکا رہی تھی۔ راناپربت سنگھ خاموش کھڑا ہوا تھا

"مگر میں ہر قیمت پر واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں جانے دوں گی۔ میری ممتا کی پیاس بھی تو بجھ جانے دو۔"

"ممتا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جتنی چاہو تلخیاں اپنے لہجے میں بھر لو لیکن حقیقتیں حقیقتیں ہی رہتی ہیں۔" اس نے کہا۔

تب راناپربت سنگھ آگے بڑھ کر بولا۔

"مجھے ماں اور بیٹی کے بیچ بولنا تو نہیں چاہیے لیکن کیا کروں خود بھی باپ ہوں اور اولاد سے محبت کے جذبے محسوس کرتا ہوں۔

بھارتی بیٹی دراصل کچھ ایسی ہی کہانیاں درمیان میں آ گئی ہیں جو ممکن ہے تمہیں معلوم نہ ہوں لیکن ذرا سی بات پر خون کے رشتے ختم نہیں ہو سکتے۔ تم ہمت کر کے یہاں تک آ گئیں تو اب یہاں سے وہی سب کچھ سمیٹ کر لے جاؤ جس کے لیے تم نے یہاں کا رخ کیا تھا۔ میں ایک بڑے کی حیثیت سے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جو غلطی تمہاری ماں نے کی وہ تم نہ کرو۔ ٹھنڈے دل سے سوچو سمجھو غور کرو۔ آپس میں محبتوں کو جگاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چلو یہ سوٹ کیس واپس رکھ دو تم ابھی کسی قیمت پر نہیں جاؤ گی میں تمہارے خاندان کا پرانا دوست ہوں اور یہ میرا فرض

ہے کہ میں دوستی کا فرض ادا کروں۔ آج شام کو تم لوگ میرے ساتھ کھانا کھاؤ گی۔ جے شری ایک بار پھر میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو سنبھالو اور بھارتی کو اپنے کلیجے میں وہی جگہ دو جو ماں کے دل میں بیٹی کے لیے ہوتی ہے۔ کیا میں جاؤں تم اپنا یہ فرض سنبھال لوگی؟"

"ہاں۔" جے شری نے جواب دیا اور رانا پربت سنگھ گردن خم کر کے باہر نکل گیا۔

دروازے کے قریب رک کر اس نے کہا۔

"سات بجے میں تم لوگوں کا انتظار کروں گا۔"

جے شری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں خاموشی سے رانا پربت سنگھ کو دیکھتی رہی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی صورت دیکھی۔ عجیب کریہہ سا آدمی تھا۔ اسکے چہرے میں کوئی ایسی بات تھی جو اس سے نفرت کا احساس دلاتی تھی۔ شاید اس کے موٹے موٹے ہونٹ شاید اس کی اوپر سے مڑی ہوئی ناک شاید اس کے ابھرے ابھرے گال یا شاید اس کی وہ عجیب و غریب آنکھیں جن کی بناوٹ بھی انتہائی بھونڈی تھی۔ اور ان میں ایک شیطانی قوت چمکتی نظر آتی تھی۔ بہرطور ویسے وہ بہت اسمارٹ تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے انتہائی چست و چالاک بالکل جوانوں کا سا انداز تھا اس کا لیکن چہرے پر بڑھاپے کے آثار تھے۔ وہ باہر نکل گیا تو جے شری نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے مسکرا دی۔

"مجھ سے ملے بغیر ہی چلی جاتیں؟"

"نہیں آپ کو اطلاع دے کر جاتی۔"

"اور جیسے میں تمہیں جانے دیتی۔" اس نے کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں کہا اور میں شکایتی انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"محبتیں جاگنے میں اتنی دیر تو نہیں لگتی جے شری دیوی۔" "ماتا جی نہیں کہو گی؟"

"کہنا تو چاہتی تھی مگر کیا کروں آپ نے سارے رشتے ہی چھین لیے۔" میں پھر رو پڑی۔

جے شری نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑا اور میرا سر اپنے سینے سے لگاتی ہوئی بولی۔

"میں بھی اتنی سنگدل نہیں ہوں بھارتی لیکن۔۔۔ لیکن انسان کو اس سنسار میں چھوٹے دل کا مالک نہیں ہونا چاہیے۔ بھگوان جانے کیا کیا چھن جاتا ہے۔ جذبے، رشتے، مان۔ بھگوان جانے کیا کیا چھن جاتا ہے۔ ہر چیز کے چھن جانے کا دکھ کرتی رہو گی تو اس سنسار میں جی نہیں سکو گی۔"

"سب کچھ چھن جائے ماتا جی مگر ماں۔۔۔" میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"چلو منہ ہاتھ دھو لو۔ رونا دھونا بری بات ہے چلو شاباش۔" اس نے میرا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا اور اس کے بعد مجھے خود ہی ہاتھ پکڑ کر غسل خانے میں لے گئی۔ شاید اس کی محبت آہستہ آہستہ جاگتی جا رہی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گئی۔ ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ بھگوان جانے وہ کیا عوامل تھے۔ جب میری ماں نے میرے باپ کو چھوڑا۔ پتا جی سے کیا شکایت تھی انہیں؟ اور ان شکایات کی نوعیت کیا تھی جس نے اس طرح ان سے دور کر دیا۔ یہ باتیں میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ دادا جی نے بھی تو غلطی کی تھی۔ میں جب ہوشیار ہوئی تھی۔ تبھی انہیں مجھے بتا دینا چاہیے تھا کہ میری ماں زندہ ہے۔ اس طرح میں اپنی ماں سے مل لیتی تو اس کا ذہن مجھ سے اتنا دور نہ ہوتا۔ پتا نہیں کیا کہانی تھی۔ دادا جی نے صرف اپنے مفاد کی خاطر مجھے میری ماں سے دور رکھا۔ بہرحال یہ ساری باتیں ابھی جوں کی توں تھیں۔ میں وہ جان نہیں پائی تھی۔ جس کا تصور لے کر میں یہاں آئی تھی۔ اور یہ بات میرے سینے میں دکھ کا باعث بن گئی تھی۔ شام ساڑھے پانچ بجے جے شری دیوی خود ہی میرے پاس آئیں میرے لیے ایک انتہائی خوبصورت ساڑھی لے کر آئی تھیں۔ میرے پاس جو اپنے لباس تھے۔ وہ سب کے سب انتہائی جدید تھے۔ ماڈرن فیشن کے۔ ساڑھی وغیرہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں پہنی تھی۔ عادت ہی نہیں تھی بچپن سے۔ جے شری دیوی نے ساڑھی مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"یہ ساڑھی پہن کر چلنا رانا کے گھر۔"

"ساڑھی؟" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں ساڑھی میں دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے عجیب سی نگاہوں سے جے شری کو دیکھا۔ اور اس کے بعد گردن ہلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن مجھے ساڑھی باندھنی نہیں آتی۔" "مجھے آتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں خوش ہو گئی۔

سات بجے رانا پربت سنگھ کے ہاں پہنچنا تھا۔ میں نے غسل وغیرہ کیا۔ جے شری نے اپنے ہاتھوں سے مجھے سجایا سنوارا اور میری آنکھ سے آنسو نکلتے رہے۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ میرا دل پگھلتا جا رہا ہے۔ غالباً جے شری کی محبت بھی آہستہ آہستہ عود کر آ رہی تھی۔ میرا ذہن پھر اپنی خیالات میں ڈوب گیا۔ بھگوان جانے ہم لوگوں سے علیحدگی کے کیا عوامل تھے۔ جنہوں نے جے شری دیوی کو اس طرح پتھرا دیا۔ بہرطور اگر کچھ دن یہاں رہ کر ان کی ممتا کی واپسی ہو سکتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم فوراً کسی کو قصوروار ٹھہرا دیں اس میں ہماری ہی غلطی ہے۔ ایک خوبصورت سی کار ہمیں لے کر چل پڑی۔ صرف میں اور جے شری اس کار میں تھے۔ باقی ایک ڈرائیور تھا۔ ہم شر دھاپور کے گلی کوچے اور بازاروں سے گزرتے ہوئے ایک پرفضا مقام پر جا نکلے۔ یہاں ناریل کے درختوں کے جھنڈ ایک سڑک پر دو طرفہ لگے ہوئے تھے۔ اور اسی کے اختتام پر درختوں سے ڈھکی ہوئی چھوٹی سی لیکن انتہائی خوبصورت عمارت نظر آ رہی تھی۔ اس عمارت کے گیٹ سے اندر داخل ہو کر ہم پورچ میں رک گئے۔ جدید ترین فیشن کی عمارت بنائی گئی تھی۔ اور شاید زیادہ پرانی بھی نہیں تھی۔ رانا پربت سنگھ نے عمارت کے صدر دروازے پر ہمارا استقبال کیا۔ معمول کے مطابق وہ اس وقت بھی نیلی سرج کا ایک حسین سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر سفید پگڑی اس طرح بندھی ہوئی تھی جیسے وہ اس کے سر کا ہی ایک حصہ ہو اور اس میں لگا ہوا سرخ ہیرا شام کی خاموشیوں میں کچھ زیادہ ہی جگمگا رہا تھا۔ اس کے عقب میں ایک دراز قامت نوجوان تھا۔ اس نے دھوتی اور کرتا پہنا ہوا تھا۔ انتہائی خوبصورت اور سڈول بدن کا مالک، گلابی رنگت، سیاہ بال دیکھنے میں بہت ہی من موہن لگتا تھا۔ چہرے پر بھولا پن اور ملاحت تھی۔ رانا پربت سنگھ نے جے شری کا سواگت کیا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"یہ میرا بیٹا سنیل سنگھ ہے اور سنیل سنگھ یہ ہیں بھارتی جی تمہاری جے شری آنٹی کی بیٹی۔"

سنیل نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ رانا پربت سنگھ ہمیں لے کر ایک بغلی حصے کی جانب بڑھ گیا۔ یہاں ایک انتہائی سرسبز اور خوبصورت لان لگا ہوا تھا۔ جس پر پھولوں کے تختے لہلہا رہے تھے۔ پھولوں کے انہی تختوں کے درمیان خوشبوؤں کے بیچ چند حسین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر ہم لوگ بیٹھ گئے۔ درختوں میں روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور ماحول بے حد حسین اور خوابناک ہو گیا تھا۔

"اور سنائیے جے شری دیوی آپ کا دل اپنی بیٹی کے سلسلے میں کچھ نرم ہوا؟"

"جانے دیجیے ان تکلیف دہ باتوں کو رانا صاحب! دوسری بات کریں۔" جے شری نے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے یہ گفتگو بھارتی کے لیے دلکش ہو گی۔"

"نہیں میں بھی ایسی کوئی بات نہیں چاہتی جس سے میری ماتا جی کو دکھ ہو۔" میں نے کہا اور جے شری عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

رانا نے ایک قہقہہ لگایا پھر بولا۔

"چلو ٹھیک ہے چھوڑو بھئی ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ باتیں کریں جنہیں ہمارے مہمان ناپسند کریں۔ تو بھارتی دیوی آپ ایئر ہوسٹس ہیں؟ بڑی اچھی زندگی چنی ہے آپ نے دنیا دیکھنے کا اس سے سنہری موقع اور کوئی نہیں ہوتا۔ کہیے کون کونسے ملک دیکھ ڈالے آپ نے؟"

"بہت سے۔" میں نے جواب دیا۔

"بھئی سنیل میرا خیال ہے بھارتی کو تم اپنا گھر دکھاؤ یہ خوش ہوں گی۔"

"جی۔" سنیل نے آہستہ سے کہا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔ "آئیے بھارتی دیوی۔"

میں عجیب سی نگاہوں سے سنیل کو دیکھنے لگی۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا۔ بہرطور اخلاقاً ہی اٹھ گئی۔ سنیل میرے ساتھ ساتھ چل پڑا اور میں مکان کے اندرونی حصے میں آ گئی۔ مکان کو اندر سے دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہ اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے۔ سنیل خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"رانا صاحب آپکے پتا ہیں؟"

اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور اس کے چہرے کی کیفیت سے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکی بہرحال اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں"

"مگر آپ دونوں باپ بیٹوں میں کافی فرق نظر آتا ہے۔ رانا صاحب شاید جدید زندگی کے رسیا ہیں۔ اب بھی ان کے اندر جوانی پائی جاتی ہے؟"

"مگر اب ان دونوں بات کچھ ذرا الٹی ہوگئی ہے۔ میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔" سنیل نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ آپ ہندوستانی لباس پسند کرتے ہیں۔"

"ہاں یہ میرا اپنا لباس ہے۔" سنیل نے جواب دیا۔ وہ مجھے اپنا گھر دکھا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ باپ کی طرح وہ چھچھوری فطرت کا مالک نہیں ہے۔ مکان دکھاتے ہوئے اس نے آہستہ سے کہا۔

"ظاہر ہے میرے اس مکان سے آپکو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے لیکن.... لیکن....." وہ خاموش ہوگیا۔

"ہاں لیکن کیا؟"

"بس بیکار سی باتیں ہیں جنہیں یہ لوگ ہم پر مسلط کر دیتے ہیں۔"

"مطلب؟"

"کچھ نہیں بھارتی دیوی۔ دیکھیے یہ فلپائن کا خاص آرٹ دن کا منظر ہے پتا جی نے یہ تمام سامان فلپائن سے منگوا کر یہ منظر ترتیب دیا ہے۔"

"میں فلپائن دیکھ چکی ہوں۔ اسکی ریت، رواج اور روایات کا میں نے اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔"

"ہاں یقیناً کیا ہوگا۔ تو پھر بتائیے میں اس گھر میں آپکو اور کیا دکھاؤں؟"

"کچھ نہیں واپس چلیے۔"

"آئیے لیکن آپ کہہ دیجیے گا کہ آپ نے واپسی کا تقاضہ کیا تھا۔"

"آپ ڈرتے ہیں اپنے پتا جی سے سنیل؟" میں نے سوال کیا اور سنیل خاموش ہوگیا۔

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ چلتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"آپکی ماتا جی اور گھر کے دوسرے لوگ کہاں ہیں؟"

"میرے گھر میں نہ ماتا جی ہیں اور نہ دوسرے لوگ۔ بس صرف ہم باپ بیٹے یہاں رہتے ہیں یا پھر چند ملازم۔"

"کیوں؟"

"میرے گھر کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ میرے گھر میں بھی میری ماتا جی نہیں تھیں اور مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ وہ مر چکی ہیں۔ یہ تو اب پتا چلا ہے کہ جے شری جی میری ماتا ہیں اور میں ان سے ملنے آگئی ورنہ گھر میں صرف نانی جی تھیں، میرے دادا جی کی بہن۔ دادا جی تھے اور میں صرف تین افراد۔ آپکے ہاں صرف ایک فرد کم ہے؟"

سنیل مسکرا دیا تھا۔ ہم لوگ لان پر واپس پہنچ گئے تو رانا پربت سنگھ نے کہا۔

"اتنی جلدی؟"

"ہاں بھارتی دیوی نے ایسے ایسے لاکھوں مکانات دیکھے ہیں۔ انہیں ہمارے گھر سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟"

"اوہو۔ اچھا اچھا بیٹھو۔" رانا پربت سنگھ نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ملازم شربت کے برتن لے آیا۔ جو بے حد حسین تھے۔ اس نے برتن سجا دیے اور ہم شربت پینے لگے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ رانا پربت سنگھ بار بار چور نگاہوں سے میری صورت دیکھنے لگتا تھا۔ ویسے میں نے جتنی بار بھی اسے دیکھا میرے دل میں اس کے لیے کراہت اور نفرت کے جذبات ابھرتے رہے۔ اس کے موٹے موٹے سیاہ ہونٹ جب مسکراتے تھے تو دانت ایسے چمکنے لگتے تھے جیسے کوئی گوشت خور بھیڑیا چمکار رہا ہو۔ ایک عجیب سی شکل تھی۔ میں نے اس سے پہلے اتنی بھیانک صورت کا آدمی نہیں دیکھا تھا۔ جو بظاہر بھیانک نظر نہیں آتا تھا لیکن اس کی شخصیت میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو دل میں خوف کے جذبات پیدا کیے بغیر نہیں رہتی تھی۔

پھر کھانے کا وقت ہوگیا۔ ایک بہت بڑے ڈائننگ ہال میں ہمیں لے جایا گیا جہاں ساگوان کی ایک عظیم الشان میز پڑی ہوئی تھی۔ فضا میں خوشبوئیں بکھری ہوئی تھیں۔ اور اس میز پر دنیا کے حسین ترین برتن موجود تھے جن میں شاید سونے چاندی کے برتن بھی شامل تھے۔ اعلیٰ درجے کا کھانا ہمیں پیش کیا گیا۔ کھانے پر بھی صرف میں، سنیل، رانا پربت سنگھ اور جے شری دیوی تھیں۔ باقی اور کوئی نہیں تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد ہم نے کچھ وقت وہاں گزارا اور اس کے بعد گاڑی میں بیٹھ

الوداع کہا تھا۔ اور رانا پربت سنگھ نے چلتے ہوئے کہا تھا۔

"بھارتی جب بھی کبھی گھر سے دل گھبرا جائے یہاں آ جایا کرو بلکہ سنیل یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ بھارتی کو شردھاپور دکھاؤ۔"

"جی۔" سنیل نے آہستہ سے کہا۔ اور ہماری کار واپس چل پڑی۔

میں نے گھر آکر لباس تبدیل کیا۔ جے شری دیوی دیر تک میرے پاس بیٹھی رہیں اور اس کے بعد مجھے سونے کی ہدایت کر کے چلی گئیں۔ لیکن میرے لیے نیند آتی آسان نہیں تھی۔ ان کے رویے میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی اور وہ آہستہ آہستہ محبتوں کے وہ فاصلے طے کر رہی تھیں جو اس دوران میرے اور ان کے درمیان پیدا ہوگئے تھے۔ میں سوچ رہی تھی کہ کتنے دن میں انہیں اپنے راستے پر لے آؤں گی اور یہ کہہ سکوں گی کہ اگر وہ چاہیں تو دادا جی نے کہا کہ گھر کے راستے آج بھی ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ نجانے کیوں ایک جھجک کا سا احساس ہو رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ الفاظ میں کبھی نہیں کہہ سکوں گی۔

رانا پربت سنگھ مجھے عجیب سا لگا تھا۔ دولتمند آدمی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کی شخصیت کچھ ایسی پُراسرار تھی کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا۔ ویسے اس کی نسبت اس کا بیٹا سنیل بہت اچھا تھا۔ سیدھا سادا معصوم سا۔ اس کی شخصیت میں بھی ایک عجیب سی کیفیت پوشیدہ تھی، بیزار بیزار سا۔ جیسے کچھ ہو رہا ہو۔ اس سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ بہرطور یہ دعوت میرے لیے بڑی عجیب تھی اور اس کا مقصد میں سمجھ نہیں پائی تھی۔ سنیل کے کچھ الفاظ بھی ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ ان کا مفہوم کیا تھا؟ نجانے کب تک اس بارے میں سوچتی رہی اور پھر نیند کی آغوش میں جا پہنچی۔

دوسری صبح کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جے شری دیوی یا ماتا جی نے مجھے ناشتہ اپنے ساتھ ہی کرایا تھا۔ ناشتے کی میز پر بھی ہم دونوں تنہا ہی تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر میں شردھاپور کے نواح دیکھنا چاہتی ہوں تو وہ اس کا انتظام کر سکتی ہیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں ماتا جی مجھے صرف آپ کو دیکھنا تھا۔ آپ سے اچھی چیز مجھے اس سنسار میں اور کوئی نہیں لگتی۔"

جے شری کے اندر یہی کمی میرے لیے دکھ کا باعث بن جاتی تھی کہ وہ کبھی کسی جذباتی جملے سے متاثر نہیں ہوتی تھیں میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی فطرت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جیسا کہ دادا جی نے بتایا تھا کہ اس کے اہلِ خاندان نے میرے پتا سے اس کی شادی کو پسند نہیں کیا تھا اور اس شرط پر اسے یہاں پناہ ملی تھی کہ اب وہ ہم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی۔ لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کی راہ میں اب کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور کوئی بھی ایسی بات نہیں ہے جس کی بنا پر وہ کھل کر مجھ سے اپنی محبت کا اظہار نہ کرسکے۔ نجانے یہ کمی جے شری دیوی میں کیوں پیدا ہوگئی تھی۔ یا تو وہ جذبات کی دنیا سے اس قدر ناواقف تھیں اور مجھے اس انداز میں بھول چکی تھیں کہ اب ان کے سینے میں وہ جذبے ہی نہیں ابھرتے تھے جو اپنی اولاد کو دیکھ کر ماں کے سینے میں ابھرتے ہیں۔ لیکن بیہودہ کہانیاں وہ فلمی زندگی، وہ افسانے، وہ ڈرامے کیا حیثیت رکھتے ہیں جن میں خون کو دیکھ کر خون جوش مارتا ہے۔ یہاں تو معاملہ بالکل برعکس تھا۔

جے شری دیوی نے کہا کہ وہ کچھ مصروف ہیں۔ میں آرام کروں۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ میرے الفاظ پر ان کے چہرے پر جو کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ میرے لیے تسلی بخش نہیں تھی۔ اور اب میں نے فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ جذباتی جملے نہیں بولوں گی اور کچھ دن انتظار کروں گی اگر جے شری کی ممتا سچے انداز میں ابھر آتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس سپنے کو سپنا ہی سمجھ کر خاموش ہو جاؤں گی اور اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤں گی۔ دادا جی کے پاس سے آئے ہوئے کئی دن گزر چکے تھے۔ ان کی کوئی خبر نہیں ملی تھی مجھے۔ لیکن ان کی بہتر حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ بالکل ٹھیک رہیں گے۔ مجھے ان کے سلسلے میں کوئی خاص تشویش نہیں تھی۔ دوپہر کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے کہ ایک ملازمہ نے آکر بتایا کہ سنیل سنگھ جی آئے ہوئے ہیں۔ میں ملازمہ کو دیکھتی رہ گئی۔

"وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" وہ بولی اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بلا لاؤ انہیں یہیں پر۔"

تھوڑی دیر کے بعد سنیل میری خوابگاہ میں داخل ہو گیا۔ بہت خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھا۔ مسکرا رہا تھا اور چہرہ کل کی نسبت بالکل مختلف نظر آرہا تھا۔

"ہیلو!" اس نے اندر آکر کہا۔

"ہیلو سنیل کیسے ہیں آپ؟"

"ٹھیک ہوں۔ اس طرح بے تکلفی سے آجانے کا بُرا تو نہیں منایا آپ نے؟"

"نہیں بور ہو رہی تھی۔" میں نے بوجھل لہجے میں کہا۔

"تب تو اچھا ہوا۔ ویسے آپ نے میری بڑی عزت افزائی کی کہ مجھے یہاں بلا لیا۔ عموماً اجنبی لوگوں سے ڈرائنگ روم وغیرہ ہی میں ملاقات کیا کرتے ہیں۔"

"آپ اجنبی تو نہیں رہے سنیل۔ میری آپ کی اچھی خاصی ملاقات رہ چکی ہے۔"

"ہاں اجنبیت کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ ذہنی طور پر اجنبی ہوتے ہیں اور کچھ...... خیر چھوڑیں یہ ساری فضول اور احمقانہ باتیں ہیں جو قصے کہانیوں میں ڈائیلاگ کے طور پر اچھی لگتی ہیں۔ عام زندگی میں ہم یہ ڈائیلاگ نہیں بول سکتے۔"

میں مسکرا کر سنیل کو دیکھنے لگتی تھی۔

"بیٹھیے تو سہی آپ کھڑے کیوں ہیں؟"

"آپ نے کہا جو نہیں تھا۔"

"تو اب کہہ رہی ہوں۔ بیٹھ جائیے۔"

سنیل بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ کل کی نسبت آپ آج ذرا خوشگوار موڈ میں نظر آرہے ہیں۔ کل آپ پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔"

"کل کی یاد دلا کر سنجیدہ نہ کریں مس بھارتی۔"

"کیوں؟ کل کیا ہوا تھا؟"

"کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ بس ذرا سنکی آدمی ہوں۔"

"اوہ۔ یہ تو اچھی بات نہیں۔ آپ کی شخصیت تو بڑی دلکش ہے۔ اس میں یہ کمی کیا بری نہیں لگے گی؟"

"کیا کیا جا سکتا ہے؟" اس نے شانے اچکائے۔

"کیا پلواؤں آپ کو؟"

"چائے۔" اس نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ گئی۔ میں نے باہر آکر ملازم سے چائے لانے کے لیے کہا۔ ابھی یہاں ذرا جھجک ہوتی تھی۔ ظاہر ہے مجھے وہ حیثیت تو نہیں مل سکتی تھی جو ملنی چاہیے تھی۔ لیکن بہرطور خود میں اپنی ماتا جی کے گھر میں تھی۔ چائے کے لیے کہہ کر واپس آگئی۔ سنیل بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔

"ہاں سنیل صاحب، سنائیے آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"کچھ نہیں۔ ایک دولتمند بیٹے کی طرح بے کار بیٹھا رہتا ہوں۔ سیر و تفریح اور بس کچھ نہیں۔"

"پڑھتے ہیں آپ؟"

"نہیں، جی نہیں چاہتا۔"

"تعلیم کتنی حاصل کر لی آپ نے؟"

"گریجویشن کر لیا ہے۔ اور اس کے بعد پڑھائی چھوڑ دی۔"

"ہوں۔ تو اب کتابیں کھول کر بھی نہیں دیکھتے ہوں گے؟"

"کورس کی نہیں۔ ویسے میں ناول وغیرہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔"

"یہ تو کوئی مشغلہ نہ ہوا۔ اس میں تو کوئی باقاعدگی نہیں ہے۔"

"ہاں۔ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں نے اپنی زندگی کے مشغلے ابھی شروع نہیں کیے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ابھی میں کچھ دوسروں کی ہدایات پر چل رہا ہوں۔"

"اوہ، آپ کی مراد آپ کے ڈیڈی سے ہوگی؟"

"ہاں یہی سمجھ لیجیے۔ ویسے آپ نے اس چھوٹی سی عمر میں جو کارنامے انجام دیے ہیں، وہ قابلِ رشک ہیں۔"

"کارنامے؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"کارنامے ہی کہوں گا میں انہیں۔ آپ نے کون کون سے ملک دیکھے ہیں؟"

"اوہ۔ آپ یہ بات کر رہے ہیں۔ دراصل سنیل جی آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میرے پتا سرن کمار جی بھی مہم جو آدمی تھے۔ زمیندار کے بیٹے تھے۔ عیش و عشرت میں پروان چڑھے اور باپ کی دولت پر خوب گلچھرّے اڑائے۔ جگہ جگہ گھومتے پھرتے تھے۔ پتا نہیں کہاں کہاں کی مہمات سرانجام دی تھیں۔ لیکن بس ایک گڑبڑ ہو گئی۔ انہوں نے میرے خون میں بھی یہ مہم جوئی منتقل کر دی۔ اور میں نے اسی مہم جوئی کی بنیاد پر ائیر ہوسٹس کی نوکری کر لی تھی تاکہ ذرا جاوداں انداز میں ملکوں کی سیر کروں۔ ویسے ایک بات ہے۔ میں بہت سے ممالک میں گئی ہوں لیکن تشنگی باقی ہے۔ یعنی بعض چیزیں ایسی ہیں جنہیں میں کھل کر دیکھنا چاہتی تھی لیکن ظاہر ہے ڈیوٹی کے اوقات ہوا کرتے تھے۔ ایک رات یا زیادہ سے زیادہ دو دن کہیں قیام کے لیے موقع مل گیا۔ اور اسی وقت میں جو دیکھ لیا سو دیکھ لیا۔ دیکھنے کا وہ انداز نہیں جو سیر و سیاحت کا انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے بہت سے ملک دیکھے بھی ہیں اور نہیں بھی۔"

"اس کے باوجود آپ کی زندگی خاصی ہنگامی رہی ہے۔ ہوائی جہاز کا مستقل سفر بہت سے حادثے بہت سے واقعے پیش آئے ہوں گے؟"

"ہاں کبھی کبھی دلچسپ واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ بہرطور میری زندگی کافی پرسکون تھی لیکن!"

"لیکن کیا؟"

"بس سنیل جی، کچھ ایسے ہی حالات۔"

"ہاں شاید آپ اپنی ماتا جی کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔"

میں خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم چائے لے آیا تھا۔ میں نے چائے بنا کر سنیل کو پیش کی تو سنیل بولا۔

"دوپہر کے کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھی نہیں۔"

"مجھے یہاں کھلائیں گی یا میرے ساتھ کہیں کھائیں گی؟"

"آپ یہاں کھا لیجیے۔"

"نہیں نہیں، یہ تکلف کی بات نہیں ہو رہی۔ بس ایسے ہی کیوں نہ ہم باہر کہیں کھانا کھائیں۔"

"آج رہنے دیجیے۔ طبیعت کچھ بوجھل ہے۔ آج آپ یہاں کھانا کھا لیجیے۔ کل کہیں سیر کے لیے نکلیں گے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ کل یوں کرتے ہیں کہ صبح دس بجے کا وقت مقرر کیے لیتے ہیں۔ دس بجے میں جیپ لے کر آجاؤں گا اور پھر ہم شردھاپور کے نواح کی سیر کریں گے۔ ویسے آپ نے تو کبھی شردھاپور نہیں دیکھا ہوگا؟"

"ہاں کبھی موقع نہیں ہوا۔ کیسا شہر ہے؟"

"شہر تو جیسا بھی ہے آپ کی نگاہوں کے سامنے ہی ہے لیکن نواحات کے بعض علاقے بہت خوبصورت ہیں۔ خاص طور سے مشرقی آبادی کے اختتام پر جنگلات کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وہ بہت حسین ہے۔ اس میں بھانت بھانت کے جانور پائے جاتے ہیں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ کل چلیں گے۔" میں نے کہا۔

سنیل نے دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھایا۔ اچھی باتیں کرتا تھا۔ اور تھوڑی دیر ہی بعد میں نے اسے ایک دوست کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔ شام کو چار بجے تک وہ میرے ساتھ رہا اور اس کے بعد گھڑی میں وقت دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے نہیں۔ شام کی چائے پی کر جائیے۔ جلدی

ہے کیا؟"

"ہاں کچھ جلدی ہے۔"

"خیر میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ کیا مسئلہ ہے؟ ظاہر ہے ایک دن میں اتنے مراحل طے نہیں کیے جاتے۔"

"آپ چاہیں تو طے کر سکتی ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سنیل نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اور میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔

میں اس کے بارے میں دیر تک سوچتی رہی تھی۔ میری زندگی مردوں سے دور نہیں رہی تھی۔ خود اپنی ہی لائن کے کئی پائلٹ، کو پائلٹ اور دوسرے لوگوں سے میرے گہرے تعلقات رہ چکے تھے لیکن صرف دوستی کی حد تک۔ میں نے بارہا محسوس کیا تھا کہ ان میں سے کچھ میری جانب بڑھنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں نے کبھی کسی کی پذیرائی نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ میرے لیے ضروری نہیں تھا۔ میں تو ابھی اپنے شوق کی تکمیل ہی کر رہی تھی۔ لیکن سنیل کا انداز، اس کی گفتگو یہ بتاتی تھی کہ وہ کچھ دوسرے راستوں پر سفر کرنا چاہتا ہے۔ یہ فیصلہ فوراً نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسے اپنا ہمراہی بنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ دادا جی نے ایک بات کہی تھی جو میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ ظاہر ہے دنیا سے اتنی ناواقف نہیں ہوں کہ ان کی ساری باتوں کو سمجھ نہ پاتی۔ دادا جی نے کہا تھا کہ میں اپنی ماتا جی سے ملاقات کر لوں اور کوشش کروں کہ انہیں یہاں لے آؤں لیکن اگر کسی مسئلے میں ناکام رہوں تو اس کے بعد اپنی زندگی ان کے سپرد کر دوں۔ میں جانتی تھی کہ اس کے بعد وہ میری زندگی کے لیے کون سے راستے منتخب کریں گے۔

بہرطور سنیل کے بارے میں اتنی گہرائی سے سوچنا ابھی مناسب نہیں تھا۔ شام ہو گئی۔ جے شری دیوی کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی۔ ساڑھے سات یا پونے آٹھ بجے ہوں گے کہ رانا پربت سنگھ آ گیا لیکن آج اس کا حلیہ بہتر نہیں تھا۔ لباس میلا تھا۔ پگڑی بھی کچھ ڈھیلی ڈھالی سی ہو رہی تھی۔ داڑھی کی گرہ کھلی ہوئی تھی۔ اور چہرے پر ایک عجیب سی وحشت نظر آ رہی تھی۔ وہ دالان ہی پر آ گیا۔ ماتا جی اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"ہیلو راجہ۔" انہوں نے کہا مگر رانا پربت سنگھ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کرسی پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اور خاموشی سے ایک دم وقت کی طرف دیکھتا رہا۔ ماتا جی نے آہستہ سے

"بھارتی تم آرام کرو۔ میں رانا صاحب سے کچھ باتیں کروں گی۔"

میں عجیب سی نگاہوں سے رانا پربت سنگھ کو دیکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ کردار بے حد پراسرار تھا۔ اور ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ماتا جی سے اس کے کیسے تعلقات تھے؟ یہاں کس بے تکلفی سے آتا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اس حویلی کے معاملات میں کافی دخل رکھتا ہے اور پتا نہیں ماتا جی اس کے سامنے کیوں دبی دبی سی رہتی ہیں؟

میں اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ اتفاق کی بات تھی کہ کمرے کی بغلی کھڑکی اسی سمت کھلتی تھی جدھر ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں کھڑے ہو کر میں نے رانا پربت سنگھ اور ماتا جی کو دیکھا۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ماتا جی ایک ملازم سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ملازم کچھ چیزیں اٹھا کر لے آیا۔ میں نے ٹرے میں شراب کی بوتل اور ایک گلاس رکھا دیکھا تھا! اس کے ساتھ ہی آئس بکس تھا۔ ماتا جی خود اپنے ہاتھ سے رانا پربت کے لیے شراب بنانے لگیں۔ اور میری بھنویں سکڑ گئیں۔ یہ سب کیا ہے؟ آخر ماتا جی اور رانا پربت کے درمیان کیسے تعلقات ہیں؟ پھر ایک اور گھناؤنا خیال میرے ذہن میں آیا۔ لیکن میں نے فوراً ہی اپنا ذہن جھٹک دیا مجھے اپنی ماتا کے بارے میں یہ سب کچھ نہیں سوچنا چاہیے تھا۔ کیا فضول بات ہے۔ کیسا احمقانہ تصور ابھرا ہے میرے ذہن میں۔ میں خود پر ملامت کرنے لگی۔ لیکن نہ جانے کیوں کھڑکی کے پاس سے نہ ہٹ سکی تھی۔ ماتا جی پربت سنگھ کو گلاس بنا کر دیے جا رہی تھیں پھر نہ جانے دفعتاً کیا ہوا، رانا پربت سنگھ نے وہ ٹرے اٹھا کر دور پھینک دی جس میں شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ اور غصیلے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ وہ ماتا جی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اور پھر پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کی گاڑی حویلی کے صدر دروازے سے باہر نکلتے دیکھی تھی۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ماتا جی سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ کچھ الجھا الجھا سا تھا اور اس کے چہرے پر مردنی سی چھائی ہوئی تھی۔ بہرطور ابھی یہ صورتحال نہیں پیش آئی تھی کہ میں ماتا جی سے اس کے بارے میں

ایسا ویسا سوال کر ڈالوں۔ خود ماتا جی نے ابھی میرے [illegible] کا یقین نہیں کیا تھا۔ میں رات کو بھی اس بارے میں دیر تک سوچتی رہی۔ کھانے کی میز پر ماتا جی کے ساتھ نشست ہوئی تھی۔ لیکن میں نے رانا پربت سنگھ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ البتہ ماتا جی نے خود مجھ سے [illegible]

"سنیل کیسا لڑکا ہے بھارتی؟"

"اچھا ہے۔ کیوں ماتا جی کیا بات ہے؟"

"نہیں نہیں۔ بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔ فطرتاً وہ تجھے کیسا لگا؟"

"میں نے اس کی فطرت پر تو غور نہیں کیا۔ وہ میرے پاس آیا تھا۔ کل دن میں سیر و تفریح کی دعوت دے گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں گی۔"

"ہاں کوئی حرج نہیں۔ چلی جانا اس کے ساتھ ویسے بھی گھر میں رہ کر طبیعت میں گھٹن پیدا ہوتی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس موضوع پر میں اپنے جذبات کا اظہار جے شری دیوی کے سامنے کر چکی تھی اب وہ اس اظہار کو قبول نہیں کر رہیں تو میں کیا کروں؟ ویسے بھی مجھے جلد ہی اپنے بارے میں کچھ فیصلے کر لینے چاہئیں۔ ماتا جی سے اپنے مقصد کا اظہار کر دوں تاکہ کھل کر ان کے دل کی بات سامنے آ جائے۔ یہ دبا دبا سا انداز مجھے پسند آیا تھا۔ شروع سے ہی یہ سب میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ جو کچھ میں سوچ کر آئی تھی۔ اس کا ایک فیصلہ بھی میرے سامنے نہیں آیا تھا تو اب ان حالات میں مجھے کیا فیصلہ کرنا چاہیے۔ دادا جی سے بھی مشورہ کروں گی۔ وہ جو بھی رائے دیں گے بہتر ہی ہو گی۔

بہرطور رات کو انہی خیالات میں دیر تک ڈوبی رہی تھی۔ اور پھر نیند آ گئی تھی۔ یہ تو اب معمول ہی بن گیا تھا۔ اور میں سوچ رہی تھی کہ اس معمول میں زیادہ عرصے تک وقت نہیں گزار سکوں گی۔ مجھے کوئی نہ کوئی صحیح فیصلہ کر ہی لینا ہو گا۔

دوسرے دن معمولات سے فارغ ہوئی۔ جے شری دیوی کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی تھیں۔ ساڑھے دس بجے سنیل ایک جیپ میں آ گیا۔ شکاری جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ چست پتلون میں اس کا سڈول بدن بڑا نمایاں تھا۔ بہت خوبصورت لگ رہا تھا اس وقت۔ میں بھی تیار تھی۔

مجھے دیکھ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکرایا۔ اور بولا۔

"ہیلو بھارتی، یوں لگ رہا ہے جیسے تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟"

"کیا تم کہہ نہیں گئے تھے سنیل؟"

"ہاں، کہہ تو گیا تھا لیکن۔ لیکن۔ چلو آؤ۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

میں چونکہ جے شری دیوی سے اجازت لے چکی تھی۔ چنانچہ بے جھجک اس کے ساتھ جیپ میں آ بیٹھی اور جیپ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ وہ حویلی سے باہر نکل آیا پھر کہنے لگا۔

"شردھا پور بہت خوبصورت جگہ نہیں ہے لیکن بعض اوقات یہ بہت حسین لگنے لگتی ہے مجھے۔ آؤ میں تمہیں یہاں کے نواحات دکھاؤں۔ شردھا پور ایک زرعی شہر ہے۔ آبادی سے نکلنے کے بعد تمہیں سرسبز کھیت ملیں گے۔ اور بہت سے باغات، جنگلوں کا وہ مشرقی حصہ بھی بے حد خوبصورت ہے۔" وہ جیپ بہت تیزی سے دوڑا رہا تھا۔

اس کے چہرے پر زندگی رقصاں تھی اور اس وقت وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس نے ڈیش بورڈ سے ایک خوبصورت چشمے کا کیس نکالا اور چشمہ نکال کر آنکھوں پر لگا لیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"میں سوچ رہا تھا آپ کو کوئی تحفہ دوں بھارتی جی! لیکن کیا؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دراصل میں آپ کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"عجیب آدمی ہو تم سنیل، کبھی تم، کبھی آپ۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ جب اپنائیت کا دورہ پڑتا ہے تو منہ سے خود بخود تم نکل جاتا ہے۔ اور جب آپ کی حیثیت کا خیال آتا ہے تو پھر آپ کہنے کو جی چاہتا ہے۔"

"خیر جو دل چاہے کہو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تم نے احساس کمتری کی بات کی تھی؟"

"ہاں یہ احساس کمتری کسی مالی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ آپ نے ملک دیکھے ہیں اپنی پسند کی بیشمار چیزیں خریدی ہوں گی آپ نے۔ پھر بھلا میرا کوئی حقیر سا تحفہ کیا معنی رکھتا ہے؟"

"تحفے صرف تحفے ہوتے ہیں۔ وہ کبھی حقیر نہیں ہوتے۔"

"بڑی اچھی بات کہی آپ نے۔ لیکن اس دنیا میں کون سوچتا ہے ہو؟"

"میں سوچتی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تو پھر آپ کو کوئی تحفہ دینا ہی پڑے گا۔" اس نے کہا اور پھر ایک دم بولا۔ "دیکھیے وہ کیا بہار آ رہی ہے۔ ہری ہری ڈنڈیوں پہ پیلے پیلے سرسوں کے پھول۔"

میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ سرسوں کا ایک وسیع و عریض کھیت دور تک چلا گیا تھا۔ فصل تیار تھی۔ پیلے پیلے پھول کناروں پر چمک رہے تھے۔ اور اس کے نیچے ہری ہری ڈنڈیاں بے حد بھلی لگ رہی تھیں۔

وہ جلدی سے بولا۔

"آپ نے کبھی اپنے وطن کے کھیت تو نہیں دیکھے ہوں گے۔"

"زیادہ نہیں۔"

"کسی دوسری دنیا میں، میرا مطلب ہے کسی دوسرے ملک میں آپ نے کوئی بہت ہی حسین منظر دیکھا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"لیکن میں اس وقت جذباتی ہو کر سوچ رہا ہوں۔ اس جیسا منظر کہیں بھی نہ ہوگا۔"

"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جیپ کی رفتار اب بھی کم نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ تم ہوائی جہاز کیوں اڑا رہے ہو؟ کیا یہ سوچ کر کہ میں ایئر ہوسٹس ہوں؟"

اس نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔

"نہیں مجھے تیز ڈرائیونگ کا شوق ہے۔"

"لیکن ہم لوگ یہ مناظر دیکھنے آئے ہیں۔ اس لیے ڈرائیونگ ذرا سست کرو۔"

اس نے جیپ کی رفتار سست کر دی اور ہم لوگ اونچے نیچے ناہموار راستوں سے گزرتے ہوئے بالآخر جنگلات کے اس سلسلے تک پہنچ گئے جن کا تذکرہ سنیل نے کیا تھا۔ بلاشبہ گھنے درختوں کا ایک وسیع و عریض جنگل تھا۔ جو نہ جانے کہاں سے کہاں تک چلا گیا تھا۔ لیکن اس کے درمیانی [illegible] سے جیپ چلانا سنیل ہی کا کام تھا۔ جب میں نے اس کی مہارت کی تعریف کی تو وہ ہنس کر بولا۔

"یہ جنگل میرے دیکھے بھالے ہیں۔ اور میں نے کچھ ایسے راستے منتخب کر لیے ہیں جن پر اکثر لوگوں کو میں لے کر آتا رہتا ہوں تاکہ ان پر میری تیز ڈرائیونگ کا رعب پڑ سکے۔"

"خوب، لیکن اس وقت تو تم سست ڈرائیونگ کر رہے ہو۔"

"تم نے جو کہا تھا۔" سنیل نے مسکرا کر کہا۔

ہم لوگ درختوں کے درمیان سفر کرتے رہے۔ سنیل مجھے کسی خاص جگہ لے جا رہا تھا اور بلاشبہ یہ جگہ خاص ہی تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی جھیل درختوں کے درمیان نظر آ رہی تھی۔ بڑی حیرتناک بات تھی۔ گھنے درختوں کے بیچوں بیچ یہ جھیل نہ جانے کہاں سے نمودار ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو سنیل کہنے لگا۔

"لوگ اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ جھیل پریوں اور جنوں نے بنائی ہے۔"

"اچھا، تب تو یہ بڑی خطرناک ہوگی۔ کیا تم نے یہاں پریاں اور جن دیکھے ہیں؟"

"نہیں، لیکن آج میں دیکھوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"پری دیکھوں گا یہاں جھیل کے کنارے۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں ہنس پڑی۔

"شاعری کر رہے ہو؟"

"نہیں، کیا یہ زندگی کی اہم حقیقت نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ صرف حسین نگاہ ہے۔"

"تو کیا میری آنکھیں حسین نہیں ہیں؟" سنیل نے کہا اور میں پھر ہنس پڑی۔

"تمہاری آنکھوں کا حسن کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"حسین نگاہ کی بات کہی تھی نا تم نے؟" وہ ہنس کر بولا۔ اور پھر اس نے جیپ روکی اور اتر کر جھیل کے قریب پہنچ گیا۔

اس نے جوتے کھولے اور جھیل کے پانی میں پاؤں لٹکا دیے۔ پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"آ جاؤ۔ آ جاؤ نا، مجھے جھیل کے کنارے پری دیکھنے دو۔"

میں بھی اس کے قریب پہنچ گئی۔ مجھے ایک ہلکا سا

س ہو رہا تھا۔ یہ بے تکلفی حد سے زیادہ ہے۔ سنسان ڑی علاقہ ہے۔ پتا نہیں سنیل کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ میں ہمت سے کام لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں کسی قسم گھبراہٹ کا اظہار نہیں کر رہی تھی۔ میں نے بھی جوتے رے اور پانی میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔ ہماری نگاہیں ماحول کا جائزہ لیتی رہی تھیں۔ سنیل کہنے لگا۔

"جھیل کی گہرائیوں میں پتھر چمکتے ہیں اور یہ پتھر بعض ات۔" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ وہ جھیل کی گہرائیوں میں کچھ دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں بعض اوقات۔ تمہاری شاعری ادھوری رہ گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن سنیل کے چہرے پر ایک نمایاں تغیر نمودار ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے پاؤں باہر نکال لیے اور گھبرائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئیے بھارتی جی، چلیں یہاں سے۔"

"ایں کیوں؟" میں نے چونک کر کہا۔

"آئیے چلیں، پلیز آئیے چلیں۔"

لیکن میں وہاں سے نہ ہٹی۔ میں نے جھیل کی گہرائی میں جھانکا۔ آخر یہاں کیا چیز دیکھ کر وہ بدحواس ہو گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میرے حلق سے بھی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

جھیل زیادہ گہری نہیں تھی۔ پانی بے حد شفاف تھا اور چونکہ ساکن تھا اس لیے اس کی تہہ نظر آ رہی تھی اور اس تہہ میں میں نے ایک انسانی بدن دیکھا۔ ایک سفید انسانی بدن جو بے لباس تھا۔ شاید کسی عورت کا ہی بدن تھا۔

میں پھرتی سے پاؤں پانی سے نکال کر کھڑی ہو گئی۔ میرے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ سنیل ساکت نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب کیا کریں؟ بتائیے اب کیا کریں؟"

"یہ۔ یہ۔ لل۔ لاش۔ لاش۔" میں نے وحشت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں لاش ہی ہے کسی عورت کی۔"

"تت۔ تو۔ کیا۔ تو کیا۔" میں ہکلانے لگی۔

سنیل کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"پتا نہیں کیا ہوا ہے؟ کیا بات ہے؟" اس کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

جیسے کوئی خاص بات ہو لیکن وہ خاص بات کیا ہو سکتی ہے۔ اس کا میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکی تھی۔ دفعتاً اس نے اپنی جیکٹ اتاری۔ پھر قمیص اور پھر پتلون۔ اب اس کے جسم پر صرف ایک انڈرویئر رہ گیا تھا۔ میں خاموشی سے اسے یہ عمل کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ بے حد سڈول اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ جھیل کی تہہ میں پہنچا اور پھر اس نے لاش کے بال پکڑے اور اسے اوپر گھسیٹ کر لانے لگا۔ میں دہشت زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی تھی۔ میرا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ لاش باہر نکل آئی۔ کسی درمیانی عمر کی عورت کی لاش تھی۔ نقوش اچھے خاصے تھے۔ اور لاش زیادہ پرانی بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ یعنی پانی ابھی اس پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوا تھا کہ اس کا بدن سکڑ جاتا۔ میں نے اس کے جسم کے مختلف حصوں سے گوشت نچا ہوا دیکھا۔ گو پانی نے اب خون دھو کر صاف کر دیا تھا اور زخم صرف زخم نظر آ رہے تھے۔ لیکن میں نے گوشت کے ادھڑے ہوئے حصوں کو دیکھا۔ جو کافی مقدار میں ادھیڑ دیے گئے تھے۔ خاص چیز اس کی گردن تھی۔ جس پر ایک انتہائی گہرا زخم تھا اور وہاں سے گوشت کی ایک بہت بڑی بوٹی غائب تھی۔ میں نے ڈرے ڈرے لہجے میں سنیل سے کہا۔

"سنیل، کیا یہاں جنگل میں درندے بھی ہوتے ہیں؟"

اس نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"بہت خطرناک، بہت خونخوار درندے ہیں یہاں۔"

"تب تو تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ براہ کرم چلو۔"

"اور اس لاش کا کیا کریں؟" اس نے پوچھا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو۔ کیا پولیس کو اس بارے میں اطلاع دو گے؟"

"نہیں، الٹے پھنس جائیں گے۔ تم پولیس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"ٹھہرو۔ ہم اس لاش کو یہیں کہیں دفن کر دیتے ہیں۔"

"مگر کیسے؟"

"میں انتظام کیے دیتا ہوں۔" سنیل نے کہا اور پھر جیپ کی جانب بڑھ گیا۔

جیپ سے اس نے کچھ عجیب سے اوزار نکالے۔ نہ جانے ان اوزار کا جیپ میں کیا مقصد تھا۔ بہرطور ان کی مدد سے اس نے اچھا خاصا گہرا گڑھا کھود لیا۔ وہ انڈرویئر پہنے ہوئے بڑی بے تکلفی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ اور جیسے مجھے بھول گیا تھا۔ گڑھا تیار کرنے کے بعد اس نے عورت کی لاش گڑھے میں لٹائی اور پھر اس پر مٹی ہموار کر دی۔ پھر تھوڑی سی گھاس توڑ کر اس نے اس گڑھے کے اوپر ڈالی۔ اور اس کے بعد اپنا لباس پہننے لگا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ جبکہ میں بے حد خوفزدہ تھی۔ مجھے اپنے قدم من من بھر کے محسوس ہو رہے تھے۔ سنیل میرا ہاتھ پکڑ کر جیپ تک آیا۔ جیپ اسٹارٹ کی اور واپس موڑ لی۔ اس کے چہرے پر پھیلا ہوا سکوت میرے لیے انتہائی تعجب خیز تھا۔ جیپ واپس جنگلوں کے اس حصے میں سے باہر نکل آئی اور پھر مصروف راستے پر دوڑنے لگی۔ سنیل کے اوپر خاموشی کا دورہ پڑا تھا ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اس نے۔ یہاں تک کہ ہم شہر میں آ گئے۔

"بہتر ہے کہ ہم کسی ہوٹل میں بیٹھ کر—"

"نہیں پلیز۔ میری ذہنی کیفیت درست نہیں ہے۔ تم براہِ کرم مجھے حویلی میں چھوڑ دو۔"

"نہیں، اس وقت یہ ممکن نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ، میرے گھر چلو۔"

"سنیل پلیز..."

"نہیں براہِ کرم میری بات مان لو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے لہجے میں اس کے باپ کی سی ضد اور تحکمانہ [illegible] ہے۔

میں خاموش ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد جیپ اسی خوبصورت مکان میں داخل ہو گئی۔ جس میں میں نے شری دیوی کے ساتھ رانا پربت سنگھ کی دی ہوئی دعوت اٹینڈ کی تھی۔ میں نے سنیل کی کیفیت میں کچھ عجیب سی باتیں دیکھی تھیں۔ وہ جیپ سے اترنے کے بعد اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے ڈرائنگ روم

"بیٹھیے پلیز بیٹھیں۔ کافی پئیں گی یا کچھ ڈرنک کریں گی۔ پی لیتی ہیں آپ؟"

"نہیں۔" میں نے اس کا مطلب سمجھ کر کہا۔

"مجھے اجازت دیں گی؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ اندر چلا گیا اور تقریباً دس منٹ کے بعد واپس آیا۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور شاید اپنے آپ کو معتدل کرنے کے لیے تھوڑا بہت ڈرنک بھی کر لیا تھا۔ وہ پُرسکون انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ میں خود بھی بہتر حالت میں نہیں تھی۔ اگر وہ زبردستی مجھے یہاں نہ لے آتا تو اس وقت میں اپنے کمرے میں ہی ہونا پسند کرتی۔ میں خاموش ہو کر گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"بھارتی جی، براہِ کرم کسی سے اس لاش کا تذکرہ نہ کریں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میرا مطلب ہے اپنی ماتاجی سے بھی نہیں پلیز۔ پلیز—"

"عجیب سے انداز میں بات کر رہے ہو سنیل، کیا اس لاش سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟" میں نے سوال کیا۔ اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"مطلب کیا ہے آپ کا؟"

"نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تم اس بات کو چھپانے کے لیے ضرورت سے زیادہ کوشش کر رہے ہو۔"

"ہاں اس کا چھپانا ضروری ہے۔" سنیل نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

اسی وقت ایک ملازم نے کافی کے برتن لا کر رکھ دیے۔ لیکن کافی کی ایک ہی پیالی تھی۔ میں نے برتن دیکھ کر اس سے کہا۔

"کیوں، تم کافی نہیں پیو گے؟"

"نہیں، معذرت خواہ ہوں۔ میں نے برانڈی پی لی ہے۔"

"حالانکہ لاش میں نے بھی دیکھی ہے لیکن تمہاری حالت مجھ سے بھی زیادہ خراب ہے۔"

"ہاں ہے۔ مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال نہ

نظر انداز نہیں کر سکتیں۔" وہ شدید جھلاہٹ بھرے لہجے میں بولا۔ اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔

"سنیل کیا بات ہے؟ مجھے کچھ بتاؤ گے نہیں؟ ایک بات کا اطمینان رکھو میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کروں گی جس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے یا کسی طرح کی ذہنی پریشانی برداشت کرنی پڑے۔"

"ذہنی پریشانی—" وہ جیسے غرا کر بولا۔ "میری ذہنی پریشانیوں کا اندازہ لگا سکتی ہو تم کچھ؟ کچھ اندازہ ہے تمہیں میری پریشانیوں کا؟ میرے چہرے کے پیچھے بھی کچھ دیکھ سکتی ہو؟ اس پُرسکون چہرے کے پیچھے کتنے اضطراب چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے تمہیں؟ کون معلوم کرے گا؟ کسے اندازہ ہوگا؟ کسے ضرورت پڑی ہے؟ زندگی کا یہ عذاب میں تنہا بھگت رہا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ مجھے تنہا ہی بھگتنا پڑے گا۔ میں آرٹ کار ہوں۔ کھلونا ہوں۔ کیا سمجھیں تم؟ کھلونا دیکھا ہے تم نے کبھی؟" وہ عجیب سے خونخوار لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اور میں حیرت سے اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔

"سنیل، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"پاگل ہوں، دیوانہ ہوں۔ سمجھیں؟ ماری جاؤ گی میرے ہاتھوں۔ کیوں اپنے لیے مصیبت مول لے رہی ہو۔ آخر تم کیا ہو بھارتی؟ کیا چاہتی ہو؟ کیوں آئی ہو یہاں؟ یہ لوگ۔ یہ لوگ تم سے کس چیز کے خواہشمند ہیں؟ کیا حیثیت، کیا اہمیت رکھتی ہو ان کے لیے؟ جواب دو، جواب دو، کچھ تو بتاؤ مجھے آخر؟" سنیل کا لہجہ بے حد خوفناک ہو گیا تھا۔

میں گھبرائے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی۔

"آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں بتاؤں۔ میں تمہیں دکھاؤں۔ آؤ میرے ساتھ۔" اس نے میری کلائی پکڑ لی۔ اس کی گرفت کافی مضبوط تھی۔ میرے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی۔ وہ مجھے گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر نکال لایا۔ اور پھر رکے بغیر فاصلہ طے کرتا ہوا عمارت کے دوسرے حصے کی جانب جانے لگا۔ دوسرے حصے کے دروازے میں تالا پڑا ہوا تھا لیکن چابی سنیل کے پاس موجود تھی۔ اس نے تالا کھولا اور بدبو کا ایک انوکھا بھبکا میری ناک سے ٹکرایا۔ لیکن وہ مجھے دیوانوں کی طرح گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔

وہ روشنیاں جلاتا جا رہا تھا۔ اور اس کے انداز میں ایک عجیب سی وحشت تھی۔ میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ تب وہ ایک بہت بڑے ہال نما کمرے میں رک گیا۔ دیواروں میں پنجرے بنے ہوئے تھے اور ان پنجروں کے پیچھے لاغر اور نڈھال پرندے بند تھے۔ ان کے پاس نہ پانی تھا نہ دانہ۔ ان میں سے کچھ بیٹھے جھول رہے تھے اور کچھ نیچے پڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ مر چکے تھے۔ میں اس ہولناک ماحول کو دیکھنے لگی۔ اس نے یہ پرندے مجھے دکھائے اور آہستہ سے بولا۔

"انہیں تین دن سے نہ پانی ملا ہے نہ خوراک۔ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔" اس نے مجھے پھر ایک طرف گھسیٹا اور ہال کے دوسرے کمرے کی طرف لے گیا۔

"یہاں میں نے چند بندروں کو دیکھا۔ سوکھ کر کانٹا ہو رہے تھے۔ دو چھوٹے چھوٹے بچے اور تین بڑے بندر لیکن ان میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔

"یہ تقریباً ایک ہفتے سے بھوکے ہیں۔ نہ کھانا نہ پانی۔"

"کیوں، مگر کیوں؟"

"ادھر آؤ—ادھر آؤ، ابھی تم نے کیا دیکھا ہے؟" وہ ہال سے باہر نکل آیا۔ اور ایک دوسری راہداری سے گزر کر ایک اور کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

"یہاں دروازے میں جنگلے لگے ہوئے تھے اور ان جنگلوں کے پیچھے ریچھ کا ایک جوڑا تھا۔ میں نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ دونوں جانوروں کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ اور یہ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اس کمرے کی دیواروں میں کیلوں کی طرح ٹھکے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے گوشت کے ٹکڑے موجود تھے۔ پانی کا برتن بھی تھا لیکن وہ سسک سسک کر جی رہے تھے۔ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کی وجہ سے انہیں ایک قدم کھسکنے میں بھی دقت ہوتی تھی۔ زمین پر خون کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ اور ان کے زخم تازہ تھے۔ وہ انتہائی بے بسی کا شکار نظر آتے تھے۔

جب وہ انہیں خوراک ڈالتا ہے تو یہ خوراک جان بوجھ کر اتنے فاصلے پر پھینکی جاتی ہے کہ انہیں گھسٹ گھسٹ کر ان تک پہنچنا پڑے۔ اور اس طرح خون کی یہ لکیریں زمین پر بن جاتی ہیں۔ ان کے زخم سڑ رہے ہیں۔ تم اس

بدبو کو محسوس کر رہی ہو۔"

"سنیل۔ سنیل یہاں سے چلو۔ یہ سب کیا ہے؟"

"ابھی کیا دیکھا ہے تم نے۔ آؤ آگے آؤ۔ میں اور مناظر تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔ اس نے میری کلائی پر ہاتھ ڈالا۔

لیکن اس بار میں نے سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

"میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں، دیکھو اور دیکھو۔ ایسے خوبصورت مناظر نظر آئیں گے تمہیں کہ تم تصور نہیں کر سکو گی۔ آؤ میرے ساتھ۔"

"بکواس مت کرو۔ میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑی۔

جن راستوں سے گزر کر وہ مجھے یہاں تک لایا تھا میں ان سے ہوتی ہوئی باہر نکل آئی۔ میرے اندر ایک عجیب سی وحشت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ میرے پیچھے پیچھے ہی باہر آ گیا۔ اور میرے سامنے رُک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس اس نے دروازے میں واپس تالا ڈالا اور نڈھال سے لہجے میں بولا۔

"یہ سب۔ یہ سب کچھ میں روزانہ دیکھتا ہوں بھارتی یہ سب کچھ میں روزانہ دیکھتا ہوں۔ میں ان جانوروں کی چیخیں سنتا ہوں، میں ان معصوم پرندوں کی آوازیں سنتا ہوں۔ کیا بیتتی ہو گی میرے دل پہ۔ تصور کرو، ذرا تصور کرو۔"

"میں جانا چاہتی ہوں۔"

"پلیز، بھارتی پلیز۔"

"میں جانا چاہتی ہوں سنیل۔"

"بھارتی پلیز تھوڑی دیر میرے ساتھ بیٹھو تھوڑی دیر۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ پلیز، بھارتی پلیز۔" وہ التجا آمیز لہجے میں بولا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگی۔

کیا یہ پاگل خانہ ہے؟۔ کیا یہ باپ بیٹے پاگل ہیں؟۔ یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟۔ کس نے کیا ہے؟ یہ سوال میرے ذہن میں چل رہا تھا۔ سنیل نے کچھ اس طرح لجاجت آمیز لہجے میں مجھ سے درخواست کی تو میں اخلاقاً خاموش ہو گئی۔ اس کے ساتھ واپس اس جگہ آ بیٹھی جہاں سے

اٹھا کر وہ مجھے لے گیا تھا۔ وہ بری طرح نڈھال نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"آہ تمہاری کافی ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ پی لو، ٹھنڈی کافی بھی بعض اوقات لطف دے جاتی ہے۔"

"نہیں شکریہ۔"

"پی لو، بھارتی پی لو پلیز۔ میری بات مان لو۔ میں۔ میں۔" وہ خاموش ہو گیا۔

میں نے کافی کے برتن کی جانب ہاتھ آگے بڑھائے لیکن میرے ہاتھ لرز رہے تھے۔ جو کچھ دیکھ کر آئی تھی، وہ ناقابلِ یقین تھا۔ کوئی بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ کافی بنا کر میں نے اس کا ایک گھونٹ لینے کی کوشش کی لیکن طبیعت اندر سے متلانے لگی۔ سنیل کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔

"تم رو رہے ہو سنیل؟"

"نہیں بھارتی نہیں۔ سوری۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"مجھے بتاؤ گے نہیں، یہ سب کیا ہے سنیل؟۔ یہ سب کیا ہے؟۔"

"یہ۔ یہ میرے باپ کا شوق ہے۔ یہ رانا پربت سنگھ کا مشغلہ ہے۔ وہ ان معصوم جانوروں کو تین تین دن تک بھوکا رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد انہیں خوراک دیتا ہے۔ پانی دیتا ہے اور پھر چند روز ان کی بڑی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اور اس کے بعد انہیں پھر بھوکا مارنا شروع کر دیتا ہے۔ جانوروں کا یہ جوڑا اس نے انتہائی جنگلی قیمت پر خریدا تھا اور پھر ان کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور انہیں بے بس کر دیا گیا۔ وہ یہ سب کچھ۔ اور بھی بہت کچھ تھا، وہاں۔ تم دیکھتیں تو تمہاری آنکھیں حیرت سے کھل جاتیں۔"

"لیکن رانا پربت سنگھ یہ سب کیوں کرتے ہیں؟"

"وہ۔ وہ انسان نہیں ہیں۔ وہ کیا ہیں، میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن بس اتنا مجھے معلوم ہے کہ وہ میرا باپ ہے۔ سچ مچ وہ میرا باپ ہے۔"

"مگر سنیل۔ تم اس ماحول میں زندگی کیسے گزار رہے ہو؟۔ ایک عجیب و غریب انسان۔"

"ہاں۔ میں یہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوں۔ میں یہاں

[illegible]

۔ تم جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ مستقبل خطرے میں ہے۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔"

"میں۔ میری؟" میں نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

"ہاں بھارتی۔ ہاں تمہاری زندگی۔ تمہاری زندگی۔" اس نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بھارتی، مجھے۔ مجھے دو چار پیگ پی لینے کی اجازت دو میں اس کے بغیر۔ میں اس کے بغیر۔"

"ہاں تم برانڈی لے لو سنیل، تمہاری حالت بہت خراب معلوم ہو رہی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

مجھے اپنے چاروں طرف خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں خود بھی محسوس کر رہی تھی کہ میں کسی بھیانک جال میں آ پھنسی ہوں۔ یہ جال کیسا ہے؟۔ کہاں سے شروع ہوا ہے؟۔ کہاں ختم ہوتا ہے؟

آہ۔ یہ کیا تھا۔ یہ سب کچھ کیا تھا۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی، بس اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کچھ ہے، کچھ ضرور ہے جو میری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ یہ سب کیا ہے؟۔ میں شدید خوف و ہراس کے عالم میں، اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اسی وقت دروازے پر آہٹیں ہوئیں۔ میں نے یہی سمجھا کہ سنیل آ گیا ہے مگر وہ سنیل نہیں تھا۔ رانا پربت سنگھ تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ بہار آئی ہوئی تھی اس کے سارے وجود پر۔ پچھلے دن میں نے جو اس کا روپ دیکھا تھا، اس کا یہ روپ کل سے بہت مختلف تھا۔ وہ لباس بھی سلیقے سے پہنے ہوئے تھا۔ گلے میں ٹائی کی ناٹ بہت خوبصورتی سے بندھی ہوئی تھی۔ بے حد اسمارٹ نظر آ رہا تھا وہ۔ اس کے ہونٹ گہرے گلابی ہو رہے تھے۔ جو اس عمر کے لوگوں کے لیے ممکن نہیں تھے۔ اس سے پہلے میں نے اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر سیاہی دیکھی تھی، لیکن اس وقت یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے انتہائی ہلکے اور انسانی جسم سے مطابقت رکھتے ہوئے رنگ کی لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی۔ اس نے چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"ارے بھارتی دیوی آپ یہاں تنہا کیسے؟" اس نے سوال کیا۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ حالانکہ میرا دل لرز رہا تھا۔ میں نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سنیل کے ساتھ آئی تھی۔"

"اچھا اچھا، سنیل کہاں ہے؟۔" اس نے پوچھا اور چند ہی لمحات کے بعد سنیل بھی اندر آ گیا۔

وہ ایک دم سنبھل گیا تھا۔

"ہیلو۔ سنیل، کیا ہو رہا ہے؟۔ تم لوگ اس حسین موسم میں یہاں اور اس کمرے میں قید۔ اور پھر بھارتی کو تنہا چھوڑ گئے تھے۔ نہیں بھئی نہیں۔ یہ تو اصول کے خلاف بات ہے۔ یہ موسم یہ حسین موسم۔

ہے آسمانوں سے کہیں برسی ہے

کیسی مستی فضاؤں میں ہے آج

اور تم کمرے کے اندر ہو۔ نہیں بیٹے، نہیں۔ جاؤ، شام تمہاری ہے۔ کھل کھیلو۔ عیش کرو جاؤ۔ بھارتی تم بھی جاؤ۔ ویری گڈ۔ ویری گڈ۔" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

سنیل نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے اور میں بھی اس کے پیچھے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ وہ خاموشی سے گردن جھکائے جیپ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جیپ کے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر اس نے میری طرف دیکھا اور میں اس کے ساتھ جا بیٹھی۔ جیپ ایک بار پھر باہر نکل آئی تھی۔ سنیل خاموش تھا۔ میری بھی آواز بند تھی۔ کچھ سمجھ میں آتا تو بات بھی کرتی۔ نجانے یہ سب کچھ کیا ہو رہا تھا؟ میں نے تھوڑی دور چلنے کے بعد کہا۔

"کہاں جا رہے ہو سنیل؟"

"جہاں تم کہو۔"

"مجھے گھر چھوڑ دو۔"

"میں۔ میں تنہا رہ جاؤں گا بھارتی۔"

"سنیل یہ تمہارا اخلاقی فرض ہے تم مجھے گھر سے لائے تھے۔ تمہیں چاہیے کہ مجھے گھر چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اور تھوڑی دیر بعد جیپ کا رُخ پورن لعل مہتہ کی حویلی کی طرف ہو گیا۔

اس نے مجھے حویلی کے دروازے پر چھوڑ دیا اور پھر خاموشی سے جیپ واپس موڑ کر چلا گیا۔ میں ابھی تک اپنی حالت نہیں سنبھال پائی تھی۔ نجانے کس طرح میں اپنے کمرے تک پہنچی اور پھر اپنی مسہری پر گر پڑی۔ میرا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا ناقابلِ یقین تھا۔ رانا پربت سنگھ آخر ہے کیا چیز؟ اور سنبل۔ سنبل —— اس کی کیفیت۔ اس کے الفاظ۔ وہ لاشیں۔ یہ سب کچھ میرے لیے انتہائی ہولناک تھا۔ بے شک میں نے اپنی زندگی ایڈونچرز میں بسر کی تھی۔ لیکن ایسا ایڈونچر اس سے پہلے زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا۔ کیا کرنا چاہیے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ سنبل کے الفاظ مجھے ہولائے دے رہے تھے۔ میری زندگی خطرے میں ہے۔ کیسے کیوں آخر کیوں اور نجانے کیوں مجھے ایک عدمِ تحفظ کا سا احساس ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اپنوں میں نہیں ہوں۔ غیروں میں آ گئی ہوں اور یہ غیر میرے دوست نہیں تھے۔ کیا کرنا چاہیے کوئی فیصلہ؟ —— کوئی ایسا فیصلہ جو قابلِ عمل ہو۔ اور نجانے کب تک میں اس فیصلے کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔ یہاں آنے کے بعد ایک رات بھی سکون کی نیند نہیں سوئی تھی۔ تردد تھا پور مجھے راس نہیں آیا تھا۔ ایک انجانا سا خوف میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔

اور میرا بدن ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوڑتا رہا نجانے کب تک انہی کیفیات کا شکار رہی۔ اور اس کے بعد نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔ دوسری صبح معمول کے مطابق تھی۔ یہاں معمولات میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھی جاتی تھی۔ جے شری دیوی صبح کے ناشتے پر میرے سامنے موجود تھیں۔ انہوں نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ جھپ جھپ سی ہو بھارتی؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس ایسے ہی بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔"

"خوش رہا کرو تمہاری یہ عمر خوش رہنے کی ہے۔" جے شری دیوی نے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتی خود ہی بولیں۔ "میں آج بھی ذرا کچھ معروف رہوں گی سنبل آ جائے تو اس کے ساتھ گھومنے پھرنے چلی جانا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن دل میں یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ میں سنبل کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔ اور بہت سے فیصلے کرنے تھے مجھے۔ لیکن نجانے کیوں میرا دل ڈانوا ڈول ہو رہا تھا۔ میں وہ آخری فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ جے شری دیوی کس وقت چلی گئیں۔ یہ مجھے بالکل پتا نہیں چل سکا۔ میں اپنے کمرے ہی میں تھی کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور پھر سنبل کی آواز سنائی دی۔

"میں اندر آ سکتا ہوں؟"

میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا اور سنبل مسکراتا ہوا میرے سامنے پہنچ گیا۔ کل کی نسبت وہ آج ٹھیک ٹھاک تھا۔ لیکن گہری نگاہوں سے دیکھنے پر مجھے اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی اداسی کی کیفیت نظر آئی۔ میں اس اداسی کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔ سنبل نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو رہا ہے بھارتی جی؟"

"کچھ نہیں۔"

"چلو گی نہیں گھومنے؟"

"کہاں؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں بھی۔ میں بڑی تنہائی محسوس کر رہا تھا تمہارے ساتھ رہ کر نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہوتا ہے جیسے جیسے سب ٹھیک ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔"

"لیکن تمہارے ساتھ رہ کر مجھے یہ احساس نہیں ہوتا سنبل کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔" میں نے صاف گوئی سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

پھر اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آنے لگے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے بھارتی جی کہ میں آپ کو شاید کسی طور مطمئن نہیں کر سکا۔ اور یہ احساس نہیں دلا سکا کہ میرے ذہن میں آپ کے لیے کیا ہے لیکن ایک بات آپ بھی ذہن میں رکھ لیجیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"سب سے پہلے تو میں یہ جاننا چاہتی ہوں سنبل کہ تم کون سے نقصان کی بات کر رہے ہو؟"

"کاش میں یہ آپ کو بتا سکتا۔"

"سنو سنبل میں پہلے بھی تمہیں اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے دنیا نہیں دیکھی ہوتی۔ اور اس دنیا سے بالکل ناواقفیت کی بنیاد پر ہر اس شخص پر بھروسہ کر لیتی ہیں جو ان کے سامنے آ تے۔ میں نے ایڈونچرز بن کر بہت کچھ دیکھا ہے اس

دنیا میں بعض چیزیں بلاشبہ انسان کی سمجھ سے باہر ہوتی ہیں لیکن اگر وہ ان کی کھوج میں پڑ جائے۔ تو پھر یہ اتنا مشکل بھی نہیں ہوتا میں کسی بھی طرح اپنے آپ کو ایسے حالات کا شکار نہیں بنا سکتی جو میرے لیے الجھن کا باعث بن جائیں۔ میری زندگی سیدھی سادی ہے اور اس زندگی میں الجھاوے نہیں ہیں۔ میں آئندہ کے لیے بھی یہی چاہتی ہوں سنبل کہ میری زندگی الجھاوں سے دور رہے۔"

"میں بھی تو یہی چاہتا ہوں بھارتی دیوی۔"

"تو پھر میرے لیے کوئی صحیح فیصلہ کرو۔ سنبل تم بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ میں یہاں اپنی ماتا جی سے ملنے آئی تھی۔ ان ماتا جی سے جن کے بارے میں بچپن میں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ وہ مر چکی ہیں۔ بعد میں مجھ پر انکشاف ہوا کہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن یہاں آنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے جو جذبے میرے سینے میں ابھرے تھے وہ صرف میرے سینے تک ہی محدود ہیں۔ جے شری دیوی کی فطرت میں بھی کبھی ممتا کا ابال آتا ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آگے بڑھتے ہوئے ان کے راستے میں کوئی دیوار آ جاتی ہے۔"

"کاش اس سلسلے میں، میں آپ کو کچھ بتا سکتا۔"

"ہوں، بھارتی نے کہا، کیا ہے؟"

"یقین کریں بھارتی دیوی جی میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں جے شری دیوی کا کردار کچھ عجیب سا ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں آپ سے اگر میرے ان الفاظ سے آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔"

"کیسے کردار کی بات کر رہے ہو؟"

"بھگوان کی سوگند میں انہیں عورت کی حیثیت سے غلط کردار کا مالک نہیں کہہ رہا اور غالباً ایسی بات بھی نہیں ہے۔ وہ پاکیزہ فطرت رکھتی ہیں لیکن ان کی ذات میں کچھ الجھاوے ہیں جنہیں میں نہیں سمجھ پاتا۔"

"اور اپنے ڈیڈی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟" میں نے کہا اور سنبل خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ میں دیر تک انتظار کرتی رہی اور پھر اس سے پوچھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا سنبل؟"

"چلیے بھارتی دیوی یہاں سے چلیں۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"میں آپ سے صرف التجا ہی کر سکتا ہوں۔ کیا کروں؟" اس نے کہا اور میں چند لمحات کچھ سوچنے کے بعد کھڑی ہو گئی۔

"چلو۔"

سنبل اپنی اسی گاڑی میں مجھے لیے ہوئے باہر نکل آیا اور اس کے بعد موسم نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔ شام تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ جو باعثِ توجہ ہوتا۔ تقریباً چار بجے ہم لوگ واپس پہنچے اور اندر گئے تو میں نے ماتا جی کو رانا پربت سنگھ کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ دونوں ہنس ہنس کر گفتگو کر رہے تھے۔ رانا کی کیفیت بحال نظر آ رہی تھی اور وہ ہمیشہ کی مانند خوبصورت لباس میں ملبوس تھا۔

"ہیلو۔ جوان بچو۔ کہاں گھوم آئے؟" اس نے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس پتا جی بھارتی دیوی کو اپنی نگری دکھا رہا تھا۔"

"دکھاؤ۔ دکھاؤ۔ ابھی تو یہاں بہت کچھ ہے کبھی نہیں ہمارے فارم ہاؤس پر بھی لے آؤ۔ کیا خیال ہے بھارتی کیا شکار وغیرہ سے دلچسپی ہے آپ کو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں لڑکیاں کسی کو نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتیں۔ جب کہ شکار کرتے ہوئے بہرطور گولی چلانی پڑتی ہے۔ اور یہ گولی کسی نہ کسی کو ضرور لگتی ہے۔ کیوں جے شری کیا خیال ہے تمہارا؟"

ماتا جی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سنبل کہنے لگا۔

"اچھا بھارتی جی میں چلتا ہوں۔"

"کیا رات کو پارٹی میں نہیں جاؤ گے؟" رانا پربت سنگھ نے تیزی سے پوچھا اور سنبل چونک پڑا۔

"ارے ہاں آج ہی جانا ہے۔"

"بھول جانے کی عادت کم از کم مجھے پسند نہیں۔ اور تمہیں خاص طور سے دعوت دی گئی تھی۔"

"جی پتا جی میں چلا جاؤں گا۔"

"جاؤ۔" رانا پربت سنگھ نے کہا۔ وہ خود سنبل کے ساتھ نہیں گیا تھا پھر اس نے جے شری سے کہا۔

"اور جے شری تم بھارتی کے ساتھ کس وقت پہنچ رہی ہو؟"

"ساڑھے آٹھ بجے۔" ماتا جی نے جواب دیا۔

"اوکے پھر میں بھی چلتا ہوں۔"

وہ چلا گیا تو میں نے جے شری کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کہاں جانا ہے؟"

"ایک پارٹی میں ضروری ہے۔"

"مجھے؟"

"نہیں پلیز اس میں اگر کی گنجائش نہیں ہے تمہیں چلنا ہوگا۔ ہم ساڑھے آٹھ بجے یہاں سے نکل چلیں گے۔ میں تمہارے لیے لباس کا انتخاب کر دوں گی۔"

میں خاموش ہو گئی۔ بعض اوقات تو مجھے جے شری دیوی کے اس لہجے پر غصہ آنے لگتا تھا۔ لہجہ بالکل ایسا تھا جیسے میری ساس ہوں لیکن ماں کے وہ جذبے انہوں نے مجھے نہیں دیے تھے۔ جو میری ملکیت ہونے چاہیے تھے بہرطور کوئی صحیح فیصلہ کرنا ابھی میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اس وقت غالباً آٹھ بجے ہوں گے۔ جب اچانک ہی رانا پربت سنگھ آ گیا۔ جے شری دیوی میرے لیے لباس کا انتخاب کر چکی تھیں بہت ہی شاہانہ قسم کا لباس تھا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں پہنا تھا۔ رانا پربت سنگھ خود بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھا۔ لباسوں کے سلیقے میں اس شخص کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کم بخت ابھی عمر سے کافی پیچھے چلا جاتا تھا۔ چمکتی ہوئی پگڑی اس کے سر پر اب بھی بندھی ہوئی تھی۔ اس میں وہی مخصوص ہیرا جگمگا رہا تھا۔ اس وقت اس نے کانوں میں خاص طور سے جڑاؤ بالے پہنے ہوئے تھے۔ جو اس کی شخصیت کو مزید پُراسرار بنا رہے تھے عجیب و غریب انسان تھا۔ مجھے دیکھا تو چونک کر رک گیا۔ اس کی آنکھیں گول ہو گئی تھیں۔ جے شری دیوی بھی اس وقت وہیں موجود تھیں۔ وہ خود بھی ایک خوبصورت لباس میں تھیں۔ اور میں نے انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ جے شری دیوی نے رانا پربت سنگھ کو دیکھا اور حیرت سے بولیں۔

"کیوں خیریت؟"

"بس تھوڑا سا پروگرام تبدیل کر دیا۔"

"کیا؟ کیا رتن سنگھ کی پارٹی میں نہیں چل رہے؟"

"کمال ہے رتن سنگھ کی پارٹی میں نہ جانے کا مطلب جانتی ہو؟" وہ بولا۔

"ہاں۔" جے شری دیوی ہنس پڑیں۔ "وہ تم پر گولیوں کی بارش کر دے گا۔"

"صرف مجھ پر ہی نہیں تم دونوں پر بھی۔" رانا پربت سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں وہ اسی قسم کا آدمی ہے مگر پھر پروگرام کی تبدیلی کا کیا مطلب ہے؟"

"صرف معمولی سی بات میں نے سوچا کہ تم لوگوں کے ساتھ ہی رتن سنگھ کے پاس جاؤں۔"

"اوہ!" جے شری دیوی نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ رانا پربت سنگھ نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ہنس کر بولا۔

"میں جانتا تھا۔ میں جانتا تھا۔"

"کیا؟" جے شری دیوی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"میں جانتا تھا کہ زیورات کے معاملے میں تم نہایت کنجوس ہو کتنی سادہ سادہ سی نظر آ رہی ہے ہماری بھارتی۔ ایک منٹ۔" اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر کوئی چیز اس نے باہر نکالی۔ اسے دیکھ کر میں بھی کسی قدر حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

یہ انتہائی بیش قیمت ہیروں کا ایک بے حد خوبصورت ہار تھا۔ عجیب سی بناوٹ تھی اس ہار کی۔ پھر اس نے ہار کی دونوں کڑیاں کھولیں اور میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہ ہار تم اپنے گلے میں پہن لو بھارتی۔ میں پہنا دیتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی اس نے ہار میری گردن میں ڈال دیا۔ میں اس ہار کو دیکھ کر سکتے میں رہ گئی تھی۔ جے شری دیوی بھی معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"اس ہار نے تمہاری شخصیت میں چار چاند لگا دیے ہیں کم از کم بھارتی کو رتن سنگھ کے ہاں اسی کیفیت میں جانا چاہیے۔"

"لیکن یہ؟"

"میری طرف سے بطور تحفہ قبول کرو۔" رانا پربت سنگھ نے کہا۔

"نہیں میں یہ نہیں لے سکتی۔"

"جے شری اسے بتاؤ۔ اسے بتاؤ کہ ہمارے درمیانی تعلقات کیا ہیں؟ اسے یہ بھی بتاؤ کہ جب بزرگ کوئی چیز دیتے ہیں تو اس طرح انکار نہیں کیا جاتا۔ اور پھر یہ ہار اس کی گردن میں کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔" وہ کم بخت آگے بڑھا اور میری گردن ٹٹولنے لگا۔

میں نے اس کے چہرے پر بھیڑیوں جیسی مسکراہٹ

[illegible] تھی اس کے ہاتھ کی انگلیاں گلے میں پڑے ہوئے ہار [illegible] بلکہ میری گردن کی پھولی ہوئی رگوں کو ٹٹول رہی تھیں۔ [illegible] جانے کیوں میں اس کے ہاتھ اپنی گردن سے نہ ہٹا سکی۔ [illegible] شری نے ایک بار پھر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ٹھیک ہے رانا صاحب ٹھیک ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور پھر بولا۔

"تو پھر چلیں؟"

"چلیے۔" سانا جی نے کہا اور میں کسی معمول کی طرح ان کے ساتھ چل پڑی۔

باہر رانا کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہم لوگ پچھلی نشستوں پر بیٹھ گئے اور رانا نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ اس نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا کہ جے شری دیوی اس کے ساتھ نہیں بیٹھی۔ بہرطور کار چل پڑی اور مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے ہم ایک اور خوبصورت اور عالیشان حویلی نما مکان میں داخل ہو گئے جو جدید و قدیم تہذیب کا امتزاج تھا۔ بے شمار گاڑیاں سامنے کے حصے میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک طرف کے بہت بڑے سے لان پر پارکنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ رتن سنگھ نے ہمارا استقبال کیا۔ ایک دراز قامت شخص تھا لیکن چہرے سے دیہاتی کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اگر بدن پر قیمتی لباس نہ ہوتا تو یہ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ کوئی صاحب حیثیت آدمی ہے۔ سر پر چھوری پگڑی بھی باندھی ہوئی تھی اور گلے میں لمبے لمبے موتیوں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر رانا پربت سنگھ اور جے شری سے ہاتھ ملاتے ہوئے ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ لان پر بے شمار افراد موجود تھے۔ یہ سارے کے سارے معزز لوگ لگتے تھے۔ لباس چہرے سبھی اچھے تھے۔ بیگمات بھی تھیں۔ نوجوان لڑکیاں بھی۔ میں جے شری کے ساتھ ایک طرف جا بیٹھی۔ آرکیسٹرا مدہم موسیقی بکھیر رہا تھا اور جوڑوں کے لیے شاید رقص کا انتظام بھی تھا۔ اس تقریب کی نوعیت بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ شراب کی صراحیاں گردش کر رہی تھیں۔ اس کے علاوہ دوسرے مشروبات بھی تھے۔ رانا پربت سنگھ نے ایک ٹرالی سے گلاس اٹھایا اور پھر ہم دونوں کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"لیڈیز کی اجازت سے۔"

جے شری نے گردن ہلا دی۔ [illegible]

[illegible] سنیں کو بھی دیکھا۔ وہ بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس کچھ نوجوان لڑکیوں کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ لڑکیاں اس سے ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔ اور سنیل بہت خوش نظر آ رہا تھا لیکن میں نے کئی بار اسے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دیکھا اور پھر اس کی نظریں مجھ پر آ ٹکیں۔ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا مجھے دیکھتا رہا تھا۔ پھر ایک خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ واپس مڑ گیا۔ میں اس کی یہ کیفیت سمجھ نہیں پائی تھی۔ یہ سارے ہی لوگ عجیب تھے جن پر اگر غور کیا جائے تو دماغ چٹخنے لگتا تھا۔ نہ جانے یہ جادو نگری ہے کیا چیز؟ شردھا پور تو میرے لیے مصیبت پور بن گیا تھا۔ جن کرداروں کے بیچ میں آ گئی تھی ان میں سے ایک کردار جو میری سمجھ میں آتا۔ میں نے نہ جانے کیوں مجھے دل سے یہ سوچا تھا کہ اب شردھا پور میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ پارٹی کی رونقیں شباب پر پہنچتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جوڑے رقص کے لیے اٹھ گئے۔ آرکیسٹرا نے دھنیں بدل دیں۔ اور اس کے بعد وہاں کا ماحول بالکل مغربی طرز کا ماحول لگنے لگا۔ ایک دم ہی بہت بڑی تبدیلی آ گئی تھی۔ رانا نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"میں تم سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں؟"

"نہیں رانا صاحب میں رقص نہیں کرتی۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"رقص کرنا چاہیے۔"

"میں نہیں کرتی۔" میں نے کسی قدر لہجے میں جواب دیا۔

"تعجب ہے جب کہ میں نے سنا ہے کہ تم بے شمار مغربی ممالک کا دورہ کر چکی ہو۔"

"میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو بھی نہیں کرنا چاہتی۔" [illegible] میں نے جواب دیا۔

نہ جانے کیوں میرے دل میں نفرت کی ایک لہر سی اٹھی تھی۔ رانا چند لمحات تک مجھے دیکھتا رہا۔ اسی وقت ایک دراز قامت عورت اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو رانا!"

"اوہ! ہیلو آؤ۔" اس نے عورت کی کمر میں ہاتھ ڈالے اور ہچکولے لیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

میں اپنے ان الفاظ پر بہت مطمئن تھی۔ میں نے اپنی دانست میں رانا کو [illegible]

دیکھا۔ اور میرے دل میں بے زاری کی لہریں کچھ اور بڑھ گئیں۔ سنیل ایک بار بھی میرے سامنے نہیں آیا تھا۔ نجانے کیوں وہ مجھ سے دور دور تھا۔ میں نے اس پر بھی کوئی بات محسوس نہیں کی اور خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھی ان سر پھروں کو دیکھتی رہی جو ماڈرن ہونے کی کوشش میں پاگل ہوتے جا رہے تھے۔ حالانکہ یہ سب کچھ ان کے ماحول سے مطابقت نہیں رکھتا تھا لیکن یہ ایک اجنبی ماحول کو اپنا کر اپنے جدید ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔ وقت گزرتا رہا مختلف کورس رہے اور اس کے بعد کھانے کا دور شروع ہوا میں جے شری کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئی تھی۔ رانا ہربت سنگھ کسی اور کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ پھر جب کافی رات ہو گئی تو میں نے ماتا جی سے کہا۔

"کیا خیال ہے چلا نہیں جائے گا؟"

"یہ محفل تو رات دیر تک جاری رہے گی۔ رتن جی کے ہاں کی محفلیں رات ہی کو تو جوان ہوتی ہیں۔"

"مجھے اس جوانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے کہا اور جے شری چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔

"اوہ! ہاں۔ اچھا اچھا میں تمہاری واپسی کا کوئی بندوبست کر دوں۔"

نجانے کس طرح رانا ہربت سنگھ نے یہ الفاظ سن لیے وہ ہمارے سامنے آ گیا۔

"کیوں جے شری واپس جانا چاہتی ہو؟"

"میں نہیں۔ ظاہر ہے مجھے تو رتن جی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن یہ جانا چاہتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی جا رہا تھا۔"

"تم؟"

"ہاں اب میں بھارتی کو گھر چھوڑ دوں گا ورنہ اور کوئی صورت نہیں ہے اس کی یہاں سے واپس جانے کی۔"

"ٹھیک ہے۔" جے شری دیوی نے کہا۔

میں ایک لمحے کے لیے بوکھلا کر رہ گئی تھی۔ رانا ہربت کے ساتھ جانا مجھے بالکل ناپسند تھا۔ لیکن صورتحال کچھ ایسی تھی کہ مجھے ایک دم ہی بادل نخواستہ تیار ہونا پڑا۔ اور ہربت سنگھ اپنی کار میں آ بیٹھا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر سنیل کو تلاش کیا لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ تب میں ہربت سنگھ کے ساتھ آگے ہی آ بیٹھی۔ اس نے اس کے لیے مجھ سے درخواست کی تھی۔ کار آگے بڑھ گئی۔ رانا ہربت

تھوڑی دیر تک کار چلاتا رہا اور خاموش بیٹھا رہا پھر ایک دم بولا۔

"اوہ سوری بھارتی سوری۔ کیا تم دس پندرہ منٹ دے سکتی ہو مجھے؟"

"میں کچھ نہیں۔"

"فارم ہاؤس سے کچھ لینا ہے مجھے۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ یہ فارم ہاؤس کس جگہ ہے لیکن کار تقریباً بیس منٹ تک چلتی رہی اور آس پاس میں آبادیوں کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آیا۔ پھر دفعتاً ہی میرے سینے میں دہشت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ رانا ہربت سنگھ مجھے کہاں لیے جا رہا ہے؟ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کچھ بولنا چاہا لیکن آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ درحقیقت میرا بدن خوف و دہشت سے اندر ہی اندر کانپ رہا تھا پھر بہت دور سڑک کے بائیں جانب نشیب میں روشنی نظر آئی اور انہوں نے کار ایک دم نشیب میں اتار دی۔ اور میں بری طرح سامنے شیشے سے ٹکرانے ٹکراتے بچی تھی۔

"نیند آ رہی ہے شاید تمہیں؟" رانا نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"نہیں۔" میں نے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

رانا پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک بہت وسیع و عریض پھاٹک کے سامنے رکی۔ پھاٹک خودبخود کھل گیا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن پھاٹک کھولنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ پتا نہیں یہ سب کیا چکر تھا۔ رانا کار اندر لیے چلا گیا۔ رات کی تاریکی میں اطراف کے مناظر تو نظر نہیں آ رہے تھے لیکن سامنے وہ عمارت ضرور نظر آ رہی تھی جو زیادہ وسیع نہیں تھی لیکن اپنے ڈیزائن میں بہت خوبصورت تھی۔ رانا نے اس کے سامنے کار روک دی اور بولا۔

"آؤ۔"

"میں یہیں بیٹھی ہوں۔ آپ کو جو کچھ لینا ہو لے لیں۔"

"نہیں آؤ۔"

"میں نے کہا نا میں یہیں بیٹھی ہوں۔"

"آؤ۔" رانا نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور میرے ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ سر چکرانے لگا۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ میں پھنس گئی ہوں۔ یقیناً میں بری طرح پھنس گئی ہوں۔ میں ساکت و جامد بیٹھی رہی تو

رانا نے دروازہ کھول کر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے نیچے اتارتے ہوئے بولا۔

"ضدی لڑکیاں مجھے ناپسند ہیں اور تمہارے اندر تو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ضد معلوم ہوتی ہے۔"

"مم۔ میں اندر نہیں جانا چاہتی۔"

"لیکن تمہیں چلنا ہے۔" وہ بولا اور مجھے لیے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

اس نے مضبوطی سے میری کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اندر کا منظر دیکھ کر میں حسب معمول دنگ رہ گئی۔ رانا بہت دولت مند آدمی تھا۔ چاروں طرف بیش قیمت جھاڑ فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ فرش پر موٹے قالین بچھے ہوئے تھے۔ مدہم مدہم روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ رانا نے آہستہ سے کہا۔

"یہ میری پسندیدہ ترین جگہ ہے۔ جب بھی کبھی میں ماحول سے اکتا جاتا ہوں یہاں آ جاتا ہوں۔ دیکھو کتنا حسین بنایا ہے میں نے اسے۔ اس میں میں نے دنیا بھر کے لوازمات جمع کر دیے ہیں۔ آؤ ذرا اس کا جائزہ لو۔"

"لیکن رانا صاحب اس وقت؟" میں نے نجانے کس طرح حواس مجتمع کر کے کہا۔

"تم بلاوجہ مجھ سے خوف زدہ ہو رہی ہو۔ حالانکہ کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔ تم نہیں جانتیں میرے اور جے شری کے درمیان کتنے گہرے تعلقات ہیں۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اب تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں ذرا اپنے کاغذات تلاش کر لوں۔ یہ کاغذات ضروری ہیں۔ مجھے کل صبح ذرا کام سے جانا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رانا وہاں سے چلا گیا۔ لیکن میرا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اب جب وہ واپس آئے گا تو۔ تو۔ رانا کئی منٹ تک واپس نہ آیا اور اس کے بعد دفعتاً ہی مجھے دو تین دھماکے سنائی دیے تھے پستول کے دھماکے تھے۔ میں اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ نجانے یہاں کیا ہو رہا ہے؟ نجانے کیا ہو رہا ہے؟ چوتھا اور پھر پانچواں دھماکا بھی سنائی دیا۔ اور اس کے بعد ایک آواز۔

"بھارتی۔ بھارتی تم کہاں ہو؟"

میں اچھل پڑی تھی۔ یہ آواز تو میں نہیں پہچان سکی لیکن مخاطب مجھے ہی کیا جا رہا تھا۔ میں بے تحاشہ دروازے کی جانب بھاگی تو ایک فائر اور ہوا اور اس کے بعد ہی آواز سنائی دی۔

"بھارتی۔ بھارتی کہاں ہو تم۔ کہاں ہو تم بھارتی؟"

اور اس بار میں نے یہ آواز پہچان لی تھی۔ میرا اندازہ اگر غلط نہیں تھا تو یہ سنیل کی آواز تھی۔ چند ہی لمحات کے بعد رانا ہربت سنگھ دوڑتے ہوئے قدموں سے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا ہے یہ سب کچھ۔ کیا ہے؟" اور اس کے بعد اسے فوراً ہی خاموش ہو جانا پڑا کیونکہ سنیل کی آواز اس بار بہت قریب سے سنائی دی تھی۔

"بھارتی تم کہاں ہو؟"

میں اب اپنے آپ کو بولنے سے باز نہ رکھ سکی۔ میں نے چیخ کر کہا۔

"سنیل یہاں ہوں میں۔ یہاں۔"

اس بار سنیل میری آواز کی سمت کا اندازہ لگاتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔

"اس نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے اور پھر رانا ہربت کو دیکھا۔ رانا ہربت سنگھ نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے سنیل؟"

"وہ۔ وہ پتا جی۔ دراصل۔"

"کیا بات ہے تم یہاں کیسے چلے آئے اور یہ دھماکے؟"

"مم۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ یہاں ہیں۔ کسی نے مجھے غلط اطلاع دی۔"

"کیا۔؟"

"کسی نے مجھ سے کہا کہ دو بدمعاش بھارتی کو پکڑ کر اس طرف لے آئے ہیں اور آپ کے فارم ہاؤس کی جانب آئے ہیں۔"

"تم نے باہر میری کار بھی نہیں دیکھی؟"

"نہیں دیکھی پتا جی۔"

"اور یہ دھماکے کون کر رہا تھا؟" رانا ہربت سنگھ نے پوچھا۔

"میں۔"

"کیوں؟"

"میں ان لوگوں کو خوف زدہ کرنا چاہتا تھا۔" سنیل

نے مجرمانہ سے انداز میں کہا۔

"عجیب بے وقوف آدمی ہو تم۔" رانا پربت سنگھ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"مگر آپ یہاں پتا جی۔ آپ یہاں کیسے آ گئے؟"

"کام سے آیا تھا۔"

"اور بھارتی جی؟"

"بھارتی بھی میرے ساتھ آئی ہے۔"

"مگر کیوں؟"

"کیا یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہو تم؟" رانا پربت سنگھ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ن۔ نہیں پتا جی۔ بس چونکہ مجھے غلط اطلاع ملی تھی ــــ"

"کس نے دی تھی یہ غلط اطلاع؟"

"پتا، نہیں کون تھا میں نہیں جانتا اسے۔"

"اور تم دوڑے چلے آئے؟"

"ہاں۔" سنیل نے جواب دیا۔

"تم بے وقوف ہوتے جا رہے ہو سنیل۔ کیا تمہاری یہ بے وقوفی مناسب ہے۔؟"

"پتا جی میں جو کچھ بھی ہوتا جا رہا ہوں براہ کرم آپ اس پر غور نہ کیجیے گا۔ چلو بھارتی واپس چلیں۔ کیا نہیں گھر جانا ہے۔؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

رانا پربت سنگھ کچھ نہیں بولا تھا۔ میں سنیل کے ساتھ باہر نکل آئی۔ رانا پربت سنگھ اندر ہی رہ گیا تھا۔ سنیل کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ سنیل اپنی کار میں آیا تھا۔ اور یہ کار فارم ہاؤس کے بیرونی گیٹ سے بھی کافی فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ ہم لوگ پیدل چلتے ہوئے وہاں تک پہنچے گئے۔ سنیل نے مجھے اپنی کار میں بٹھایا اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ پھر کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ کافی دور تک مسلسل خاموشی چھائی رہی۔ میں بھی نہ جانے کیوں سنیل سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکی تھی۔ جب ہم فارم ہاؤس سے بہت دور نکل آئے تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم ادھر کیوں آ گئی تھیں؟"

"میں خود سے نہیں آئی تھی۔"

"تم پتا جی کے ساتھ وہاں سے کیوں چلی گئیں؟"

"انہوں نے خود مجھ سے کہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جے شری جی نے بھی منع نہیں کیا؟"

"نہیں۔ مگر کیا بات ہے سنیل۔ بات کیا ہے؟ اور تم۔ تم نے فائرنگ کیوں کی تھی؟ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے تمہیں یہ بتایا کہ دو آدمی مجھے زبردستی پکڑ کر اس طرف لے آئے ہیں؟"

"کوئی نہیں۔" سنیل نے آہستہ سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے جھوٹ بولا تھا۔"

"کیوں آخر کیوں؟"

"مت پوچھو مجھ سے۔ سب کچھ مت پوچھو۔ اور سنو میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کیوں اپنی زندگی کی گاہک بنی ہو۔ کیوں اپنی۔" اس نے میری طرف دیکھا اور دفعتاً اس کے ذہن کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

"اس کی نگاہیں میری گردن کی جانب اٹھ گئی تھیں جس میں ہیروں کا وہ ہار جگمگا رہا تھا۔ اس نے بریک پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ ہار کہاں سے آیا تمہاری گردن میں؟"

"تمہارے پتا جی نے دیا تھا۔"

"کب۔ کہاں؟" اس نے جیسے متعجب سے انداز میں پوچھا۔

"میرے گھر میں جے شری کے سامنے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ہونٹ بری طرح مڑ گئے۔

اس نے دانت پیستے ہوئے اپنا ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھایا اور ہار کو مٹھی میں لے کر ایک جھٹکے سے توڑ دیا۔ میرے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔

"تم۔ تم پاگل ہو۔ بے وقوف ہو۔ بھارتی تم مرنا چاہتی ہو۔ یقین کرو تم مرنا چاہتی ہو۔ مر جاؤ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" اس نے ہار کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور پھر پوری قوت سے اسے ایک طرف اچھال دیا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ وہ گہری گہری سانس لیتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر نجات کے آثار نظر آئے پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"آئی ایم سوری بھارتی آئی ایم سوری۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے کار بہت آہستگی سے آگے بڑھا دی۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"تم نہیں جانتیں۔ تم نہیں جانتیں بھارتی میرے پتا مجھ سے پتا کیا ہیں؟ میں بہت پریشان ہوں انتہا پریشان ہوں بھارتی کہ تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

"تم اپنے پتا جی سے نفرت کرتے ہو سنیل؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں۔ یہی تو پریشانی ہے وہ۔ وہ میری ماں کے قاتل ہیں۔ انہوں نے میری ماں کو قتل کیا ہے بھارتی لیکن لیکن میں جانتا ہوں وہ بے قصور ہیں۔ وہ قصوروار نہیں ہیں بھارتی وہ۔ وہ آہ! میں تمہیں کیسے بتاؤں؟ تم خود سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔ دیکھو بھارتی میرے پتا جی سے کوئی ربط ضبط نہ رکھو۔ دیکھو تم یہاں سے واپس چلی جاؤ۔ تم یہاں سے جتنی جلدی ممکن ہو سکے واپس چلی جاؤ بھارتی تم ان کو نہیں جانتیں۔ تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"تم تفصیل بھی مجھے نہیں بتلاتے اور اس کے بعد اپنی بات منوانا چاہتے ہو سنیل میری سمجھ میں تم خود بھی نہیں آتے۔ آخر تم باپ بیٹے کیا چیز ہو؟ اور جے شری دیوی سے تم دونوں کا کیا تعلق ہے؟"

"یہ سوال تم جے شری دیوی سے تو کیوں نہیں کرتیں؟ تم ان سے کیوں نہیں پوچھتیں کہ ان کا رانا پربت سنگھ سے کیا رشتہ ہے؟ کیوں وہ رانا پربت سنگھ کے اشاروں پر ناچتی ہیں؟ کیوں وہ تمہیں ان کی بھینٹ چڑھا دینے پر تیار ہیں؟ تم ان سے یہ سوال تو کر سکتی ہو بھارتی آخر تمہاری ذات پر ان لوگوں کا تسلط کیوں ہے؟ بھارتی میں تم سے کھل کر کہہ دوں ہو سکتا ہے تمہیں ناگوار گزرے لیکن میں جو کہنا چاہتا ہوں وہ ضرور کہوں گا۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ میں تم سے پریم کرنے لگا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ تم یہاں شہر میں رہو۔ تم واپس چلی جاؤ اور ان لوگوں سے کوئی رابطہ مت رکھو۔"

"مگر جے شری دیوی میری ماتا جی ہیں۔ میں ان کے پاس بڑا مان لے کر آئی ہوں۔"

"کیا تمہیں تمہاری محبت کا جواب اسی محبت سے ملا ہے بھارتی؟"

"یہ سوال تم کیوں کر رہے ہو؟"

"نہیں، اس میں میرا کوئی مقصد نہیں ہے۔ بس نہ جانے کیوں مجھے یہ لگتا ہے کہ جے شری دیوی جی کسی کی ماں ہوتے ہوئے بھی ماں نہیں ہیں۔"

"خیر یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"تم ان سے یہ کیوں نہیں پوچھتی کہ دیوان پورن لعل مہتہ کہاں ہیں؟ وہ محل میں کیوں نہیں ہیں؟ کیا تم نے یہ سوال کیا ان سے؟"

"ایں؟" میں بری طرح چونک پڑی۔

میں نے حیرت سے سنیل کو دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سنیل کو یہ الفاظ کہہ کر خود ہی شرمندگی ہوئی ہو۔

"پورن لعل مہتہ۔ ہاں واقعی وہ۔ وہ میرے نانا جی ہوئے نا؟ وہ کہاں ہیں؟"

"تمہیں یہاں آنے کے بعد آج تک یہ خیال نہیں آیا بھارتی؟"

"شاید آیا تھا۔ شاید میں نے پوچھا تھا۔ شاید مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ وہ مر چکے ہیں؟" میں نے کہا۔

"نہ جانے کیوں یہ بات میرے ذہن میں آئی تھی کہ میں نے اس بارے میں کسی سے کچھ پوچھا تھا۔ لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کب اور کہاں؟" سنیل خاموش ہو گیا۔ ہماری حویلی آ گئی تھی۔ سنیل مجھے حویلی کے دروازے تک لایا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں سنیل؟"

"میں جا رہا ہوں بھارتی۔" اس نے کہا۔

"آؤ بیٹھو سنیل، مجھے تم سے کچھ اور باتیں کرنی ہیں۔"

"نہیں۔ میں جا رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا اور تیز رفتاری سے کار واپس موڑ لی۔

میں اس وقت تک اسے دیکھتی رہی جب تک کار کی سرخ روشنیاں مجھے نظر آتی رہیں۔ اور پھر میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔ مجھے چکر آ رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا پھیل رہا تھا۔ دماغی قوتیں اب جواب دے چکی تھیں۔ اس سے زیادہ کچھ اور برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ سوچ سوچ کر دماغ دکھ گیا تھا۔ اور اب۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا کہ سنیل کی اس ہدایت پر کم از کم عمل ضرور کروں گی کہ یہاں سے چلی جاؤں۔ وہ سب جہنم میں جائیں۔ کون ہیں؟ کیا راز ہیں ان کے سینے میں؟ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں خواہ مخواہ اپنے آپ کو ان مصیبتوں میں کیوں ڈالوں؟ ماں کو بھی دیکھ لیا تھا۔

ماں نام کی ایک چیز تھی لیکن ماں نہیں تھی۔ جو تصورات ماں کی ذات سے منسوب ہوتے ہیں جے شری میں ان تصورات کا کوئی عکس بھی نہیں ملتا تھا۔

کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے میں بستر پر دراز ہو گئی۔ سنیل کی بار بار ہدایت کے باوجود اگر میں یہاں رہی اور کوئی نقصان اٹھا بیٹھی تو کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکوں گی۔ مجھے اب یہاں زیادہ دیر نہیں رُکنا چاہیے۔ میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ سنیل کا اظہار عشق۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں بھارتی۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔"

لیکن خود میں میں نے اپنے ذہن کی گہرائیوں کو ٹٹولا اور میرے ذہن میں سنیل کے لیے کوئی ایسا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ میں عشق وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑ سکتی تھی۔ اتنی احمق اور بھولی بھی نہیں تھی۔ سنیل اگر اس قسم کا کوئی اظہار کرتا ہے تو یہ اس کا ذاتی مسئلہ ہے۔ بے شک اچھا نوجوان ہے لیکن اس کی ذات کی الجھنیں۔ میں تو اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ آخر کہنا کیا چاہتا تھا۔ کہنے لگا کہ اس کا باپ اس کی ماں کا قاتل ہے مگر وہ زیرِ گردش ہے۔ ایک پراسرار سی داستان مجھے سنائی جا رہی تھی۔ میرے چاروں طرف اسرار ہی اسرار پھیل گئے تھے۔ کیا میں ان الجھنوں سے نمٹ سکتی ہوں؟ کیا ضروری ہے ماں جس نے مجھے طویل عرصے پہلے بھلا دیا اب بھی ماں کی شکل میں موجود نہ ہو تو پھر ایسی ماں کا تصور ہی بے مقصد ہے۔ مجھے چلے جانا چاہیے۔ بے شک مجھے چلے جانا چاہیے۔ نجانے کب تک میں اس بارے میں سوچتی رہی۔

سنیل کے وہ الفاظ بھی مجھے یاد آئے کہ جے شری سے پوچھو کہ وہ میرے پتا کے زیر اثر کیوں ہیں؟ ان سے پوچھو پورن لعل مہتہ کہاں ہیں؟ یہ کیا قصہ ہے؟ یہ بات بھی میرے لیے تعجب خیز تھی۔ بہر طور مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ کب مجھے نیند آئی۔ دن کو جاگی تو سورج چڑھ چکا تھا۔ ناشتے کا وقت نکل گیا تھا۔ جے شری دیوی کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کہاں ہیں؟ پارٹی سے واپس بھی آئی ہیں یا نہیں؟ رتن لعل کا نام میں نے پہلی بار سنا تھا۔ اور پہلی بار ہی اس شخص کو دیکھا تھا اور دیکھنے کے بعد یہ تصور میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ وہ کوئی اچھے انسان نہیں ہیں۔ پھر ان لوگوں کا ان سے کیا سمبندھ ہے؟ کیا رشتہ ہے؟ کوئی بات۔ ایک بات جو میری سمجھ میں آ جائے۔ دن کے تقریباً ساڑھے دس بجے ہوں گے کہ جے شری دیوی خود ہی میرے کمرے میں آ گئیں۔ اور مسکراتی ہوئی بولیں۔

"جاگ گئی ہو تو اٹھتی کیوں نہیں؟"

"بس کچھ تھکن سی محسوس ہو رہی ہے۔"

"رات کو کس وقت واپس آ گئی تھیں؟"

"تھوڑی ہی دیر کے بعد۔"

"کیا کہہ رہے تھے پرانا پربت سنگھ جی؟"

"کچھ نہیں، مجھے اپنے فارم ہاؤس پر لے گئے تھے۔" میں نے کہا۔ اور جے شری دیوی چونک پڑیں۔

"فارم ہاؤس پر؟"

"ہاں۔"

"پھ پھر۔ پھر۔؟" ان کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

"کچھ نہیں، سنیل وہاں پہنچ گیا۔ اس نے فائرنگ کی اور مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔"

"فف۔ فائرنگ کی۔ کک کس پر؟" جے شری ہکلا کر بولیں۔

"شاید کسی پر نہیں۔" میں نے آنکھیں بند کر کے جواب دیا۔

وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتی رہیں۔ پھر بولیں۔

"نہا لو۔ ناشتا بھی نہیں کیا ہے۔"

"ہاں مگر نہ ناشتا کرنے کو جی چاہتا ہے اور نہ نہانے کو ہی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ اب میرا ذہن ان الجھنوں کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے جو میرے اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں۔"

"الجھنیں؟" جے شری دیوی نے کہا۔

"ہاں۔ ماتا جی، میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"تم پہلے بھی یہ بات کہہ چکی ہو جب میرے پاس آئی ہو تو بار بار جانے کا نام کیوں لیتی ہو؟"

"میں آپ کے پاس نہیں آئی ماتا جی، میں تو اپنی ماں جے شری کے پاس آئی تھی جس کے بارے میں ایک طویل عرصے کے بعد میں نے سنا کہ وہ زندہ ہے۔"

جے شری دیوی خاموش ہو گئیں۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہیں، پھر بولیں۔

"تو پھر مقصد کیا ہے تمہارا؟"

"وہ ماں یہاں کہیں نہیں ہے۔"

"کیوں؟ کیا تم مجھے اپنی ماں تسلیم کرنے سے انکار کر رہی ہو؟"

"بھگوان ہی جانے۔ یہ ساری باتیں بھگوان ہی جانے۔"

"ٹھیک ہے اگر تم جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ لیکن بھارتی، بہتر یہ ہوتا کہ تم یہاں سے نہ جاتیں۔"

"میں جانے کے لیے ہی آئی تھی ماتا جی۔ مجھے جانا تھا۔ لیکن میں نے آپ کو یہاں ایسی الجھنوں میں گرفتار پایا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک ماں اپنی اولاد کے لیے ایسے تصورات کیونکر دل میں پیدا کر سکتی ہے۔"

"تم فرسودہ طبیعت کی مالک ہو۔ جدید زمانہ رشتوں کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ ہم سب ان دیکھی قوت کے تابع ہیں۔ اس سنسار میں آتے ہیں لیکن آنے کی آرزو نہیں کرتے۔ جاتے ہیں لیکن جانے کی خواہش نہیں کرتے۔ یہ آنا جانا جب اپنے بس میں نہیں ہے تو پھر ہم بے کار بندھنوں میں کیوں پھنسیں؟ ماں، بیٹا، بیٹی، باپ، چچا، تایا، بہن، سارے رشتے انسان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ اپنی بنائی ہوئی چیزیں ناپائیدار ہوتی ہیں۔ پھر ہم ایسی پائیدار چیزوں کو چھوڑ کر تلاش کریں جن کا کوئی وجود ہوتا ہے؟"

"آپ کے خیال میں ماں بیٹی کا کوئی رشتہ نہیں ہے؟"

"میں نے صرف ماں بیٹی کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر رشتے کے لیے بات کی ہے۔ کوئی رشتہ کچھ نہیں ہے۔ سب سے اچھا رشتہ محبتوں کا، ضرورتوں کا ہے۔"

"محبتوں کے ساتھ ضرورتوں کو کیوں شامل کر رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ محبت بھی ایک ضرورت ہے۔"

"نہیں ماتا جی، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ میں نے بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ میں نے بھی اس سنسار کو اپنی آنکھوں اور کانوں سے قریب محسوس کیا ہے۔ پھر آپ یہ بات کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"تمہارا تجزیہ کیا ہے؟"

"رشتوں کو میں نظر انداز نہیں کر سکتی۔ وہاں دلی میں میرے دادا جی ہیں۔ میری نانی جی ہیں۔ وہ جو میرے دادا جی کی بہن ہیں۔ وہ سب مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میرے دوست ہیں، میری سہیلیاں ہیں۔ سب کچھ ہے وہاں پر۔ وہ سب مجھے اپنی آنکھوں کا تارا بناتے ہیں۔ پر میں یہاں کسی اور ہی محبت کی تلاش میں آئی تھی۔ ایک اچھوتی اور انوکھی محبت جو یہاں موجود نہیں ہے۔ ماتا جی، میں اپنے دادا جی سے کہہ کر آئی تھی کہ میں آپ کو لے کر دہلی آ جاؤں گی۔ پھر ہم سب وہیں مل کر رہیں گے۔ مگر آپ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سنسار آپ کا ہے۔ آپ اس سنسار کو نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور پھر تم نے اتنی بیوقوفی کی بات کیوں سوچی کہ میں تمہارے ساتھ دہلی جا کر رہوں گی۔ جو جگہ میں ایک بار چھوڑ آئی، وہاں میں دوبارہ کیسے جا سکتی ہوں بھلا؟"

"میرے رشتے سے ماتا جی، میرے رشتے سے۔"

"نہیں۔ میں رشتوں کو نہیں مانتی۔"

"اگر آپ رشتوں کو نہیں مانتیں تو پھر تو سارے مسئلے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر میرا اور آپ کا ساتھ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ میں کس بنیاد پر یہاں رہوں۔ اگر آپ رشتوں کو نہیں مانتیں، جے شری دیوی تو کیا آپ اپنے پتا کو پتا بھی نہیں مانتیں۔ مجھے بتلائیے پورن لعل مہتہ کہاں ہیں؟" میرے اس سوال پر جے شری بُری طرح چونک پڑیں۔

انہوں نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پورن لعل مہتہ۔ ان کا نام تمہاری زبان پر کیسے آیا؟"

"اس لیے کہ میں انہیں اپنا نانا جی سمجھتی تھی۔"

"لیکن یہ سوال۔؟"

"میں اسی بنیاد پر یہ سوال کر رہی ہوں۔ مجھے بتائیے تاکہ میں ان سے پوچھوں کہ کیا رشتے سچ مچ اس سنسار میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"بیوقوف ہو۔ بالکل بیوقوف ہو تم۔ بالکل ناسمجھ اور اپنے آپ کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھی ہو۔ سنو میں تمہیں ایک ایسی حقیقت بتا رہی ہوں جسے سن کر تمہیں کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ جسے سننے کے بعد نجانے تم کیا کیا سوچو گی اور نجانے تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟ سنو لڑکی، میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔" جے شری دیوی کا لہجہ اتنا ٹھوس، اتنا مضبوط اور اتنا پُراعتماد تھا کہ میں حیران رہ گئی۔

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں یہ بالکل سچ ہے۔ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔"

"اس کا مقصد ہے دادا جی نے جھوٹ بولا تھا؟"

"نہیں۔"

"نانی جی نے جھوٹ بتایا تھا مجھے پر؟"

"نہیں۔"

"کیا مطلب؟۔ پھر کیا مطلب ہوا اس بات کا؟"

"مطلب صرف یہ ہے کہ یہ بات صرف میں جانتی ہوں، تمہارے پتا جانتے تھے۔ چند دوسرے لوگ جانتے ہیں کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔"

"مم۔ مگر کیا آپ میرے پتا جی کی دھرم پتنی بھی نہیں ہیں؟"

"ہوں یا تھی۔ مگر تمہاری ماں کسی قیمت پر نہیں ہوں۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔"

"جتنا میں نے کہا ہے اتنا ہی سمجھتی رہو تو بہتر ہے۔ اس سے زیادہ سمجھو گی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"لیکن آپ کیا سمجھتی ہیں؟۔ کیا آپ کے یہ الفاظ نظرانداز کر سکتی ہوں؟"

"کیا تم نے اپنے پتا جی کی ڈائری دیکھی ہے کبھی؟"

"ڈائری۔ ایک سفید ڈائری؟۔ جس پر مور کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ابھرے ہوئے مور کی تصویر۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟۔ تمہارے لیے میرا یہی مشورہ ہے کہ اگر تمہیں اپنے اس سوال کا جواب چاہیے تو پھر اپنے پتا جی کی اس سفید ڈائری میں دیکھ لینا۔"

"کیا آپ مجھے یہ نہیں بتا سکتیں کہ یہ سب کیا ہے؟"

"میرے لیے بس تمہیں اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں جنم نہیں دیا۔ میں نے تمہیں صرف چند دن پروان چڑھایا ہے اور وہ بھی کسی کی خواہش پر۔"

"کس کی خواہش پر؟"

"میں اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی بھارتی، بہتر ہے کہ مجھ سے میرے رازوں کے بارے میں معلوم نہ کرو۔ میں تم سے تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھنا چاہتی تو پھر تم کیوں مجھے کرید رہی ہو؟"

"آپ بھگوان کو سامنے رکھ کر یہ بات کر رہی ہیں کہ آپ میری ماں نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ میں بھگوان کو سامنے رکھ کر یہ بات کر رہی ہوں کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔"

"تب تو پھر کھیل ہی ختم ہو جاتا ہے۔ میں آپ سے معافی چاہتی ہوں آنٹی۔ میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔ پتا نہیں کیسے میرے دادا جی کو یہ غلط فہمی ہوئی۔ پتا نہیں کیوں انہوں نے یہ بات مجھ سے کہی۔ کیا راز تھا اس میں۔ ویسے ایک بات میں آپ کو بتا دوں۔ وہ سچائی سے آپ کو بھی بتانا چاہتے تھے؟"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو۔ کیونکہ وہ بھی صورتحال سے واقف نہیں تھے۔"

"آہ۔ کاش۔ کاش آپ مجھے بتا دیتیں۔ کاش آپ مجھے بتا دیتیں کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کا مطلب کیا ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟"

"میں تمہیں یہ کبھی بھی نہیں بتا سکتی۔ جو کچھ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ وہی میرے لیے کس قدر نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، اس کا اندازہ میں ہی کر سکتی ہوں۔" شری دیوی نے جواب دیا اور اٹھ گئیں۔

"کھاؤ پیو۔ جب تک دل چاہے یہاں رہو۔ میں تمہارا یہ طلسم توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ میرا دل دکھتا تھا تمہیں یہ بتاتے ہوئے کیونکہ تم نہ جانے کیا کیا آرزوئیں لے کر یہاں آئیں۔ قصور کسی کا بھی نہیں ہے۔ جن لوگوں کا قصور تھا وہ اب اس سنسار میں نہیں ہیں۔ میرا بھی قصور نہیں۔ تمہارے دادا جی کا بھی نہیں ہے۔ میں جا رہی ہوں۔" شری کمرے سے باہر نکل گئیں۔

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس دروازے کو تکتی رہ گئی جس سے میرا سب کچھ باہر نکل گیا تھا۔ یہ انکشاف میرے لیے بڑا شرمناک تھا۔ میں غیروں کے بیچ آگئی تھی۔ وہ میرے اپنے نہیں تھے مگر دادا جی نے مجھ سے یہ جھوٹ کیوں بولا؟ یہ سب کچھ کیا ہے؟۔ یہ طلسم کیا ہے؟۔ میری کہانی کیا ہے؟ کوئی ایک بات جو میری سمجھ میں آتی۔ لیکن اس کے بعد یہاں رکنا انتہائی کمینگی تھی، میری نگاہ میں۔ اب میں یہاں کس برتے پر رک سکتی تھی۔ کیا کھانا، کیا پینا، کیا نہانا دھونا۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اور اٹھ کر جلدی جلدی اپنے کپڑے سمیٹنے لگی۔ صرف وہ لباس جو میں اپنے ساتھ لائی تھی۔ مجھے کوئی حق نہیں تھا کہ میں غیروں سے کچھ لے کر جاتی۔ ہاں مجھے کوئی حق نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنا سوٹ کیس ہاتھ میں لیا۔ جی چاہا کہ شری دیوی سے ملاقات کروں لیکن ہمت نہ پڑی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سنیل

[illegible] سنگھ آجاتے اور میرا سارا کیا دھرا خاک میں مل [illegible] بہت عجیب تھے۔ یہ سب۔ یہ سب۔ میں حویلی [illegible] آئی اور پیدل ہی چل پڑی۔

[illegible]سٹیشن پہنچنے کے بعد میں نے دہلی کے لیے ٹرین کے متعلق [illegible] حاصل کیں۔ ایک ٹرین تھوڑی دیر بعد جانے والی [illegible] میں ٹکٹ خرید کر انتظار کرنے لگی۔ ٹرین آئی تو [illegible] کمپارٹمنٹ میں سوار ہو گئی۔ میرا ذہن و دل ڈوبا [illegible] جا رہا تھا۔ اور میں بہت ہی اداسی کے عالم میں دہلی [illegible] جا رہی تھی۔

[illegible] نے پلیٹ فارم چھوڑ دیا۔ اور آہستہ آہستہ [illegible] کی آخری عمارت بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو [illegible] دھاپور میں نہ جانے کتنی کہانیاں چھوڑے جا رہی تھی۔ [illegible] کتنی داستانیں یہاں سے ساتھ لیے جا رہی تھی۔ [illegible] قرار دل، ایک بے قرار روح جس کا سکون غارت ہو گیا تھا۔ جس کی آتما اشانت ہو گئی تھی۔ میں۔ میں شاید اس دنیا کی سب سے پریشان حال لڑکی تھی۔ ہاں اس سنسار میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی میرا کچھ نہ تھا۔ کچھ بھی نہیں۔ [illegible] کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگوں۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا ضروری تھا۔ کمپارٹمنٹ میں دوسرے لوگ بھی تھے۔ اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ خواہ مخواہ ان کی نگاہوں میں [illegible] بھلائے جانے والی باتیں تھیں۔ کیا راز تھا، یہ آخر یہ دیپ کمار جی کو کیوں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ جس عورت کو وہ میری ماں سمجھتے ہیں، وہ میری ماں نہیں ہے۔ سرسوتی دیوی بھی یہ بات نہیں جانتی تھیں۔ کیوں، آخر کیوں؟۔ اور اس کی وجہ؟۔

میں اپنے آپ سے سوالات کر رہی تھی لیکن میرا وجود اب مجھے کوئی جواب دینے کے لیے تیار نہیں تھا اور میں صرف اپنے ذہن کو خراب کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ بالآخر فاصلہ طے ہو گیا۔ میں دہلی کے اسٹیشن پر جا اتری۔ اور اسٹیشن سے باہر نکلتے ہوئے میرے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیا تلاش کرنے نکلی تھی۔ اور کیا لے آئی؟۔ کاش یہ سب کچھ اس انداز میں نہ ہوتا۔ کاش میرے ذہن میں ماں [illegible] ہی نہ جاگتا۔ اب تو سب کچھ الجھ کر ہی رہ گیا تھا۔ [illegible] سوالات میرے ذہن پر یلغار کرتے رہے تھے لیکن [illegible] سے بچنا ضروری تھا۔ میں ایک گاڑی میں سوار ہو [illegible] گاہ کی جانب چل پڑی۔ بہت سے فیصلے کیے تھے میں نے۔ دادا جی اور نانی جی مجھ سے کچھ پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گی؟ کسی طرح ان لوگوں سے سوالات کروں گی۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گی کہ اس غلط فہمی کا کارن کیا تھا۔

گاڑی نے مجھے میرے گھر کے سامنے چھوڑ دیا لیکن گیٹ کے پاس دو پولیس والوں کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ وہ کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ٹیکسی کا بل ادا کر کے دروازے کی طرف بڑھی تو دونوں پولیس والے کھڑے ہو گئے۔ وہ مجھے کڑی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کون ہو تم؟۔ اور اس گھر میں کیوں جا رہی ہو؟"

"میں پوچھتی ہوں، تم یہاں کیوں ہو؟" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

"ہم تو یہاں ڈیوٹی دے رہے ہیں؟"

"کیوں؟"

"تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔" ان میں سے ایک پولیس والے نے دوسرے کی طرف دیکھ کر مونچھ مروڑتے ہوئے کہا۔

اسی وقت ہمارا ملازم رگھو لعل دوڑتا ہوا دروازے کی طرف آیا اور آتے ہی اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ میرا دل بیٹھنے لگا تھا۔ پولیس والے نے رگھو کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"کون ہے یہ؟"

"ارے ہٹو، راستہ تو دو۔ چھوٹی بی بی ہیں اپنی۔ چھوٹی بی بی ہیں۔" رگھو نے روتے ہوئے کہا۔

میرے اوسان جواب دیتے جا رہے تھے۔ کوئی ایک بات جو میری سمجھ میں آرہی ہو۔ میرا خیال دادا جی کی طرف گیا۔ اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔ بھگوان نہ کرے، دادا جی کو کچھ نہ ہو گیا ہو۔ پولیس والے ہٹ گئے تھے۔ میں رگھو کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ رگھو زار و قطار روئے جا رہا تھا۔

"پاگل۔ مورکھ۔ ہوا کیا؟۔ کچھ تو بتاؤ مجھے۔"

"ہے بھگوان کیسے بتاؤں؟۔ کس منہ سے بتاؤں بی بی جی، کیسے بتاؤں کہ کیا ہو گیا ہے؟"

"رگھو۔ دیکھ دماغ درست کر لے اپنا۔ مجھے بتا کہ کیا ہو گیا؟" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"چھوٹی بی بی اندر تو چلیے۔ چھوٹی سرکار، اندر تو چلیے۔

بتائے دیتا ہوں سب آپ کو۔"

میں نے کوٹھی کے صدر دروازے پر تالا لگے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اس تالے پر سرکاری مہر لگی ہوئی تھی میں شدتِ حیرت سے گنگ رہ گئی۔ میری کوٹھی سیل ہو گئی ہے۔ گھر کے سب لوگ کہاں گئے ہیں۔ رگھو نے مجھے ایک طرف لے جا کر کہا: "چھوٹی بی بی جی، غضب ہو گیا ہے۔ بہت برا ہو گیا ہے چھوٹی بی بی، آپ کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہی نہیں تھا۔ کوئی بھی ہمیں نہیں بتا سکا کہ آپ کہاں گئی تھیں اور۔ اور۔"

"رگھو۔ بھگوان کے لیے یہ تو بتا دے، ہوا کیا ہے؟"

میں نے روتے ہوئے کہا۔

"کچھ غنڈوں نے۔ کچھ بدمعاشوں نے ہمارے گھر پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو وہ ہمارے گھر میں گھس بیٹھے اور انہوں نے ہر شخص کو پکڑ کر بند کر دیا۔ بی بی ہم چھبیس گھنٹے تک بند رہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اندر کیا ہوا؟ پھر جب ہمیں یہ پتا چلا کہ ہمارے کمروں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو ہم باہر نکل آئے۔ کوٹھی میں بھاگے اور کوٹھی میں ہم نے بڑے عجیب منظر دیکھے۔ کیا بتائیں بی بی جی کہ کیا دیکھا؟"

میں نے آگے بڑھ کر رگھو کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"بتا کیا دیکھا تو نے پاپی۔ کتے۔ بک بک کیے جا رہا ہے۔ صحیح بات مجھے نہیں بتاتا۔"

"بی بی جی۔ بی بی جی۔" رگھو نے کہنا چاہا۔

پولیس والے آہستہ آہستہ ہمارے قریب آ گئے تھے۔

"بول رگھو، بول کیا ہوا؟"

"بڑے سرکار۔ بڑے سرکار کو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔ اور سرسوتی ماں۔ سرسوتی ماں کو بہت زیادہ زخمی۔ وہ بے ہوشی کے عالم میں پڑی ہوئی تھیں۔ بہت خون نکل گیا تھا ان کے سر سے۔ وہ ہسپتال میں ہیں۔"

"دادا جی کو قتل کر دیا گیا؟"

"ہاں بی بی جی، بڑے سرکار مارے گئے۔"

میری آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔ یہی دونوں تو تھے میرے اس سنسار میں۔ میں چکرا کر گرنے والی تھی کہ پولیس والوں نے مجھے سنبھال لیا۔

"آپ حوصلہ رکھیں دیوی، ہم ابھی انسپکٹر صاحب کو ٹیلی فون کرتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے واپس نکلتے ہوئے کہا۔

[illegible] بازو چھڑا لیے اور روتی ہوئی رگھو سے بولی۔ "یہ سب کیسے ہوا رگھو؟ کون تھے وہ غنڈے؟ کون تھے وہ؟"

"چہرے ڈھکے ہوئے تھے بی بی جی، ہم ان کی صورتیں نہیں دیکھ پائے تھے۔ بڑے ہی کٹھور معلوم ہوتے تھے پاپی۔ ہمیں مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ سب کی حالت خراب ہے۔ آپ دیکھ سکتی ہیں۔"

میں نہ جانے کن مراحل سے گزر رہی تھی۔ کوئی ایک بات جو میری سمجھ میں آ رہی ہو۔ نجانے کیوں میری یہ پرسکون زندگی دفعتاً ہی کیسے کیسے طوفانوں سے آشنا ہو گئی تھی۔ میں بہت پریشان تھی اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے رگھو سے کہا۔

"نانی جی کون سے ہسپتال میں ہیں؟"

"سینٹ میری ہسپتال میں۔" رگھو نے جواب دیا۔

اور میں وہاں سے باہر نکلنے لگی۔

لیکن پولیس والے نے کہا۔

"نہیں بی بی جی، ابھی آپ باہر نہیں جا سکتیں۔ انسپکٹر صاحب آنے ہی والے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔"

"یہ ہماری ڈیوٹی ہے بی بی جی۔ آپ ہم سے تعاون کیجیے۔"

"تمہارے تعاون کی ایسی تیسی۔ انسپکٹر آئے تو اسے ہسپتال بھیج دینا۔" میں نے کہا اور پولیس والے کو دھکا دے کر باہر نکل آئی۔

کافی دور تک مجھے ٹیکسی نہیں مل سکی تھی۔ لیکن اس کے بعد ایک ٹیکسی ملی اور میں اکیلی ہی سینٹ میری ہسپتال چل پڑی۔ یہاں پہنچنے کے بعد نانی جی کو تلاش کرنے میں کافی وقت پیش آئی۔ میں بمشکل تمام معلومات حاصل کر کے اس کمرے تک پہنچ گئی۔ جس میں نانی جی زیر علاج تھیں۔ میں نے ان کا چہرہ دیکھا۔ دھلے ہوئے لٹھے کی طرح سفید پڑا ہوا تھا۔ اتنی نڈھال نظر آ رہی تھیں وہ کہ بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ ناک میں نلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ اور دوسری مشینیں بھی ادھر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے دیوانہ وار ڈاکٹر کو پکارنا شروع کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ڈاکٹر، نرس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"جی بی بی، کیا بات ہے؟"

"یہ۔ یہ کیا حالت ہے ان کی؟ ڈاکٹر، کیا بچنے کی کچھ امید ہے؟"

"[illegible] نہیں کہا جا سکتا۔ پورے بدن کا خون نچڑ گیا ہے۔ [illegible] یہ اسی حالت میں پڑی رہی ہیں۔ جس کی وجہ [illegible] بہت بہہ گیا ہے۔ انہیں نیا خون دے دیا گیا ہے۔ [illegible] حالت کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیا [illegible]

"[illegible] ڈاکٹر، یہ کسی طرح نہیں بچ سکتیں؟"

"[illegible] بھگوان پر بھروسا رکھیے۔ آپ ان کی کون ہیں؟"

[illegible] میں نے ڈاکٹر کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور نانی جی کے [illegible] بیٹھ گئی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک نوجوان پولیس انسپکٹر [illegible] گیا۔ اس نے اپنی ٹوپی اتاری۔ تھوڑی سی گردن خم کی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں روتی رہی۔ نانی جی بدستور اسی طرح [illegible] ہوئی تھیں۔ انسپکٹر نے تھوڑی دیر کے بعد میرے نزدیک پہنچ کر کہا۔

"دیوی جی، آپ کو صبر کرنا ہو گا۔ جو کچھ ہوا ہے بہت برا ہوا ہے۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ میرا نام انسپکٹر شرما ہے۔ میں آپ کی ہر سیوا کے لیے حاضر ہوں۔"

"انسپکٹر۔ آپ ان غنڈوں کو نہیں پکڑ سکے۔ آپ ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے۔ میرے دادا جی تو بہت اچھے انسان تھے۔ کسی سے ان کی دشمنی نہیں تھی۔ بھلا وہ کسی سے کیا دشمنی کرتے۔ وہ تو ویسے ہی دل کے مریض تھے۔ آخر وہ غنڈے کون تھے؟ کیا چاہتے تھے؟ کیا ہمارے گھر میں ڈاکا پڑا ہے؟"

"نہیں دیوی جی، آپ کے گھر میں ڈاکا نہیں پڑا۔ آپ کی طبیعت ذرا بہتر ہو تو میں آپ سے بہت سی باتیں پوچھوں۔ پولیس دن رات کوشش کر رہی ہے کہ پردیپ کمار جی کے قاتلوں کو گرفتار کر لے اور اس سارے راز کا کھوج لگا لے مگر پولیس کو کامیابی نہیں ہو پا رہی۔ ہمیں بے چینی سے آپ کی آمد کا انتظار تھا۔ آپ کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے دیوی جی اس سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ آج کل ڈیوٹی پر نہیں ہیں۔ آپ کے دفتر سے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کی گئی تھیں۔"

"ہاں۔ میں کافی دن سے ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ میرے [illegible] بیمار ہو گئے تھے۔ ان کی تیمارداری کی وجہ سے مجھے اپنی [illegible] چھوڑنا پڑی۔ ہو سکتا ہے میری یہ ملازمت ہی چلی گئی ہو۔ کیونکہ میں نے اپنی کمپنی کے بلاوے کے باوجود جانے سے انکار کر دیا تھا۔"

"ہاں یہی بات ہمیں آپ کی کمپنی سے معلوم ہوئی ہے۔ لیکن پھر آپ کہاں گئی تھیں؟"

"شردھا پور۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں بس میں تنگ آ گئی تھی اپنے ماحول سے اپنے حالات سے۔ دادا جی نے مجھے تبدیلی آب و ہوا کے لیے شردھا پور بھیج دیا تھا۔"

"کیا شردھا پور میں آپ کے کچھ عزیز و اقارب ہیں؟"

"ہاں۔ میرے جاننے والے ہیں وہاں پر۔"

"کون لوگ ہیں؟ کیا آپ ان کا پتا لکھوانا پسند کریں گی؟"

"لکھوا دوں گی۔ ابھی جلدی نہ کریں آپ مجھ سے۔"

"پولیس دراصل اپنی کارروائی مکمل کر لینا چاہتی ہے۔"

"اس کارروائی سے شردھا پور کے لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"پھر بھی فیصلہ کرنا پولیس کا کام ہے۔ آپ ہمیں ان کا پتا بتا دیجیے۔"

میں نے کچھ دیر سوچا اور اس کے بعد پولیس افسر کو پورن لعل مہتہ کے گھر کا پتا بتا دیا۔ لیکن نہ اس نے یہ پوچھا کہ وہ لوگ میرے کون ہیں اور نہ ہی میں نے اسے بتانا پسند کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس انسپکٹر سے پوچھا۔

"پولیس انسپکٹر صاحب آپ کے خیال میں میرے دادا جی کے قاتل کون ہو سکتے ہیں؟ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ میرے گھر ڈاکا پڑا ہے؟ دادا جی ڈاکوؤں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں؟"

"نہیں دیوی، یہ حیرت کی بات ہے کہ آپ کے گھر میں بے شمار قیمتی چیزیں تھیں لیکن ان میں سے کچھ نہیں لیا گیا البتہ آپ کے گھر کی بری طرح تلاشی لی گئی ہے جیسے قاتلوں کو کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ کیا آپ ہماری اس سلسلے میں کچھ مدد کر سکتی ہیں کہ وہ خاص چیز کیا تھی؟"

"آپ کچھ شرم کریں انسپکٹر صاحب، ساری باتیں آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں تو آپ کا اپنا کیا کام ہے۔ بس دفتری خانہ پری۔ میرے دادا جی مارے گئے اور میری نانی جی۔" میں نے آنسو بھری نگاہوں سے سرسوتی دیوی کو

دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

انسپکٹر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"میں چلتا ہوں دیوی جی، کچھ ضروری کارروائیاں کرنے کے بعد آپ کو تکلیف دوں گا۔"

"کیا تکلیف دینا چاہتے ہو اب مجھے، اور کیا تکلیف دو گے تم؟"

"نہیں نہیں۔ میرا مطلب ہے آپ کو آپ کے گھر لے جایا جائے گا۔ اور آپ یہ بتائیں گی کہ کوئی ایسی قیمتی چیز چوری تو نہیں ہوئی۔ جس سے ہمیں قاتلوں کے بارے میں اندازہ لگانے میں آسانی ہو۔"

میں نے طنزیہ نگاہوں سے انسپکٹر کو دیکھا اور خاموش ہو گئی۔ یہ بھلا کیا کر سکتے تھے۔ اس کے بعد میں اپنی نانی جی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ بدستور بے ہوش پڑی ہوئی تھیں۔ انسپکٹر تھوڑی دیر کے بعد مجھے الٹے سیدھے دلاسے دے کر چلا گیا۔ لیکن میری آنکھوں سے آنسو نہیں رک رہے تھے۔ میرا تو سارا جیون ہی تاریک ہو گیا تھا۔ کون ہو سکتے ہیں میرے داداجی کے قاتل؟ کیا تلاش کر رہے تھے وہ؟ کیوں لوگ میری جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں؟ کیوں مجھ سے جینے کا حق چھین لیا گیا ہے؟

میں بہت دیر تک روتی رہی۔ میرے آنسو نانی جی کے چہرے پر گر رہے تھے۔ پتا نہیں یہ آنسوؤں کا کرشمہ تھا یا نانی جی کو سنبھالا لینا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد آہستہ سے کراہیں۔ اور انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ دیر تک دھندلائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہیں۔ میں رو رو کر ان سے پوچھ رہی تھی کہ کیا ہوا؟ کس نے ان کا یہ حال کیا؟ کس نے میرے داداجی کو قتل کر دیا؟ کون تھے وہ پاپی؟ کیا دشمنی تھی ہماری ان سے؟ نانی جی کوئی جواب نہ دے سکیں۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں۔ پھر ان کے ہاتھ تشنجی انداز میں سکڑے اور میں نے ان کا ہاتھ سیدھا کر دیا۔ لیکن انہوں نے دوبارہ ہاتھ اٹھایا اور اپنے بلاؤز کے گریبان میں کچھ تلاش کرنے لگیں۔ میں نے کچھ دیر سوچا اور پھر انہیں ان کا کام کرنے دیا۔ نانی جی نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے کوئی چیز نکالی اور مٹھی میں بند کر کے میری طرف بڑھا دی۔ ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ کپکپا رہے تھے۔ میں نے بمشکل تمام ان کی آواز

"یہ — یہ چابی — یہ چابی — تم — تمہاری ہے۔ تمہارے داداجی — داداجی —" اور اس کے بعد نانی جی کی آواز بند ہو گئی۔

ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ میں نے چابی نانی جی کے ہاتھ سے لے لی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے اسے دیکھا۔ لیکن کچھ نہ سمجھ پائی۔ بڑی عمدہ قسم کی چابی تھی۔ لیکن یہ کس کی چابی تھی۔ کوئی پتا چلتا تو جانتی۔ بہرطور میں نانی جی کی جانب متوجہ ہو گئی۔ نانی جی کی کیفیت کچھ بہتر نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں دروازے کی طرف دوڑی اور میں نے چیخ چیخ کر ڈاکٹروں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد کئی ڈاکٹر ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے نانی جی کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"یہ مر چکی ہیں۔"

میری دل دوز چیخ بہت بلند تھی اور اس کے بعد مجھ پر نیم دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ داداجی تو گئے ہی تھے۔ نانی جی بھی چلی گئیں۔ اور اب اس سنسار میں اس سنسار میں کوئی بھی نہیں تھا میرا۔ کوئی بھی نہیں۔ چاروں طرف تنہائی اور ویرانی تھی۔ میں ہسپتال سے گھر آ گئی۔ گھر میں تھا ہی کون؟ صرف داداجی کے چند شناسا جنہیں میں پہلے سے بھی جانتی تھی لیکن ان میں سے کسی سے بھی میری کوئی گہری دوستی نہ تھی۔ البتہ روپا اور اس کے گھر والے یہاں آ گئے تھے۔ اور مجھے تسلیاں دے رہے تھے۔ میری دوست راگنی بھی تھی۔ جو مجھے تسلیاں دینے آئی تھی لیکن اسے جلدی واپس جانا تھا اس لیے وہ چلی گئی۔ پولیس کی کارروائی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ گو میرے آنے کے بعد سیل توڑ دی گئی تھی اور مجھے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی گئی تھی لیکن یہ گھر اب میرے لیے کانٹوں کا بستر تھا۔ ایک گوشے سے داداجی اور نانی جی کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔ گھر کے ملازم مجھے تسلیاں دیتے تھے لیکن اب میرے لیے کہیں کوئی تسلی نہیں تھی۔

روپا نے دلسوزی سے کہا۔

"بھارتی۔ ایک پیشکش کروں برا تو نہیں مانے گی؟"

میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"میرے ساتھ چل۔ میرے گھر چل۔ کچھ دن وہاں رہ کے تیری طبیعت بہل جائے گی۔"

"نہیں روپا، اب میں کہیں نہیں جانا چاہتی۔ میں خود بھی — خود بھی اس دنیا سے منہ موڑ لینا چاہتی ہوں روپا۔ مجھے اب اس دنیا میں بالکل مزا نہیں آ رہا جینے کا۔ میں جانا چاہتی ہوں روپا۔ میں مر جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں بھارتی پلیز۔ پلیز ایسی باتیں مت کرو۔ جانے والوں کو تو جانا ہی ہوتا ہے۔ جو رہ جاتے ہیں ان کو جینا ہی ہوتا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ طبیعت بہل جائے گی۔"

"نہیں روپا، بھگوان کے لیے نہیں۔ مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔" میں نے روتے ہوئے کہا۔ اور اس انداز میں کہا کہ اس کو خاموش ہونا پڑا۔

روپا اور اس کے گھر والے چلے گئے تھے لیکن وہ میرے ساتھ ہی تھی۔ پولیس کا آنا جانا جاری تھا۔ انسپکٹر نے بھی مجھے کچھ وقت کی مہلت دے دی تھی۔ ان تمام چیزوں کے فوٹوگراف بنا لیے گئے تھے جو تتر بتر پڑی ہوئی تھیں۔ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ میں انہیں سنوارتی۔ اب تو مجھے اس گھر سے ہی نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ پھر ایک دن پولیس انسپکٹر ایک ڈی ایس پی کے ساتھ آیا۔ اور اس نے نہایت نرم لہجے میں مجھ سے کہا۔

"بائی جی، پولیس کا کام آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا۔ آپ پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ پولیس کو رابطہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم مجرموں کو پہلے سے نہیں جانتے بلکہ دوسروں کے بیانات ہی سے انہیں تلاش کرتے ہیں۔ بہت کچھ معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔ کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں آپ سے۔"

"جی فرمائیے۔"

"کچھ عرصہ قبل بلکہ کافی عرصہ پہلے آپ کے پتا جی کو بھی قتل کیا گیا تھا؟"

"یہ بات مجھ سے زیادہ پولیس کو معلوم ہونی چاہیے۔ کیونکہ اس وقت میں چھوٹی تھی۔"

"جی ہاں — جی ہاں، پولیس کے ریکارڈ میں یہ بات مل گئی ہے۔ لیکن آپ کے پتا جی کے قاتل پکڑے نہیں جا سکے تھے۔"

"کیا پولیس کے ہاں یہ بھی رواج ہے؟"

"کیسا رواج؟"

"مجرموں کو پکڑنے کا۔ میں نے تو سنا ہے کہ پولیس صرف خانہ پری کیا کرتی ہے؟"

"خیر پولیس کے بارے میں بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ جن لوگوں کا کام ہو جاتا ہے وہ اسے اچھا سمجھتے ہیں اور جن کا کام نہیں ہوتا، وہ گالیاں دیتے ہیں۔ یہ تو دنیا کی ریت ہے۔ ہم مجرموں کے دوست نہیں دشمن ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی شناخت بھی تو پتا چلے۔ آپ کو یہ اندازہ ہے کہ آپ کے پتا جی کو اتنے عرصہ قبل کس مقصد کے لیے قتل کیا گیا تھا؟"

"میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں اس وقت بہت چھوٹی تھی۔"

"آپ کے داداجی یا ان خاتون نے جن کا بعد میں انتقال ہوا، کچھ نہیں بتایا آپ کو؟"

"نہیں وہ خود بھی نہیں جانتے تھے۔"

"ہوں۔ آپ کے گھر میں کوئی ایسی چیز ہے جو دوسروں کے لیے دلچسپی کا باعث بن سکتی ہو؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"دراصل آپ کے گھر کی جس طرح تلاشی لی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل کسی خاص چیز کی تلاش میں تھے۔ انہیں یہاں کے قیمتی ساز و سامان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"میں نے کہا نا میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ لوگ اپنے طور پر جو کارروائی کر رہے ہیں، کرتے رہیں۔"

"شردھا پور میں آپ جن لوگوں کے پاس گئی تھیں ان سے آپ کا کوئی رشتہ ہے؟"

"نہیں، میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"لیکن ہمیں بتایا گیا کہ وہاں آپ کی ماتا جی رہتی ہیں؟"

پولیس انسپکٹر نے کہا اور میں چونک پڑی۔

"غلط بتایا ہے آپ کو کسی نے۔"

"پورن لعل سیٹھ کی بیٹی جے شری دیوی آپ کی کون ہیں؟" پولیس انسپکٹر نے کہا اور میں چونک پڑی۔

چند لمحات میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی، پھر میں نے کہا۔

"یہ سوال آپ ان سے بھی کر سکتے ہیں؟"

"میں نے ان سے یہ سوال کیا تھا۔"

"تو کیا جواب ملا آپ کو؟"

"انہوں نے کہا کہ وہ آپ کی ماتا جی ہیں۔"

"وہ جھوٹ بولتی ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"مگر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ آپ کے پتا جی

کی بیوی تھیں۔"

"میں نے کہا ناکہ یہ سارے کام پولیس کے ہیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"پولیس آپ کے گھریلو معاملات کے بارے میں تو نہیں جانتی دیوی جی، اگر آپ کو اپنے پتاجی اور داداجی کے قاتلوں سے کوئی دلچسپی ہے تو براہِ کرم پولیس کی مدد کیجیے۔" اس بار ڈی ایس پی نے کہا۔

"مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکتی اور آپ براہِ کرم میرا دماغ خراب نہ کریں۔"

"مقدمہ جب عدالت میں پیش ہوگا۔ بی بی تو آپ کو بھی پیش ہونا پڑے گا اور بیانات دینے پڑیں گے۔"

"وہاں بھی میرا بیان اس سے مختلف نہ ہوگا جو میں آپ کو دے چکی ہوں۔ اب آپ مجھے دھمکیاں نہ دیجیے۔ میں اس سے زیادہ آپ سے اور کوئی بات نہیں کروں گی۔" میں نے جواب دیا۔

پولیس انسپکٹر نے ڈی ایس پی کی صورت دیکھی۔ اور ڈی ایس پی نے سر ہلا دیا۔

"بہرطور اس کے پس پردہ کچھ راز ہیں ضرور۔ خیر کوئی بات نہیں۔ ہم ایسے ہی رازوں پر سے پردے اٹھانے کے لیے۔"

وہ لوگ چلے گئے تو روپا مجھ سے کہنے لگی۔

"یہ کیا کہہ رہا تھا شردھاپور میں تمہاری ماتاجی ہیں۔ مگر تمہاری ماتاجی تو مر چکی ہیں۔"

"سب بکواس ہے۔ سب بکواس ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ جو بتانے والے تھے وہی اب اس سنسار میں نہیں، میں کیا کہہ سکتی ہوں روپا؟"

"کچھ تو بتاؤ، آخر یہ سب چکر کیا ہے؟"

"روپا، بھگوان کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دو۔ تم بھی چلی جاؤ یہاں سے۔ تم بھی چلی جاؤ۔" میں نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر روپا خاموش ہوگئی۔

بہرطور وہ میری اچھی دوست تھی۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے اس کے باوجود برا نہ مانا اور میرے ساتھ ہی رہی۔ بعد میں میں نے روپا سے معافی مانگ لی تھی۔ میرا ذہن ہر وقت سناٹے میں گم رہتا تھا۔ یہ تمام باتیں میرے ذہن کے پردوں سے ٹکراتیں اور میرے دماغ میں

درد ہونے لگتا۔ پولیس نے یقیناً شردھاپور سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور جے شری دیوی نے پولیس کو بتایا کہ وہ میری ماتاجی ہیں۔ غالباً تیسرا دن تھا۔ دوپہر کے وقت میں نے ایک گاڑی اپنے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھی۔ اور اسے فوراً ہی پہچان گئی۔ یہ رانا پربت سنگھ کی گاڑی تھی۔

رانا پربت سنگھ کی گاڑی کو دیکھ کر میں چونک گئی۔ روپا کھانا وانا کھانے کے بعد سو گئی تھی۔ میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ اور دروازے سے باہر نکل آئی۔ میں نے دور ہی سے دیکھا۔ رانا پربت سنگھ کے ساتھ جے شری دیوی بھی تھیں۔ بس یہ دونوں ہی تھے، باقی ایک ڈرائیور تھا۔ غالباً یہ بائی روڈ شردھاپور سے یہاں تک پہنچے تھے۔ کافی بری حالت ہو رہی تھی ان کی۔ جے شری دیوی آگے آئیں اور انہوں نے آگے بڑھ کر میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سوری بھارتی، ویری سوری۔ بڑے غم کی خبر سنی ہے ہم نے۔"

میں نے ان کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"اوہ۔ بھارتی جی، ہم لوگ بہت طویل فاصلہ طے کر کے آپ کے پاس آئے ہیں۔ کیا یہ رویہ اچھا ہے؟" رانا پربت سنگھ نے کہا

"میں تنگ آچکی ہوں ہمدردی کرنے والوں سے۔ جن سے میرا کوئی رشتہ ناتا نہیں ہے، میں ان سے زیادہ دیر کچھ بولنے کی قائل نہیں ہوں۔ آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔"

"ہمیں یہاں قیام کرنا ہے۔"

"میری مرضی کے بنا؟"

"نہیں تمہاری مرضی سے۔ غصہ تھوک دو۔ ہم تمہاری دلسوزی کے لیے آئے ہیں۔ اور پھر پولیس کی ہدایت بھی تھی کہ ہم یہاں پہنچ جائیں۔"

"آپ۔ آپ۔"

"بھارتی۔ بری بات ہے۔ ذرا سی رنجش ماں بیٹیوں کے درمیان اتنی بڑی خلیج پیدا نہیں کر سکتی۔ چلو اندر چلو پلیز۔ ہمیں رہنے کی جگہ بتاؤ۔ ہم تمہارے ہمدرد ہیں، دشمن نہیں۔" رانا پربت نے کہا۔

وہ اپنی فطرت سے اس وقت بہت مختلف نظر آ رہا

اس کے انداز میں ہمدردی پائی جاتی تھی۔ میں نے ...ہا کہ میں ان کے ہاں رہ چکی ہوں۔ ان کا کھا چکی ...بدلہ تو دینا ہی ہوگا۔ اور پھر وہ میری نام نہاد ...۔ بہرطور وہ جو کچھ بھی ہے اور اس کی گہرائیوں ...ہے؟ یہ تو مجھے نہیں معلوم تھا لیکن پھر بھی۔ پھر ...انی اخلاق بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ میں واپس ...گئی۔ اور اس کے بعد ان لوگوں نے خود ہی اپنی ...ی کا ایک کمرہ منتخب کر لیا۔ اس پر مجھے کوئی اعتراض ...نہیں ہوا تھا۔ میری نام نہاد ماتاجی نہانے چلی گئیں۔ ...پربت سنگھ میرے پاس تھا۔ وہ کہنے لگا۔

"اب تم یہاں اکیلی رہ رہی ہو بھارتی؟"

"ہاں۔"

"یہ تو مناسب نہیں ہے۔"

"کیا مناسب ہے اور کیا نہیں ہے۔ یہ میں خود اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"تم اچانک ہی چلی آئیں۔ مجھ سے مل بھی نہیں حالانکہ ہم سب لوگوں نے تو تمہیں بہت اچھی طرح خوش آمدید کہا تھا۔"

"میں کسی بات کا جواب دینا نہیں چاہتی۔" میں نے کہا۔

اتنی دیر میں جے شری دیوی واپس آگئیں تو رانا پربت سنگھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بھی ذرا نہا لوں۔ جے شری تم میرا لباس نکال کر باتھ روم تک پہنچا دو۔"

میری ماتاجی نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جے شری دیوی، رانا پربت سنگھ کی کیا لگتی ہیں۔ کیسے تعلقات ہیں ان کے درمیان۔ رانا پربت سنگھ کے عموماً احکامات وہ سر جھکا کر مانتی تھیں۔ کیوں، آخر کیوں؟ لیکن ذہن کے لیے ویسے ہی کون سے کم الجھاوے تھے کہ میں اس الجھن میں بھی پڑ جاتی۔ جے شری دیوی میرے سامنے بیٹھ گئیں۔ وہ خاموش خاموش سی تھیں۔ رانا پربت سنگھ نہانے چلا گیا تھا۔ تب انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم مان لو تو مجھ پر احسان ہوگا۔"

میں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ بولیں۔

"بیٹی! رانا پربت سنگھ کو یہ نہیں بتایا کہ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ تم بھی مت بتانا۔ اگر تم نے یہ الفاظ اس کے سامنے دہرا دیے تو۔ تو میرے

لیے مصیبتیں کھڑی ہو جائیں گی۔"

"حقیقتیں کو کیسے چھپایا جاسکتا ہے جے شری دیوی۔"

"بھگوان کے لیے صرف اس وقت۔ صرف اس وقت یہ حقیقت چھپا لو۔ تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور پھر انہوں نے رانا پربت سنگھ کے سوٹ کیس سے کپڑے نکال کر اس کے پاس پہنچا دیے۔

میں اس کی اس خواہش پر غور کرنے لگی تھی لیکن دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں تھا۔ رانا پربت سنگھ کے ایک لباس میں ملبوس ہو کر میرے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر کہنے لگا۔

"تمہیں کم از کم ہمیں تو خبر دینی چاہیے تھی۔ اگر پولیس ہم سے رابطہ قائم نہ کرتی تو شاید ہمیں تمہارے ساتھ ہونے والے حادثے کا پتا بھی نہ چلتا۔"

میں نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پربت سنگھ نے جے شری دیوی سے کہا۔

"جے شری، تم کیسی ماں ہو۔ اپنی بیٹی کو سہارا نہیں دیتیں۔ پتی سے علیحدگی ہو گئی تھی، وہ الگ بات ہے لیکن یہ تو تمہارا اپنا خون ہے۔ تمہاری اپنی اولاد ہے۔"

میں نے سرسری نگاہوں سے جے شری کی طرف دیکھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ جے شری دیوی نے رانا پربت سنگھ کو میرے شردھاپور سے چلے آنے کی اصل وجہ نہیں بتائی بہر طور رانا خود بھی ایسی شخصیت نہیں تھی جس سے میں بھی بذاتِ خود دلچسپی لیتی چنانچہ میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔ رانا پربت سنگھ کہنے لگا۔

"پولیس بہر طور یہ بات آج نہیں تو کل ضرور معلوم کر لے گی کہ پردیپ کمار جی کے قاتل کون تھے اور انہیں گرفتار کرلے گی۔ قاتلوں نے جس مقصد کے تحت بھی یہ سب کچھ کیا ہو، وہ الگ چیز ہے لیکن میرا خیال ہے۔ جے شری تمہارا اب بھارتی سے الگ رہنا مناسب نہیں ہے۔ یا تو تم یہیں قیام کر لو یا بھارتی کو شردھاپور لے جاؤ۔"

"بھارتی جو فیصلہ کرے گی میں اسی پر عمل کروں گی۔" جے شری دیوی نے کہا۔

"فیصلہ تو تمہیں کرنا ہے۔ آخری وہ تمہاری اولاد ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو گا، میں بتا دوں گی آپ کو۔" جے شری نے کسی قدر خوشگوار لہجے میں کہا۔ اور رانا پربت سنگھ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں نے جے شری دیوی کو فوراً ہی سنبھلتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ یوں لگا تھا ایک دم جیسے وہ خوفزدہ سی ہو گئی ہوں۔ بہر طور میں اپنے دماغ کو تھکانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے کسی بھی مسئلے میں کچھ سوچنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے اٹھ کر روپا کے پاس چلی گئی۔ ان دونوں کو وہیں چھوڑ آئی تھی۔

روپا نے مجھ سے ان نئے لوگوں کی آمد کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے مختصراً تفصیل بتا دی اور روپا حیرت سے گنگ رہ گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"مگر نہ تو یہ مجھے تمہاری ماتا جی لگتی ہیں اور یہ آدمی کون ہے۔ کچھ عجیب سا آدمی نہیں ہے۔"

"روپا، کچھ کرنا پڑے گا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

"تو میرے ساتھ چلو۔ جب یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں تو پھر جو بھی —— تم مناسب سمجھو، فیصلہ کرنا۔"

میں نے روپا کی طرف دیکھا لیکن ابھی اس سے کچھ کہنا مناسب نہیں تھا۔ رات کے کھانے پر جے شری دیوی بھی تھیں اور رانا پربت سنگھ بھی۔ کھانے کے بعد رانا پربت سنگھ پھر مجھے سمجھانے لگا۔

"تم اب بچی نہیں ہے۔ اوّل تو تمہارا اس طرح ناراض ہو کر وہاں سے چلے آنا ہی بری بات تھی اور پھر اب تم دوبارہ اپنی ماتا جی کو تکلیف دے رہی ہو۔ تم ذرا غور تو کرو تمہاری ماتا جی نے کتنا عرصہ تمہارے بغیر گزارا ہے۔ کیا کہتا ہوگا ان کا دل۔ نہیں بھارتی نہیں۔ تمہیں یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے یہ ظلم میں شامل ہو جاتا ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"میں جو کچھ کر رہی ہوں اس کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ کیا ہے۔"

"تم بچی ہو بھارتی، صحیح فیصلہ تم نہیں کرسکتیں۔ فیصلے بزرگ کرتے ہیں۔"

"میں کسی کو اپنا بزرگ نہیں مانتی۔"

"یہ اور بری بات ہے۔ آخر تم کس طرح اپنا جیون گزارو گی؟"

"جیسا بھی گزار سکتی ہو، گزار لوں گی اور اگر آپ لوگوں نے مجھے زیادہ پریشان کیا تو میں یہ گھر چھوڑ کر بھی چلی جاؤں گی۔"

"اوہ نہیں نہیں۔ گھر تمہارا ہے۔ بھلا تم سے یہ گھر کون چھڑا سکتا ہے۔" رانا پربت سنگھ نے کہا اور جے شری کی طرف دیکھنے لگا۔

جے شری دیوی نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ میں ان لوگوں کے آجانے کی وجہ سے کوفت کا شکار ہو گئی تھی۔ جے شری سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا بہت سے خیالات ذہن کے پردوں سے ٹکراتے رہتے تھے لیکن میرے پاس ان خیالات سے پیدا ہونے والے سوالات کا کوئی جواب نہ تھا۔ ایک عجیب سی ذہنی کوفت کا شکار رہتی تھی ہر وقت۔ پتا نہیں پولیس نے جے شری سے اس بارے میں کیا معلومات حاصل کیں اور انہوں نے انہیں کیا بتایا۔ رانا پربت سنگھ کو میں نے دو تین بار پولیس افسران کے ساتھ دیکھا تھا۔ بڑے دوستانہ انداز میں گفتگو ہوتی تھی ان کے درمیان۔ میں جانتی تھی کہ رانا پربت سنگھ ایک چالاک آدمی ہے۔ اس دوران ایک بار بھی سنیل کا خیال دل میں نہیں آیا تھا۔ ظاہر ہے میرے ذہن میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی، میں تو بس اپنے ہی بحران سے گزر رہی تھی۔ پھر رانا پربت سنگھ چلا گیا۔ جے شری دیوی میرے ساتھ تھیں۔ جس دن رانا پربت سنگھ یہاں سے گیا، اس دوپہر کھانے کے بعد جے شری دیوی میری خوابگاہ میں آگئیں۔ چند لمحات دروازے پر کھڑی مجھے دیکھتی رہیں۔ پھر آہستہ سے بولیں۔

"تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے بھارتی۔ میں تمہارے اس احسان کے لیے شکر گزار ہوں۔"

میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی۔ جے شری چند لمحات سوچتی رہیں پھر بولیں۔

"کیا تمہیں وہ سفید ڈائری نہیں مل سکی ہے؟"

"میں کسی سفید ڈائری کے بارے میں نہیں جانتی۔"

"تمہارے ڈیڈی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس ڈائری میں انہوں نے اپنی زندگی کے تمام راز پوشیدہ کر دیے تھے اور وہ تمہارے رہبر ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہو سکے تو وہ ڈائری تلاش کرنا۔ اس میں تمہیں اپنی زندگی کا راز مل جائے گا۔"

میں نے جلتی ہوئی نگاہوں سے جے شری جی کو دیکھا۔ میری زندگی کا راز تو وہ بھی مجھے بتا سکتی تھیں لیکن اگر وہ اپنی زبان نہیں کھول رہیں تو جہنم میں جائیں۔ جب انہوں نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ وہ میری ماں نہیں ہیں —— اور میں نے اس بات کو دل سے تسلیم کر لیا تو پھر مجھے ان سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی ورنہ ملازم تھے، روپا تھی جس نے بڑی خوشدلی سے میرا ساتھ دیا تھا۔ جے شری دیوی سے میں ضرورت کی بات کر لیا کرتی تھی۔ بالآخر دس دن کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا۔

"میں اب جانا چاہتی ہوں۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں۔"

"اگر میری ضرورت پیش آئے تو میں حاضر ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا تم مجھ سے کوئی مدد لینا نہیں چاہتیں۔"

"جی نہیں۔" میں نے دو ٹوک جواب دیا اور جے شری دیوی خاموش ہو گئیں۔

پھر میں نے اپنی خوابگاہ ہی میں انہیں خدا حافظ کہا تھا اور وہ چلی گئی تھیں۔ روپا میرے پاس بیٹھی رہی۔ اس میں بڑی خوبیاں تھیں۔ ایک بار بھی اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میرے اور جے شری کے درمیان کیا معاملات طے پائے۔ وہ میرے ذاتی معاملات کو کریدنا پسند نہیں کرتی تھی۔ روپا کے والدین بھی صبح شام آتے رہتے تھے۔ اسی رات روپا کے ڈیڈی نے کہا۔

"بیٹے اتنے بڑے گھر میں تم تنہا نہیں رہ سکتیں۔ روپا کی دوست ہونے کی حیثیت سے تم میری بیٹی کی طرح ہو، کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ تم میرے ساتھ گھر چلو۔"

"شکریہ ڈیڈی۔ درحقیقت یہ میرے لیے بالکل ممکن نہیں ہے۔"

"اس کی وجہ؟"

"افسوس میں نہیں بتا سکتی۔" میں نے ضدی لہجے میں کہا اور وہ خاموش ہو گئے۔

روپا بھی بیچاری کتنے دن تک میرا ساتھ دے سکتی تھی۔ بہر طور ایک دن وہ بھی چلی گئی۔ لیکن وہ کہہ گئی تھی کہ وہ میرے پاس آتی رہے گی۔ مجھ سے اس نے میرے مستقبل کے بارے میں بہت سی باتیں کی تھیں لیکن ابھی میرے سامنے

کوئی مستقبل نہیں تھا۔ کوئی فیصلہ کرتی تو بات بنتی لیکن دو دن کے بعد ایک دن اچانک شکلا صاحب راگنی کے ساتھ میرے پاس آ گئے۔

شکلا صاحب میرے وہ افسر تھے جن سے تلخ کلامی کے بعد میں نے ایئر لائن چھوڑ دی تھی۔ گو باقاعدہ ریزائن تو نہیں کیا تھا میں نے لیکن پھر بھی اتنے دن تک بغیر کسی اطلاع کے غیر موجود رہنا، ظاہر ہے استعفیٰ ہی کے مترادف تھا۔ میں نے خوشدلی سے شکلا صاحب کا استقبال کیا اور وہ کہنے لگے۔

"معاف کرنا بھارتی، مجھے تو بہت عرصے کے بعد یہ تمام صورتحال معلوم ہوئی۔ دراصل میں بھی تم سے ناراض تھا۔ کچھ انسیت ہے میرے دل میں تمہارے لیے چنانچہ میں نے اس وقت یہ سوچا تھا کہ میرا حکم تمہیں ماننا ہی چاہیے لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا تھا کہ غلطی میری تھی۔ شاید کوئی اور معاملہ ہوتا تو تم میرا حکم مان لیتیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"جی شکلا صاحب، میں بھی آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

"بھئی عزت کرتی ہو تو ہم نے غلطی تسلیم کر لی اب ہمارے درمیان صلح ہو جانی چاہیے۔"

میں آہستہ سے مسکرا دی تھی۔

"راگنی تم سمجھاؤ، اپنی دوست کو دراصل میں چاہتا ہوں کہ یہ اپنی ڈیوٹی پہ واپس آ جائیں۔"

"جی سر؟" میں نے حیرت سے شکلا صاحب کو دیکھا۔

"ہاں بھئی، میں نے کہا نا کہ مجھے تم سے ایک انسیت سی ہے۔ ایک بزرگانہ انسیت کہہ سکتی ہو۔ اور تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا پھر سب سے پہلے تو میں نے ایک کام یہ کیا کہ تمہاری ایک ایمرجنسی درخواست خود لکھ کر اور خود ہی تمہارے دستخط کر کے اپنے ریکارڈ میں رکھ لی۔ اور خود ہی میں نے تمہاری ڈھائی ماہ کی چھٹی منظور کر لی۔ کیا سمجھیں؟ ابھی تمہاری چھٹیاں باقی ہیں۔ چاہو تو اور آرام کر سکتی ہو لیکن اس کے بعد بہر طور تمہیں ڈیوٹی پہ آنا ہے۔ دراصل تم پہ جس طرح پے در پے پریشانیاں نازل ہوئیں۔ انہوں نے مجھے بھی الجھا دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کسی پریشانی کا شکار ہونے کے بجائے اپنی ڈیوٹی پہ آ جاؤ۔ دل بھی بہل جائے گا اور بہت سے معاملات خود بخود حل ہو جائیں گے۔" شکلا صاحب نے جس محبت اور اپنائیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس پر میری آنکھیں بھیگ گئیں۔

یہ واقعی کرنے کا کام تھا جو انہوں نے کیا اور یہ کام کوئی ایسا ہی شخص کر سکتا تھا۔ جس کے دل میں میرے لیے کوئی انسیت ہو۔ میں نے ان کی اس بات کو خلوصِ دل سے تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

"اب آپ مجھے جو بھی حکم دیں، میں حاضر ہوں۔"

"کیا واقعی؟" شکلا صاحب اچھل پڑے۔

راگنی بھی حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"جی ہاں۔ اب آپ کے حکم کی تعمیل میرا فرض ہے۔"

"بھئی واہ راگنی، یہ کیا ہوا؟"

"کیوں؟" میں نے مسکرا کر راگنی کو دیکھا تو راگنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے شکلا صاحب سے بڑے پرزور انداز میں کہا تھا کہ تم ان کی بات نہیں مانو گی کیونکہ تمہاری ضدی فطرت سے میں واقف ہوں۔ شکلا صاحب کہنے لگے کہ اگر ان کے بزرگانہ جذبے سچے ہیں تو تم ان کی بات مان لو گی۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں ہار گئی ہوں۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں راگنی، شکلا صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ میرے لیے اپنے دل میں اچھے جذبات رکھتے ہیں۔ اور انہی جذبات کی پذیرائی کے لیے میں ان کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی۔"

"بھئی بہت بہت شکریہ تمہارا۔ اب یوں کرتا ہوں میں اپنا شیڈول تبدیل کیے لیتا ہوں۔ ایک آدھ دن میں تمہیں اطلاع دے دوں گا کہ تمہیں کب اور کہاں ڈیوٹی انجام دینی ہے۔"

"بہتر۔" میں نے جواب دیا۔

اور شکلا صاحب اٹھتے ہوئے کہنے لگے۔

"اچھا بھئی راگنی، ہمیں تو اجازت دو۔ کیا خیال ہے؟"

"جو آپ پسند کریں شکلا صاحب۔" راگنی نے کہا اور شکلا صاحب چلے گئے۔

راگنی میری طرف دیکھنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔

"تم دراصل ہم لوگوں میں ایک الگ حیثیت کی حامل ہو۔ معاف کرنا بھارتی، مجھے یقین ہے کہ تم میری باتوں کا برا نہیں مانو گی۔ ہمارے دل میں بارہا تمہارے لیے محبت اور اپنائیت کے جذبے موجزن ہوئے لیکن ایک احساس کمتری ہمارے درمیان تھا۔ ہم یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ہم لوگ تو اپنی ضرورت کے تحت یہ ملازمت کرتے ہیں۔ لیکن تم۔ تم صرف تفریحاً یہ ملازمت اختیار کیے ہوئے ہو۔ تم بہت بڑی شخصیت کی مالک ہو۔ ہوتا ہی ہے انسان کے اندر احساسِ کمتری۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو راگنی۔ کیا تم نے میری کسی بات سے ایسا محسوس کیا کہ اپنے آپ سے الگ سمجھتی ہوں؟"

"نہیں نہیں، تمہاری کسی بات سے نہیں جو حقیقتیں ہمارے سامنے تھیں اس کے تحت۔"

"نہیں پلیز آئندہ کبھی ایسا نہیں سوچنا۔"

"اگر یہ بات ہے تو اپنے سچے ہونے کا ثبوت دو۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"تم یہاں تنہا رہتی ہو؟"

"ہاں۔"

"دل نہیں گھبراتا تمہارا؟"

"گھبراتا ہے۔"

"تو پھر کیوں رہتی ہو یہاں؟" راگنی نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

راگنی بولی۔

"میرا فلیٹ پانچ کمروں کا ہے۔ گھر میں ماتا جی اور ایک چھوٹا بھائی ونود ہے۔ ان کے [illegible] اور کوئی نہیں ہے۔ ایک کمرہ ماتا جی کا اور ونود کا، دوسرا میرا۔ باقی ایک ڈرائنگ روم، دو کمرے خالی پڑے ہیں۔ اگر تم میرے ساتھ ہی منتقل ہو جاؤ تو کیا حرج ہے [illegible] گا۔ ہم لوگ ایک ہی منزل کے مسافر ہیں۔ یکجا ہو جائیں گے۔ مجھے تو بہت اچھا لگے گا۔"

"کرایے کا فلیٹ ہے؟" میں نے نہ جانے کس خیال کے تحت پوچھا۔

"نہیں۔ ہمارے اچھے وقت کی یادگار ہے۔" راگنی نے جواب دیا۔

"اگر تمہیں تکلیف نہ ہو تو میں تمہارے پاس آ جاؤں گی۔" میں نے فوراً ہی کہا۔ اور راگنی شدتِ حیرت سے اچھل پڑی پھر اٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔

"آج تو نہ جانے کیا ہو رہا ہے۔ بھگوان کی سوگند نجانے کیا ہو رہا ہے۔ نہ آنکھوں پر یقین آ رہا ہے نہ کانوں پہ۔"

"نہیں راگنی، حقیقت یہی ہے کہ اس گھر میں میرا جی نہیں لگتا۔ ہر کونے سے ہر گوشے سے نجانے کیسی کیسی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی دادا مجھے پکارتے ہیں اور کبھی۔ کبھی تاؤ جی۔ پتا جی کی آواز بھی میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہے۔ میں اس جگہ نہیں رہ سکتی۔ میرا دل اکتا گیا ہے۔" میں نے کہا اور راگنی مسرت سے دیوانی ہو گئی۔

"تو پھر چلو ابھی چلو۔ رات میرے ساتھ ہی گزارنا۔"

"نہیں راگنی، آج نہیں کل کا پروگرام رکھ لیتے ہیں۔ میں ضروری سامان اکٹھا کر لوں گی اور پھر ہم کل منتقل ہو جائیں گے۔"

"ضروری سامان اکٹھا کرنے کے لیے مدد کے طور پر میں یہاں موجود ہوں۔" راگنی نے کہا۔

"نہیں راگنی، پلیز تم جاؤ۔ آرام کرو۔" میں نے کہا۔

اور راگنی خاموش ہو گئی۔

راگنی چلی گئی لیکن یہ خیال بار بار میرے دل میں گردش کر رہا تھا کہ روپا اس بات پر ناراض نہ ہو جائے۔ اس نے بھی تو مجھے خلوص سے اپنے گھر رہنے کی پیشکش کی تھی۔ بس دل میں ضد آ گئی تھی۔ اس کے علاوہ روپا کا گھرانہ بھرا پڑا تھا جبکہ میں اپنے گرد زیادہ ربط نہیں چاہتی تھی۔ راگنی کی بات اور تھی۔ وہاں راگنی تھی میری ہم پیشہ۔ اس کی ماں اور ایک چھوٹا بھائی۔ میں ان لوگوں سے مل چکی تھی۔ بہت ہی پیارا سا بھائی تھا راگنی کا، بڑی اچھی باتیں کرتا تھا۔ ماں بھی بہت شفیق تھی۔ اس گھرانے میں مجھے بہت سکون ملے گا۔ بہر طور روپا کو منا لوں گی۔

راگنی چلی گئی تو میں نے ایک کام کیا۔ میں اس سفید ڈائری کی تلاش میں تھی۔ جس کا حوالہ جے شری مجھے دو بار دے چکی تھی۔ کیا ہے اس ڈائری میں؟ کیا لکھا ہے میرے ڈیڈی نے؟ کیا کہانی ہے میری؟ کون ہوں میں؟ یہ تمام چیزیں مجھے اس ڈائری سے معلوم ہو سکتی تھیں لیکن جس قدر مجھ سے ممکن ہو سکا اور جہاں جہاں ذہن گیا۔ میں نے ڈائری تلاش کی۔ مجھے ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی تھی۔ تھک ہار کر میں مایوس ہو گئی۔ اور پھر دوسری صبح میں نے اپنے ملازمین کو بلا کر ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اب میں یہ گھر چھوڑ رہی ہوں۔ انہیں جو چاہیے مجھ سے لے لیں اور اپنے لیے بہتر ٹھکانے تلاش کریں۔ ملازمین رو پڑے تھے۔ لیکن بہر طور ان کے رونے دھونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ میں نے انہیں بہت بڑی بڑی رقمیں چیک کی شکل میں دیں تاکہ وہ فوری طور پہ اپنے لیے پریشان نہ ہوں۔ دس بجے راگنی آ گئی تھی اور آتے ہی اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔

"تم نے اپنا ارادہ بدل تو نہیں دیا۔"

"نہیں۔ تیرا ارادہ بدل گیا ہو تو دوسری بات ہے۔"

"جب سے میں نے ان لوگوں سے تذکرہ کیا ہے تو ماں اور وہ خود میری جان کھائے جا رہے ہیں کہ ابھی جا کر بھارتی دیوی کو لے آؤ۔ صبح نا حق سے کیا فائدہ۔ چنانچہ بس اب تیاریاں کرو۔ ہم لوگ چل رہے ہیں۔"

میں نے اپنے مختصر سے سامان کے سوٹ کیس اٹھائے اور راگنی کے ساتھ باہر نکل آئی۔ پھر میں تھوڑی دیر کے بعد راگنی کے گھر جا رہی تھی۔ راگنی کا گھر ان نازک لمحات میں میرے لیے جنت ہی ثابت ہوا تھا۔ راگنی کی ماتا جی سے میں پہلے بھی مل چکی تھی۔ وہ بہت ہی ملنسار خاتون تھیں۔ بڑی نیک طبیعت کی مالک تھیں اور پھر راگنی کا چھوٹا بھائی ونود بھی بہت ہی پیارا بچہ تھا۔ دونوں نے میرا شاندار استقبال کیا تھا۔ ونود نے ایک انگلی میری پکڑی اور دوسری راگنی کی اور پھر ہنس کر بولا۔

"اب تو ہوائی جہاز ہمارے گھر میں آ ہی گیا ہے۔ دونوں دیدیوں کی ایک ایک انگلی پکڑ لیں گے اور فضا میں پھر اڑ کر جائیں گے زوں کر کے۔" اس نے ہاتھ کو فضا میں بچھاتے ہوئے کہا۔ راگنی کی ماں کہنے لگیں۔

"بیٹی تم یقین کر دیا کرو میں نے تو بہت پہلے ہی راگنی کے سامنے پیش کش کی تھی بس یوں کہو کہ ہمت نہیں کر پائی تھی۔ کیونکہ جس گھر میں تم رہتی رہی ہو وہ ہمارے گھر سے بہت اعلیٰ ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"نہیں ماتا جی وہ گھر جتنا اعلیٰ ہے میں جانتی ہوں۔" راگنی کی ماتا جی خاموش ہو گئی تھیں۔ بہرطور راگنی میرے آ جانے سے بہت خوش تھی۔ شکلا صاحب سے دوسرے دن ٹیلی فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے میری خیر و عافیت پوچھی اور کہنے لگے۔

"ابھی مزید چند دن تمہیں آرام کے لیے دیے جا سکتے ہیں اور اس کے بعد تمہیں ڈیوٹی پر حاضر ہونا پڑے گا۔"

"جی شکلا صاحب آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے جواب دیا تھا۔ دل تو کچھ اور ہی کہتا تھا۔ دماغ ہر وقت کھولتا رہتا تھا۔ ونود کی باتیں بلاشبہ جلتے زخموں پر مرہم ثابت ہوتی تھیں۔ نجانے کہاں کہاں کی ہانکتا رہتا تھا اور واقعی اس نے میرا دل اپنے آپ میں لگا لیا تھا۔ راگنی اس دوران فلاشیہ بھاگی گئی تھی سا وہ سات [illegible] میں دو دن صرف کر لیے تھے۔ ماتا جی نے کہا۔

"یہ اچھی بات ہے بلکہ لوگ اپنی ڈیوٹیاں علاحدہ رکھنا کہ ایک جگہ سے باہر ہو تو ایک گھر میں ہو۔ اس طرح میں بھی اپنے آپ کو اکیلا نہیں سمجھوں گی۔" میں مسکرا کر خاموش ہو گئی تھی۔

تین چار دن میں نے اپنے آپ کو خالی الذہن رکھ کر ان تمام الجھنوں سے دور رکھ کر رات کو سونے کے لیے خواب آور گولیاں بھی لے لیتی تھی۔ لیکن کب تک بہرطور خیالات کو ذہن سے دور نہیں رکھا جا سکتا ہے۔

میں بھی اکثر سوچ میں ڈوب جاتی تھی۔ یہ تبدیلی آج تک میرا ذہن قبول نہیں کر پایا تھا۔ پہلے میں فلاشیہ پر جاتی تھی تو دل میں واپسی کا تصور ہوتا تھا اور سوچتی تھی کہ کون کون میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ دادا جی۔ نانی جی وہ کیا کہیں گے کیا باتیں کریں گے۔ یہ بات مجھے پہلے سے معلوم ہوتی تھی اور ان باتوں میں مجھے بڑا لطف آتا تھا لیکن اب ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ کتنی بدنصیب ہوں میں کہ ایک ایک کر کے سارا محبتوں سے محروم ہوتی جا رہی ہوں۔ جن پر انسان مان کرتا ہے اب مان کرنے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ بے شک راگنی بہت محبت کرنے والی تھی اس کی ماتا جی بہت اچھی تھیں لیکن یہ سب وہ نہیں تھے میری رگوں میں جن کا خون دوڑ رہا تھا۔ خون کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے سب کچھ جس انداز میں [illegible] میرا ذہن [illegible] تعلق نہیں ہو پا رہا تھا۔ ہر وقت دل و دماغ پر ایک دھواں سا چھایا رہتا تھا۔ رات کی تنہائیوں میں اکثر سوچتی تھی کہ آخر میری ہی زندگی بربریت کے منحوس سائے کیوں منڈلا رہے ہیں۔ وہ کیا کھیل ہے جو میری ذات کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پتا جی کو بھی قتل ہی کیا گیا تھا اور ان کا قتل آج تک ایک معمہ تھا۔ کون تھے ان کے قاتل؟ کیا چاہتے تھے؟ کیا مقصد تھا ان کا؟ یہ بات میرے ذہن میں کھولتی رہتی تھی۔ پھر ایک نیا انکشاف ہوا کہ میری ماتا جی زندہ ہیں اور اس کی تصدیق دادا جی اور نانی جی نے بھی کر دی۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں اپنی ماں کی ہم شکل ہوں لیکن یہاں دادا جی وغیرہ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ میرا اپنی ماں کے نقوش سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قدرت کا یہ پیچ تھا۔ تمام کردار ہی جے شری، سلاما، پروت سنگھ، شیتل۔ انوکھی کہانیاں۔ انوکھے واقعات۔ جے شری نے بتایا تھا کہ وہ میری اپنی ماں نہیں ہیں۔ انہوں نے کسی سفید ڈائری کا حوالہ دیا۔ پھر واپس پہنچی تو دادا جی کو قتل کر دیا گیا اور نانی جی بھی پانچی کے ہاتھوں

[illegible] ہو گئیں۔ کوٹھی میں کوئی چیز تلاش کی گئی تھی۔ یہ سارا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کے پس پردہ کیا ہے اور اس راز کو منکشف کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی تھی وہ تھی سفید ڈائری۔ سفید ڈائری کہاں ہے۔ جب میں نے کوٹھی کا جائزہ لیا تھا تو اس کی الماری خالی تھی۔ اگر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہے تو آخر وہ کس جگہ ہو سکتی ہے اور اس کے علاوہ سفید ڈائری کا حوالہ جے شری دیوی نے دیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ جے شری یہ جانتی تھیں کہ سفید ڈائری میں یہ راز کہاں موجود ہے اور [illegible] نے اس میں میرے بارے میں لکھا ہے۔ اگر یہ سچ نہیں تھا تو پھر میں جے شری کی گود میں کیوں موجود تھی اور مجھے ان کی بیٹی کی حیثیت سے کیوں جانا گیا تھا؟ اور شری دیوی کی کس بات پر میرے پتا جی سے لڑائی ہوتی تھی۔ میرے پتا جی کے قتل میں جے شری کا ہی کوئی ہاتھ نہ ہو۔ یہ تصور میرے لیے چونکا دینے والا تھا۔ میں اچھل کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی تھی اور اب میرا ذہن جے شری جی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ شیتل نے کہا تھا کہ میں جے شری جی سے پوچھ لوں کہ لعل جہتہ کہاں ہے۔ یہ لعل جہتہ تو جے شری دیوی کے پتا تھے۔ ان کا کیا تعلق ہے اور یہ دانا بہت شیتل [illegible] کہنا چاہتا تھا کہ وہ ایک خوفناک جلاد ہے۔ لیکن [illegible] ہے۔ کیوں آخر کیوں؟ وہ ساتھ چھپتا جا رہا تھا۔ میرے کوٹھی میں جانے کے بعد ایک خیال آیا اور میں اس خیال کے بارے میں سوچتی رہ گئی۔ خیال یہ تھا کہ میں اپنی کوٹھی میں جا کر سفید ڈائری تلاش کروں۔ ہو سکتا ہے سفید ڈائری مجھے مل جائے اور اس کے ذریعے میری زندگی کے رازوں پر سے پردہ ہٹ جائے۔ یہ خیال کچھ ایسا دماغ میں جم گیا کہ میں پوری طرح اس کے لیے تیار ہو گئی۔ البتہ اس کے لیے یہ سب کچھ میں کر سکتی تھی کہ جرأت کا ایک ساتھی تھی اور کوئی منصوبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ کوٹھی کو تالا لگا ہوا تھا۔ سارے ملازمین جا چکے تھے چنانچہ وہاں داخل ہونا مشکل کام نہیں تھا لیکن کیا مجھے تنہا اس کوٹھی میں ڈر نہیں لگے گا؟ بہرحال رات میں کیا اس کوٹھی میں ایک آوارہ روح کی مانند بھٹک سکتی ہوں؟ میں نے اپنے اندر کو ٹٹولا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اتنی ڈرپوک نہیں ہوں جتنا خود کو تصور کرتی ہوں۔ میں تنہا اس کوٹھی میں جا سکتی ہوں۔ وہ میری جنم بھومی ہے۔ وہاں میں نے [illegible] زندگی کے کسی حصے میں مجھے کبھی اس کوٹھی کے کسی گوشے سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا تو میں اب کیوں اس سے ڈروں گی۔ راگنی کو اس سلسلے میں اپنا رازدار بنانا چاہیے یا نہیں؟ میں نے دل میں سوچا تو مجھے خیال آیا کہ راگنی میرا ساتھ نہیں دے سکے گی سوائے اس کے کہ وہ مجھے اس دیوانگی سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ نہیں۔ نہیں میں تنہا ہی جاؤں گی۔ چھپ کر جاؤں گی اور راگنی کو بتا دوں گی کہ کسی ایسے کام سے جا رہی ہوں جس میں مجھے دیر لگ سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ساری رات ہی کوٹھی میں گزر جائے۔ بہرطور دوسرے دن میں نے اس سلسلے میں تیاریاں کر لیں اور شام کو میں نے راگنی سے کہا۔

"راگنی آج رات مجھے کہیں جانا ہے۔"

"کہاں؟"

"بتاؤں گی نہیں۔"

"کیوں؟"

"بس ایسی جگہ ہے کہ تمہیں بتایا نہیں جا سکتا۔"

"تعجب کی بات ہے میرا تو خیال تھا تم مجھے ہر بات بتا دیتی ہو۔"

"بتا دیتی تھی لیکن اب کچھ باتیں میں تم سے بھی چھپا رہی ہوں۔"

"اگر ضروری ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جہاں جا رہی ہو وہاں تم محفوظ تو ہو نا؟"

"ہاں سو فیصدی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے واپسی کب تک ہو جائے گی؟"

"میں نہیں کہہ سکتی ممکن ہے کہ ساری رات ہی گزر جائے۔"

راگنی حیران کن نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم پر اعتماد ہے جو کچھ بھی کرو گی سلیقے سے کرو گی اور اچھے برے کا خیال رکھو گی۔"

"تم بالکل اطمینان رکھو۔" میں نے جواب دیا اور راگنی خاموش ہو گئی۔ رات کو تقریباً دس بجے میں فلیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔ راگنی سے میں نے کہا تھا کہ ماتا جی کو میری غیر موجودگی کے بارے میں تفصیلات بتا دے اور ان سے کہہ دے کہ وہ کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ راگنی تشویش زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لیکن بہرطور اس نے میرے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور میں اس کے فلیٹ سے باہر

نکل آئی۔ پہنچ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور اپنی کوٹھی کی جانب چل پڑی۔ جب ٹیکسی سے میں کوٹھی کے سامنے اتری تو میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ کوٹھی کے صدر گیٹ پر ہمیشہ ایک بلب جلتا رہتا تھا لیکن آج یہ بلب بجھا ہوا تھا۔

اور پوری کوٹھی رات کے سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تو مجھے در و دیوار سے آواز کچھ عجیب سی محسوس ہوئی۔ یوں لگا جیسے ہر چیز رو رہی ہو۔ اور در و دیوار سسکیاں بھر رہے ہوں۔ درختوں کے درمیان چلنے والی ہوائیں سسکیوں کی آوازیں پیش کر رہی تھیں۔ چاروں طرف ہُو کا عالم تھا۔ ملازموں کے کوارٹر بھی خالی پڑے ہوئے تھے۔ ایک ایک منظر میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا۔

دادا جی مجھے کہاں ملتے تھے۔ نانی جی کس طرح دوسروں پر احکامات چلایا کرتی تھیں اور باقی ملازم کس طرح ادھر ادھر بھاگے پھرتے تھے۔ کہاں کہاں روشنی ہوتی تھی اور کہاں نہیں ہوتی تھی۔ ہر لمحہ میری نگاہوں میں محفوظ تھا۔ میں روتا ہوا دل لے کر آگے بڑھتی رہی۔ میں نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ پھر صدر دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے گیٹ کا تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ برآمدے سے گزرنے کے بعد میں سیدھی بیتا جی کے کمرے میں گئی تھی۔ بیتا جی کا کمرہ ہمیشہ کی طرح جوں کا توں موجود تھا۔ اس کمرے کے سلسلے میں دادا جی کی ہدایت تھی کہ ہمیشہ اس کی صفائی کی جائے بس یوں لگتا تھا جیسے بیتا جی کہیں باہر نکل کر گئے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جائیں گے۔ دادا جی نے اپنی یادوں کو اسی طرح زندہ رکھا تھا لیکن اب ان یادوں کو زندہ رکھنے والے بھی زندہ نہیں رہے تھے۔ اور موت کی آغوش میں جا سوئے تھے۔ بیتا جی کے کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے تیز روشنی جلائی اور پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر بیتا جی کا تصور کرنے لگی۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اگر بیتا جی اپنی کوئی انتہائی اہم چیز کو پوشیدہ رکھنا چاہیں تو وہ کون سی جگہ اس کے لیے منتخب کر سکتے ہیں۔ کمرے کی الماریاں، ایک بستر، رائٹنگ ٹیبل جو کچھ چیز اس کمرے میں موجود تھی جوں کی توں تھی۔ پہلے بھی ان میں انتشار پیدا کیا گیا تھا یعنی اس سمے جب دادا جی کو قتل کر کے گھر کی تلاشی لی گئی تھی لیکن اب تمام چیزیں اسی قرینے سے رکھ دی گئی تھیں یہ بھی ہو سکتا ہے تلاشی لینے والوں کا مقصد حل ہو گیا ہو اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہوں اس کے بعد ظاہر ہے ان کا اس گھر سے کوئی واسطہ نہیں رہ گیا تھا لیکن

میری یہ کوشش کیا بے مقصد ہے؟ ذہن مسلسل خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ رائٹنگ ٹیبل کی درازیں کھول کر میں نے اندر موجود چیزوں کو دیکھا پھر اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی ایسی خفیہ دراز تلاش کرنے کی کوشش کی جس میں ڈائری وغیرہ رکھی جا سکے لیکن ظاہر ہے وہ جو مجرمانہ ارادے سے اس کوٹھی میں داخل ہوئے ہوں گے اتنے بے وقوف نہیں ہوں گے کہ ایسی چیزوں کو نظر انداز کر دیں بہت دیر تک میں اس کمرے کی مختلف چیزوں میں خفیہ درازیں تلاش کرتی رہی۔ دیواروں کو بھی ٹٹول کر دیکھا ذرا سا نشان بھی محسوس کرنے کی کوشش کی جس سے یہ اندازہ ہو کہ یہ مکان کی تعمیر کے بعد نمودار ہوا ہے لیکن کوئی ایسی جگہ موجود نہ ملی۔ اس کے بعد مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے بیتا جی نے وہ سفید ڈائری کسی اور کمرے میں محفوظ رکھی ہو اس تصور کے ساتھ کہ تلاش کرنے والے ایسی کسی قیمتی چیز کو صرف انہی کے کمرے میں تلاش کر سکتے ہیں اس خیال کے تحت میں سرسوتی دیوی کے کمرے میں گئی اور اس کے بعد ان کے کمرے کا بھی اسی نظریے کے ساتھ جائزہ لے ڈالا۔ بڑی تھکی ہو گئی تھی۔ دادا جی کا کمرہ باقی تھا، ملازموں کے کوارٹر وغیرہ بھی ذہن میں آتے تھے۔ جب کوئی قیمتی چیز محفوظ کی جاتی ہے تو ایسی جگہ تصور میں رکھی جاتی ہے جہاں کسی اور کا ذہن نہ پہنچ سکے لیکن اب ہمت نہیں رہی تھی۔ جہاں تک ڈر کا تعلق تھا تو مجھے بالکل ڈر نہیں لگا تھا۔ یہ میری اپنی جنم بھومی تھی بھلا یہاں ڈر کا کیا سوال لیکن تھکن اس طرح ذہن پر غالب آئی کہ جی چاہا کہ اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤں۔ اس طرح تصور کے ساتھ آنکھیں ڈبڈبا آئیں کہ کبھی اس گھر پر میرا کس طرح تسلط تھا کس آرام سے یہاں سوتی تھی۔ فلائٹ سے واپس آنے کے بعد غسل کیا اور غسل کر کے بستر پر جا پڑی۔ دادا جی اور نانی جی اسی کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ مجھ سے میرے سفر کے حالات معلوم کریں۔ لیکن پھر دوسرے دن صبح کے ناشتے پر ہی انہیں تفصیلات بتاتی تھی۔ کتنے بے چین رہتے تھے وہ میرے بارے میں جاننے کے لیے۔ دادا جی کی آنکھوں میں، میں اپنے لیے تشویش کی لہریں صاف محسوس کیا کرتی تھی۔ ظاہر ہے اپنی جوان پوتی کو وہ باہر کی دنیا میں بھیجتے ہوئے اس احساس کا شکار رہتے ہوں گے کہ کہیں میں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جاؤں۔ اب میرے لیے یہ تمام چیزیں سوچنے والا کوئی نہ تھا۔ رفتہ رفتہ میرے قدم اپنے کمرے کی جانب اٹھ گئے۔ اور میں مدھم روشنی کر کے اپنے بستر پر جا لیٹی۔ وہی نرم و گداز

بستر جو کبھی میرے لیے بڑی پُراعتماد جگہ تھا۔ آج مجھے اجنبی اجنبی سا لگا۔ راگنی کے فلیٹ میں میرا کمرہ بہت اچھی طرح سجا دیا گیا تھا۔ یہاں رہ کر جو سکون ملتا تھا۔ اس کا وہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ بھارتی اب وہ دور نہیں رہا۔ بدلے ہوئے حالات کے ساتھ خود کو بھی بدلنا ہوگا۔ ماضی کو یاد کر کے اس پر آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ جو حقیقتیں سامنے آئی ہیں، انہیں اپنا لو اور ان نئی حقیقتوں میں اپنے لیے اپنا نیا نظام تلاش کرو۔ چنانچہ اپنے آپ کو سہارا دے کر میں اٹھ گئی۔ اور پھر تمام روشنیاں وغیرہ بجھانے کے بعد وہاں سے واپس پلٹ پڑی۔ رات کافی گزر گئی تھی اس لیے ٹیکسی بہت دور جا کر ملی۔ وہ بھی اتفاق سے ڈرائیور واپس اپنے گھر جا رہا تھا۔ میں نے اسے زیادہ رقم کی پیشکش کی تو اس نے چھوڑنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور پھر اس نے مجھے راگنی کے فلیٹ تک چھوڑ دیا۔ جل بھائی نے راگنی کے ہی دروازہ کھولا۔ میں نے اس سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے اتنی رات گئے اسے تکلیف دی۔ راگنی نے پیار سے ایک چپت میرے گال پر لگا دی تھی۔

"پگلی کہیں کی۔ چلو بس اب سو جاؤ۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

دوسری صبح راگنی کی چھٹی تھی۔ اس کی کوئی فلائٹ نہیں تھی آج چنانچہ صبح کا ناشتا اس نے میرے ساتھ ہی کیا۔ وہ مسلسل میرے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"ایک بات پوچھوں برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں کہو کیا بات ہے؟"

"کہاں گئی تھی رات کو؟"

"اپنے گھر اپنی کوٹھی۔" میں نے جواب دیا اور راگنی کے چہرے پر عجیب سے آثار ابھر آئے۔

"یاد آ رہی تھی؟"

"نہیں۔ میں مخصوص طبیعت کی انسان ہوں۔ یادیں انسان کو کیا دیتی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یادوں سے چھٹکارا بھی مشکل ہے۔ ذہن کے کسی گوشے میں کوئی نہ کوئی یاد کلبلاتی رہتی ہے اور ذرا بھی ان کی جانب توجہ دی جائے تو پھر وہ پورے وجود پر مسلط ہو جاتی ہے لیکن میں جانتی ہوں اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں۔"

"تو پھر کوٹھی کیوں گئی تھیں؟"

"بس یونہی راگنی مجھے وہاں کسی چیز کی تلاش ہے۔"

"کس چیز کی؟"

"بھگوان جانے وہ کیا ہے بس ایک بے نام سی شے۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں یہ بات کلبلاتی ہے کہ وہاں کچھ ہے۔"

راگنی نے اس سلسلے میں کوئی اور بات نہیں کہی تھی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ دوپہر کو وہ میرے ساتھ شاپنگ کرنے کے لیے نکل۔ موسم ابر آلود تھا اس لیے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوئے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ روتو بھی ساتھ تھا میں نے اس کے لیے چند چیزیں خریدیں۔ راگنی نے منع کیا تو میں نے اسے ڈانٹ دیا۔ روتو سے البتہ میری اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ شام کو ہم لوگ فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے کیرم کھیلتے رہے۔ روتو بار بار بے ایمانی کر رہا تھا اور میں اسے ڈانٹ رہی تھی۔ راگنی کی ماتا جی اس ماحول سے بہت خوش تھیں۔ میں نے اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے پوری طرح دلچسپی کا اظہار کیا۔ رات کو پھر میرے ذہن میں وہی دھن سوار ہوئی اور میں راگنی سے کہہ کر وہاں سے چل پڑی۔ وہی کوٹھی وہی ماحول۔ میں آج ملازموں کے کوارٹروں کا جائزہ لے رہی تھی۔ ملازموں کے کوارٹر میں پہنچنے کے بعد میں نے ایک کوارٹر کو اپنا نشانہ بنایا اور اس کی ایک ایک چیز الٹ پلٹ کرنے لگی۔ پھر دوسرے اور اس کے بعد تیسرے کوارٹر کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ دادا جی کا کمرہ باقی تھا۔ آج اسے بھی دیکھ لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں وہاں سے واپس پلٹ پڑی اور تھوڑی دیر کے بعد کوٹھی کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئی۔ جیسے ہی میں نے دادا جی کے کمرے میں روشنی کی دفعتاً مجھے ایک آہٹ سنائی دی۔ میری سماعت اتنی کمزور نہ تھی کہ میں اس آہٹ کو نظر انداز کر دیتی۔ کوئی ایسی ہی آواز تھی جس نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ میں پھرتی سے باہر نکل آئی۔ راہداری میں، میں نے ایک سائے کو دوڑتے ہوئے دیکھا اور دفعتاً زور سے دہاڑی۔

"خبردار رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گی۔" ظاہر ہے میرے پاس پستول نہیں تھا سائے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میرا دل کانپنے لگا تھا میں دور تک اس سائے کے پیچھے دوڑتی رہی لیکن باہر آنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ جو کوئی بھی تھا اب غائب ہو چکا ہے کون

ہے وہ؟ کون ہو سکتا ہے؟ یہاں کیوں آیا تھا؟ اور میرے ذہن میں اب کچھ نئی تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ یہ خیال اب یقینی شکل اختیار کر گیا کہ دادا جی کا کرہ یقیناً کسی اہمیت کا حامل ہے اور یہ کوٹھی ابھی دوسروں کے لیے باعث دلچسپی ہے وہ کون ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟ اس کا تو کوئی اندازہ ابھی نہیں کر سکی تھی لیکن یہ سرچنا جا تھا کہ لیکن ہے کہ سفید ڈائری ہی بہت سی نظروں کا مرکز ہو۔ لیکن وہ نگاہیں کس کی ہیں؟ کون ہو سکتے ہیں وہ لوگ؟ میں دادا جی کے کمرے میں واپس آ گئی تھی۔ اور اس کے بعد میں نے کمرے کو دیکھنا شروع کر دیا لیکن تقدیر نے اس وقت بھی ساتھ نہیں دیا تھا اور مجھے کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی تھی جو میرے لیے باعث کشش ہوتی۔ البتہ تیز روشنی میں میں نے دادا جی کے کمرے کے دروازے کے باہر ایک شے پڑی ہوئی دیکھی اور تیزی طرح اس کی جانب لپکی۔ میں نے اسے اٹھایا تو یہ ایک لائٹر تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور قیمتی لائٹر ظاہر ہے مقامی نہیں تھا۔ میں لائٹر لیے ہوئے دادا جی کے کمرے میں آ گئی اور میں نے تیز روشنی میں اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ لائٹر اسٹیل کا بنا ہوا تھا اور اس پر کمپنی کا مونوگرام تھا لیکن یہ میرے لیے بے مقصد تھا۔ میں کچھ اور ہی جاننا چاہتی تھی۔ مجھے کوئی خاص اندازہ نہ ہو سکا۔ اب اس بات کو یقینی کہا جا سکتا تھا کہ یہ لائٹر اسی سایے کے لباس سے گرا ہے جو مجھے دیکھ کر اچھل بھاگا تھا۔ مگر یہ کیسے پتا لگاؤں کہ لائٹر کس کا ہے؟ میں نے لائٹر کو سنبھال کر جیب میں رکھ لیا اور اس کے بعد وہاں سے واپس پلٹ پڑی۔ یقیناً دادا جی کی کوٹھی ابھی دوسروں کے لیے باعث کشش تھی۔ راگنی نے حسب معمول دروازہ کھولا اور میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی بولی۔

”نہیں، کچھ نہیں تم جو کچھ کر رہی ہو کرتی رہو میں اس میں تمہاری معاون ہوں۔“

مجھے شرمندگی سی ہوئی۔ راگنی کس خلوص اور سچائی سے میرا ساتھ دے رہی تھی لیکن میں نے ابھی تک اسے اپنے راز میں شریک نہیں کیا تھا۔ دوسرے دن راگنی کو کسی فلائٹ پر جانا تھا۔ دوپہر کو ساڑھے بارہ بجے مجھے شکلا صاحب کا ٹیلیفون موصول ہوا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ رات کو وہ مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ یہاں آنے کی زحمت نہ کریں خود جہاں کہیں میں وہاں پہنچ جاؤں۔

”اگر اتنی سعادت مند ہو تو سات بجے میرے دفتر میں پہنچ جاؤ۔“

میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔

شکلا صاحب نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

”بھئی بھارتی اب میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں دینا چاہتا تھا لیکن کچھ ایمرجنسی آ پڑی ہے۔ کیا تم بنکاک تک جا سکتی ہو؟“

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر بولی۔

”کب جانا ہے؟“

”صبح سوا چار بجے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تیار ہو کر آ جاتی ہوں۔“

”گڈ، ویری گڈ۔ یہ کی نہ عورتوں والی بات۔“

”عورتوں والی؟“

”ہاں بھئی آج کل مردوں کی زبان کا تو کوئی اعتبار نہیں رہا ہے اب تو ہم عورتوں کی بات کو اہمیت دیتے ہیں۔“ شکلا صاحب نے کہا اور میں مسکرا دی۔

واپس آ کر راگنی جی کو بتایا کہ میں فلائٹ پر جا رہی ہوں ضروری تیاریاں کیں اور اس کے بعد رات کو ڈھائی بجے ائیرپورٹ پہنچ گئی۔ جہاں شکلا صاحب نے میری ذمہ داریاں میرے سپرد کر دیں۔ فلائٹ بنکاک چل پڑی۔ بہت دن کے بعد میں نے اپنی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں لیکن میں اب اپنے آپ کو کافی ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ چنانچہ دوران سفر ایسا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسافروں کی مہمان نوازی۔ ان کی ضرورتوں کا خیال یہ سب کچھ میں معمول کے مطابق کر رہی تھی۔ بنکاک میں ایک دن رکنا تھا اور دوسری رات بارہ بجے وہاں سے واپسی تھی چنانچہ پورا دن مل گیا۔ میں نے دلو دکے لیے تھوڑی بہت خریداری کی اور اپنے ہوٹل میں آ گئی۔ وقت مقررہ پر فلائٹ واپس چل پڑی اور میں واپس پہنچ گئی۔ راگنی رات کو گھر پر ہی ملی تھی۔ شکلا صاحب نے دوسرے دن کے لیے بھی کچھ ذمہ داریاں میرے سپرد کر دیں اور اس دوسرے دن مجھے فلپائن جانا تھا چنانچہ میں نے سوچا اب جب اپنے کام کا آغاز کر ہی دیا ہے تو پھر تساہل بے معنی ہے چنانچہ میں فلپائن روانہ ہو گئی۔ فلپائن میں بھی مجھے ایک شام رکنا تھا اور دوسرے دن گیارہ بجے فلائٹ واپس آئی تھی۔ اس شام میں فلپائن کے سب سے خوبصورت ریستوران میں اچانک میں تھی کہ میں نے اپنی میز سے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے میں پہچانتی تھی۔ یہ بارن تھا، آئرن فیبرک کا بیٹا۔ اسے دیکھ کر میں چونک پڑی۔ بارن اسی وقت ریستوران میں داخل ہوا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر میں اپنی جگہ سے اٹھی۔ میرا خیال تھا کہ بارن سے ملاقات کروں اور آئرن فیبرک کے بارے میں معلومات حاصل کروں ہو سکتا ہے آئرن فیبرک بھی یہاں موجود ہو۔ میں آئرن فیبرک سے کچھ سوالات کرنا چاہتی تھی۔ بارن میز پر بیٹھ چکا تھا اس کی نگاہیں دفعتاً ہی مجھ پر پڑیں میں نے اسے برق رفتاری سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ بارن نے یقیناً مجھے دیکھ لیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ میری طرف آئے گا لیکن میں نے فوراً ہی اسے رخ بدل کر ایک سمت جاتے ہوئے دیکھا اور اس سے پہلے کہ میں اسے آواز دوں وہ برق رفتاری سے ریستوران کے مغربی حصے سے گزرتا ہوا باہر نکل گیا۔ میں ہکا بکا رہ گئی تھی۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ بارن مجھے دیکھ کر فرار ہوا ہے۔ لیکن اس کا یہ فرار کیا معنی رکھتا ہے؟ میں چند لمحات تو اپنی جگہ کھڑی رہی اور پھر واپس اپنی میز پر آ بیٹھی۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا آخر بارن مجھے دیکھ کر کیوں بھاگا۔ یہ بات تو یقینی تھی کہ وہ میری ہی وجہ سے وہاں سے فرار ہوا ہے ورنہ اچھا خاصا میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں بھی ریستوران سے باہر نکل آؤں۔ باہر آ کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں بارن کو تلاش کیا لیکن اس کا کہیں پتا نہیں تھا۔ یہ ایک بلاوجہ کی الجھن تھی جو ذہن پر طاری ہو گئی تھی۔۔۔۔ بارن۔ بارن۔ بارن، اور رات بھر بارن میرے ذہن پر سوار رہا۔ وہ مجھے دیکھ کر کیوں فرار ہو گیا؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ لیکن اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ عجیب کمبخت انسان تھا۔ کم از کم گفتگو تو کرنی چاہیے تھی اسے مجھ سے۔ اس کے اس مجرمانہ فرار میں کوئی خاص بات پوشیدہ تھی مجھ پر بجلیاں کہاں کہاں سے دھا لگے پڑنے لگا لیکن سب بے معنی تھا۔ ذہن کو الجھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا جو کچھ سامنے آئے وہ حقیقت ہے اور جو ذہن تک ہی نہ پہنچ پائے اس میں ذہن کھپانا بے وقوفی کی علامت ہے۔ بمشکل تمام اسے ذہن سے جھٹکنے میں کامیاب ہو گئی لیکن واپسی کی فلائٹ کے دوران بھی بار بار اس کے بارے میں سوچتی رہی۔ بالآخر طیارہ پالم ایئرپورٹ پر اتر گیا اور میں اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد باہر نکل آئی۔ ابھی

اور میں اپنی جگہ ٹھٹک گئی۔ پھر واپس جانے کے لیے نکلی ہی تھی لیکن بارن کی طرح یہ شناسا صورت نظر آ گئی۔ سنیل تھا۔ یہ غالباً کہیں سے آ رہا تھا یا کہیں جا رہا تھا۔ میں چند لمحات سوچتی رہی۔ پھر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس سے نگاہیں بچا کر نکل جاؤں۔ لیکن یہاں میری بدبختی آڑے آئی اور سنیل نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا اور اس نے مجھے عقب سے آواز دی۔

”ہیلو بھارتی۔“

مجبوراً مجھے رک کر اسے دیکھنا پڑا تھا۔ میں نے پھیکے سے انداز میں کہا۔

”ہیلو سنیل۔“

”کمال ہے بھارتی میرا خیال ہے تم نے مجھے دیکھ لیا تھا۔“

”نہیں یہ خیال کیوں کیا تم نے؟“ میں نے کہا۔

”بس میرا اندازہ تھا یہ۔ میری نگاہیں تم سے ملی تھیں اور میں نے تمہیں فوراً ہی نگاہیں بدلتے ہوئے دیکھا۔“

”نہیں سنیل ایسی بات نہیں ہے۔“

”مجھے تم سے کام ہے بھارتی۔ کچھ دیر بیٹھنا چاہتا ہوں تمہارے ساتھ۔“

”آؤ کسی ہوٹل میں بیٹھ جائیں۔“

”ہوٹل نہیں تمہارے گھر۔“

”میرا کوئی گھر نہیں ہے سنیل۔“ میں نے کہا۔

”کیا...؟“

”ہاں اپنی دوست راگنی کے ساتھ رہتی ہوں میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔“

”اوہ!“ سنیل نے ہونٹ سکوڑ کر کہا پھر بولا۔ ”ویسے تفصیلات تو مجھے معلوم ہو چکی ہیں۔ خود بھی آنا چاہتا تھا تمہارے پاس لیکن کچھ مجبوریاں آڑے آ گئیں۔ کیا تم مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرو گی۔ یہ تمہارا بے رخی کا انداز یہی بتاتا ہے جیسے تمہیں میرے ملنے سے کسی قسم کی ناگواری محسوس ہوئی ہو!“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر جہاں بھی چاہو مجھے لے چلو۔ پلیز بھارتی میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔“

اب اس نے اس انداز میں کہا تھا کہ اسے منع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن کوٹھی جانا حماقت کی بات تھی وہاں کیا رکھا ہوا تھا کہ میں سنیل کو وہاں لے جاتی چنانچہ مجبوراً

بھائی تو ونود نے دروازہ کھول دیا۔ مجھے دیکھ کر مجھ سے لپٹ گیا اور پھر سنیل کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ کون ہیں سسٹر۔؟" اس نے سوال کیا۔

"مسٹر سنیل اور سنیل یہ ونود ہے میرا چھوٹا بھائی۔"

سنیل نے مسکراتے ہوئے ونود سے ہاتھ ملایا پھر ونود اندر چلا گیا اور میں سنیل کو لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھی۔

"تمہیں خوش و خرم دیکھ کر خوشی ہوئی ہے بھارتی۔ بالآخر تم نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔"

"ہاں۔"

"تو میری ایک درخواست ہے جاؤ لباس تبدیل کر لو۔ سمجھی میں ایسے نہیں جاؤں گا کھانا وغیرہ تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔"

"ہاں ضرور ضرور کیوں نہیں۔"

"بلکہ ممکن ہے رات کو یہاں رک بھی جاؤں۔ کوئی حرج تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے بے چارگی سے کہا اور اس کے بعد ڈرائنگ روم سے نکل آئی باہر آ کر میں نے ماتا جی کو سنیل کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور انہوں نے بڑے خلوص سے کہا کہ ایک کمرہ خالی ہے اگر وہ رکنا چاہے تو انہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اس قسم کی غیریت کی باتیں نہ کیا کروں میرا اپنا گھر ہے جس طرح اپنے گھر میں رہتی تھی ویسے ہی یہاں رہا کروں میرے مہمان یہاں بخوشی آ جا سکتے ہیں۔ میں ماتا جی سے باتیں کر کے ڈرائنگ روم میں پہنچی ہی تھی کہ میں نے ونود اور سنیل کو دیکھا دونوں بڑے دوستانہ انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ ونود کہنے لگا۔

"مسٹر سنیل صاحب تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ میں ان سے دوستی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب دیکھیے نا سسٹر زیادہ دوست بنانے سے فائدہ ہی ہوتا ہے۔ بچوں کو چاہیے کہ بڑوں سے دوستی کریں۔ فائدے ہی فائدے ہیں۔"

"مثلاً۔؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"اول تو تحائف ملتے ہیں۔ اور بچوں کو جوابی تحائف دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی کیونکہ وہ تو بچے ہوتے ہیں عملی زندگی سے دور اور پھر بڑوں کے ساتھ بیٹھ کر دنیا بھر کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اب دیکھیے نا آپ میری بڑی ہیں۔ آپ سے دوستی میرے لیے کس طرح فائدہ مند ثابت ہوتی اور ہوتی رہے گی۔ ہاں کچھ لائی ہیں آپ میرے لیے۔"

"ہاں سامان میں موجود ہیں تمہارے کھلونے نکال لینا۔"

"شکریہ سسٹر۔ ایک شریف انسان کی طرح اب مجھے چاہیے کہ میں آپ کو آپ کے سنیل صاحب کے ساتھ تنہا چھوڑ دوں تاکہ آپ اطمینان سے باتیں کرتے رہیں ہاں آپ کے بیگ میں تالا تو نہیں لگا ہوا؟ میرا مطلب ہے کہ اگر لگا ہوا ہو تو چابی مجھے دے دیجیے تاکہ مجھے کوئی دقت نہ ہو۔ ویسے بھی تالے توڑنا مجھے کچھ پسند نہیں ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے ونود کو بتایا کہ چابی میرے پرس میں رکھی ہے اور بیگ میں تالا لگا ہوا ہے وہ اسے کھول کر اپنے کھلونے نکال لے۔ ونود شکریہ ادا کر کے چلا گیا تھا۔

"بہت ہی عمدہ بچہ ہے۔ اس کی بہن راگنی کہاں ہے؟"

"فلائٹ پر گئی ہوئی ہے۔ وہ بھی میری ساتھی ہوسٹس ہے۔"

"یقیناً۔ یقیناً مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ونود نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔" سنیل نے کہا۔۔ پھر کچھ افسردہ سا ہو گیا۔

"کیوں سنیل کیا بات ہے؟ کیا سوچنے لگے۔؟"

"نہیں بھارتی میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا کیا تمہاری زندگی عجیب نہیں ہے۔؟"

"چھوڑو میں کسی غمگین موضوع پر گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا بھارتی مجھے تھوڑی سی شرمندگی بھی ہے تم سے۔"

"کس بات پر۔؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے تم سے کچھ فضول گفتگو کی تھی۔ میرا مطلب ہے عشق و محبت والی چاہنے والی۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"ہاں سنیل اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میری زندگی ان الجھنوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"خیر الجھنیں تقسیم بھی تو کی جا سکتی ہیں۔ لیکن میں کم از کم اس کا وعدہ نہیں کر سکتا کیونکہ میں خود ایک الجھا ہوا انسان ہوں۔ ایسے حالات کا شکار جن سے نمٹنا میرے اپنے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ میں اگر کسی سے یہ کہوں کہ میں اس کے کام آ سکتا ہوں تو یہ ایک مزاحیہ بات ہی ہو گی ظاہر ہے میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔"

میں نے سنیل کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سنجیدگی کے انداز میں بول رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"تم کہاں گئی تھیں۔؟"

"فلپائن۔"

"بہت خوبصورت جگہ ہے۔ میں اسے ایک بار دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔"

"ہاں۔ بہت اچھی جگہ ہے۔" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

سنیل کہنے لگا۔

"بھارتی مجھے یہ سوال کرنا تو نہیں چاہیے لیکن بہر طور میں کم از کم اپنے آپ کو ذہنی طور پر تم سے اتنا دور نہیں پاتا کہ تم سے تمہارے مسائل کے بارے میں بات نہ کر سکوں۔"

"نہیں۔ نہیں کہو کیا بات ہے۔"

"داوا جی کے قاتلوں کا کوئی پتا چل سکا۔؟"

"نہیں۔ ابھی تک کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔"

"اس سلسلے میں تم نے کوئی کوشش بھی نہیں کی؟"

"نہیں۔ میرے راستے بہت الجھے ہوئے ہیں سنیل سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے آغاز کروں؟"

"بہر طور بھارتی کچھ بھی۔ کہو تم لیکن میں اپنے دل میں آج بھی تمہارے لیے وہ جذبے پاتا ہوں جو کسی الجھن سے متاثر نہیں۔ لیکن جو کچھ کرنے کے خواہش مند ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"کیا کہہ سکتی ہوں سنیل! ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تمہاری اپنی زندگی الجھنوں کا شکار ہے۔"

"وہ الجھنیں اس کے علاوہ ہیں جو میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ یعنی پتا جی۔ وہ۔ وہ۔۔"

"میں تو تمہارے پتا جی کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتی۔"

"بس یوں سمجھ لو کہ پتا جی کے بارے میں میں بھی سب کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ میرے پتا ہیں اور شاید ایک نفسیاتی مریض۔"

"نفسیاتی مریض۔؟"

"ہاں کہا تم کسی ایسے شخص کو نفسیاتی مریض نہیں کہو گی جس کی شخصیت کے مختلف پہلو ہوں۔ کہیں وہ ایک ہمدرد اور غمگسار باپ نظر آتا ہے۔ کہیں ایک اچھا دوست اور کہیں ایک وحشی درندہ۔ تم نے ان کی رہائش گاہ میں ان مظلوم و بے بس جانوروں کو دیکھ لیا ہو گا جو اذیتوں کا شکار رہتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہے۔؟"

"کیا تم نے کبھی اپنے پتا جی سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا۔"

"کبھی بار بار پوچھا ہے میں نے۔ لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملتا۔ وہ ایسے موقعوں پر عموماً خاموش رہتے ہیں یا پھر اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ اور جب وہ اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس کے بعد سارا غصہ انہی مظلوم جانوروں پر نکلتا ہے۔ ان کے چیخنے چلانے کی آواز بس میرے کانوں کو زخمی کرتی رہتی ہیں۔"

"اس کا کوئی تو پس منظر سنیل تمہیں معلوم ہونا چاہیے

تم بھی ان کے بیٹے ہو۔ نوجوان ہو، سمجھدار ہو۔"

"کاش مجھے کچھ معلوم ہوتا، کاش۔" سنبل نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اسے اضطراری انداز میں کھولا اور ایک سگریٹ منتخب کر کے ہونٹوں سے لگا لی پھر وہ جیب میں ماچس ٹٹولنے لگا۔

"تم سگریٹ تو نہیں پیتے تھے سنبل۔"

"اب پینے لگا ہوں۔"

"کیوں۔؟"

"بس ذہن منتشر رہتا ہے۔ یہ کافی سکون بخش ثابت ہوئی ہیں۔" اس نے جیبیں ٹٹولیں اور بے بسی سے بولا۔

"سوری سگریٹ پیتا ہوں مگر ماچس کہیں نہ کہیں بھول جاتا ہوں۔ براہ کرم۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں لاتی ہوں۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھی۔ ماچس کچن میں موجود تھی۔ دفعتاً مجھے اس لائٹر کا خیال آیا جو مجھے اپنی کوٹھی میں پراسرار طور پر ملا تھا۔ لائٹر سامنے ہی میز کی دراز میں تھا۔ اس کے بارے میں، میں کوئی صحیح فیصلہ کرنے سے قاصر رہی تھی چنانچہ اس وقت مجھے اس کا خیال آیا تو میں نے آگے بڑھ کر وہی لائٹر میز کی دراز سے نکال لیا۔ اور پھر اسے سنبل کے حوالے کر دیا۔ سنبل نے لائٹر لے کر اسے جلایا۔ سگریٹ سلگ گیا لیکن دفعتاً ہی وہ لائٹر کو واپس اپنے سامنے لے آیا اب وہ حیرت سے لائٹر کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے لائٹر کو پلٹ کر بھی دیکھا اور پھر ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔

"یہ... یہ لائٹر۔؟"

"کیوں۔؟" میں اسے چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔؟"

"کیوں کیا بات ہے اس میں۔؟ میرے پاس نہیں آسکتا کیا۔؟"

"نہیں۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ بس میں پوچھ رہا تھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔؟"

"تم اس میں کوئی خاص بات محسوس کر رہے ہو۔؟" میں نے اسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا

"ہاں۔ یقیناً محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔؟"

"نہیں پہلے تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔؟"

"پلیز بھارتی پلیز بتاؤ تو سہی کم از کم۔ اس کا تمہارے پاس ہونا تعجب خیز ہے۔"

"میں نے یہ بنکاک سے خریدا تھا۔"

"ناممکن بالکل ناممکن۔" سنبل بے خیالی کے سے انداز میں بولا۔ اور میں اس کے قریب پہنچ گئی۔

"سنبل اگر تم اس بات کو ناممکن سمجھتے ہو تو ممکن کیا ہے۔؟"

"یہ پتا جی کا لائٹر ہے اور یقیناً اس جیسے دوسرے لائٹر بنکاک میں ضرور مل سکتے ہیں لیکن یہ نام۔ یہ دیکھو اس کے اس سائیڈ پر یہ باریک باریک حرف کھدے ہوئے ہیں۔"

"کہاں۔" میں نے حیرت سے لائٹر اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھا۔ اس سے پہلے میں لائٹر کو بغور دیکھ چکی تھی لیکن وہ لفظ میں نے نہیں دیکھے تھے۔ بلاشبہ لائٹر پر تین لفظ لکھے ہوئے تھے آر۔ پی۔ ایس۔ یعنی رانا پربت سنگھ۔ میں نے ذہن ہی ذہن میں دہرایا۔

"یہ الفاظ پتا جی نے اس پر لکھوائے تھے۔ پتا نہیں کب اور کہاں۔ بس ایک بار دکھائے تھے انہوں نے مجھے اس جیسے لائٹر اور دوسرے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہر لائٹر پر پتا جی کے نام کے الفاظ کندہ نہیں ہوتے۔"

"تو یہ رانا پربت سنگھ کا لائٹر ہے۔"

"سو فیصدی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔" میں ایک بار پھر سکتے میں رہ گئی تھی۔ سنبل نے سگریٹ نہیں سلگایا وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"بھارتی بتاؤ گی نہیں یہ کہاں سے آیا۔؟"

"نہیں بتانا پسند نہیں کرتی۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ تم نے مجھے آج تک رانا پربت سنگھ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"تمہاری مرضی ہے۔ ظاہر ہے میں کسی مجبوری کے تحت ہی اپنی زبان بند رکھے ہوئے ہوں اور پتا جی کے بارے میں کچھ کہنا میرے لیے قطعی ناممکن ہے۔"

"میں تمہیں مجبور تو نہیں کر سکتی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ سنبل تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا

"سوری بھارتی سوری۔ دراصل میرے ہی اندازے

...تھے۔ بلاشبہ میرے اندازے غلط تھے۔"

"کس سلسلے میں۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے سلسلے میں۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"اور ان غلط اندازوں نے مجھے کافی رسوا کیا ہے بھارتی... میں تمہارے پیچھے پڑ گیا کہ تمہارے ساتھ چلوں گا... کے ساتھ قیام کروں گا۔ دراصل شاید" سنبل جذباتی ہو کر خاموش ہو گیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ...خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"ان حالات میں۔ بھارتی ان حالات میں تمہارے ...رکنا میرے لیے مناسب نہیں ہو گا۔"

"دیکھو سنبل میں بھی فطرتاً ضدی ہوں اور شاید بعض اوقات اپنی ضد کے سلسلے میں بداخلاق بھی ہو جاتی ہوں... میرے اور تمہارے درمیان کوئی ایسا گہرا رشتہ نہیں ہے جسے ہم بہت زیادہ اہمیت دیں۔ رشتے قائم ہو سکتے تھے بشرطیکہ ہم اپنے اندر کوئی لچک پیدا کر سکتے۔ لیکن اس کے لیے تم تیار نہ ہو سکے۔ میرے معاملات میرے لیے ذاتی حیثیت رکھتے ہیں۔ تمہیں شاید اس بات کا اندازہ نہیں کہ میرا پورا خاندان ختم ہو چکا ہے۔ میں بھلا اتنے بڑے المیے کو کیسے نظر انداز کر سکتی ہوں۔ بعض معاملات میں میرا ذہن ...الجھ... جاتا ہے۔ اگر تم مجھے رانا پربت سنگھ کے بارے میں تفصیلات بتانے پر آمادہ ہوتے تو شاید میں بھی تمہیں کچھ بتا سکتی۔ وہ تمہارے پتا ہیں اور معاملہ میرے بھی پتا اور دادا جی کا ہے چنانچہ ہم لوگوں کے درمیان کوئی ایسا رابطہ نہیں پیدا ہو سکتا جو قابل ذکر ہو۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ لیکن یہ لائٹر تمہارے پاس کہاں سے آیا۔ کیسے آیا یہ بات میرے لیے خاص الجھن کا باعث رہے گی۔ ہو سکتا ہے میں پتا جی سے بھی اس کے بارے میں پوچھ لوں۔"

"اسے تم میری طرف سے ان کے حوالے کر دینا اور ان سے کہہ دینا کہ یہ جہاں سے بھی ملا ہے اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے ترش روئی سے کہا اور سنبل اپنی جگہ سے اٹھ گیا میں اسے دروازے تک چھوڑنے بھی نہیں آئی تھی۔ جاتا ہے جہنم میں جائے میرے لیے وہ کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے اس کی اپنی حیثیت اس کے اپنے ساتھ۔ سنبل کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کیا اور واپس آ کر اندر بیٹھ گئی۔ سارا جی سوچتی تھیں وہ تو دو بھی سوچ چکا تھا۔ میں دیر تک صوفے پر بیٹھی غور کرتی رہی تھی۔ رانا پربت سنگھ کی شخصیت پہلے ہی میری نگاہوں میں مشکوک تھی۔ اور یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ میری کوٹھی میں ملنے والا لائٹر رانا پربت سنگھ کا ہے میرے ذہن میں بھونچال نئے شبہات پیدا ہو گئے تھے کیا میں اپنے کام کا آغاز رانا پربت سنگھ سے کروں کیا دادا جی کے قتل اور میرے پتا جی کے قتل میں رانا پربت سنگھ کا کوئی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ وہ آدمی بے حد خطرناک تھا۔ وہ لاش میں کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی تھی جو میں نے اس حوض میں دیکھی تھی وہ جانور میں کبھی نہیں بھول سکتی تھی جنہیں سانپ دے دے کر ہلاک کیا جا رہا تھا۔ اس بات سے یہ بات تو ثابت ہو گئی تھی کہ رانا پربت سنگھ ایبنارمل شخص ہے وہ جرائم پیشہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے شری دیوی پر بھی اس نے کسی مجرمانہ طریقے سے اپنے تاثرات قائم کر رکھے ہوں لیکن اس تمام گورکھ دھندے کا پس منظر کیا تھا یہ بات مجھے نہیں معلوم ہو سکی۔ سنبل صاحب مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے لیکن اپنے باپ کے بارے میں کچھ بتانے پر آمادہ بھی نہیں تھے۔ بہرطور لائٹر جب رانا پربت سنگھ کے حوالے کیا جائے گا تو کم از کم اسے یہ اندازہ ضرور ہو جائے گا کہ میں کسی حد تک اس کی شخصیت سے مشکوک ہو گئی ہوں۔ اس رات میں دیر تک بستر پر لیٹی حالات کے تانے بانے ملاتی رہی، پورن لال جانے آخر کہاں ہے اور اگر زندہ ہے تو ان معاملات سے اس کا کیا تعلق ہے۔ سنبل نے آخر اس کا نام کیوں لیا تھا۔ رانا پربت سنگھ کی شخصیت کیا ہے اور اگر وہ چوری چھپے اس رات ہمارے گھر میں داخل ہوا تھا تو اس کی بنیادی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ کیا سفید ڈائری کی تلاش، سفید ڈائری میں کیا ایسی خاص بات پوشیدہ ہے جسے کچھ لوگ جاننا چاہتے ہیں اور اگر دادا جی کے قتل میں رانا پربت سنگھ ملوث ہے تو مجھے کس طرح اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے ذہن بار بار بھٹکنے لگتا تھا دونوں میں سے ایک ہی کام ہو سکتا ہے یا تو میں اپنی ملازمت جاری رکھوں یا پھر اس کو خیر آباد کہہ کر دادا جی اور پتا جی کے قاتلوں کی تلاش میں سرگرداں ہو جاؤں کہا

یہ کام میں تنہا کر سکتی ہوں، کیا مجھے کسی ایسے ساتھی کی ضرورت نہیں ہے جو بے لوث ہو؟ فن میں ہو، اعلیٰ کارکردگی کا مالک ہو اور میرے کام آسکے۔ لیکن ایسے کسی شخص کو میں کہاں تلاش کروں، کیسے اپنے اس کام کے سلسلے میں ملوث کروں۔ بہت سے سوالات تھے، بہت سے خیالات تھے جو میرے ذہن کے پردوں سے ٹکراتے تھے۔ میں کسی ایک سلسلے کو مربوط نہیں کر پا سکی تھی، آہ نہ جانے، نجانے اس کے بعد کیا ہونا ہے۔ نجانے کیا ہونا ہے۔؟

راگنی ایک بہت اچھی دوست ثابت ہوئی ویسے روپا بھی میرے لیے قابلِ اعتماد تھی اور میں جانتی تھی کہ وہ میری دلجوئی کے لیے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھے گی۔ لیکن راگنی کے گھر آکر مجھے جو سکون ملا تھا وہ ناقابلِ بیان تھا۔ ونود بہت پیارا بچہ تھا اور مجھے اس سے دلی انسیت ہو گئی تھی۔ اپنی عمر سے کہیں زیادہ ذہانت کی باتیں کرتا تھا اور اس کی باتوں میں کھو کر میں ساری الجھنیں بھول جاتی تھی۔ لیکن ان تنہائیوں کا کیا کرتی جو میرے لیے بے حد ہولناک ہوتی تھیں۔ ان تنہائیوں میں میری ذات کتنے حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ میں ایئر ہوسٹس ہوتی جسے ذمہ داری سے اپنا فرض پورا کرنا چاہیے تھا۔ میں بھارتی ہوتی جو ایک بڑے باپ کی بیٹی تھی۔ لیکن جس کے باپ کو قتل کر دیا گیا تھا اور قاتل آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان پر کوئی آنچ نہیں آئی تھی۔ میرا رواں رواں سلگنے لگتا تھا۔ ہزار ہا خیالات دل میں آتے، ان قاتلوں کو ڈھونڈ نکالوں جنہوں نے میرے باپ اور پھر باپ سے زیادہ عزیز داداجی کو قتل کر دیا تھا۔ غور کرتی تو مجھے اپنا وجود بے حد پُراسرار نظر آتا، میں جو خود اپنے آپ سے ناآشنا تھی۔

شکلاجی نے مجھے ایک عمدہ فلائٹ شیڈول دیا شاید انہوں نے میری ذہنی کیفیت کے پیشِ نظر ایسا کیا تھا۔

"بہتر ہے کہ تم کچھ دن بیرونِ ملک آرام کرو۔" وہ بولے۔

"کیسے شکلا صاحب؟"

"فلائٹ نمبر ۔۔۔ لے کر لندن جاؤ۔ اور وہاں آرام کرو۔ اس کے بارہ دن کے بعد فلائٹ ۴۵۳ سے سیکنڈ سے شرو یا چلی جاؤ۔ وہاں بھی تمہیں کافی آرام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ نیا [illegible]"

گئی اور میں نے کہا۔

"اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔"

"ایسا ہو گیا ہے۔" شکلاجی مسکراتے ہوئے بولا۔

"یعنی آپ نے۔"

"ہاں میں نے یہ کام کر لیا ہے اب تم تیاریاں کر لو۔ لندن میں تمہیں دس بارہ دن آرام کرنے کا موقع مل ہی جائے گا۔ وہاں کی فضاؤں میں خود کو ضم کر دینا اور یہاں کے حالات بھول جانا۔"

"آپ کا شکریہ شکلا صاحب۔"

"ٹھیک ہے بے بی میں تمہاری بہتری چاہتا ہوں۔" شکلاجی نے محبت سے کہا۔

راگنی بھی خوش ہو گئی تھی۔ "یہ تمہارے لیے بہت ضروری تھا بھارتی۔" اس نے کہا لیکن ونود کا منہ بن گیا تھا۔

"کیا یہ ممکن نہیں دیدی کہ آپ کے خاندان والوں کو بھی کچھ دن لندن میں گزارنے کا موقع مل جائے۔" اس نے کہا اور راگنی ہنسنے لگی۔ لیکن میں کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"میرے خیال میں ہو سکتا ہے ونود۔"

"کیا؟" راگنی نے میرے لہجے کی سنجیدگی پر چونک کر کہا۔

"یہ مشکل تو نہیں ہے راگنی۔ اس کا ٹکٹ منوا لیا جائے گا۔ میرے کوٹے میں ہے۔"

"ارے مگر بھارتی۔"

"حرج بھی کیا ہے ونود ساتھ ہوگا تو میں بہت خوش رہوں گی۔"

"سوچ لو تم۔ ویسے تمہاری فلائٹ کب ہے؟"

"فلائٹ تو جلدی ہے مگر اس کی ترکیب بھی ہو سکتی ہے۔"

"کیا؟"

"تم اسے تیاریاں کر کے بھیج دو۔"

"ماتاجی سے پوچھ لوں۔"

"وہ منع نہیں کریں گی۔"

"میں انہیں منا لوں گا راگنی دیدی۔" ونود نے نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اٹھ کر باہر بھاگ گیا۔ ماتاجی بیچاری راگنی سے زیادہ مجھ پر مہربان تھیں انہوں نے اجازت دے دی اور ونود خوشی سے اچھلتا پھرا۔ بہرحال اس کے جانے کی بات پکی ہو گئی۔ میں نے اس کے لیے ٹکٹ کا بندوبست کر لیا تھا۔

بہرحال تمام تیاریوں کے بعد میں مقررہ فلائٹ سے

[illegible] کے لیے تیار ہو گئی۔ تمام ضروری امور جو اصولاً [illegible] تھے طے ہو گئے۔ فلائٹ کی روانگی میں ابھی [illegible] باقی تھا اور میں اپنے ساتھی اسٹاف سے گفتگو [illegible] تھی۔ تب میں نے دو افراد کو دیکھا۔ دونوں نوجوان [illegible] تھے۔ ایک شخص کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی [illegible] نے سیاہ رنگت کا چشمہ لگایا ہوا تھا۔ رنگ دودھ [illegible] سفید اور نقوش انتہائی جاذبِ نگاہ تھے۔ بدن کا [illegible] بھی بے مثال تھا۔ جب کہ اس کا دوسرا ساتھی گورے [illegible] سوٹ میں ملبوس قدرے مٹاپے کی جانب مائل [illegible] تا تھا۔ اس کا چہرہ بدن کی نسبت زیادہ بھاری [illegible] ان کی طرف توجہ دینے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ [illegible] میری طرف بڑھ رہے تھے۔ میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ تب بھاری بدن کے شخص نے نہایت [illegible] اور شائستہ لہجے میں کہا۔

"معاف کیجیے گا مس، آپ کو ایک زحمت دینا چاہتا ہوں۔ میں معلومات حاصل کر رہا تھا تو پتا چلا کہ آپ بھی اس فلائٹ سے روانہ ہو رہی ہیں۔"

"جی۔ جی فرمایئے؟" میں نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"یہ میرا چھوٹا بھائی راکیش ہے آپ کو لندن تک کے [illegible] زحمت دینا چاہتا ہوں [illegible] ہے اور بغرضِ علاج لندن جا رہا ہے۔ لندن میں، میں نے اپنے کچھ شناساؤں کو اس کے بارے میں اطلاع دے دی ہے۔ جو اس کو ایئرپورٹ پر ریسیو کر لیں گے۔ آپ کو بس اتنی سی زحمت کرنی ہوگی کہ ذرا اس کا خیال رکھیے گا اور ایئرپورٹ پر جو لوگ اسے لینے آجائیں ان کے حوالے کر دیجیے۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا۔"

"نہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے آپ میرا شکریہ ادا کریں۔ لیکن کیا وہ لوگ انہیں پہچانتے ہیں؟"

"ہاں سو فیصدی۔ وہ اسے دیکھ کر اس کے پاس آجائیں گے آپ کو بس زحمت اتنی ہوگی کہ اسے تنہا چھوڑیں نہیں اور ایئرپورٹ سے باہر تک پہنچا دیں۔"

"ٹھیک ہے آپ اطمینان رکھیے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد یہ میری ذمہ داریوں میں شامل تھا کہ میں اسے جہاز تک لے جاؤں۔

فلائٹ روانہ ہونے میں اب بہت تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔ میں راکیش کو بازو سے پکڑے ہوئے جہاز کی جانب بڑھنے لگی۔ میں نے راستے میں اس سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ جہاز کی سیڑھیاں طے کرانے کے بعد میں نے اسے اس کی سیٹ پر پہنچا دیا۔ اسٹاف اندر آچکا تھا۔ تمام ضروری امور طے ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں اپنی ذمہ داریوں میں مصروف ہو گئی۔ راکیش کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے دل میں دکھ کا احساس ابھرا تھا۔ کتنا خوبصورت نوجوان ہے۔ کتنی عمدہ جسامت کا مالک لیکن بے چارہ آنکھوں سے محروم ہے۔ پتا نہیں پیدائشی اندھا ہے یا اس کی آنکھیں کسی حادثے میں ضائع ہو گئیں۔ اس کے چہرے پر اندھوں کا سا سونا پن تھا اور یہ سونا پن اس کے خدوخال میں ایک غم کا سا تاثر پیدا کر دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے ان خدوخال کا حسن اور نکھر آیا تھا۔ اس کے برابر جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ ایک عام سی قسم کا کاروباری تھا۔ نہایت ہی بور اور لمبا لٹکا سا آدمی۔ جہاز روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ مسافروں سے درخواست کی گئی کہ وہ پیٹیاں کس لیں اور اس کے بعد جہاز کے انجن اسٹارٹ ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم فضا میں پرواز کر رہے تھے۔ پائلٹ کیبن سے موسم کے بارے میں، ماحول کے بارے میں اطلاعات نشر ہو رہی تھیں اور میں اپنی دوسری ساتھیوں کے ساتھ ضروری ذمہ داریوں میں مصروف تھی۔ جب جہاز نارمل انداز میں اپنی منزل کی جانب رواں ہو گیا تو میں موقع ملتے ہی راکیش کے پاس پہنچی۔

"مسٹر راکیش میرا نام بھارتی ہے۔ میں وہی ہوسٹس ہوں جس سے آپ کے بھائی نے آپ کا خیال رکھنے کے لیے کہا تھا۔"

"اوہ! میڈم بے حد شکریہ ویسے میں ٹھیک ہوں۔"

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے۔"

"جی نہیں بے حد شکریہ۔" اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ طبیعتاً بھی وہ بے حد شریف انسان معلوم ہوتا تھا اور دورانِ سفر مجھ سے جس حد تک بن پڑا میں اس کے لیے کام کرتی رہی۔ اس کی خیریت کو پوچھنا۔ اس کی ضرورتوں کو پورا کرنا میرا فرضِ اولین تھا۔ یہاں تک کہ منزل آگئی اور پائلٹ کیبن سے مسافروں کو بیلٹ باندھنے کے لیے کہا گیا۔ میں نے یہاں بھی راکیش کی مدد کی تھی اور اسے کامیاب سفر کی بھی مبارک باد پیش کی تھی۔ ظاہر ہے اس سے زیادہ گفتگو کرنے کا موقع مجھے اور نہیں مل سکتا تھا۔ جہاز کے مسافر نیچے اترنے لگے۔ میں راکیش کا بازو پکڑتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے آگئی اور پھر اسے کسٹم ہاؤس تک پہنچا دیا۔ کسٹم ہاؤس

پھر مسٹر ڈی من سے میری ملاقات ہوئی۔ مسٹر ڈی من اسمتھ ایک معمر کسٹم آفیسر تھے اور میری ان سے اچھی خاصی شناسائی ہو گئی تھی۔ مسٹر ڈی من خاص طور سے کسی ڈیوٹی پر تعینات تھے۔ اور آنے جانے والے مسافروں کو بغور دیکھ رہے تھے۔ مجھ سے انہوں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد بڑی عجیب سی نگاہوں سے راکیش کو دیکھنے لگے۔ ان کے اندر کچھ بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی۔ میری ذمہ داری ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ راکیش امیگریشن کے قوانین سے فارغ ہونے کے بعد واپس آئے تو میں اسے اس کی منزل تک پہنچا دوں۔ چنانچہ اس کے لیے میں باہر کھڑی ہو گئی۔ لیکن باہر لگے ہوئے شیشوں سے میں نے اندر کا منظر دیکھا۔ مسافروں کے سامان کی تلاشی لی جا رہی تھی اور یہ سب کچھ معمول کے مطابق تھا لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ راکیش کے لباس کی تلاشی بھی لی گئی تھی اور کسٹم انسران خاص طور سے اس سے کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ بہر طور ان کے معاملات میں مداخلت کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں انتظار کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد راکیش اپنے مخصوص سامان کے ساتھ واپس آ گیا۔ میں نے ایک بار پھر اسے خوش آمدید کہا تھا اور باہر نکلتے ہوئے میں نے اس سے کسٹمز میں دیر ہو جانے کی وجہ پوچھی تو وہ تعجب بھرے لہجے میں بولا۔

"پتا نہیں کیوں وہ لوگ مجھ سے عجیب و غریب سوالات پوچھ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی خاص شخص کی تلاش میں ہوں۔ میرا خیال ہے کسی اور سے انہوں نے یہ گفتگو نہیں کی۔"

"اوہ! ہو سکتا ہے کوئی ایسی ویسی بات ہو۔ بہر طور آپ کو کلیئر کر دیا گیا نا؟"

"ہاں ظاہر ہے میں اندھا آدمی ہوں کسی غلط حرکت کا مرتکب کیسے ہوتا؟" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

میں اس کے ساتھ باہر آ گئی۔ راستے میں، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ لندن پہلی بار آیا ہے تو اس نے ہاں میں گردن ہلا دی۔ ایئر پورٹ سے باہر نکلنے کے بعد میری نگاہیں دور دور تک بھٹکنے لگیں۔ میں ان لوگوں کی تلاش میں تھی جو اسے لینے کے لیے یہاں آنے والے تھے اور جن کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ایک منٹ۔ دو منٹ۔ تین منٹ میں راکیش کے ساتھ کھڑی رہی لیکن میں نے کسی کو بھی اس کی جانب بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میرے ذہن میں دفعتاً بے چینی کی ایک لہر پیدا ہو گئی۔ یہ کیا ہوا؟ کیا اسے لینے کے لیے کوئی نہیں آیا؟ راکیش بھی کافی حد تک مضطرب نظر آ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"میڈم کیا کوئی شخص میری طرف نہیں آ رہا؟"

"آپ کے ساتھی نے ان لوگوں کو اطلاع تو دے دی تھی مسٹر راکیش؟"

"ہاں سو فیصدی۔ اس بات کے ذرا بھی امکانات نہیں ہیں کہ وہ ریسیو کرنے نہ آئیں۔ پتا نہیں کیا بات ہے۔ کیا ہم کسی نمایاں جگہ کھڑے ہوئے ہیں؟"

"ہاں بالکل یہاں بے شمار لوگ ہیں جو ایک دوسرے سے ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ انتشار بھی نہیں ہے کہ آپ کو نہ دیکھا جا سکے۔ جتنے افراد یہاں موجود ہیں میں سبھی کا جائزہ لے چکی ہوں۔"

"یہ۔ یہ کیا ہوا؟"

"کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے مسٹر راکیش کہ آپ کو کہاں جانا ہے؟"

"نہیں بدقسمتی سے مجھے یہ نہیں معلوم۔"

"یہ تو معلوم ہو گا کہ وہ کون لوگ ہیں جو آپ کو ریسیو کرنے آ رہے ہیں؟"

"دراصل لندن میں ہماری کوئی ایسی دوستی یا شناسائی نہیں ہے جو بہت قربت رکھتی ہو۔ میرے بھائی ایک کاروباری آدمی ہیں۔ انہوں نے اپنے چند کاروباری دوستوں ہی سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے علاج کے لیے لندن بھیجا جائے تو میری معاونت کریں اور انہوں نے وعدہ کر لیا تھا۔"

"ان دوستوں کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہیں آپ کو؟"

"نہیں میڈم نہیں معلوم۔"

"عجیب بات نہیں ہے یہ مسٹر راکیش؟"

"شاید۔" اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

میں اب کافی بے چین ہو گئی تھی۔ میرے اسٹاف کے تمام لوگ ایک ایک کر کے جا چکے تھے۔ اور چونکہ میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی تھی اس لیے میں اسے پورا کرنے رک گئی۔ ویسے یہاں سے مجھے اپنے ہوٹل ہی جانا تھا۔ جس کے بارے میں تمام تفصیلات میرے علم میں تھیں۔ وہاں معمول کے مطابق میرے لیے کمرہ موجود تھا۔ لیکن اگر

[illegible] ساتھی واقعی نہ آتے تو پھر کیا کروں گی؟ انتظار [illegible] بندرہ۔ بیس اور پھر پچیس منٹ گزر گئے۔ اب انتظار کرنا حماقت تھی۔ میں بھی ابھی پریشانیوں [illegible] پہنچ کر نارمل ہو گئی تھی۔ البتہ راکیش کی کیفیت [illegible] نظر آ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کپکپانے لگا [illegible] لے بھراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

[illegible] کاش میں اندھا نہ ہوتا۔"

[illegible] نہیں ڈیئر راکیش ایسی بات نہیں۔ پریشان [illegible] ضرورت ہے؟ کچھ نہ کچھ بندوبست کر دیا جائے [illegible] وہ لوگ کیوں نہیں آئے؟"

[illegible] نہیں۔ ہم سے۔ آپ۔ آپ۔"

[illegible] ہر چند کہ مجھے اپنے ہوٹل کی جانب روانہ ہو جانا [illegible] بہر طور میں آپ کو اس طرح تنہا نہیں چھوڑوں [illegible]

[illegible] کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں میڈم۔ [illegible] نصیبی ہے کہ۔ کہ۔"

[illegible] میں ادھر ادھر دیکھتی رہی پھر میں نے اپنی کلائی پر [illegible] گھڑی میں وقت دیکھا اور کہا۔

"آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ میرا خیال ہے اب اس سے زیادہ [illegible] بے سود ہے۔"

[illegible] کریں؟" اس نے نڈھال لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ نہیں آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کو تنہا [illegible] چھوڑوں گی۔ چلیے کسی ہوٹل میں آپ کا بندوبست [illegible] بلکہ بہتر یہی ہے کہ آپ میرے ساتھ میرے ہوٹل [illegible] اس کے بعد میں کوئی نہ کوئی بندوبست کر دوں گی۔"

[illegible] نے گردن جھکا لی۔ وہ جس قدر پریشان نظر آ رہا [illegible] اس کے بعد میرے لیے کسی قسم کا تردد یا اس سے اجتناب [illegible] نہیں تھا۔ انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ [illegible] میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ہم دونوں ہوٹل چل پڑے [illegible] یہ سب میرے لیے پریشان کن تھا لیکن بعض اوقات [illegible] حالات سے بھی گزرنا پڑتا ہے اور پھر کیونکہ میں احمق [illegible] جاہل قسم کی لڑکی نہیں تھی کہ فضول قسم کے خیالات [illegible] ذہن میں آتے۔ اب جو کچھ بھی ہو دیکھا جائے گا۔ یہی [illegible] بات تھی کہ میں راکیش کی مدد کرنے کے لیے کم از کم [illegible] رہی ہوں۔ اگر مجھے اپنے معاملات میں مصروف ہو [illegible] پڑتا تو پھر شاید میں اتنی توجہ نہ دے پاتی اس پر کیسی

میں خاموشی رہی اور اس کے بعد میں راکیش کو لے کر ہوٹل میں پہنچ گئی۔ ہوٹل سے اپنے کمرے کی چابی حاصل کرنے کے بعد میں لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کمرے میں ایک ہی آدمی کے لیے انتظام تھا۔ میں نے راکیش کو اطمینان سے کرسی پر بٹھایا اور خود منہ ہاتھ دھونے کے لیے چل پڑی۔ اس دوران میں یہ سوچتی رہی تھی کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔ فیصلہ یہی کیا تھا میں نے کہ راکیش کو فوری طور پر کوئی کمرہ حاصل کر کے اس میں منتقل کر دوں۔ اور اس کے بتائے ہوئے پتے پر ٹیلیکس کر دوں کہ یہاں کیا صورتحال پیش آئی ہے۔ راکیش بے سکونی سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں باتھ روم سے باہر نکلی اور روم سروس کو فون کر کے کافی طلب کر لی۔ لندن کی فضا معمول کے مطابق کہر آلود تھی۔ اور باہر کا موسم بہت ہی اچھا تھا۔ مجھے یہ موسم ہمیشہ سے پسند تھا۔ جب کہ ہندوستان میں اس موسم کا فقدان ہے۔ بہر طور کافی آ گئی۔ راکیش اس دوران خاموش ہی بیٹھا رہا تھا۔

"اگر آپ باتھ روم وغیرہ جانا چاہیں مسٹر راکیش تو آپ کے سوٹ کیس میں سے کپڑے نکال دوں؟"

"میں۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں مس بھارتی کہ۔ کہ آپ کو کتنی دیر تکلیف دی جا سکتی ہے؟"

"مجبوری ہے ورنہ ظاہر ہے کون کسی کے سر پڑتا ہے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے مسٹر راکیش۔ سو ٹھہریے اگر آپ باتھ روم جانا چاہیں تو چلے جائیں۔"

"نہیں شکریہ۔ کافی کی خوشبو بہت عمدہ لگ رہی ہے۔"

"یہ لیجیے آپ کی کافی۔" میں نے پیالی سامنے بڑھائی تو وہ پیالی ٹٹولنے لگا۔ میں نے اس کا ہاتھ کافی پر رکھ دیا اور اس نے شکریہ ادا کیا۔

"جی تو میں نے یہ سوچا ہے کہ آپ مجھے اپنا پتا دے دیجیے گا۔ میں ایک ٹیلیکس کیے دیتی ہوں جس میں آپ کے بھائی صاحب کو اطلاع دے دوں گی کہ وہ لوگ جن سے انہوں نے بات چیت کی تھی یہاں نہیں پہنچ پائے۔ اور میں نے آپ کو اس ہوٹل میں منتقل کر دیا ہے۔"

"آپ کا شکریہ میں آپ کا یہ احسان بھلا کیسے اتار سکتا ہوں۔ لیکن بہر طور آپ جو کچھ کر رہی ہیں بار بار اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرنا بھی کچھ عجیب سا لگتا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ آپ میرا بالکل شکریہ ادا نہ کریں۔ میں آپ کا یہ کام کر دوں گی۔ بہرطور آپ اطمینان سے یہاں بیٹھیں۔ میں فوراً ہی کوئی کمرہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"وہ میڈم! میرے پاس کرنسی وغیرہ کافی تعداد میں موجود ہے اس لیے براہ کرم۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

راکیش کے مسئلے کو حل کیے بغیر کچھ اور سوچنا بھی حماقت تھا۔ ویسے بھی یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ کچھ وقت ضرور لگ جائے گا لیکن بہرطور اس کا بھائی کسی نہ کسی شکل میں یہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ یا پھر کوئی اور انتظام کرے گا۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کہا۔

"مسٹر راکیش آپ کی آنکھوں میں کیا خرابی ہے؟"

"میڈم مجھے ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا۔ شدید ترین ٹائیفائیڈ۔ اور اسی ٹائیفائیڈ میں میری آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ آپریشن کے بعد میری بینائی بحال ہو سکتی ہے۔"

"میری اچھی خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔" میں نے کہا۔

"بے حد شکریہ۔ آپ بے حد مہربان خاتون ہیں۔ میں آپ سے بے حد متاثر ہوں۔"

"میں نے کہا نا کوئی بات نہیں۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو آپ کی اسی طرح مدد کرتا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر تک بیٹھی رہی پھر میں نے کہا۔

"میں آپ کے لیے کمرے وغیرہ کا بندوبست کیے دیتی ہوں۔ میرا خیال ہے یہ مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"جی۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میں کمرے کے دروازے سے باہر نکل آئی۔

میں نے سوچا تھا ہوٹل کے منیجر سے معلومات حاصل کر کے میں راکیش کے لیے کمرہ حاصل کر لوں گی۔ مگر چند قدم چل کر میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ بہتر ہے کہ ٹیلی فون پر ہی بات کر لوں۔ میں واپس پلٹی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ میرا پرس میز پر رکھا ہوا تھا لیکن اس وقت وہ راکیش کے ہاتھ میں تھا۔ اور راکیش پتا نہیں کیا کر رہا تھا۔ میں تعجب سے ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گئی۔ اسی وقت پرس راکیش کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اور وہ اسے زمین پر ٹٹولنے لگا۔ اس کے ہاتھ ادھر ادھر گردش کر رہے تھے۔ میں آگے بڑھی اور میں نے پرس اٹھا لیا۔

"کیا یہ پرس تلاش کر رہے ہیں مسٹر راکیش؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ ہاں میڈم میں نے ہاتھ آگے بڑھائے تھے تو یہ میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ کیا ہے؟"

"او، میرا پرس ہے۔" میں نے کہا اور پرس ایک طرف ڈال دیا۔ پھر میں ٹیلی فون پر منیجر سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ لیکن یہ خیال بار بار میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ راکیش نے میرا پرس جان بوجھ کر اٹھایا تھا یا یہ صرف اتفاق ہی تھا۔ منیجر سے بات کی تو اس نے کہا کہ چوتھی منزل پر ایک کمرہ مل سکتا ہے۔ وہ اس کے لیے بندوبست کیے دیتا ہے۔ میں نے شکریہ ادا کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔ اور ایک کرسی پر بیٹھ کر راکیش کو دیکھنے لگی۔ دفعتاً ہی دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے یہ سوچا کہ شاید منیجر یا کوئی ویٹر کمرے کے بارے میں اطلاع دینے کے لیے آیا ہے۔ دروازہ کھلا ہی ہوا تھا۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"اندر آجاؤ۔ کم ان۔"

داخل ہونے والا ایک دراز قامت آدمی تھا۔ شکل صورت سے مقامی ہی لگتا تھا۔ ناک چھری، سرخ ہونٹ پتلے پتلے اور بھینچے ہوئے۔ آنکھوں میں مکاری کی چمک۔ عمدہ قسم کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے فلیٹ ہیٹ کا اگلا گوشہ تھوڑا سا خم کیا اور اس کے بعد آگے بڑھ آیا۔ میں متحیرانہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن دفعتاً ہی اس کے پیچھے دو آدمی اور داخل ہو گئے اور اس طرح دروازے کے دونوں سمت رک گئے جیسے وہاں رہ کر وہ صورتحال کی نگرانی کرنا چاہتے ہوں۔ آگے آنے والا گردن خم کر کے بولا۔

"معافی چاہتا ہوں میڈم۔"

"کیا آپ ہوٹل کے منیجر ہیں؟"

"نہیں کیوں؟ کیا آپ کو منیجر کا انتظار تھا؟"

"ہاں میں ان صاحب کے لیے ایک کمرہ حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اور اس کے لیے میں نے ابھی ٹیلیفون پر منیجر سے بات کی ہے۔"

"یہ ہیں یہ صاحب۔" دراز قامت شخص نے راکیش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ راکیش خاموشی سے صوفے سے پشت لگائے بیٹھا تھا۔ پھر دراز قد شخص بولا۔

"سوری مسٹر راکیش ہمیں کچھ دیر ہو گئی۔ اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ دراصل ہم آپ کو لینے کے لیے ایئرپورٹ گئے تھے۔ لیکن راستے میں ہماری گاڑی خراب ہو گئی اور ہم دیر سے پہنچے۔"

راکیش کے دونوں ہاتھ صوفے کے ہتھے پر تشنجی انداز میں کھلنے اور سکڑنے لگے تھے۔

"آئیے براہِ کرم آئیے۔ ان خاتون کو ہماری وجہ سے تکلیف ہوئی۔"

"لیکن لیکن آپ... آپ..." راکیش نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہمیں آپ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ معافی چاہتے ہیں ہمیں دیر ہو گئی۔" وہ شخص آگے بڑھا اور اس نے راکیش کا بازو پکڑ لیا۔ راکیش کھڑا ہو گیا تھا۔ اس شخص نے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ آپ کا بے حد شکریہ مادام کہ آپ نے ہمارے مہمان کو کچھ دیر اپنے ساتھ رکھا۔ اس کے لیے ہم شکرگزار ہیں۔"

میرے چہرے پر کسی قدر اطمینان کے آثار پھیل گئے تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ بہرطور میں تو ان کے بھائی کو ٹیلیکس کرنے والی تھی۔ اور یہاں کی صورتحال کے بارے میں بتانے والی تھی۔"

"ٹیلیکس کا ذکر ہم... اس شرمندگی سے بچ گئے ورنہ اگر... آئیے مسٹر راکیش آپ کچھ تساہل برت رہے ہیں۔" اس شخص کے لہجے میں میں نے ایک عجیب سے طنز کا انداز پایا تھا۔ لیکن میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا نہیں کیوں راکیش ان کے ساتھ جاتے ہوئے ٹھٹک رہا تھا۔ بہرطور وہ شخص راکیش کو بازو سے پکڑے ہوئے دروازے تک لے گیا۔ اور پھر دروازے سے نکلنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں نے راکیش کے دونوں ہاتھ بجلی کی طرح چلتے دیکھے اس نے دروازے کے ادھر ادھر کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں کو گردن سے پکڑا اور ان کے سر [illegible] سکتے۔ جیسے انہوں نے اپنی جیبوں میں رکھے ہوئے پستول پکڑے ہوئے ہوں۔ وہ ایک دوسرے سے ٹکرائے تو ان کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔ دوسرے لمحے راکیش نے سر کی ٹکر دراز قامت شخص کے منہ پر ماری اور اس کی ناک پر زبردست چوٹ لگی۔ اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور وہ زمین پر الٹ گیا۔ میں نے راکیش کو اچھل کر دروازے میں کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک کے پیٹ پر ٹکر لگاتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ قطعی اندھا نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ دوسرے آدمی نے سنبھلنے کی کوشش کی تو راکیش نے گردن سے پکڑ کر اسے بھی گھمایا اور پہلے آدمی پر دے مارا اور اس کے بعد وہ انتہائی پھرتی سے کھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔

"پکڑو پکڑو۔" نیچے پڑے ہوئے شخص نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن پکڑنے والا کون تھا۔ وہ دونوں تو بے حال ہو گئے تھے۔ جن کی مرمت راکیش نے کی تھی چنانچہ دراز قد آدمی خود ہی دروازے سے چھلانگ مار کر باہر نکل گیا۔ میں پتھر کے بت کی مانند ساکت رہ گئی۔ حواس ایک لمحے کے لیے ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ وہ دونوں جو راکیش کی مرمت سے اچھے خاصے زخمی ہو گئے تھے وہ اپنے آپ کو سنبھال کر پھرتی سے اٹھے اور پھر وہ بھی دروازے سے باہر نکل گئے۔ میرا بدن تھر تھر کانپنے لگا تھا۔ یہ سارا ہنگامہ میری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ راکیش! راکیش! میرا ذہن مسلسل یہ گردان کر رہا تھا۔ کیا وہ اندھا نہیں ہے۔ کیا وہ اندھا نہیں تھا؟ کیا یہ لوگ وہ نہیں تھے جو راکیش کو وصول کرنے کے لیے آئے تھے۔ لیکن راکیش اگر اندھا نہیں ہے تو پھر۔ مجھے بہت سے خیالات آئے لیکن ذہن ابھی ساتھ نہیں دے رہا تھا بے اختیارانہ انداز میں آگے بڑھی اور راہداری میں نکل آئی۔ لیکن راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ کوئی ذی روح وہاں نظر نہیں آتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ راکیش نیچے پہنچ گیا اور وہ لوگ اس کا تعاقب کرتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ میں گیلری کے آخری سرے تک چلی گئی لیکن مجھے کوئی بھی افراتفری نظر نہیں آئی۔ نہ راکیش تھا اور نہ اس کا تعاقب کرنے والے۔ گیلری پُرسکون نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک ویٹر نچلی منزل سے اوپر آتا ہوا نظر آیا۔ وہ غالباً لفٹ سے

باہر نکلا تھا۔ میں نے اسے دیکھا۔ وہ بھی مجھ پر ایک نگاہ ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا اور ایک دوسرے کمرے کے دروازے پر دستک دینے لگا۔ میں لرزتے قدموں سے اندر آ گئی اور ایک صوفے پر گر کر گہری گہری سانس لینے لگی۔ ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو اگر راکیش اندھا نہیں تھا تو پھر یہ سارا ڈراما کیا حیثیت رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرا ذہن صاف ہونے لگا۔ میں نے کسٹمز ہاؤس کے مسٹر ڈین اسمتھ پر غور کیا جو گہری نگاہوں سے راکیش کو دیکھ رہے تھے۔ اور اس کے بعد راکیش کی تلاشی کے بارے میں سوچا پھر راکیش کی گفتگو اور اس کے بعد کے حالات۔ اوہ! مائی گاڈ۔ اوہ! اس کا مقصد یہ سب کچھ فراڈ تھا۔ بالکل فراڈ۔ ڈریسنگ میں اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ نارمل ہو گئی۔ پھر ایک دم میرے ذہن میں کوئی خیال آیا۔ راکیش نے میرا پرس کیوں اٹھایا تھا؟ پرس مجھے دیکھ کر اس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا یقیناً اسے میری اتنی جلد آمد کی توقع نہیں ہوگی لیکن پرس۔۔۔؟

میں چیل کی طرح اپنے پرس کی طرف جھپٹی۔ پرس کھولا اور اندر دیکھنے لگی۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں شدت خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میرے پرس میں میرے سامان کے علاوہ ایک چھوٹی سی پلاسٹک کی تھیلی بھی موجود تھی۔ یہ تھیلی یقیناً میری نہیں تھی۔ میں نے تھیلی کو پرس سے نکالا۔ اس میں ایک زپ لگی ہوئی تھی زپ کھول کر میں نے تھیلی میں جھانکا۔ اور اس کے بعد میرے حواس بالکل ہی معطل ہو گئے۔ تھیلی میں بہت ہی اعلیٰ قسم کے تقریباً بیس ہیرے موجود تھے۔ "اسمگلنگ" میرے ذہن نے ایک ہی لفظ دہرایا۔

فضائی زندگی میں یہ سارے واقعات میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ ہوائی جہازوں سے اسمگلنگ کی جاتی تھی کسٹمز ہاؤس میں اسمگلر پکڑے جاتے تھے۔ ہنگامے ہوتے تھے۔ ایسے کئی ہنگامے میری زندگی میں آ چکے تھے لیکن اس بار نہایت چالاکی سے خود مجھے ہی ان ہنگاموں میں ملوث کر لیا گیا تھا۔ میں پریشانی کے عالم میں سوچتی رہی۔ اندھا راکیش اور اس کا بھائی یقیناً اسمگلر تھے لیکن لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ میرے پرس میں کب منتقل ہوئے مجھے وہ لمحہ بالکل یاد نہیں آ رہا تھا سوائے اس وقت کے جب راکیش میرا پرس کھولے ہاتھ... لیکن یہ ناقابل یقین سی بات تھی میرے پرس میں ہیرے رکھ کر لائے تو جا سکتے تھے۔ لیکن یہاں ہوٹل کے اس کمرے میں ان ہیروں کو میرے پرس میں منتقل کرنا میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ کسٹمز ہاؤس میں جس طرح راکیش کے بدن کی تلاشی لی گئی۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اس وقت ہیرے اس کے پاس موجود نہیں تھے۔ بلکہ میرے پرس میں تھے۔ اور اب راکیش پرس سے وہ ہیرے نکالنا چاہتا تھا۔ لیکن سوال یہی پیدا ہوتا تھا کہ انہیں میرے پرس میں کب رکھا گیا ہو۔ ایسے ایک بات اور خوفزدہ کر رہی تھی۔ وہ یہ کہ لندن پولیس کو بہر طور راکیش پر شبہ تھا۔ ورنہ کسٹمز ہاؤس میں اسے روکا نہ جاتا اور اب اس بات کے امکانات تھے کہ پولیس میری جانب متوجہ ہو جائے۔ راکیش کے بارے میں بس ایک ہی بات ذہن میں آ رہی تھی کہ یہ لوگ جو اچانک ہی اسے لینے آ گئے تھے اس کے ساتھی نہیں تھے۔ بلکہ شاید کوئی اور گروہ تھا جو ان ہیروں کے حصول میں سرگرداں ہوگا۔ سو فیصدی یہی بات تھی۔ اسی قسم کے واقعات پیش آیا کرتے ہیں۔ راکیش انہیں چکر دے کر نکل گیا اور لڑائی ان کے درمیان چلے گی۔ تعجب کی بات ہے کیسا معصوم صورت بلکہ کتنا دلکش اور شائستہ انسان تھا۔ لیکن ہیروں کا اسمگلر۔ میری پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔ صرف یہ ہیرے میرے پاس موجود نہیں کیا انہیں۔ مجھ سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ اگر پولیس کو شبہ ہو گیا تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤں گی۔ کون اس بات پر یقین کرے گا کہ میں بذات خود اس اسمگلنگ میں ملوث نہیں ہوں۔ میں سوچنے لگی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ فوراً ہی اپنی کمپنی کے دفتر سے رجوع کر کے یہ تمام صورتحال انہیں بتا دینی چاہیے تاکہ وہ آگے کے حالات سنبھال لیں۔ ظاہر ہے میری بچت کا یہی ایک طریقہ تھا۔ اگر میں انہیں لیے بیٹھی رہتی تو یہ عذاب بن جاتے میرے لیے۔ ایک بار پھر ہلکی سی دستک ہوئی۔ بڑے انوکھے ہنگامے ہو رہے ہیں یہاں اس بار دستک دے کر بغیر اجازت لیے اندر آنے والی جو شخصیت تھی۔ وہ ایک عورت تھی۔ لیکن اس کے بدن پر پولیس کی وردی دیکھ کر میری روح فنا ہو گئی۔ دو اور افراد اس کے ساتھ تھے جو باقاعدہ پولیس کے لباس میں تھے لیکن کانسٹیبل نہیں معلوم ہوتے تھے۔

"ایکسکیوز می میڈم ہمیں اس طرح اندر آنے کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن بعض اوقات ہم لوگوں کو ایسے اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ براہ کرم میرا یہ کارڈ۔" اس نے شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا اور میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"نہیں اس وقت تو آپ کی مدد کا بے حد شکریہ آپ نے خود یہاں آ کر مجھے بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے سے بچا لیا ہے۔ میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گئی ہوں۔ اور فوراً ہی پولیس سے رجوع کرنا چاہتی تھی۔"

"تم باہر نظر رکھو۔" آنے والی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ دوسرا آدمی فوراً ہی میرے قریب آ گیا تھا۔ پولیس آفیسر لڑکی بولی۔

"آپ کس مصیبت میں پھنس گئی ہیں میڈم۔"

"میں ایک ایئر ہوسٹس ہوں۔ ایئر انڈیا کی فضائی کمپنی میں۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں، ہمیں آپ کے بارے میں سب معلومات حاصل ہو گئی ہیں مس بھارتی۔ ہم اس سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں۔ سنا ہے آپ کے ساتھ ایک اسمگلر نے سفر کیا ہے۔ اور ایئرپورٹ سے یہاں تک آپ کے ساتھ آیا ہے۔ کیا وہ باتھ روم میں ہے؟"

"نہیں بے شک اس نے میرے ساتھ سفر کیا ہے اور میں اپنی ذمہ داریوں کو ضرورت سے زیادہ بڑھا کر ایک سازش کا شکار ہو گئی ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ شخص میرے ساتھ موجود تھا پھر تین افراد آئے!! ٹھہریے میں آپ کو پوری کہانی سناتی ہوں۔ اس کا نام راکیش ہے۔ اسے ایک شخص نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ وہ اندھا ہے اور آنکھوں کے علاج کے لیے لندن جا رہا ہے۔ میں اسے ان لوگوں کے حوالے کر دوں جو اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے آئیں۔ میں نے سوچا کہ بیچارے اندھے کو کوئی مدد دینی چاہیے چنانچہ میں اسے یہاں اپنے ساتھ لے آئی۔ آپ ہوٹل کے منیجر سے معلوم کر سکتی ہیں۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہوٹل میں اس کے لیے ایک کمرے کا انتظام کیا ہے۔ مقصد یہی تھا کہ اسے کمرے میں منتقل کرنے کے بعد اس کے بتلائے ہوئے پتے پر ٹیلیکس کر دوں اور صورتحال بتا دوں۔ ابھی میں ان کارروائیوں میں مصروف ہی تھی کہ تین افراد یہاں آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ وہ اسے لینے کے لیے آئے ہیں اور انہیں ایئرپورٹ پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ بہر طور انہوں نے اس شخص کو ساتھ لے جانا چاہا لیکن وہ ان سے لڑ بھڑ کر فرار ہو گیا۔ وہ اندھا نہیں تھا میڈم۔" میں نے کہا۔

"میرا نام ایڈنا لورلیسا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"میڈم لورلیسا وہ اندھا نہیں تھا۔ وہ ہم لوگوں کو بے وقوف بنا رہا تھا۔ وہ ان کو چکر دے کر صاف نکل گیا۔"

"او مائی گاڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ ہیرے لے گیا۔"

"نہیں میڈم میں آپ کو یہی اطلاع دینا چاہتی تھی جو میرے لیے انتہائی پریشان کن ہے۔ میرے پرس میں چمڑے کی ایک تھیلی پائی گئی ہے۔ جس میں بیس ہیرے موجود ہیں ابھی ابھی میں اسے ہی نکال کر دیکھ رہی تھی۔ دیکھیے یہ موجود ہے۔" میں نے تھیلی سامنے کرتے ہوئے کہا اور ایڈنا لورلیسا چیل کی طرح میرے ہاتھ پر جھپٹی اور اس نے تھیلی میرے ہاتھ سے لے لی پھر اس نے تھیلی کھول کر ہیرے دیکھے اور آنکھیں بند کر لیں۔

"مائی گاڈ۔ مائی گاڈ! اس کا مقصد ہے کہ اسمگلر نکل گئے۔ مسٹر مائیکل کیا آپ اس بات کو انتہائی خوش نصیبی نہیں کہہ سکتے کہ ہیرے ہمارے ہاتھ سے نہیں جا سکے لیکن ہیروں کے ساتھ ساتھ ہمیں اسمگلرز کی بھی تلاش ہے۔ براہ کرم ذرا آپ اس بات کی تصدیق کیجیے کہ یہی وہ شخص تھا۔" ایڈنا لورلیسا نے اپنی پولیس کی وردی میں سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی یہ تصویر راکیش ہی کی تھی میں نے تصدیق کرنے کے انداز میں گردن ہلا دی۔

"سو فیصدی یہی تھا۔"

"آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے پولیس سے تعاون کیا۔ اطمینان رکھیں اسمگلر کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا یہ ہیرے ہم سرکاری تحویل میں لے رہے ہیں۔"

"بالکل۔ بالکل مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ یہ میرے پاس ہوتے تو میں خواہ مخواہ خوف کا شکار ہوتی۔"

"آپ کے اس تعاون کا بے حد شکریہ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ جب بھی چاہیں مجھ سے پولیس ہیڈکوارٹر میں ملاقات کر سکتی ہیں۔ براہ کرم میرا یہ کارڈ رکھ لیں۔" اس نے ایک ننھا سا وزیٹنگ کارڈ نکال کر میرے

حوالے کر دیا۔ جس پر ایڈنا لوریسا الف۔ بی۔ آئی لکھا ہوا تھا۔ وہ انسپکٹر کی پوسٹ رکھتی تھی۔ میں نے اس کا کارڈ لے کر احتیاط سے پرس میں رکھ لیا۔ ایڈنا نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اس کے ساتھی نے سر خم کیا۔ اور اس کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل گئی۔ میں نے صوفے پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ یہ میرے لیے انتہائی سکون کا باعث تھا جو حالات اتنے طوفانی انداز میں پیش آئے تھے کہ مجھے سمجھنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔ یہ سب کچھ میرے لیے غیر متوقع تھا کمبخت اندھا راکیش میرے ذہن پر ایک لکیر سی چھوڑ گیا تھا اس لکیر میں پسندیدگی یا محبت کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ بس میں اس سے متاثر ہوئی تھی اور اس کی مدد کرنا چاہتی تھی ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کہ جہاز سے اترنے کے بعد کسی کے چکر میں پھنستی۔ یہ مسئلہ خود بخود رفع ہو گیا تھا۔ یہ میرے حق میں بہتر ہوا۔ ورنہ نجانے کیسی کیسی مصیبتوں میں پھنسنا پڑتا۔ یہ بھی شکر تھا کہ پولیس نے مجھ پر کوئی شک نہیں کیا تھا۔ شاید پہلے سے انہیں صورتحال کا اندازہ ہو چکا تھا۔ بہرطور یہ جو اچانک افتاد مجھ پر پڑی تھی وہ خود بخود رفع ہو چکی تھی۔ اور میں اسے اپنی خوش بختی قرار دے سکتی تھی اب میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا چنانچہ رات کو میں دیر تک ان واقعات پر غور کرتی رہی اور پھر غور کرتے کرتے ہی سو گئی۔ دوسرے دن صبح تقریباً ساڑھے نو بجے جاگی تھی۔ جاگنے کے بعد میں نے صورتحال پر غور کیا اور پھر یہ سوچ کر میرے دل میں مسرتوں کی لہریں اٹھنے لگیں کہ میں لندن میں ہوں۔ ڈیوٹی پر نہیں ہوں اور مجھے اچھی طرح گھومنے پھرنے کی آزادی ہے۔ اس احساس نے طبیعت کو مسرور کر دیا۔ گرم پانی کے غسل نے اور فرحت بخشی تھی۔ کھڑکی کھولی تو ایک دم سے بند کر لینی پڑی۔ باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور شدید کہر پھیلی ہوئی تھی حالانکہ گھڑی دن کے نو بجا رہی تھی لیکن یوں لگتا تھا ابھی صبح ہی نہ ہوئی ہو۔ یہ موسم بھی میرے لیے پسندیدہ تھا یقیناً لندن کے رہنے والے تو اس موسم سے نفرت کرتے ہوں گے لیکن وہ جو ہندوستان میں رہتے ہیں ان کے لیے ایسے موسم آرزوؤں کے موسم ہوتے ہیں۔ گو میرے دل میں کوئی ایسی نہیں تھی جو گدگدا ہٹیں پیدا کرے لیکن کچھ بھی موسم سے لطف اندوز ہونا تو ایک فطری چیز ہے۔ میں روم سروس کو ٹیلیفون کر کے ناشتے کا انتظار کرنے لگی اور

یہ سوچنے لگی کہ اب میرا پروگرام کیا ہونا چاہیے۔ لندن کے بے شمار تفریحی مقامات سے واقف تھی۔ اس کے نواح کے بارے میں بھی تفصیلات جانتی تھی۔ گو لندن میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے اس کے صرف چند حصے دیکھے تھے۔ اب ذرا تفصیل سے فرصت ملی ہے تو پھر اچھی طرح ہی لندن کا جائزہ لوں گی۔ میں ناشتے سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ ایک ویٹر نے ٹیلکس لا کر میرے سامنے رکھ دیا اور میں اسے دیکھنے لگی۔ پھر میں مسرت سے اچھل پڑی۔ ساڑھے بارہ بجے ونود آ رہا تھا۔ یہ اور بھی اچھا ہوا۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ ونود اتنی جلدی آ جائے گا۔ جو ٹکٹ میں نے اس کے لیے کنفرم کرایا تھا وہ اب سے تین دن کے بعد کا تھا۔ پتا نہیں کیا چکر چلا کہ ونود کو فوراً ہی آنے کی اجازت مل گئی۔ بہرطور ساڑھے بارہ بجے سے پہلے مجھے ائیرپورٹ پہنچ جانا تھا چنانچہ پھرتی سے سارے انتظامات کر کے میں وقت سے پہلے ائیرپورٹ پہنچ گئی۔ انہی دفتر میں جا کر بیٹھ گئی۔ فلائٹ کے بارے میں مجھے معلومات ہو چکی تھیں کہ وہ صحیح وقت پر آ رہی ہے اور پھر جب فلائٹ کا وقت ہو گیا تو میں ٹرمینل کے سامنے پہنچ کر چہل قدمی کرنے لگی۔ مسافر آنا شروع ہو گئے۔ میں نے دور ہی سے ونود کو دیکھ لیا۔ اس نے میری جانب رخ کر کے ہاتھ ہلایا تھا مسٹر ڈی۔ بن اس وقت بھی اپنی ڈیوٹی پر تھے مجھے دیکھتے ہی میرے پاس پہنچ گئے اور بھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"کہیے میڈم کیسے مزاج ہیں آپ کے۔؟"

"ٹھیک ہوں مسٹر ڈی بن۔ میرا چھوٹا بھائی آ رہا ہے اسے لینے آئی ہوں۔"

"اوہ اچھا۔ اچھا اس کا مقصد ہے کہ آپ لندن میں کچھ دن قیام کریں گی۔"

"جی ہاں۔ اس بار میں ذرا لمبی چھٹی پر ہوں۔"

مسٹر ڈی۔ بن کو کسی نے طلب کیا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی دیر گزری کہ ونود مسکراتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ ونود کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"ہائے دیدی لندن میں۔ تم کہر... مزے... مزے۔"

اس کے بولنے کے انداز پر ہنس پڑی تھی۔ میں نے اس کا سامان آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ہاں ونود مزے ہی مزے۔"

"ونڈر فل بھگوان سب کو ایسی دیدی دے۔"

"مکھن لگا رہے ہو مجھے۔ چلو۔" میں نے کہا اور ونود ساتھ باہر نکل آئی۔ ہوٹل تک پہنچنے کے لیے ٹیکسی ہی استعمال کرنی پڑی تھی۔ گو کہر اب کسی قدر کم ہو گئی تھی لیکن پھر بھی اتنی تھی کہ ڈرائیور کو ہیڈ لائٹس جلانی پڑی تھیں۔ گھر دیکھا اور موسم کے بارے میں بہت برے خیالات بنا تھا۔ کئی بار اس کے منہ سے گالی نکلتے نکلتے بچی غالباً تصور کے ساتھ کہ ٹیکسی میں کوئی خاتون سوار ہے۔ بہرطور ٹیکسی ہمارے ہوٹل کے سامنے رکی۔ میں نے ٹیکرو ڈرائیور کو ٹپ کی رقم بھی اچھی خاصی دی تھی۔ چنانچہ موسم سے اس کی ناگواری کسی حد تک کم ہو گئی۔ اور میں ونود کو لیے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی۔ منیجر سے میں نے پہلے ہی اس سلسلے میں بات کر لی تھی اور منیجر نے مجھ سے رعایت بھی کی تھی کہ کمرہ بک کرانے کے باوجود میں نے نہیں حاصل کیا۔ میں نے اس کے لیے منیجر کو کرائے کی رقم ادا کرنی چاہی تو وہ مسکرا کر بولا۔

"نہیں میڈم ہم ایک بچے کے لیے کوئی بات نہیں۔"

ونود کو اپنے کمرے میں رکھنے کی اجازت میں پہلے ہی طلب کر چکی تھی۔ اور اس کے لیے بندوبست کر گئی تھی۔ ونود بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم تین دن بعد کے بجائے آج کیسے آ گئے۔؟"

"بس دیدی راگنی دیدی نے اس سلسلے میں میری مدد کی۔ آپ سے دور رہ کر تو من کرتا ہے کہ کسی دریا میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی جائے۔"

"ارے ارے تم میرے عاشق کب سے ہو گئے۔؟"

"جس دن سے آپ کو دیکھا۔"

"چلو میرے ننھے سے عاشق اب ذرا منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو اور اس کے بعد تمہارے لیے کھانے پینے کو کچھ منگواؤں۔"

"اوہ دیدی آپ مجھ سے دشمنی پر آمادہ ہیں بھلا ٹھنڈا پانی میں اپنے چہرے پر ڈالوں گا تو وہ میرے چہرے پر جم کر برف نہ بن جائے گا۔"

"نہیں گرم پانی بھی ہے۔"

"پانی۔ پانی ہی ہوتا ہے دیدی۔ ٹھنڈا ہو یا گرم۔ آپ اگر مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیں تو میں آپ کو تھینک یو کہوں گا۔"

"کیا منگواؤں تمہارے لیے۔؟"

"گرم کافی۔ ویسے یہ جہاز والے بہت اچھے ہوتے ہیں دیدی آپ سب لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں۔ راگنی دیدی نے میری سفارش کر دی تھی نا چنانچہ کھانے پینے کے لیے مجھے بہت کچھ ملا۔ دیکھیے ٹافیوں کے انبار لگا لیے ہیں میں نے۔" اس نے اپنا ٹافیوں کا پیکٹ دکھاتے ہوئے کہا۔

"بہت تیز ہو تم جہاز کی ٹافیاں مار لائے۔ چلو خیر کوئی بات نہیں۔"

ونود کے لیے کافی منگوائی گئی۔ ہلکے پھلکے بسکٹ وغیرہ بھی آ گئے تھے۔ وہ ساری پلیٹ چٹ کر گیا اور کہنے لگا۔

"ویسے تو دیدی میں ناشتا کر چکا ہوں۔ لیکن آپ نے یہ تکلف کیا ہے تو میں نے سوچا کہ آپکو ناراض نہیں کرنا چاہیے خاص طور سے لندن جیسی جگہ۔ ہاں تو یہ بتائیے کہ اب ہمیں کہاں گھمایا جا رہا ہے۔؟"

"موسم بہت خراب ہے ایسے موسم میں تو بس کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر نظارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔"

"اوہ! دیدی کیسی بور باتیں کر رہی ہیں۔ نظارہ کھڑکی میں سے بیٹھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ سڑکوں پر نکل کر کیا جاتا ہے۔ مجھے وہ لوگ بہت عجیب لگتے ہیں دیدی جو اپنے بند کمروں میں بیٹھ کر بارش کی شان میں شاعری کرتے ہیں۔ بھلا انہیں بارش کے مزے کے بارے میں کیا معلوم، بارش کے موسم کے بارے میں کچھ کہنا سننا ہے تو بارش میں نکل کر کہا جائے آپکا کیا خیال ہے؟"

"لندن میں قدم رکھتے ہی تم ذرا باتیں زیادہ بنانے لگے ہو۔"

"ہاں دیدی میں خود بھی اپنے اندر یہ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔" ونود نے کہا اور میں نے اس کے گال پر پیار سے ایک ہلکی سی چپت لگا دی۔ حقیقت یہ ہے کہ ونود کے آنے کے بعد سے خود میں بھی اپنے دل میں خوشی کی ایک لہر سی پا رہی تھی۔ بہر طور اسے مطمئن کرنے کے لیے میں نے کہا۔

"ابھی ہم لندن کا نقشہ طلب کریں گے اور تفریحی مقامات کی ایک فہرست بنا لیں گے۔ اسکے بعد ایک کے بعد ایک مقام دیکھیں گے۔"

"گڈ ویری گڈ! دیدی زندہ باد۔" ونود نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ہوٹل کے ڈائننگ ہال ہی میں کھایا۔ اسی دوران وہاں سے گزرتے ہوئے میں ہوٹل کے بک اسٹال سے لندن کا ایک نقشہ طلب کر لیا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نقشہ پھیلا کر بیٹھ گئے۔ ونود نے کہا۔

"دیدی میں ٹرافلگر اسکوائر کے کبوتر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ نیشنل گیلری کے یونانی ستون ان کبوتروں کے لیے مشہور ہیں۔ دیدی پہلے ہم یہاں کے مشہور و معروف پارک، سڑکیں اور گرجے دیکھیں گے اس کے بعد آگے کا کوئی پروگرام ترتیب دیں گے۔"

"او کے۔۔ او کے۔" میں نے کہا اور ہم لوگ کھانے کے بعد ڈائننگ ہال سے اٹھ آئے۔ موسم صبح کی نسبت کافی بہتر ہو گیا تھا۔ دھند چھٹ گئی تھی لیکن سورج اب بھی نہیں نکلا تھا۔ اور آسمان پر گہرے گہرے سیاہ بادل گشت کر رہے تھے۔ جیسے کسی بھی جگہ جمع ہو کر پانی کی فائرنگ شروع کر دیں گے۔ باہر نکلے لاتعداد ٹیکسیوں اور کاروں کے ہجوم سڑک پر نظر آ رہے تھے۔ ہم نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ قریب آ گئی۔ میں نے ونود کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹرافلگر اسکوائر۔" اور ٹیکسی ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ بادلوں کی چھاؤں میں ٹرافلگر اسکوائر کے درمیان میں کھڑے بلند و بالا ستون کی چوٹیوں پر اکڑوں بیٹھے ہوئے لارڈ نیلسن کا مجسمہ تھا اور مشہور زمانہ کبوتر جو نیشنل گیلری کے یونانی ستونوں پر جگہ جگہ اپنے ڈیرے جمائے ہوئے تھے۔ بڑے فوارے کے سامنے ایک بینچ پر بیٹھ کر ہم ان کبوتروں کا نظارہ کرنے لگے۔ ونود کبوتروں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا جا رہا تھا۔ فوارے کے وسط میں مچھلی کا وہ مشہور زمانہ مجسمہ گھنیرے پھیلائے منہ سے پانی اگل رہا تھا اور اس کا یہ منظر بے حد حسین نظر آ رہا تھا۔ ونود نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ! دیدی ایک غلطی ہو گئی لیکن میرے خیال میں وہ غلطی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ویسے تو میں نے بہت سارے منصوبے بنائے تھے لیکن ان منصوبوں میں کیمرہ کہیں رہ گیا۔ اب آپ بتائیے دیدی کیمرے کے بغیر زندگی کیسے گزر سکتی ہے؟"

"نہیں گزر سکتی بھیا" [illegible] لے گردن ہلا کر

"تو کیمرے کے حصول کا کیا طریقہ ہونا چاہیے؟"

"ابھی یہاں سے اٹھیں گے بازار چلیں گے اور میں تمہیں ایک عمدہ سا کیمرہ خرید دوں گی۔"

"وہ تو میں جانتا تھا۔ ویسے بھگوان بھی خوب چیز ہے نہیں دینا تو کچھ نہیں دینا اور دیتا ہے تو دو دو دیتا ہے۔"

"دو۔ دو؟" میں نے ونود کو دیکھا۔

"ہاں دو۔ دو۔"

"کیا تمہیں بھگوان نے دو کیمرے دے دیئے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دو دیدیاں دے دیں۔ جو میری ساری فرمائشیں پوری کرتی ہیں۔" ونود نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"آج تو تم خیر رہنے دو لیکن میں تمہیں دوبارہ یہاں لے آؤں گی۔ تب تم ان کبوتروں کی بہت ساری تصویریں اتار لینا۔"

"دیدی کوئی ایسی ترکیب بھی ہو سکتی ہے کہ میں ان

[illegible]لوں کے ساتھ بیٹھ کر تصویر کھنچوا لوں؟"

"ایسی کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"چلیے ٹھیک ہے ویسے آپ میری کچھ تصویریں انکے [ساتھ] ضرور بنا دیں۔"

"بنا دوں گی۔" میں نے کہا۔ ہم کافی دیر تک وہاں رکے رہے اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ٹرافلگر اسکوائر کے سامنے سمت بھری پری سڑک تھی جس پر بے شمار شوروم نظر آ رہے تھے۔ ہم ایک الیکٹرانک شوروم میں داخل ہو گئے اور یہاں سے میں نے ونود کے لیے ایک خوبصورت سا کیمرہ خریدا کیمرے کی اضافی فلمیں بھی حاصل کر لی گئی تھیں۔ ونود خوشی سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ اس نے سیلزمین سے کیمرے کے آپریشن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد فلم لگا کر سب سے پہلی تصویر میری اسی شوروم کے سامنے بنائی۔ یہ گویا اس کا خراج عقیدت تھا۔ میں ہنستی ہوئی اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ واقعی ذہن ایک عجیب سی فرحت محسوس کر رہا تھا اور میں ونود کے ساتھ چلتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ مسٹر شکلا نے میرے لیے انتہائی اچھے انداز میں سوچا ہے اگر کچھ دن اسی طرح آرام سے گزر گئے تو میری ذہنی حالت کافی بہتر ہو جائے گی۔ ویسے بھی اب اپنے آپ کو اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنا ہی تھا۔ حالات جو کچھ بھی ہوں ان سے سمجھوتہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہم لوگ شام تک گھومتے رہے۔ ابھی تک صرف ٹرافلگر اسکوائر تک ہم نے ٹیکسی استعمال کی تھی اور اس کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ صرف سڑک گردی کی جائے گی اور جب تھک جائیں گے تو ٹیکسی ہی میں بیٹھ کر واپس چل پڑیں گے چہل قدمی کرتے ہوئے ہم نجانے کتنی دور نکل آئے تھے۔ یہاں تک کہ شام کی دھندلاہٹیں فضاؤں پر مسلط ہو گئیں اور بادلوں کی گہرائیوں سے جو تھوڑا بہت اجالا جھانک رہا تھا۔ وہ بھی تاریکیوں کی آغوش میں گم ہو گیا۔ دکانوں کی روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ چل چل کر ہم اتنے تھک گئے تھے کہ اب مزید چلنے کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے ونود سے کہا تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"آج کا لندن ختم۔ کل دوبارہ اس سے ملاقات کریں گے۔" میں نے ایک ٹیکسی کو انگلی سے اشارہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیکسی میں بیٹھے واپس اپنے ہوٹل کی جانب جا رہے تھے۔

ہوٹل پر ہجوم تھا اور کافی رونق نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے ونود کو دیکھا تو وہ دونوں شانے لٹکا کر بولا۔

"نہیں دیدی اب نہیں۔ آج کا لندن ختم ہو چکا ہے۔"

"او کے۔" میں نے گردن ہلائی اور اوپری منزل کی جانب چل پڑی۔ لفٹ نے ہمیں ہماری منزل پر اتار دیا۔ اور ہم دونوں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ میں نے اپنے کمرے سے کچھ فاصلے پر ایک شخص کو ایک ستون سے ٹیک لگائے سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا اور نظرانداز کر کے دروازے کا تالا کھولنے لگی لیکن میں نے محسوس کیا کہ جب اس دروازے تک پہنچنے پر وہ شخص مستعد ہو گیا اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ اندر داخل ہو کر میں نے روشنی کر دی اور ونود پاؤں پھیلا کر ایک صوفے پر دراز ہو گیا۔ لیکن میرے ذہن میں نجانے کیوں وہ شخص چکرا رہا تھا جس کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ میرے کمرے کی نگرانی کر رہا ہو۔ میرا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا ابھی میں مزید کچھ سوچنے بھی نہ پائی تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ اور میں خود ہی دروازے کے پاس پہنچ گئی سامنے کھڑا ہوا شخص چوڑے شانے والا ادھیڑ تھا اس نے فوراً ہی اپنا کارڈ میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"جارج ٹیمپلر فرام اسپیشل ڈیپارٹمنٹ۔"

میں نے کارڈ پر ایک نگاہ ڈالی اور میرا چہرہ سوکھ سا گیا۔ یہ پولیس آخر میرے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے؟ میں نے پیچھے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ غالباً اس کے ساتھ بھی کچھ لوگ اور موجود تھے۔ لیکن وہ دروازے پر ہی رک گئے۔ جارج ٹیمپلر آگے بڑھا اور پھر ونود کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہیلو ینگ مین۔"

"ہیلو۔" ونود سنبھل کر بیٹھ گیا۔ تب جارج ٹیمپلر میری طرف مخاطب ہوا۔

"مس بھارتی اندرسی ابرائنز؟"

"جی ہاں میں ہی ہوں۔"

"معاف کیجئے گا میں آپ کو ایک تکلیف دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ کیا آپ میری کوئی مدد کر سکتی ہیں؟"

"فرمائیے۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ لیکن جارج ٹیمپلر نے میرے اس لہجے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا اس

نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"براہ کرم تشریف رکھیے۔"

"شکریہ۔" میں ایک جھٹکے سے بیٹھ گئی۔

"مس بھارتی ہمیں ہیروں کے ——— ایسے اسمگلروں کی تلاش ہے جو نہایت ہوشیاری سے اپنا کام کر کے نکل جاتے ہیں ہیروں کی یہ اسمگلنگ طویل عرصے سے جاری ہے اور ایک پورا گروہ اس سلسلے میں سرگرم عمل ہے۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ جس فلائٹ سے آپ یہاں پہنچی ہیں اس فلائٹ سے کوئی شخص یہ ہیرے لے کر آ رہا ہے۔ اس شخص کے بارے میں ہمیں پتا چلا تھا کہ وہ انڈین ہی ہے اور اس کے حلیے کے بارے میں بھی تھوڑی سی تفصیلات ہمیں موصول ہوئی تھیں۔ ایک شخص جو غالباً اندھا تھا آپ کے ساتھ آیا تھا اور اس کے بعد اس کے بارے میں ہمیں کوئی پتا نہیں چل سکا۔ کیا آپ اس کی تصدیق کریں گی کہ یہی وہ شخص تھا۔" جارج ٹیمپلر نے جیب سے ایک تصویر نکالی اور میرے سامنے کر دی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی۔ یہ تصویر بھی کم بخت راکیش ہی کی تھی۔

"جی ہاں یہ شخص خاص طور سے میری توجہ کا مرکز تھا دہلی ایئرپورٹ سے اسے ایک شخص نے جہاز پر سوار کراتے ہوئے مجھ سے درخواست کی تھی کہ چونکہ یہ نابینا ہے اس لیے میں اس کی مدد کروں اور اسے ان لوگوں کے حوالے کر دوں جو ایئرپورٹ پر اسے ریسیو کرنے آئیں گے۔ جہاز کے اندر میری ڈیوٹی ایئرہوسٹس کی تھی میں نے اس حیثیت سے اس کی مدد کی۔ یہاں آنے کے بعد میری حیثیت ایک انسان کی ہو گئی۔ سو میں نے انسانی رشتوں کی بنیاد پر اس شخص کو وہاں تک پہنچانا چاہا جہاں تک کے لیے مجھ سے کہا گیا تھا۔ لیکن ایئرپورٹ پر اس کے وہ ساتھی اسے لینے نہیں آئے جن کے بارے میں اس کے بھائی نے مجھ سے کہا تھا۔"

"معاف کیجیے گا کیا آپ اس کے بھائی کا حلیہ ہمیں بتا سکتی ہیں۔" جارج ٹیمپلر نے درمیان میں دخل دیا اور میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔ اس خاموشی کے ان لمحوں میں میں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا۔ اپنی گردن باآسانی پھنسائی جا سکتی ہے اگر میں سچ بولتی ہوں یقینی طور پر اس وقت یہ میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے فوری طور پر ...

ٹیمپلر اپنی جیب سے ایک نوٹ بک نکال کر اس کے اوراق الٹنے لگا پھر اس نے ایک صفحے پر رک کر کچھ پڑھا پھر آہستہ سے بولا۔

"گڈ۔ ویری گڈ ہنڈرڈ پرسنٹ۔"

"کیا؟"

"جی نہیں یہ میں نے آپ سے نہیں کہا تھا۔ ہاں تو مس بھارتی اس کے بعد۔"

"اس کے بعد میں بحالت مجبوری اسے اپنے ساتھ لے کر اس ہوٹل میں آ گئی۔ یہاں میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا کہ میں اس کے بتائے ہوئے پتے پر فلیکس کر دوں گی تاکہ اس کے بھائی کو صورت حال کا علم ہو جائے۔ اور وہ کوئی بندوبست کر سکے۔"

"ویری گڈ ویری گڈ پوائنٹ کیا اس شخص نے آپ کو اپنا پتا بتا دیا؟"

"نہیں اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ کام میں نے ابھی نہیں کیا تھا کہ دفعتاً مجھے ان تین آدمیوں سے دوچار ہونا پڑا جو راکیش کو لینے کے لیے آ گئے تھے انہوں نے ... ایئرپورٹ پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ چنانچہ اسے یہاں ریسیو کرنے آ گئے۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"راکیش بے چین سا ہو گیا تھا۔ اس نے ان لوگوں پر حملہ کیا اور برق رفتاری سے نکل بھاگا۔"

"گویا وہ اندھا نہیں تھا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک اندھا اتنے بچے تلے انداز میں اپنا ڈیفنس نہیں کر سکتا۔"

"یہ آپ کا اندازہ ہے؟"

"جی ہاں اگر آپ یہاں ہوتے تو آپ کا بھی یہی اندازہ ہوتا۔" میں نے کہا۔

"سو فیصدی۔ سو فیصدی ظاہر ہے ہم اتنے اندازے تو قائم کر ہی سکتے ہیں۔"

"اس کے بعد؟"

"کچھ نہیں اس کے بعد وہ لوگ بھی چلے گئے پھر ایک خاتون یہاں آئیں اور انہوں نے اپنا نام ایڈنا ٹوریلیا بتایا مسز ٹوریلیا یا ایڈنا ٹوریلیا کا وزیٹنگ کارڈ ...

... اور انہوں نے بھی مجھے راکیش کی تصویر دکھائی ہے۔"

"ایڈنا ٹوریلیا۔" اس بار چوڑے شانے والے شخص کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے اس نے ایک منٹ سوچا پھر آہستہ سے اپنے ہونٹوں سے سیٹی بجائی۔ ... ہی ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔ چوڑے شانے ... نے میرا دیا ہوا وزیٹنگ کارڈ چٹکی میں پکڑ رکھا تھا اس ... کارڈ اس شخص کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ایڈنا ٹوریلیا کون سے ڈیپارٹمنٹ میں ہیں؟"

"ایڈنا ٹوریلیا۔" وہ شخص بولا اور کارڈ دیکھنے لگا۔ پھر ... نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں اس نام کی کوئی ... ہمارے محکمے میں نہیں ہیں۔"

میرے لیے ایک بار پھر چونکنے کا سامان پیدا ہو گیا ... نہیں ... تعجب سے کہا۔

"لیکن وہ پولیس کی وردی میں تھیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک منٹ ایک منٹ ..." جارج ٹیمپلر چونک پڑا پھر اس نے اس شخص سے کہا۔

"میرے ... ذرا وہ بریف کیس نکال لاؤ جس ...

"یس سر۔" وہ بولا اور اس کے بعد اس کمرے میں اس وقت تک خاموشی طاری رہی جب تک باہر جانے والا شخص واپس نہیں آ گیا۔ اس نے بریف کیس جارج ٹیمپلر کو دے دیا۔ ٹیمپلر نے نمبروں سے کھلنے والا تالا کھولا اور پھر بریف کیس میں سے ایک چھوٹا سا بکس نکال لیا۔ بکس کے نمبر سیٹ کر کے اس نے اسے کھولا اور ایک تصویر میرے سامنے کر دی۔

"کیا آپ ان خاتون کے بارے میں تو نہیں کہہ رہیں؟" میں نے تصویر دیکھی اور پرجوش انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی ایڈنا ٹوریلیا ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ تو یہ عورت آپ سے کیا کہہ رہی تھی؟ کیا یہ پولیس کے لباس میں تھی؟"

"جی ہاں کیوں کیا اس کا تعلق پولیس سے نہیں ہے؟"

"اس کا تعلق بین الاقوامی اسمگلروں کے ایک گروہ ... نام ایڈنا ٹوریلیا نہیں بلکہ ماتیلا ... ہے۔"

میں درحقیقت ششدر رہ گئی تھی اور میرے ذہن میں لاکھوں وسوسے پیدا ہو گئے تھے۔ تاہم میں نے پولیس آفیسر پر کسی خاص ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ پولیس آفیسر چند لمحات اپنی پیشانی کھجاتا رہا پھر بولا۔

"ایک ناخوشگوار کام کرنا چاہتا ہوں مادام اگر آپ مجھے اس کی اجازت دے دیں تو میں ذاتی طور پر آپ کا احسان مانوں گا۔"

"جی فرمایئے۔"

"کیا آپ ایسے کچھ ہیروں کے بارے میں جانتی ہیں جنہیں اسمگل کر کے لایا گیا ہے؟"

"جی نہیں۔"

"کیا میں آپ کے اس کمرے کی تلاشی لے سکتا ہوں؟"

"آفیسر۔؟"

"اس کے لیے میں ذاتی طور پر آپ سے درخواست کرتا ہوں بلاشبہ میرے پاس کوئی وارنٹ وغیرہ نہیں ہے اور میں قانونی طور پر یہ تلاشی لینے کا مجاز نہیں ہوں۔ لیکن مس بھارتی آپ یقین کیجیے مجھے آپ کی گفتگو آپ کی شرافت پر مکمل بھروسہ ہے اور اسی بھروسے کی تکمیل کے لیے میں یہ تلاشی لینا چاہتا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دے دیں گی تو میں ذاتی طور پر آپ کا احسان مانوں گا۔ اور آپ یقین کیجیے کہ لندن میں جب بھی کوئی الجھن آپ کو پیش آئی تو میں آپ کا بھرپور ساتھ دوں گا۔"

"آپ تلاشی لے سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور جارج گردن خم کر کے میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔ پھر اس نے ایک اور شخص کو بھی اندر بلا لیا اب یہ کل تین افراد ہو گئے تھے میں نے ایک جگہ ٹھہر کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے لیکن جارج کہنے لگا۔

"نہیں میں آپ کے بدن کی تلاشی لینے کی جسارت نہیں کر سکتا البتہ مسٹر۔ کیا نام بتایا آپ نے ان کا؟"

"ونود۔"

"مسٹر ونود کی تلاشی میں ضرور لوں گا۔" ایک شخص نے ونود کی تلاشی لی۔ ونود کے چہرے پر ناخوشگواری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ میرے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ میرا ہر ہر بیگ دیکھا گیا اور میں دل میں بجانے کیسی کیسی کیفیتوں کا شکار ہو گئی اگرچہ ...

میرے علم کے بغیر میرے پرس کی تلاشی لیتے تو کیا میرے اس میں سے برآمد نہ ہو جاتے اور اس کے بعد کیا میرے پاس کہنے کے لیے کچھ رہتا؟ تلاشی مکمل طور سے لی گئی تھی ایسی ایسی چیزیں دیکھی گئی تھیں جہاں انسانی تصور بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور اس کے بعد جارج گردن خم کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہم آپ کے اس تعاون کے لیے دلی شکر گزار ہیں مس بھارتی! اگر کبھی کوئی الجھن پیش آئے آپ کو تو یہ لیجیے میرا کارڈ بھی رکھ لیجیے جو سو فیصدی اصل ہے اور اگر آپ چاہیں تو اسی وقت اسپیشل برانچ سے میرے بارے میں تصدیق کر سکتی ہیں۔"

"نہیں شکریہ میں نے تو اس عورت کو بھی پولیس ہی کا فرد سمجھا تھا۔"

"جو وہ نہیں تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ اسکے ہاتھوں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ وہ گروہ خوفناک قاتلوں، اسمگلروں اور جرائم پیشہ دہشت گردوں کا گروہ ہے جو اپنے مفاد کے حصول کے لیے سب کچھ کر دیتے ہیں۔ بہر طور وہ بھی آپ کی طرف سے غلطی ہی ہو گئی ہوگی۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے دو گروہوں کا معاملہ ہو اور راکیش یقیناً وہ ہیرے ساتھ لے کر نکل گیا۔ بہر طور لندن ان دونوں مجرموں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ آپ ذرا احتیاط رکھیے۔ میں آپ کو پہلے بھی یہ پیشکش کر چکا ہوں کہ اگر آپ کو اپنے کسی مسئلے میں دقت پیش آئے تو اسپیشل برانچ کے جارج ٹیمپلر کو یاد کر لیجیے۔ خدا حافظ۔" وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا اور ونود دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"لندن پولیس۔"

"نہیں ونود یہاں لوگوں کی ڈیوٹی ہے۔" میں نے ونود کو کچھ کہنے سے پہلے روک دیا۔

"واہ اچھی ڈیوٹی ہے ہمارے کمرے میں گھس آئے ہماری تلاشی لے ڈالی۔"

"کوئی بات نہیں ہے ونود۔"

"مگر یہ قصہ کیا ہے دیدی؟ ان لوگوں کو آخر یہ جرأت کیسے ہوئی؟"

"میں نے کہا نا ونود کوئی بات نہیں ہے۔ تم اس پر توجہ مت دو۔ میں چاہتی تھی کہ کچھ سوچ لوں۔ بہر طور ونود نے اس کے بعد کوئی سوال نہیں کیا۔ اور خاموشی سے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت پر گردن ٹکا دی۔ غالباً اس پر تھکن بھی سوار تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"بہتر ہے کہ تم غسل کر لو اور رات کا کھانا ہم ڈائننگ ہال میں ہی کھائیں گے۔"

"او کے دیدی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا، اپنے کپڑے نکالے اور باتھ روم کی جانب چل دیا۔ لیکن میرے ذہن میں اب بہت سے خیالات جاگ رہے تھے۔ کم بخت راکیش تو فراڈ نکلا ہی تھا اس کے بعد وہ عورت ایڈنا وہ بھی کمال کی چیز نکلی۔ نام مابیلا لوسنزا اور تعلق جرائم پیشہ افراد سے تھا۔ کتنی ڈھٹائی سے اس نے مجھ سے اپنا تعارف پولیس آفیسر کہہ کر کرایا تھا۔ اور ظاہر ہے میرے لیے شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس کا مقصد ہے وہ نہایت صفائی سے ہیرے نکال لے گئی اور اب لیکن اس کے آگے تاریکی تھی میں اس سے زیادہ نہیں سوچ سکتی تھی۔ میں تو بس یہ چاہتی تھی کہ میری گلو خلاصی ہو جائے۔ میں لعنت بھیجتی تھی ایسے ہیروں پر اور ایسے اسمگلروں پر بھلا مجھے ان سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ حضرت جارج ٹیمپلر بھی فراڈ ہوں۔ کیا کہا جا سکتا ہے کسی کے بارے میں۔ دیر تک ان خیالات میں گم رہی۔ اور پھر ونود کی آمد نے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں خود بھی غسل خانے میں داخل ہو گئی۔ لباس تبدیل کیا اور اس کے بعد ہم رات کے کھانے کے لیے باہر نکل گفتگو کرنے لگے۔ ڈائننگ ہال میں بے پناہ رونق تھی موسم کی مناسبت سے پروگرام ترتیب دیے گئے تھے۔ اور خوش پوش جوڑے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ ماحول میں تھوڑی سی تبدیلی ہو چکی تھی جس کی وجہ سے میں ونود سے شرمندہ تھی لیکن کیا کیا جاتا لندن کے ماحول میں یہ چیزیں تو برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکتی رہیں اور پھر ہم کھانے کے لیے آرڈر دینے ہی والی تھی کہ دفعتاً میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جسے دیکھ کر میں حیرت سے اچھل پڑی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے میرے لندن میں قدم رکھتے ہی پُراسرار اور عجیب و غریب واقعات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ شخص جو میز پر بیٹھا ہوا تھا سو فیصدی سنیل تھا۔ رانا پرمت سنگھ کا بھتیجا سنیل۔ بھلا میں اسے ایک نگاہ میں نہ پہچانتی۔ میں خاموشی سے سنیل کو دیکھتی رہی وہ میری جانب متوجہ نہیں تھا۔ بلکہ سامنے رکھے ہوئے کسی

ڈرنک کے گلاس کو اپنی انگلیوں میں گھما رہا تھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے ونود کو مخاطب کیا۔

"ونود اس شخص کو پہچانتے ہو؟"

"کسے دیدی؟"

"وہ۔ وہ ہمارے بائیں ہاتھ کی چوتھی میز پر بیٹھا ہے۔" ونود میرے اشارے کی سمت دیکھنے لگا پھر چونک پڑا۔

"اوہ! سنیل انکل!"

"ہاں وہ سنیل ہی ہے۔"

"ارے یہ یہاں کہاں؟ لندن کیسے آ گئے؟"

"پتا نہیں۔"

"میں انہیں اپنی ٹیبل پر بلاتا ہوں دیدی۔ اچھے لگتے تھے۔"

"ایک منٹ۔ ایک منٹ جلد بازی کی ضرورت نہیں۔"

"سوری دیدی۔"

"ونود پلیز۔" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا اور ونود ایک دم سیدھا ہو گیا۔

"دیدی آپ انہیں کیوں نہیں بلا رہیں؟"

"سوچ رہی ہوں کہ اس سے بات کروں یا نہ کروں۔"

"مگر یہ تو آپ کے۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن مجھے یہاں معلوم کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

"تو ان سے پوچھ لیجیے نا۔" ونود نے اپنی عادت کے مطابق شرارت سے کہا اور میں چند لمحات سوچنے کے بعد بولی۔

"جاؤ اسے اس طرف متوجہ کرو۔" ونود فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ سنیل کی میز کے پاس پہنچ کر جھکا۔ سنیل نے اسے دیکھا اور حیرت سے اچھل پڑا۔ اس کے اچھلنے کا انداز سو فیصدی فطری تھا۔ پھر ونود نے شاید اسے میرے بارے میں بتایا اور سنیل میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن خم کی تو سنیل اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ گیا۔ ونود بھی اس کے ساتھ تھا۔

"ہیلو مس بھارتی۔"

"ہیلو سنیل لندن کب پہنچے؟ بیٹھو۔" میں نے سادگی سے کہا اور سنیل کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ ونود بھی بیٹھ گیا تھا۔

"کل دوپہر کو۔"

"اوہ! گڈ۔ ویری گڈ۔ آنے کی وجہ کیا تھی؟"

"بس کچھ ذاتی کام تھے۔" سنیل نے جواب دیا۔

"بہر طور بڑی خوشی ہوئی مجھے تمہیں یہاں دیکھ کر۔"

"تعجب ہے۔" سنیل آہستہ سے بولا اور میں نے اس کے لہجے کی تلخی کو محسوس کیا۔

"کیوں اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"اوہ! نہیں بس یونہی بے اختیار منہ سے نکل گیا تھا۔"

"سنیل انکل! ہم لوگوں نے آج ٹرافلگر اسکوائر دیکھا اور۔ اور۔"

"ہاں۔ ونود کو بھی سیر کرا رہی ہوں میں۔"

"خوب ویسے مجھے ونود کو یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔"

"اور دیدی کو؟" ونود نے شرارت سے پوچھا۔

"ونود بے تکی باتیں نہیں کیا کرتے۔"

"سوری دیدی سوری۔" ونود نے جلدی سے معذرت کر لی۔

"آپ کی فلائٹ آئی ہوگی یہاں؟" سنیل نے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔"

"کب تک قیام ہے آپ کا؟"

"ابھی تو کئی دن ہوں۔"

"کئی دن؟"

"ہاں شیڈول کچھ ایسا ہی ہے۔ تم کب تک یہاں ہو سنیل؟"

"میں بھی کئی دن ہوں یہاں۔"

"کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہوٹل ایکسلا نیٹ روم نمبر ۵۲۰۔" سنیل نے جواب دیا۔

"تنہا ہو یا اور کوئی بھی ساتھ آیا ہے؟"

"ازل سے تنہا ہوں۔" سنیل ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ اور پھر ونود سے کہنے لگا۔ "ونود تم نے کھانا کھا لیا ہے؟"

"نہیں انکل ابھی کھائیں گے۔"

"بھارتی جی کھانا منگوائیے مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے گردن ہلائی اور ویٹر کو اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر ہمارے آرڈر کے مطابق ہمارے سامنے کھانے چننے لگا۔ سنیل اس دوران بالکل خاموش رہا تھا۔ بہر طور

میرے پاس بھی اس سے زیادہ گفتگو کرنے کے لیے نہیں تھی چنانچہ سنیل کی موجودگی کو ذرا سی بوریت کے ساتھ میں محسوس کرنے لگی۔ کھانا سنیل نے میرے ساتھ کھایا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

"آپ کو اگر فرصت ہو تو ہوٹل ایکسلا ئیٹ آ جیے۔"

"ہاں آؤں گی۔" میں نے جواب دیا اور سنیل خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ونود سے بولا۔

"ونود اب میرا یہاں رکنا کسی بھی صورت میں ممکن نہیں ہے چنانچہ کیا تم مجھے اجازت دو گے؟"

"انکل کل دن کی تفریحات میں کیا آپ ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں؟" ونود کے اس سوال پر میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ سنیل کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں بیٹے سوری۔"

"اوہ مصروف ہوں گے آپ۔"

"ہاں یہی سمجھ لو اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم جس خلوص سے مجھے دعوت دے رہے ہو اس خلوص پر تمہیں ڈانٹ کھانی پڑ جائے گی۔" سنیل کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"کیوں انکل؟ ڈانٹ کھانے کی کیا بات ہے؟"

"نہیں بس میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا۔" میں اس دوران خاموش رہی۔ ونود بے چارہ بچہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سنیل سے میں زیادہ بے تکلف نہیں ہو سکتی۔ یہ میرے حق میں کسی طور مناسب نہیں تھا کیونکہ سنیل جن راستوں کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ سنیل نے مجھے خدا حافظ کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"تمہارے روم کا نمبر کیا ہے؟"

میں نے اسے اپنے کمرے کا نمبر بتا دیا۔

"دوبارہ ملاقات کرنے کی کوشش کروں یا نہیں؟"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے جب تک ہو ایک دو بار مل لینا۔"

"شکریہ۔" وہ تلخی سے بولا اور پھر ڈائننگ ہال ہی سے باہر نکل گیا۔ ونود نے کہا۔

"کیوں دیدی میرا خیال تو ہے کہ مسٹر سنیل تو اچھے آدمی ہیں۔"

"میں نے انہیں برا تو نہیں کہا ونود لیکن کسی شخص کے ساتھ ہم بور ہو جائیں گے۔ ہماری تمہاری کمپنی الگ چیز ہے۔"

"اوہ آئی سی۔" ونود نے آہستہ سے کہا۔ کافی دیر تک ہم ڈائننگ ہال میں بیٹھے رہے اور میں ذہن میں کسی نئے واقعے کا تصور لیے وہاں سے اٹھ گئی۔ اب تک جو کچھ ہوتا رہا تھا اس کے مطابق تو یہی سوچ سکتی تھی کہ اس وقت بھی کمرے کے دروازے پر کوئی میرا منتظر ہو گا۔ اور پھر مجھ سے کہے گا کہ وہ جو مسٹر جارج ٹیمپلر آئے تھے۔ دراصل ان کا تعلق پولیس سے نہیں بلکہ اسمگلروں کے ایک گروہ سے ہے۔ لیکن شکر ہے کہ رات کو ان لوگوں نے مجھے پُرسکون چھوڑ دیا تھا۔ ونود نے منہ پھاڑ کر جماہی لی۔ غالباً اسے نیند آ رہی تھی۔ ویسے بھی دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد ہم لوگ تھکے ہوئے تھے چنانچہ فوراً ہی بستر پر جا لیٹا۔ میں البتہ خیالات کے ہجوم میں کھوئی ہوئی تھی۔ باہر ہلکا ہلکا شور ابھرنے لگا تھا یہ شور کیسا ہے اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن میں نے شور کو بڑھتا ہوا محسوس کر کے کھڑکی کا پردہ سرکایا تو باہر کا ماحول ہی مختلف نظر آیا۔ تیز ہواؤں کے جھکڑ کے ساتھ بارش ہو رہی تھی میں چند لمحات بارش کے اس منظر کو دیکھتی رہی اور اس کے بعد گہری سانس لے کر واپس اپنی مسہری پر آ گئی۔ میں نے مدھم روشنی جلا دی حالانکہ ابھی سونے کا وقت [illegible] تھکن [illegible] اب سو جانا چاہیے۔ میں بستر پر لیٹ کر خیالات کی دنیا میں کھو گئی۔ سنیل کی اچانک آمد بھی میرے لیے تعجب خیز تھی۔ ویسے سنیل کے ساتھ تو شاید میرا رویہ بلاوجہ ہی کچھ سرد ہو گیا تھا۔ سنیل نے میرے ساتھ کچھ ایسا برا سلوک تو نہیں کیا تھا۔ بلکہ ایک طرح سے وہ مجھے مظلوم نظر آیا تھا۔ رانا پربت سنگھ البتہ ایک پُراسرار کردار تھا لیکن سنیل بھی اس کی پُراسراریت کا شکار تھا۔ وہ اس کا بیٹا ہونے کے باوجود اس سے بددل تھا۔ میں نے کئی ایسے مناظر دیکھے جن سے یہ احساس ہوتا تھا کہ سنیل کو اپنے باپ کی غلط حرکات کا احساس ہے۔ اور رانا پربت خود کیا تھا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ شری دیوی بھی اس کھیل میں برابر کی شریک معلوم ہوتی تھی۔ ذہن پر خیالات کی یلغار ہوتی رہی اور میں سنیل کے بارے میں غور کرتی رہی۔ میں نے اس کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا کیا یہ مناسب ہے؟ کیا سنیل بھی اس سلسلے میں کچھ قصوروار ہے؟ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں سنیل کو اپنے اعتماد میں لے کر اس سے اپنے پتاجی کے

[ان] کے بارے میں کام کراؤں۔ یہ بات میں نے پہلے بھی [سوچی] تھی کہ کوئی ایسا شخص تو ملے جس سے میں اپنے دل [کی با]ت کہہ سکوں جو ان معاملات میں براہِ راست ملوث ہو [اور] جو خلوص دل سے میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو [جائے]۔ کیا وہ شخص سنیل نہیں ہو سکتا؟ کیا میں سنیل سے [اس] کی ذہنی کیفیت نہیں بدل سکتی؟ کیا میں اس [حقیق]ت کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ کوئی تو ساتھی ہو میرا اس سلسلے میں۔ [سن]یل ایک ایسا شخص تھا جو ان واقعات کے بارے میں [بڑ]ی بہت معلومات رکھتا تھا۔ یقیناً میں نے اس سے [اس ط]رح اجتناب برت کر اچھا نہیں کیا مجھے اپنے رویے پر [نظرِ ث]انی کرنا ہو گی۔ اور سنیل کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش [کی] جائے گی۔ اس فیصلے سے مجھے کافی سکون محسوس ہوا۔ [ب]لاشبہ سنیل اب تک میرے لیے ایک بے حیثیت انسان [تھ]ا لیکن اگر اپنے اس مشن کی تکمیل کے لیے میں اس [سے] لگاوٹ کا اظہار کروں تو میرے خیال میں مناسب [ہو]گا۔ جانے ابھی تک یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا تھا۔ اور [ش]اید میری یہ سوچ میرے مستقبل کے لیے بہتر تھی۔ کیونکہ اس [کا] جواب بھی فوراً ہی ملا تھا۔ دفعتاً ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجی [میں] نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ ایسا کون ہو [سکتا] ہے جو مجھے یہاں ٹیلی فون کرے۔ ہو سکتا ہے مسٹر جارج ٹیمپلر۔ یا ہو سکتا ہے کوئی اور۔ بہرطور آگے بڑھ کر میں نے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ تب مجھے سنیل کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مس بھارتی۔"

"اوہ میں بھارتی ہی بول رہی ہوں۔"

"میں سنیل ہوں۔"

"پہچان گئی ہوں۔"

"سخت بے چین ہوں بھارتی اپنا قصور سمجھ میں آ جاتا تو کوئی بات نہیں تھی۔"

"کیا قصور سنیل؟"

"سنا ہے جب دیارِ غیر میں کچھ اپنے ملتے ہیں۔ تو محبتیں بڑھ جاتی ہیں۔ میں ہر لمحہ یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔"

"غلط احساس ہے تمہارا۔"

"تو پھر ان لمحات کو کیا کہوں جو دہلی میں پیش آئے [تھے]۔ میں تو بڑی چاہت سے تم تک پہنچا تھا۔ لیکن تم نے مجھے انتہائی خشک انداز میں ٹال دیا۔ درحقیقت بھارتی اس کے بعد تم سے ملنے کی توقع نہیں تھی مجھے۔ لیکن جانے کیوں میں پھر تمہارے سامنے آ گیا۔ اور تمہارا رویہ پہلے سے مختلف نہ رہا۔ بس بھارتی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں ایسی کوئی حیثیت نہیں رکھتا جس کے تحت تم سے اپنی کوئی بات منوا سکوں۔ لیکن ایک انسان ہونے کے ناطے درخواست تو کر سکتا ہوں کہ تم کم از کم مجھے اس بے رخی کی وجہ بتا دو۔"

"سنیل شاید نادانستگی میں میرا رویہ ایسا ہو جاتا ہو جان بوجھ کر تو میں نے ایسا نہیں کیا۔"

"تمہارے الفاظ مجھے پھر بھٹکا رہے ہیں بھارتی۔"

"دراصل بھٹکنے کی عادت ہی بری ہوتی ہے سنیل۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ دو دوستوں کے درمیان کوئی اور جذبہ بھی پروان چڑھے۔ دوستی تو تمام جذبوں پر بھاری ہوتی ہے۔ تم نے کبھی دوستی کر کے نہیں دیکھا مجھ سے۔"

"بھارتی ایسے الفاظ کہہ رہی ہو مجھ سے جو قصے کہانیوں میں تو اچھے لگتے ہیں۔ حقیقی زندگی میں وہ ذرا مضحکہ خیز ہو جاتے ہیں۔"

"نہیں سنیل یہاں میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ دراصل ہماری سوچ کا انداز ہمیشہ سے غلط ہے۔ ہم جنس کے ان جذبوں کو محبت کا نام دے دیتے ہیں جو ایک مرد کے دل میں اپنی پسندیدہ عورت کو دیکھ کر پیدا ہوتے ہیں یا ایک عورت کے دل میں اپنے پسندیدہ مرد کو۔ محبت لغوی معنوں میں ایک بالکل الگ چیز ہے۔ اور اس کے لیے جنس کی تفریق ضروری نہیں ہے ایک مرد ایک مرد سے بہت زیادہ محبت کر سکتا ہے جنون کی حد تک۔ عشق کی حد تک۔ ایک لڑکی دوسری لڑکی کو بے پناہ چاہ سکتی ہے پاگل پن کی حد تک ہم کیوں یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہم جسے اپنے بدن کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ وہی ہمارا محبوب ہے۔ میرے خیال میں سنیل بدن کی طلب کا عشق سے کوئی تعلق نہیں ہے عشق ذرا مختلف چیز ہے۔" میں نے کہا اور سنیل کافی دیر تک خاموش رہا دوسری طرف سے اس کی سانسوں کی آوازیں ابھرتی رہی تھیں پھر میں نے ہی اسے مخاطب کیا۔

"سنیل؟"

"ہاں میں موجود ہوں۔"

"کیا سوچنے لگے۔"

"تمہارے الفاظ نے بُری طرح اُلجھا دیا ہے۔ پتا نہیں کیوں میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں کہیں یہ فیصلہ جلد بازی میں نہ ہو جائے اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ میں لگاوٹ کے ان تمام جذبوں سے ہٹ کر تمہاری محبت یا دوستی چاہتا ہوں تو پتا نہیں اپنے احساس کو نباہ بھی سکوں یا نہیں۔"

"یوں کرو سنبل کہ اس محبت کی ابتدا کر دو جو بُرے جذبوں سے پاک ہوتی ہے۔ ہم ساتھ رہیں گے۔ ملتے رہیں گے۔ اور اس کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ ہم اسی انداز میں رہ سکتے ہیں جس طرح دو اچھے دوست رہ سکتے ہیں۔ یا ہمارے درمیان یہ جذبے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔"

"مجھے اس کی اجازت دو گی بھارتی؟"

"کیوں نہیں۔ اجازت نہیں دعوت دیتی ہوں۔"

"اتنے دعوے کے ساتھ؟" سنبل نے سوال کیا۔

"ہاں اتنے ہی دعوے کے ساتھ۔"

"تو پھر میرے پاس آ جاؤ ابھی۔ اسی وقت۔" وہ جذباتی لہجے میں بولا۔

"اوہ! امتحان؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں۔ تم نے مجھے جس طرح نظر انداز کیا ہے بھارتی اس کے بعد میں تمہارے اس دعوے کی تصدیق چاہتا ہوں۔"

"میں آ رہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا پتا یاد ہے؟"

"کیوں نہیں ایکسلا ئیٹ پانچسو چھ۔"

"گڈ میں انتظار کر رہا ہوں۔" سنبل نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ میں چند لمحات فون کے نزدیک کھڑی رہی۔ ذہن میں اس تصور سے ابتدا ہوئی تھی کہ اگر میں سنبل کو اپنے ساتھ شامل کر لوں تو اس بات کے امکانات رہیں گے وہ میرے باپ کے قتل کے سلسلے میں تحقیقات کرے گا اور میرا معاون بن جائے گا۔ تنہائی کی یہ زندگی تو بالکل ہی بے مقصد تھی۔ لیکن اب اس گفتگو میں لالچ ہی شامل نہیں رہا تھا بلکہ صحیح معنوں میں جو الفاظ میں نے اس سے ٹیلی فون پر ادا کیے تھے۔ وہ مجھے ان جذبوں کی حقیقت کا احساس دلا رہے تھے مجھے جانا چاہیے حالانکہ اصولاً سنبل کو اس وقت میرے پاس آنا چاہیے تھا لیکن اگر اس نے میرے دعوے کا امتحان چاہا ہے تو یہ امتحان مجھے دینا ہی ہوگا۔ اسی طرح دوستیاں حاصل کی جاتی ہیں چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگی۔ وہ تو دیر سکون نیند سو رہا تھا اور اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ میں رات کو اس وقت اسے تنہا چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں گی۔ بہر طور میں تیار ہو کر باہر نکل آئی اور باہر کے ماحول کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی کہ کیا ہو؟ بہر طور میں ہوٹل کے بیرونی حصے میں پہنچ گئی۔ اور جب لفٹ سے اتر کر باہر نکلی تو یخ بستہ ہوا کے جھونکوں اور بارش کی تیز بوچھاڑ نے میرا استقبال کیا۔ بدن میں ہلکی سی کپکپی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ میں آگے بڑھ گئی۔ حالانکہ دل کہہ رہا تھا کہ یہ وقت سفر کا نہیں ہے۔ گرم اور آرام دہ کمرہ ہر لحاظ سے بہتر ہے سنبل کو کم از کم یہ احساس تو ہو گا کہ باہر کا موسم انتہائی سخت ہے۔ لیکن جو باتیں ٹیلی فون پر ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں اپنے دعوے کو تکمیل تک پہنچانا چاہتی تھی۔ چنانچہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ہوٹل کے احاطے سے باہر نکلنے کے بعد میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ چند قدم آگے بڑھی اور پھر ایک ٹیکسی میرے قریب آ کر رک گئی۔ میں نے اس کی جانب توجہ کی تو ڈرائیور جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور پھر اس نے عقبی دروازہ کھول دیا۔ میں جو اس دوران ہی بھیگ گئی تھی تیزی سے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ ڈرائیور بھی اپنی جگہ پر جا بیٹھا اور ٹیکسی سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس نے ایک لفظ کہے بغیر ٹیکسی سڑک پر موڑ دی تھی اور میں نے اس کو ہوٹل ایکسلا ئیٹ کا نام بتا دیا تھا۔ بارش اور دھند سڑکوں پر چھائی ہوئی تھی لیکن ڈرائیور روبوٹ معلوم ہوتا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کو موسم کا احساس ہی نہ ہو۔ وائپر چل رہے تھے۔ اور ٹیکسی آندھی و طوفان کی طرح سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ مجھے ہر لمحے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی کوئی خوفناک حادثہ ہو جائے گا۔ اور ٹیکسی کے ساتھ میرے بدن کے پرزے اڑ جائیں گے۔ لیکن ڈرائیور کافی مشاق تھا۔ وہ کم بخت بعض جگہ تیز ٹریفک میں بھی ایکسیلیٹر سے پاؤں نہیں ہٹا رہا تھا۔ اب تک کے سفر کے دوران اس نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی ٹیکسی کی رفتار سست نہیں کی تھی۔ جگہ جگہ پہیوں کے چیخنے کی آواز سنائی دیتی اور مجھے دروازے کا ہینڈل تھام لینا پڑتا۔ کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ تیز رفتاری کیا حیثیت رکھتی ہے۔ دفعتاً میری نگاہیں سامنے اٹھ گئیں اور میرے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی ایک تیز رفتار کار ناک کی سیدھ میں

[جا]نب آ رہی تھی اور یہ حادثہ یقینی تھا لیکن ڈرائیور [نے ک]چھ کیے بغیر زناٹے سے ٹیکسی آگے نکال لے گیا میرا اندازہ [تھا ب]رابر سے گزرنے والی کار زیادہ سے زیادہ ایک [...]انچ کے ساتھ گزر گئی ہوگی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ڈرائیور موسم خراب ہے اس تیز رفتاری کی کیا ضرورت ہے؟"

لیکن اس نے جیسے میرے الفاظ سنے ہی نہیں تھے [ر]فتار بتانے والی سوئی کچھ اور آگے بڑھ گئی تھی۔ گاڑی [کے] ٹائروں کی مسلسل چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ میں دم [سادھ]ے بیٹھی رہی اور خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ [دیا۔] دفعتاً ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ ٹیکسی جتنا سفر طے کر چکی [ہے] وہ بہت زیادہ ہے۔ آخر ہوٹل ایکسلا ئیٹ ہے کہاں؟ [وہا]ں تک پہنچنے کے لیے اتنے لمبے راستے کیوں طے کر رہے ہیں نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے کسی خطرے کا [اح]ساس دلانے لگی۔ میں ایک لمحے تک سہم کر ادھر ادھر [دیکھ]تی رہی۔ لیکن تاریکی اور بارش کی دھند نے کوئی منظر [می]ری نگاہوں کے سامنے واضح نہیں کیا۔ تب میں نے [ڈر]ائیور سے کہا۔

"ڈرائیور کیا تم ہوٹل ایکسلا ئیٹ جا رہے ہو؟"

"یس میڈم۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"نہیں۔ نہیں۔" میرے منہ سے اتنا ہی نکل سکا تھا۔ [ا]س سے زیادہ ڈرائیور سے کیا کہتی۔ نجانے کیوں مجھے یقین [ہو ر]ہا تھا کہ ٹیکسی کا رخ کسی اور جانب ہے اور ڈرائیور [ہوٹل] ایکسلا ئیٹ نہیں جا رہا۔ نجانے کتنے موڑ مڑنے کے [بعد ٹ]یکسی ایک تنگ سی سڑک پر پہنچ گئی۔ یہاں اکا دکا [مک]انوں کے اندر مدھم بلب جل رہے تھے۔ فٹ پاتھ سنسان [پڑ]ے ہوئے تھے۔ حالانکہ بارش اب مدھم ہو گئی تھی لیکن [سڑ]ک پر پانی نظر آ رہا تھا اور یہ تیز رفتار ٹیکسی اس سڑک [پر] بھی سست نہیں ہوئی تھی۔ پانی سے گزرتی تو دونوں [طرف] پانی کی دیوار کھڑی ہو جاتی۔ میرے صبر کا پیمانہ لبریز [ہو] گیا اور میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"گاڑی روکو ڈرائیور گاڑی روک دو۔"

لیکن ڈرائیور جیسے بہرہ ہو گیا تھا۔ میں اپنی سیٹ [سے ا]ٹھی اور میں نے اس کے شانے پر گرفت قائم کرنے [کی کوش]ش کی۔

"میں کہتی ہوں گاڑی روک دو۔"

لیکن ڈرائیور نے ہلکا سا شانہ جھٹکا ٹیکسی کی رفتار اب بھی سست نہیں ہوتی تھی اور اب میں بے اختیار ہو گئی۔ میں نے عقب سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کے سر پر سکے مارے مگر اس پر اثر نہیں ہوا میں اب یہ محسوس کر چکی تھی کہ میں کسی جال میں پھنس گئی ہوں۔ ٹیکسی سڑک آگے جا کر ایک جانب مڑ گئی۔ اب ہر طرف ہو کا عالم نظر آ رہا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ جی چاہا کہ کار کا دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دوں لیکن یہ ہمت بھی نہ پڑی کیونکہ کیونکہ رفتار ایسی تھی کہ اگر میں نیچے جاتی تو ہڈیاں پسلیاں چور چور ہو جاتیں۔ اور بہر طور میں ایسی چھلانگ اور لرزہ خیز موت کے لیے تیار نہیں تھی۔ دفعتاً ہی ڈرائیور نے ایک اور حرکت کی۔ اس نے ایک دم ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا تھا اور مائیکل جیکسن کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔ اتنا شور تھا کہ اگر میں حلق پھاڑ کر بھی چیختی تو میری آواز ٹیکسی سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ پھر دفعتاً ہی ٹیکسی کی رفتار ایک دم ہی سست ہو گئی۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ شاید ڈرائیور جہاں جانا چاہتا تھا وہاں پہنچ گیا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ٹیکسی ایک دم رکی اور ڈرائیور نے ہاتھ پیچھے کر کے میری سیٹ کے برابر کا دروازہ کھول دیا تب میں نے اس شخص کو دیکھا جو برساتی میں ملبوس تھا۔ اور لمبے قدو قامت کا مالک تھا اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ تھا جس کا گوشہ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔ وہ پھرتی سے اندر داخل ہو گیا اور میرے نزدیک بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے پھر گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ میری رگوں میں خون جمنے لگا۔ اور میں نے لرزتے ہوئے بدن کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ میں خوفزدہ نگاہوں سے اس شخص کو دیکھنے لگی اور دفعتاً ہی اس شخص نے میرے بازوؤں پر اپنے ہاتھ کی گرفت قائم کر لی اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"اگر ذرا بھی جدوجہد کرنے کی کوشش کی تو پستول کی گولی تمہارے بھیجے کے پار ہو جائے گی۔" اس کی آواز میں غراہٹ تھی اور اب میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ میں گہری گہری سانسیں لے کر خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کم بخت کا چہرہ بے حد خوفناک تھا اور میں اس کی آنکھوں میں موت دیکھ رہی تھی۔ اس نے گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اسی میں تمہاری بہتری ہے کہ خاموش بیٹھی رہو۔"

میں اس شدید موسم کے باوجود پسینہ پسینہ ہوگئی تھی۔ اب میرے ہاتھ پیروں میں جان نہیں تھی کہ کوئی جدوجہد کرسکوں۔ اس شخص نے بھی یہ بات محسوس کرلی اور میرے پاؤں پر سے اپنے ہاتھ ہٹالیے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ سرد لہجے میں بولا۔

"سنو لڑکی، اگر تم نے میری ہدایت پر عمل کیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک اور تصور ابھرا۔ اس طرح تو میں اپنے آپ کو ان کے حوالے کرکے بے بس ہورہی ہوں گی۔ کیا یہ صورتحال میرے حق میں بہتر ہے؟ کچھ بھی ہوسکتا ہے میرے ساتھ۔ کیا میں آسانی سے اس کی قید میں چلی جاؤں اور اپنے ساتھ ہونے والی ہر بات کو برداشت کرلوں؟ اس تصور نے میرے سرد بدن میں ہلکی ہلکی گرمی پیدا کرنی شروع کردی اور پھر میرے ذہن نے بھی کام کرنا شروع کردیا۔ ڈرائیور یہ سوچ کر مطمئن ہوگیا تھا کہ اب اس کی مدد کے لیے ایک شخص پیچھے موجود ہے۔ چنانچہ اس نے رفتار کسی حد تک کم کرلی تھی۔ میرے نزدیک بیٹھا ہوا شخص مجھے بے دم سمجھ چکا تھا۔ اور اب کافی حد تک مطمئن نظر آرہا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں مٹھی کی شکل میں ایک دوسرے سے پیوست کرلیں۔ ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیا اور آنکھوں کی کوروں سے اس شخص کا جائزہ لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اب اس کی گود میں رکھے ہوئے تھے اور ران میں پستول نہیں تھا۔ میں نے اپنے بدن کی تمام تر قوت مجتمع کرکے اپنا سیدھا ہاتھ اٹھایا اور اس شخص کی ناک پر رسید کردیا۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اور پھر خوف کے احساس نے میرے بدن کی قوت میں بھی اضافہ کردیا تھا چنانچہ اس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ اور وہ گھبرا کر دوہرا ہوگیا۔ ڈرائیور بوکھلا گیا تھا۔ اور اس بوکھلاہٹ میں اس نے ایکسیلریٹر سے پاؤں ہٹا کر بریک پر دباؤ ڈال دیا۔ ٹیکسی ایک جھٹکے سے رکی لیکن اب میں اپنے عمل کے لیے پوری طرح تیار تھی۔ میں نے داہنی سمت کا دروازہ کھولا اور پھرتی سے باہر چھلانگ لگادی۔ میں ایک چھپاکے سے پانی میں گری تھی جس جگہ میں گری تھی وہاں بارش کا پانی کچھ زیادہ ہی جمع تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور گرنے سے آنے والی چوٹ کو نظرانداز کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دفعتاً ہی میرا پاؤں پھسلا اور میں دوبارہ پانی میں گر پڑی۔ گرتے گرتے میں نے دیکھا کہ ٹیکسی کے سامنے والے دروازے سے ڈرائیور نیچے اتر آیا ہے۔ اس کے بعد رکنا ایک بار پھر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے اٹھی اور اندھا دھند بھاگنے لگی۔ مجھے خود حیرت تھی کہ میں اتنی تیز کیسے دوڑ رہی ہوں لیکن اس وقت واقعی میری رفتار بے پناہ تھی۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میں کدھر جارہی ہوں۔ مجھے اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور میں ان آوازوں سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔ سیدھے بھاگتے بھاگتے دفعتاً میں نے بائیں ہاتھ پر ایک گلی دیکھی اور اس میں گھستی چلی گئی۔ میرا سانس بری طرح پھول رہا تھا اور دل کی حالت یوں لگ رہی تھی جیسے ابھی سینے سے باہر نکل آئے گا۔ اس ٹھنڈ اور بارش میں بھی میرا بدن پسینے سے شرابور ہورہا تھا۔ لیکن میں رکنا موت کے مترادف سمجھتی تھی چنانچہ دوڑتی رہی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میری نگاہیں دائیں بائیں بھی اٹھ رہی تھیں۔ اور میں کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے پورا لندن خالی ہوگیا ہو اور اب یہاں انسانوں کی کوئی آبادی نہ ہو۔ دکانیں جو بند پڑی ہوئی تھیں۔ پھر اچانک ہی مجھے کال بیل کی آواز سنائی دی اور میرے قدم ٹھٹک گئے۔ اس آواز نے مجھے انسانی زندگی کا پتا دیا تھا۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگی، دفعتاً مجھے اس جگہ سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک روشنی نظر آئی غالباً ابھی ابھی لائٹ جلائی گئی تھی صورتحال میری سمجھ میں آگئی کوئی کہیں سے آیا تھا۔ اس نے کال بیل بٹن دبایا تھا۔ اور یہ دروازہ کھولا جارہا تھا اس وقت کسی ذی روح کی موجودگی ہی ناممکن سی لگ رہی تھی چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے میں بھی برق رفتاری سے اسی سمت لپکی جدھر سے یہ آواز اور روشنی نمودار ہوئی تھی۔ ایک تنگ سا زینہ اوپر کی منزل کو جاتا تھا میں پھرتی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر پہنچ گئی۔ ایک کمرے کا دروازہ کھلا جو زینے کے عین سامنے تھا۔ اور پھر کسی کی آواز ابھری۔

"تم اندر آجاؤ۔" جس شخص کو بلایا گیا تھا وہ تو شاید پہلے ہی اندر قدم رکھ چکا تھا لیکن میں بھی برق و باد کی طرح اس کھلے دروازے سے اندر داخل ہوگئی اور اطمینان سے دو افراد سے ٹکرا گئی ان میں سے ایک جوان عمر کی لڑکی اور دوسرا سولہ سترہ سال کا نوجوان لڑکا۔ میری اس [illegible]ت سے لڑکے کے چہرے پر دہشت کے آثار پیدا ہوگئے۔ [illegible] پانی میں شرابور برے حال اس کے سامنے تھی یا وہ [illegible] میرے حلیے سے کوئی اندازہ نہیں لگا پارہا تھا۔ یا پھر [illegible] میرا احساس تھا۔ ورنہ میں خود ہی کسی پر غور کرنے کے [illegible] قابل کہاں تھی۔ میں نے باری باری دونوں کی صورتیں دیکھیں اور پھر مجھے ایک احساس ہوا نوجوان لڑکی اپنے [illegible] میں نہیں تھی۔ نشے میں اس کی آنکھیں جھکی پڑ رہی تھیں اور اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی لڑکے نے ایک [illegible] کے لیے توقف کیا پھر بولا۔

"کون ہو تم؟ کیا تم میری کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہم۔ میری؟" میں نے لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر زور زور سے گردن ہلادی۔

"ہاں۔ ہاں میں اس کے ساتھ آئی ہوں پلیز، باہر کا موسم بہت خراب ہے میں تھوڑی دیر یہاں رکوں گی اور اس کے بعد چلی جاؤں گی۔" لڑکے نے نفرت بھرے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور پھر دروازہ بند کرکے تیز روشنی بجھادی پھر وہ ایک طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"جاؤ وہاں جاکر اپنا لباس وغیرہ خشک کرلو تم شاید [illegible] ہو؟" [illegible] مانند اپنے [illegible] میں نے گردن ہلادی [illegible] لڑکے کا تنفر آمیز لہجہ، اس کا حقارت بھرا انداز نجانے کیا جتلیت [illegible] لگتا تھا لباس خشک کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا میں تو خود ہی بڑی کیفیت کا شکار تھی ان لوگوں سے [illegible]ت مل جائے اور میں یہاں سے نکل جاؤں یہی غنیمت تھا تاہم میں نے اس طرف جاکر دیکھا جدھر لڑکے نے اشارہ کیا تھا آتش دان روشن تھا اور وہاں کا ماحول خوب گرم تھا میں نے ایک گہری سانس لی اور آتش دان کے سامنے بیٹھ [illegible] کان باہر پیدا ہونے والی آہٹوں پر لگے ہوئے تھے اور میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کررہی تھی کہ کب وہ لوگ یہاں تک پہنچتے ہیں بہرطور سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ کم بخت مجھ سے کیا چاہتے تھے اور یہ کیا مسئلہ ہے بیچارے [illegible]وڈ کو ہوٹل میں سوتا ہوا چھوڑ آئی تھی اگر میرے ساتھ [illegible] حادثہ پیش آجاتا تو وڈ کا کیا حشر ہوتا، بےشک وہ [illegible]دار تھا لیکن تنہا بھی نہیں کہ حالات کو قابو میں کرسکتا۔ [illegible] وڈ کے لیے بےچین ہوگئی آتش دان کی تیز روشنی [illegible] لباس کو خشک کرنے لگی تھی اور پھر مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ کافی کی دو پیالیاں بنا کر اندر لے آیا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اب میں نے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیا تھا عمر کا اندازہ تو پہلے ہی لگالیا تھی لیکن اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی ایک خوفناک سنجیدگی کا احساس مجھے پہلی بار ہوا تھا۔ لڑکے نے کافی کی ایک پیالی میری طرف بڑھادی۔ میں نے شکرگزار نگاہوں سے اسے دیکھا اور کافی کی پیالی اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"تم نے بلاوجہ زحمت کی۔" میں نے آہستہ سے کہا لیکن اس نے میرے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں دیا تب میں دوبارہ بولی۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"کیا میری نے تم سے کبھی میرا تذکرہ نہیں کیا؟"

"اتفاق سے نہیں۔"

"ولسن ہے میرا نام اور میں اس کا بھائی ہوں۔"

"تمہارے ماں باپ؟" میں نے سوال کیا۔ اور ولسن کافی کے گرم گرم گھونٹ لینے لگا۔

"وہ ہمیں چھوڑ چکے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"ہر بات کی تفصیل تو ضروری نہیں ہوتی میری اگر تمہیں اس بارے میں کچھ بتانا پسند کرتی تو بتادیتی اس نے تمہیں نہیں بتایا تو میں بھی بیکار باتوں سے گریز کرنا چاہتا ہوں۔" وہ خشک لہجے میں بولا۔ ایک لمحے تک میں لڑکے کا چہرہ دیکھتی رہی پھر میرے ذہن میں ایک نیا احساس ابھرا۔ اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر میں تمہیں یہ بتاؤں مسٹر ولسن کہ درحقیقت میں میری کی دوست نہیں بلکہ ایک ایسی ستم رسیدہ لڑکی ہوں جو اچانک ہی غنڈوں کا شکار ہوگئی ہے تو کیا مجھ سے تمہاری ہمدردیاں ختم ہوجائیں گی؟" کافی کی پیالی ولسن کے ہاتھوں میں لرز گئی۔ اور اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بلکہ اس وقت شاید مجھے اپنی اس حماقت کا افسوس ہو جو میں نے اب تک کی ہے۔"

"کون سی حماقت؟"

"اگر تم میری کی دوست نہیں ہو تو میرے لیے قابل عزت ہو۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟ تم تو میری کے بھائی ہو۔"

"میں صرف ایک مجبوری ہوں میڈم۔ بتہیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"بھارتی کہہ سکتے ہو۔"

"عجیب نام ہے۔ بہرطور میری امبری بہن ہے وہ میرا مستقبل تعمیر کرنے کے لیے اپنے بدن کی عمارت توڑ پھوڑ چکی ہے ایسے کہیں تعمیر ہوتی ہے میڈم؟ اس نے میرا مستقبل تو تعمیر کرنا چاہا ہے لیکن میرے وجود کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے کیا برائیوں کے راستے ہی زندگی میں روشنی پھیلانے ہیں؟ وہ کسی اسٹور میں سیلز گرل بھی ہو سکتی تھی کوئی معمولی سی ملازمت بھی کر سکتی تھی میرے لیے اور پھر کیا ضروری ہے یہ سب کچھ میں خود بھی تو اس کی کفالت کر سکتا ہوں وہ اپنے آپ کو فروخت کرتی ہے اور میں اپنے ضمیر کو سیاہ کرتا ہوں نہ اس کا مقصد پورا ہو گا نہ میرا۔ یہ صورت حال ایک لمحے میں میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ لیکن ظاہر ہے اس کہانی سے میرا کوئی براہ راست تعلق نہیں تھا میں نے ولسن کو ایک باکردار نوجوان محسوس کیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بولی۔

"مجھے تمہاری کہانی سن کر دکھ ہوا ہے ولسن۔ کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکتی اور یہ حقیقت ہے کہ میرا امبری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو بس دو لٹتے روتے یہاں گھس آئی ہوں اور اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ لوگ میرا پیچھا چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔"

"کون لوگ ہیں وہ؟" ولسن نے پوچھا۔

"غنڈے میرے لیے بالکل اجنبی۔" میں نے مختصراً ولسن کو تفصیلات بتا دیں اور وہ آہستہ سے بولا۔

"اپنے ہوٹل کا نام بتاؤ۔" میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام بتا دیا تو وہ بولا۔

"میں تمہیں اپنی بائیک پر وہاں چھوڑ سکتا ہوں۔"

"اگر تم ایسا کرو ولسن تو میں تمہارا بے حد احسان مانوں گی۔"

"اگر تمہارا لباس سوکھ گیا ہو تو میرے لیے کوئی دقت نہیں ہے میری نشے میں ہے اور اب وہ صبح تک ہوش میں نہیں آئے گی۔ آؤ میں تمہیں چھوڑ دوں۔" میں نے یہ موقع انتہائی غنیمت سمجھا اور ولسن کے ساتھ نیچے اتر آئی۔ اس کی بائیک پارکنگ لاٹ پر کھڑی ہوئی تھی اس نے اسے اسٹارٹ کر کے پارکنگ لاٹ سے نکال لیا اور پھر مجھے لے کر ہوا کی مانند کھلی سڑکوں پر دوڑنے لگا۔ رفتار بہت تیز تھی۔ چنانچہ اس نے تھوڑی دیر میں مجھے میرے ہوٹل تک پہنچا دیا ہوٹل کے گیٹ پر اترنے کے بعد میں نے ولسن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"ولسن میں ابھی یہاں موجود ہوں میرا روم نمبر۔"

"نہیں سسٹر کوئی احسان کرنے کی کوشش نہ کرنا مجھ پر۔ مجھے احسانات سے نفرت ہو گئی ہے۔" اس نے پاؤں زمین پر ٹکا کر بائیک کو ایک چکر دیا اور اس کے بعد میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کی یہ مدد میرے لیے جس قدر قیمتی تھی اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ بہرطور میں اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔ دل و دماغ کی عجیب کیفیت تھی کمرے میں داخل ہو کر میں نے سب سے پہلی نگاہ وفود پر ڈالی وہ پرسکون نیند سو رہا تھا اور اس کے سونے کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ اسے میری کمرے سے غیر موجودگی کا ذرہ برابر علم نہیں ہو سکا میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک صوفے پر گر پڑی دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا کوئی ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو میری زندگی تو اچانک اس وقت سے عجیب و غریب ہی ہنگاموں کا شکار ہو گئی تھی جب میں اونی اس فلائٹ پر روانہ ہوئی تھی جس پر مجھے وہ پراسرار لوگ ملے تھے ایک بلب اور دو بیٹیم [illegible] انکشافات نے میری دنیا ہی بدل دی تھی اس سے پہلے کچھ محرومیاں ضرور تھیں لفقد ہر میں اور ذہن میں لیکن اس قدر شدید بھی نہیں کہ میں ہر وقت سوچوں کا شکار رہوں دادا جی تھے، نانی جی تھیں۔ سب ہی تو تھے جو میری دلجوئی کرتے تھے لیکن اچانک ہی میں ان سب سے محروم ہو گئی نہ صرف ان سب سے بلکہ اپنے آپ سے بھی اجنبی ہو کر رہ گئی تھی اور یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا تھا۔ ورنہ اس سے قبل کم از کم میری کوئی شناخت تو تھی یہ تو علم تھا مجھے کہ میں کون ہوں اور میرے اہل خاندان کون ہیں۔ لیکن اب میرا کون ہے؟ اس احساس سے آنکھوں میں نمی پیدا ہو گئی۔ ماضی کا ایک ایک نقش میرے ذہن پر چسپاں تھا۔ میرے دادا جی نے کبھی مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ میں ماں اور باپ سے محروم ہوں۔ بچوں کی طرح سمجھتے تھے مجھے میں ان سے ضد کیا کرتی تھی اور وہ میری ضد کو پوری کرنے کے لیے سب کچھ کر ڈالتے تھے۔ جو ان کے بس میں ہوتا تھا۔ سچی بات ہے کہ انہوں نے مجھے ماں باپ کو یاد کرنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا مجھے میں بھول گئی تھی کہ

[...] اور پتا بھی ہوتے وہیں ساری کمی پوری کر دی تھی انہوں [...] ایئر ہوسٹس کی ڈگری بھی بس میری خوشی تھی۔ ورنہ [...] ملازمت کیا ضرورت تھی۔

اور اب سب وہ نہیں تھے۔ وہ سب نہیں تھے اور میری زندگی الٹ گئی اور ناقابل یقین حالات سے دوچار ہو گئی۔ آنٹ فریک کا انکشاف اس نے کہا تھا کہ میں اپنی ماں کی ہم شکل ہوں۔ دادا جی کا اس سے انکار پھر شری کے بارے میں انکشاف کہ وہ میری ماں ہے دادا جی کو آخر اس بات کا شبہ کیونکر ہوا؟ کیا وہ پتا جی کی زندگی سے اس قدر ناواقف تھے اپنے بیٹے کے بارے میں یہ تک نہیں جانتے تھے کہ اس کی اولاد کی ماں کون ہے؟ اب شری کا یہ کہنا کہ وہ میری ماں نہیں ہے یہ ساری باتیں کتنی حیرت انگیز تھیں دادا جی کا قتل بالکل اسی طرح ہوا جیسے میرے پتا جی کو قتل کر دیا گیا تھا۔ آہ۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ دماغ کی رگیں چٹختی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور اسی طرح بیٹھی رہی دفعتاً ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجی مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ٹیلی فون کی گھنٹی کے بجائے بم کا دھماکا ہوا ہو، دماغ سوچنے سمجھنے کی قوتیں کھو چکا تھا اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ رات کے اس حصے میں مجھے کس نے فون کیا ہے۔ گھنٹی مسلسل بجتی رہی اور میں خوفزدہ نگاہوں سے ٹیلی فون کو دیکھتی رہی پھر مجھے احساس ہوا کہ مسلسل بجنے والی گھنٹی سے کہیں وفود کی آنکھ نہ کھل جائے بے چارہ بچہ پریشان ہو جائے گا چنانچہ میں اٹھ کر ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئی اور کانپتے ہاتھوں سے میں نے ریسیور اٹھا لیا پھر میری لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"ہیلو۔"

"ہیلو بھارتی میں سنیل بول رہا ہوں۔" میں حیرت سے ریسیور کو گھورتی رہ گئی پریشانی کے عالم میں یہ احساس میرے ذہن سے نکل ہی چکا تھا کہ یہاں سنیل بھی موجود ہے جو مجھے ٹیلی فون کر سکتا ہے۔ میں نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہیلو سنیل۔"

"بھارتی میں تو تمہارا انتظار کر رہا تھا کیا کہا تھا تم نے مجھ سے؟"

"اوہ سنیل۔ سنیل میں ایک حادثے کا شکار ہو گئی ہوں، براہ کرم مجھے معاف کر دو۔ کیا تم اسی وقت ابھی میرے ہوٹل آ سکتے ہو؟"

"بالکل آ سکتا ہوں بلکہ آ رہا ہوں۔" سنیل نے جواب دیا اور پھر ٹیلی فون بند کر دیا۔ میں نے ریسیور رکھ کر گہری گہری سانسیں لیں۔ سنیل کے اس ٹیلی فون نے جلتے ہوئے ذہن پر پانی کا کام کیا تھا ایک ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی دل میں یہ سوچ کر کہ کوئی ایسا یہاں موجود ہے جو میرے حالات میں دلچسپی لے سکتا ہے اور جس سے میں بے خوف و خطر اپنی داستان بیان کر سکتی ہوں، میں بے چینی سے سنیل کا انتظار کرنے لگی اور نجانے کس طرح وہ میرے ہوٹل پہنچ گیا یوں لگتا تھا جیسے اس نے ہوٹل کی نچلی منزل سے ہی مجھے فون کیا ہو ورنہ اتنی جلدی اس کا یہاں پہنچنا کیسے ممکن تھا۔ بہرطور میں نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ سنیل کسی قدر پریشان نظر آ رہا تھا اس نے میرا حلیہ دیکھ کر سیٹی بجانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ۔ مائی گاڈ تمہاری حالت تو کافی خراب نظر آ رہی ہے بھارتی۔ خیریت کیا حادثہ پیش آیا تمہیں؟" اس نے گردن موڑ کر سوتے ہوئے وفود کو دیکھا اور پھر سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بیٹھ جاؤ سنیل بیٹھ جاؤ۔ میں اتنی پریشان ہوں کہ الفاظ میں نہیں بیان کر سکتی۔"

"لگ رہا ہے۔ سو فیصدی لگ رہا ہے مجھے اس حادثے کی تفصیلات بتاؤ۔ اور سنو بھارتی ذہن سے ہر طرح کی پریشانی نکال دو میں آ گیا ہوں۔" یہ الفاظ بھی بڑے تقویت آمیز محسوس ہوئے تھے میں نے گہری گہری سانسیں لیں اور پھر بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"سنیل کسی انسان کی سادہ سی زندگی بعض اوقات کیسی کیسی مصیبتوں سے دوچار ہو جاتی ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ آنے والا وقت اس کے لیے کیا لوٹ لا رہا ہے۔ میں تفصیلات میں نہیں جاؤں گی میری زندگی کی تمام کہانی تمہیں معلوم ہے۔ میں نے دوبارہ اپنی ڈیوٹی اسی لیے جوائن کر لی تھی کہ کم از کم ذہنی انتشار سے نجات مل جائے گی لیکن اس کم بخت اندھے نوجوان کا معاملہ پیش آ گیا اور اس نے ایک بار پھر مجھے عذاب میں پھنسا دیا۔ میں نہیں جانتی سنیل کہ اس وقت جو لوگ مجھے ہراساں کر رہے ہیں ان کا تعلق میرے پتا جی والے معاملے سے ہے دادا جی کے قتل سے ہے یا پھر یا پھر۔"

"اس پاسپورٹ کی تفصیلات اگر مجھے اور معلوم ہو جائیں۔"

"ہاں سنیل وہ اندھا شاطر مجھے چکما دے کر بھاگ گیا جانے کس طرح اس نے ہیرے میرے بیگ میں منتقل کر دیے تھے اور پھر وہ کم بخت عورت آئی اور انسپکٹر پولیس بن کر مجھ سے ہیرے لے گئی بعد میں پتا چلا کہ وہ بھی اسمگلروں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتی تھی میں اب تمہارے پاس جانے کے لیے یہ سوچ کر کہ تمہیں ساری تفصیلات بتاؤں گی اور اپنے لیے امداد طلب کروں گی ہوٹل سے نکل رہی تھی جس ٹیکسی میں بیٹھی اس کا تعلق بھی غلط لوگوں ہی سے تھا اور۔" اور میں نے سنیل کو ساری تفصیلات بتا دیں وہ حیرت اور دلچسپی سے میری کہانی سن رہا تھا اور جب میں خاموش ہوئی تب بھی وہ دیر تک کچھ نہ بول سکا۔ میں نے ہی اس سے کہا۔

"اب بتاؤ سنیل ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں واپس ہندوستان چلی جاؤں؟ میرے چیف مسٹر شکلا نے میری ذہنی حالت کے پیش نظر مجھے لمبی چھٹی دے دی ہے اور اس کے بعد میرے پاس کافی وقت ہے۔ کئی ملکوں کا سفر کرنا ہے مجھے میں نے ونود سے بھی یہی کہا تھا کہ میں اسے خوب گھماؤں گی پھراؤں گی لیکن اب یہ حالات کیا کہہ رہے ہیں۔ میری مدد کرو سنیل اس وقت تمہارے علاوہ مجھے مشورہ دینے والا اور کوئی نہیں ہے۔" سنیل خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

"اس قدر پریشان نہ ہو بھارتی زندگی ایسی ہی پریشانیوں کا مجموعہ ہے۔ حوصلہ رکھو۔"

"سنیل اب تک حوصلے سے ہی تو کام لیتی رہی ہوں کیا چھپا ہوا ہے تم سے مجھے بتاؤ کیا زندگی ہے میری کیا ہے یہ سب کچھ، کیا سوچ کر جیوں کیا کروں۔" سنیل کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

"اتفاق کی بات ہے بھارتی کہ میرا ذہن زندگی میں پہلی بار تمہارے بارے میں ذرا مختلف انداز میں سوچنے کے جرم کا شکار ہوا لیکن میں کہتا ہوں یہ اتفاق نہیں ہے اس کی وجہ شاید میری اور تمہاری زندگی کی وہ یکساں کہانی ہے جو ذرا بدلی ہوئی ضرور ہے لیکن اس میں کوئی بڑا فرق نمایاں نظر نہیں آتا تم ماتا پتا اور اپنے ان چاہنے والوں سے محروم ہو گئی ہو جن پر تمہیں مکمل اعتماد تھا اور میں تم سے کافی سینیئر ہوں، میری ماں مجھ سے بچھڑ گئی اور باپ اس کے بارے میں تو تم سے کچھ کہنا ہی فضول ہے جو کچھ ہے تم ابھی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ بہت سے ہم دونوں ایک ہی راستے کے راہی ہیں لیکن جو گفتگو تم نے مجھ سے کی ہے یہ نہ سمجھنا کہ میں اس میں کوئی ترمیم چاہتا ہوں۔ بس بھارتی کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس میں ان اقدار کا خیال رکھوں گا جو تم نے مجھ پر مسلط کر دیے ہیں۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے سنیل کیا تم اپنے ذہن سے سوچ کر یہ بتا سکتے ہو کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے بھارتی یہ معاملہ تمہارے پتا جی کے قتل یا تمہاری زندگی کے راز کا نہیں ہے بلکہ یہ سو فیصدی ہیروں کے اسمگلروں کا چکر ہے وہ اندھا شخص جو ہندوستان سے تمہارے جہاز میں سوار ہو کر یہاں تک آیا اور اس نے تمہیں دھوکا دے کر ہیرے استعمال کیے یقینی طور پر اس وقت گھبرا کر بھاگ گیا تھا جب کچھ لوگ اسے لینے آگئے تھے وہ ہیرے تمہیں لے جا سکا وہ لوگ اس کے تعاقب میں آگے چلے گئے اس کے بعد وہ عورت آئی جو انسپکٹر پولیس بن کر تم سے ہیرے لے گئی یوں لگتا ہے جیسے خطرناک اسمگلروں کے کئی گروہ اس مسئلے میں ملوث ہوں اور تم ان کا ذریعہ بن گئی ہو ظاہر ہے معلومات حاصل کرنے سے انہیں یہ پتا چلا ہو گا کہ تم اس شخص کو یعنی میری مراد اندھے سے ہے نے کہ یہاں تک آئیں اگر بات صرف ائیرپورٹ تک رہتی بھال کی ہوتی تو شاید کوئی بھی تمہاری طرف متوجہ نہ ہوتا لیکن تم اسے اپنے ہوٹل لے آئیں اور اس طرح تم سے اس کا ربط ظاہر ہو گیا۔" میں نے سنیل کی بات کاٹ کر تڑپ کر کہا۔

"وہ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہوا تھا سنیل۔"

"یہ بات میں جانتا ہوں بھارتی۔ کیا تم ہر شخص کی سوچ یکساں قرار دے سکتی ہو؟"

"نہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو ہیروں کے حصول میں ناکام رہے اب تک تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"آہ میں کیا کروں ان حالات میں تو میرا، میرا ہندوستان چلے جانا ہی مناسب ہے۔"

"اس کا صحیح فیصلہ تو تم ہی کر سکتی ہو بھارتی لیکن میرا خیال ہے، اتنا زیادہ ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آئے گا۔"

"سنیل۔ تم۔ کیا تم میرے ہوٹل میں منتقل نہیں ہو... کیا تم ایکسلا نیٹ چھوڑ کر یہاں نہیں آ سکتے؟ کافی ...ی ہے میری۔ بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں ساتھ رہیں۔" ...کے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسے ممکن ہے بھارتی؟ جو پردے میرے اور تمہارے ...ان حائل ہیں جو پابندیاں تم نے مجھ پر لگا دی ہیں ...وقت یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔"

"میرے ہوٹل میں تو آ سکتے ہو۔"

"اوہ۔ ہاں واقعی تمہاری ضرورت کے لیے مجھے تمہارے ...ل میں آجانا چاہیے بہر طور میں آجاؤں گا ضرور آجاؤں گا ...صبح۔ سنو ایک بات اور میرے ذہن میں آئی..." سنیل نے رفتہ رفتہ خود کو سنبھال لیا۔

"کیا؟"

"یہاں سے تمہارا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟"

"میں تین ملکوں کے سفر کا ارادہ رکھتی ہوں ڈنمارک، ...ڈن اور ناروے مسٹر شکلا نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا ...میں ان علاقوں میں سیر و سیاحت کر کے اپنی ذہنی کیفیت ...ست کر سکتی ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے میرا خیال ہے کہ ان حالات میں تمہیں ...جو پروگرام بنایا ہے اور ان تینوں جگہوں میں سے کہیں ...ل ہو جانا چاہیے ممکن ہے حالات کچھ بہتر ہو جائیں۔" ...میں نے عجیب سی نگاہوں سے سنیل کو دیکھا اور پھر گردن ...ا کر بولی۔

"تمہارا اپنا کیا پروگرام ہے سنیل؟"

"دوستی بھی اتنی معمولی چیز تو نہیں ہوتی کہ میں صرف ...پنے لیے تمہیں خطرات میں گھرا چھوڑ دوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔" میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تم جہاں بھی جاؤ گی میں تمہارے ساتھ چلوں گا ...بھارتی اور ایک وعدہ بھی کرتا ہوں کہ تمہارے کمرے کے ...برابر والا کمرہ حاصل کروں گا یعنی کسی بھی منزل پر منتقل ...ہو جاؤں گا لیکن یہ اطمینان رکھنا کہ تمہیں تمہاری مرضی کے ...خلاف میں مجبور نہیں کروں گا۔" میں نے سنیل کو کوئی جواب ...نہیں دیا بہر طور ان حالات میں یہ پیشکش میرے لیے ...بہت ہی اطمینان کن تھی میں خاموش رہی۔ سنیل کہنے ...لگا۔

"میں بھی اس وقت لمبی چھٹی پر ہوں پتا جی نے مجھے گھومنے پھرنے کی اجازت دے دی ہے میری ذہنی حالت بھی درست نہیں رہی تھی بھارتی خاص طور سے تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا پھر بولا۔

"تم تیاریاں کرو صبح کو میں یہاں کوئی کمرہ حاصل کر لوں گا۔ اور یہاں آجاؤں گا اور ہاں ایک بات خاص طور سے سن لو ہم ملاقاتیں ضرور کرتے رہیں گے لیکن میں تم سے بہت زیادہ ربط کا اظہار نہیں کروں گا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں کسی کو شبے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"ہاں یہ ہم دونوں کے لیے بہتر رہے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مجھے اجازت۔" سنیل بولا اور میں خوفزدہ سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ سنیل نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ صورتحال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب کم از کم تمہیں عارضی طور پر پریشان نہیں کیا جائے گا۔ وہ لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کریں گے سوچ سمجھ کر کریں گے۔"

"کیا واقعی؟"

"میں صورتحال کی بات کر رہا ہوں۔ ویسے حفاظت بھر کی بات ہے صبح کچھ نہ کچھ بندوبست ہو ہی جائے گا۔" میں نے سنیل کو دروازے کے باہر تک چھوڑا تھا اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا لفٹ کی جانب بڑھ گیا میں وہیں دروازے پر کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی۔ سنیل میرے دل میں وہ مقام نہیں حاصل کر سکا تھا جو وہ چاہتا تھا اور پھر ابھی اس کا وقت بھی نہیں تھا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ غم دوراں سے اگر کبھی فرصت مل جائے تو میں اس کے بارے میں سوچوں۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنے بستر پر آ گئی۔ رات بڑی بے کیف گزری تھی کئی بار آنکھ کھلی اور ذہن میں طرح طرح کے وسوسے آتے رہے۔ پھر صبح ہو گئی۔ ونود کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔ باتھ روم سے باہر آتے ہی اس نے ناشتے کا تقاضا کر دیا میں اس بے چارے بچے کو اپنی پریشانیوں میں کیا شریک کر سکتی تھی میں نے کہا۔

"مجھے تو غسل کر لینے دو ونود۔"

"ضرور دیدی۔ میں ویٹر کو بلا کر ناشتے کے لیے کہہ دیتا

ہوں اتنی دیر میں آپ باتھ روم سے باہر نکل آئیں گی۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ ٹھنڈے پانی کی پھواروں کے نیچے بھی میں انہیں خیالات کا شکار رہی تھی۔ البتہ نہ جانے کیوں اس وقت میرے دل میں ایک احساس جاگا۔ وقت کسی کو معاف نہیں کرتا جو کچھ تقدیر میں لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اگر انسان خود کو احساس کی بھٹی میں جھونک دے تو جل بھن کر راکھ ہو جاتا ہے ملتا کچھ نہیں۔ کیوں نہ ہمت سے کام لیا جائے حالات کا پامردی سے مقابلہ کیا جائے۔ میں اپنے دشمنوں کیلئے لقمہ تر نہیں بنوں گی۔ سنیل کا ساتھ غنیمت تھا لیکن اس کے بغیر بھی تو بہت کچھ ہو سکتا تھا لیکن میں اتنی کم ہمت صرف حالات سے خوفزدہ ہوتی رہی ہوں۔

غسل خانے سے باہر نکلی تو ایک نیا عزم چہرے پر چھایا ہوا تھا۔ اور میں ہر طرح کے حالات سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

اس وقت ویٹر نے ناشتا لا کر لگا دیا۔ "ٹوٹ پڑو دیدی میری طرح۔" ونود نے کہا اور خود ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ ناشتے کے دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تھی پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"ہاں دیدی آج کے پروگرام؟" ونود نے کہا اور لندن کا نقشہ نکال کر پھیلا لیا۔

"وہ سنیل انکل بھی آ گئے ہوں گے کیوں نہ آج کے پروگرام میں انہیں بھی شریک رکھا جائے۔"

"لطف آ جائے گا دیدی مگر۔"

"مگر کیا؟"

"لوگ پتا نہیں بچوں کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے رہیں۔ ان کے خیال میں بچے کچھ سمجھتے ہی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ کے اور سنیل انکل کے درمیان ایک کھنچاوٹ سی ہے دیدی۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"بہت شریر ہو تم۔"

"میں اپنی نہیں سنیل انکل کی بات کر رہا ہوں۔" ونود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس سنیل سے میری کوئی زیادہ دوستی وغیرہ نہیں ہے کسی کو دوست بنانے سے پہلے بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے۔"

"اوہ! تو آپ نے سوچ لیا؟"

"ونود کے بچے۔"

"کہاں دیدی، ابھی وقت تو آنے دیجیے کہ ہمارے بچے ہوں۔ ننھے ننھے گول مٹول پیارے پیارے انہیں ڈیڈی کہیں اور ہم انہیں ڈانٹیں۔" ونود بدستور شرارت سے بولا۔ پھر کہنے لگا۔

"سنیل انکل کو ضرور شریک کیا جائے میں اس کے حق میں ہوں۔ کیا میں انہیں فون کر دوں؟"

"نہیں وہ خود۔" ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ "دیکھو شاید وہ آ گئے۔" میں نے کہا لیکن اندر داخل ہونے والا ایک پولیس افسر تھا۔ ایک بالکل اجنبی چہرہ۔ میں اسے دیکھنے لگی۔ اس نے اپنی ٹوپی اتار کر گردن خم کی اور اپنا شناختی کارڈ میرے سامنے کر دیا۔

"تشریف رکھیے آفیسر۔ خیریت؟"

"مس بھارتی؟"

"ہاں میں ہی ہوں۔" میں نے کہا۔ "تشریف رکھیے۔" انسپکٹر نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی۔ ونود کو دیکھا پھر بولا۔

"میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں مس بھارتی۔"

"یقیناً ہیروں کی اسمگلنگ کے بارے میں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ لندن پولیس کے بارے میں، میں نے بڑی تعریفیں سنی تھیں مسٹر۔" میں نے اس [illegible] کارڈ پر درج شدہ نام پر غور کیا لیکن وہ خود بول پڑا۔

"جیکسن۔"

"ہاں مسٹر جیکسن۔ لیکن معاف کیجیے اس سے عملی واسطہ پڑنے پر مجھے مایوسی ہوئی ہے۔"

"کیوں؟" اس نے برا مانے بغیر پوچھا۔

"آپ لوگ ایک دوسرے سے رابطہ بھی نہیں رکھتے۔"

"ایک بار پھر وہی سوال کروں گا کہ کیوں؟"

"اس سلسلے میں مسٹر جارج مبلر نامی ایک افسر مجھ سے ملاقات کر چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔ لیکن میڈم بدقسمتی سے اس سلسلے کی ساری تحقیقات کے نتائج بہت عجیب ہیں۔"

"مثلاً؟"

"ہر راستہ گھوم کر آپ کی طرف آ جاتا ہے۔"

"گویا آپ کے خیال میں، میں براہ راست ہیروں کی اسمگلنگ میں ملوث ہوں؟"

"ہرگز نہیں۔ ابھی ہم یہ الفاظ نہیں کہہ سکتے لیکن یہ بھی

ہے کہ لاکھوں ڈالر کی مالیت کے ہیروں نے آپ کے سفر کیا ہے۔"

اس سلسلے میں کوئی قانون ہے آپ کے پاس؟"

میں سمجھا نہیں۔"

بین الاقوامی قوانین کے تحت آپ میرے دفتر سے رابطہ کر کے اس سلسلے میں کارروائی کر سکتے ہیں یا پھر اگر آپ کو یقین ہے کہ میں اس میں ملوث ہوں تو مجھے گرفتار کر لیں۔ کیا مسٹر مبلر نے آپ کو کوئی تفصیل بتائی ہے؟"

"ہاں اب اس تفتیش کا چارج میرے پاس ہے۔"

بولا۔

"مجھے حکم دیں مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"صرف تعاون۔ ایک دوستانہ اور شریفانہ تعاون۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب اپنی معلومات میں اضافہ کر لیں۔ رات کو مجھے [illegible] کرنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔" میں نے کہا اور جیکسن [illegible] پڑا۔

"کیا؟"

"جی ہاں میں بمشکل بچ سکی ہوں۔"

"او مائی گاڈ۔ آپ نے پولیس کو اطلاع دی؟"

"ضرورت نہیں سمجھی۔"

"کیوں؟"

"بس اس کا جواب میرے دل میں رہنے دیں۔"

"اصولاً یہ غلط ہے۔"

"اصولاً تو یہ بھی غلط ہے کہ آپ لوگ مجھے بار بار پریشان کر رہے ہیں۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"سوری میڈم ویری سوری۔ آپ یقین کریں میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں براہ کرم مجھے اس بارے میں تفصیل بتائیں۔"

"رات کو میں اپنے ایک دوست سے ملاقات کرنے جا رہی تھی۔ ایک جیپ نے مجھے۔" میں نے پوری کہانی انسپکٹر جیکسن کو سنا دی۔ اور وہ حیرت سے ہونٹ سکوڑے سب کچھ سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"اس دوست کا پتا؟"

"ہوٹل ایکسلا ئیٹ اور روم نمبر۔" ابھی میں اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ سنیل کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور میں نے اس کی طرف اشارہ کر کے انسپکٹر سے کہا۔ "یہ وہی دوست ہیں۔"

سنیل انسپکٹر کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔

"خیریت بھارتی؟"

"ہیرے۔" میں نے نفرت بھرے انداز میں کہا اور انسپکٹر سنیل کو دیکھنے لگا پھر اس نے سنیل سے اس کا شجرہ نسب پوچھ ڈالا اور اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں اس سلسلے میں پولیس سے باقاعدہ رابطہ رکھوں بذات خود اس نے پیش کش کی کہ وہ میرے ہر کام آنے کے لیے تیار ہے۔"

"میں بس یہ چاہتی ہوں کہ مجھے سکون سے رہنے دیا جائے۔"

"یہ کام ہم پولیس کی طرف سے کر سکتے ہیں لیکن آپ اپنے اغوا کنندگان کو کیوں بھول جاتی ہیں یوں لگتا ہے میڈم کہ وہ لوگ بھی آپ کی طرف سے مشکوک ہیں۔ اور ہیروں کے بارے میں آپ سے تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"مس بھارتی پریشان ہیں مسٹر جیکسن اس لیے شاید آپ سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کر پا رہی ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ لندن قیام کے دوران ہم پولیس سے رابطہ رکھیں گے۔" سنیل نے کہا۔

"یہاں سے آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

"سوئٹیزرلینڈ۔"

"غرض؟"

"صرف سیاحت۔"

"کیا مس بھارتی ڈیوٹی پر نہیں ہیں؟"

"یہ چھٹی پر ہیں اسی لیے انہوں نے اپنے بھائی ونود کمار کو بھی ہندوستان سے بلا لیا ہے۔"

"جب تک آپ لندن میں ہیں مس بھارتی میں آپ سے رابطہ رکھوں گا۔ آپ بھی مجھ سے تعاون کریں اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھے ضرور اطلاع دیجیے۔ یہ میرا پتا اور فون نمبر۔" جیکسن نے ایک کارڈ مجھے دیتے ہوئے کہا اور پھر اپنی ٹوپی اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے رسمی الفاظ کہے اور مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

سنیل ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ونود اس دوران بالکل خاموش رہا تھا۔ "ہیلو ونود۔ کیسی گزر رہی ہے؟"

"کچھ بہتر نہیں انکل خاص طور سے اس وقت کی باتیں سن کر مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔" ونود نے کہا۔

"اوہ۔ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے ونود سناؤ آج کے کیا پروگرام ہیں؟" سنیل نے کہا۔

"ان حالات میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"بھئی یہ لڑکا تو فلاسفر ہے بھارتی۔ اب بیٹھ کیسے سمجھاؤں تمہیں بات یہ سب معمول کے مطابق ہے اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آؤ ولود ہم پروگرام بناتے ہیں۔"

"او کے چیف" ولود نے کہا۔

"پہلے لندن کی مشہور سڑکیں، تاریخی مقامات، پکاڈلی سرکس، گیلری وغیرہ دیکھیں گے۔ اس کے بعد ساؤتھ اینڈ چلیں گے۔ بس اپنی ڈیڈی کو تیار کر لو۔"

"میں تیار ہوں" میں نے کہا۔

"اس طرح نہیں بھارتی۔ خوشی سے ہمت کے ساتھ" سنبل نے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو سنبل میں بالکل مطمئن ہوں بالکل ٹھیک۔ ٹھہرو میں بال وغیرہ درست کر لوں" میں نے کہا۔ ان تمام پریشان کن خیالات کو میں نے اپنے ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ ولود بھی تیار ہو گیا۔ اس نے اپنا کیمرہ سنبھال لیا تھا۔ پھر ہم تینوں ہوٹل سے نکل آئے میں نے اپنے تمام پریشان کن خیالات ذہن سے جھٹک دیے تھے پھر ہم لندن کی سڑکوں پر نکل آئے۔

لیسٹر اسکوائر پھر کنگسٹن گھومتے ہوئے بگ بین، گھنٹہ گھر اور برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے بنے ہوئے سبزہ زار میں کچھ وقت گزارا۔ دریائے ٹیمز کے کنارے ڈکوں کے ہجوم نظر آئے تھے ان میں زیادہ تر دھوپ کے مزے لے رہے تھے بگ بین بائیں ہاتھ پر ٹرافلگر اسکوائر تھا۔

ہم نے دوپہر کا کھانا سوہو کے ایک ریسٹوران میں کھایا۔ ولود جگہ جگہ تصویریں اتار رہا تھا اور بہت خوش تھا۔ بے شمار تصویریں اس نے میری اور سنبل کی بھی بنائیں اور بہت سی سنبل نے میری اس کے ساتھ بنائیں میں عارضی طور پر اپنی تمام الجھنیں بھول گئی تھی۔ شام کے سائے زمین پر اترے تو ہم آکسفورڈ اسٹریٹ کے پہلو میں تھے۔ یہاں سے آگے بڑھے اور پکاڈلی سرکس پہنچ گئے۔ جہاں آن کی آن میں لاکھوں روشنیاں جگمگا اٹھیں۔ ایروز کے مجسمے کے گرد خوب رش لگا ہوا تھا۔ دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ لیکن اب ولود کے انداز میں بھی تھکن نمایاں ہو گئی تھی۔

"کیا خیال ہے لارڈ؟" میں نے سوال کیا۔

"واپسی" ولود بولا۔

"بس؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں ڈیڈی ابھی تو کل باقی ہے" ولود مسکرا کر بولا۔ اور سنبل بھی مسکرانے لگا۔ پھر ہم واپسی کے لیے چل پڑے تھے۔ ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد میں نے اچانک کسی خیال کے تحت سنبل سے کہا۔

"اوہ سنبل ایک اہم بات کو ہم بھول ہی گئے۔"

"کیا؟"

"ہمیں اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنا تھا۔"

"ساتویں منزل پر روم نمبر سات سو آٹھ مجھے مل چکا ہے" سنبل نے سادگی سے کہا۔

"کیا؟" میں اچھل پڑی۔

"ہاں یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔"

"لیکن کب؟ تم نے یہ کمرہ کب حاصل کیا؟"

"صبح کو تمہارے پاس آنے سے پہلے۔"

"اور مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"اس وقت وہ پولیس انسپکٹر تمہارے پاس تھا۔"

"دن بھر تو ہم ساتھ رہے۔"

"یہ کوئی اہم بات تو نہ تھی" سنبل نے اداس لہجے میں کہا۔ اور اس کے بعد مجھے خاموش ہونا پڑا۔ سنبل کے اس انداز سے مجھے کوفت ہوتی تھی۔ سب کچھ کہہ چکی ہوں اس سے حالات جانے ... لیکن ... ان حالات میں کسی طور میں اس کی پذیرائی نہیں کر سکتی تھی اور پھر کوئی زبردستی ہے میں جو کچھ نہیں کر سکتی اسے کیسے قبول کر لوں۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ سنبل نے ولود سے کہا۔

"او کے مسٹر ولود کمار اب ہمیں اجازت مل جانی چاہیے۔"

"رات کا کھانا ہمارے ساتھ نہیں کھائیں گے سنبل انکل؟"

"آج رات کے کھانے کی ہڑتال رہے گی" سنبل مسکرا کر بولا۔

"کیوں؟"

"احتجاجاً" سنبل نے کہا۔

"گڈ۔ اچھی بات ہے ویسے بھی ایک آدھ وقت کے فاقے سے ہاضمہ درست رہتا ہے" ولود نے جواب دیا۔ اور میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑ دیں۔ ولود نے بڑا چبھتا ہوا جملہ کہہ دیا تھا۔ اور شاید اسے سنبل نے بھی محسوس کیا تھا۔ اس نے ایک نگاہ ولود کو دیکھا۔ ولود اپنے کیمرے میں مصروف ہو گیا تھا۔

"او کے بھارتی۔ او کے سنبل۔"

"...جائیے" ولود نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور سنبل باہر نکل گیا۔ ...ور رکھ کر اپنا لباس نکالنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"...ت ڈیڈی، میں دن بھر کی تھکن اتار لوں۔"

"ضرور" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ باتھ روم چلا گیا۔ اندر سے اس کے گنگنانے کی آوازیں ابھر رہی ...ں ولود کتنا خوش ہے۔ یہ عمر ہی خوشیوں کی عمر ہے۔ ...سے بے نیاز۔ یہی دن میرے بھی تھے۔ میں نے ایک ...ی سانس بھری۔ میں دیر تک ولود کے بارے میں ...تی رہی وہ اپنی عمر سے کہیں بڑی باتیں کرتا تھا میں ...بھی تک اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔

...ن بہر حال وہ بے حد ذہین تھا۔

رات کا کھانا ہم نے اپنے کمرے میں منگوا لیا کئی بار سنبل کا خیال دل میں آیا لیکن میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر اس وقت شاید پورے گیارہ بجے تھے جب ...ون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سنبل ہو گا۔ میں نے سوچا اور آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی ...میں میں چونک پڑی۔

"ہیلو" میں نے ... کر کہا۔

"میں مسز بھارتی سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں" دوسری طرف سے وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"میں بھارتی ہی بول رہی ہوں۔ آپ کون ہیں؟" میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"نام کی حد تک آپ مجھے سلوی کہہ سکتی ہیں۔ آپ کی ...نا ہوں بلکہ یوں سمجھیے کہ میرا تعلق بھی دہلی ہی سے ہے۔"

"ویری گڈ۔ مجھے کیسے جانتی ہیں؟" میں نے سوالاً کہا۔

"میرا خیال ہے یہ سوال قبل از وقت ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ابھی تو ہمارے درمیان صحیح طور سے تعارف بھی نہیں ہو سکا ہے اور آپ نے مجھ سے یہ سوال کر دیا کہ میں آپ کو کیسے جانتی ہوں۔"

"تو تعارف کرا دیجیے نا" میں نے کہا۔

"فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ میرا نام سلوی ہے اور میں آپ کی ہم وطن ہوں باقی بہت سی باتیں ملاقات پر ہوں گی۔"

"ملاقات؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ آپ ایک کوشش رہیں۔ نجانے دنیا کے کون کون سے ممالک دیکھ لیے ہوں گے آپ نے، لندن میں اگر آپ نے ساؤتھ اینڈ نہیں دیکھا تو کچھ نہیں دیکھا۔"

"ساؤتھ اینڈ کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلوم ہے براہ کرم آپ وہ کہیے جو آپ کہنا چاہتی ہیں۔"

"کیا فون پر ہی؟" دوسری طرف سے سوالیہ انداز میں کہا گیا۔

"اگر غیر مناسب نہ سمجھیں تو۔"

"میرا خیال ہے قطعی غیر مناسب ہے آپ کل شام چار بجے ساؤتھ اینڈ پر مجھ سے ملاقات کریں۔ کیا میں آپ کا انتظار کروں؟"

"بڑی عجیب بات ہے۔ ہمارے درمیان نہ کوئی تعارف ہے، نہ آپ نے اس ملاقات کی کوئی وجہ بتائی ہے، ہو سکتا ہے آپ مجھ سے کوئی دلچسپ مذاق کر رہی ہوں۔ میں بھلا اس مذاق کا شکار کیسے بن سکتی ہوں؟"

"مذاق کا شکار تو آپ بنی ہوئی ہیں بھارتی جی نجانے کون کون آپ سے مذاق کر رہا ہے مجھے تعجب ہے کہ آپ نے اب تک اس کو مذاق محسوس نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کو محسوس کر لینا چاہیے تھا۔ آپ جس مکڑی کے جالے میں پھنسی ہوئی ہیں اور جس قدر اس جالے کے تار آپ کے گرد لپٹے جا رہے ہیں آپ محسوس ہی نہیں کر رہی ہیں۔ میرا خیال ہے آپ ان لوگوں میں سے ہیں، جن کی گردن تک پانی پہنچ جاتا ہے تو وہ سوچتے ہیں کہ وہ پانی میں ڈوب رہے ہیں، بڑھتے ہوئے پانی کو اگر صحیح جگہ روک دیا جائے تو انسان ڈوبنے سے بچ سکتا ہے۔"

"تم مجھ سے فلسفہ بگھار رہی ہو" میں نے آپ سے تم پر آتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر۔ صرف ایک ہم وطن ہونے کے ناطے میں آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کل شام چار بجے ساؤتھ اینڈ پہنچ جائیں، میں آپ کا انتظار کروں گی" میں اس کے الفاظ پر غور کرتی رہی پھر میں نے کہا۔

"وہاں میں تمہیں پہچانوں گی کیسے؟"

"آپ کا وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے مسز بھارتی آپ

مجھے پہچاننے میں خود آپ کو پہچان لوں گی۔“

”بہر طور یہ فیصلہ کرنے میں مجھے ابھی دقت ہو گی کہ میں تمہاری دعوت پر تمہارے پاس پہنچوں یا نہ پہنچوں۔“

”میں نے کہا ناں جو کچھ میں کر رہی ہوں صرف ہم وطن ہونے کی حیثیت سے کر رہی ہوں، ورنہ مجھے آپ سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہاں آجائیے ورنہ آپ کی مرضی، میرے پاس اور بھی مشغلے ہیں۔“ دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا، میں متحیرانہ نگاہوں سے ٹیلی فون کو دیکھ رہی تھی اور میرے ذہن میں لاکھوں وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ میری کوئی ہم نسل، ہم وطن میرے بارے میں جانتی تھی اور مجھے کسی خطرے سے بچانا چاہتی تھی۔ یہ خطرہ کیا ہو سکتا ہے؟ میں کون سی دلدل میں پھنس رہی ہوں؟ یہ ساری چیزیں میرے لیے بے حد پریشان کن تھیں۔ ونود نے میرا چہرہ دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

”دیدی اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے واپس دلی بھجوا دیں۔“ ونود کے یہ الفاظ بھی میرے لیے حیرت ناک تھے۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگی اس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ ونود نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں دیدی، یہی مناسب ہے کہ آپ مجھے دلی بھجوا دیں۔“

”مگر کیوں؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”اس لیے دیدی کہ میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتا۔ نہ ہی آپ مجھے اس قابل سمجھتی ہیں کہ مجھے اپنی پریشانیوں میں شریک کریں۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو ونود؟“ میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

”پہلے بھی آپ سے کہہ چکا ہوں دیدی کہ یہ دور ہمارا دور ہے۔ بچوں کو عمر کی تفریق سے بیکار سمجھ لینا عقل مندی نہیں ہے اس دور کے بچے آپ کے دور کے بچوں کی مانند نہیں ہیں۔ حالات کو سمجھنے کی صلاحیت میں بھی رکھتا ہوں، آپ کی پریشانیوں کو اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں لیکن کیا کروں احترام کی حد سے گزر بھی تو نہیں سکتا۔“ ونود کے یہ الفاظ بڑے حیران کن تھے میں اسے تعجب سے دیکھتی رہی اور پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ونود بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہو میں زیادہ پریشان تو نہیں ہوں۔“

”کم ہی سہی دیدی پریشان تو ہیں ناں۔ مجھے اپنی پریشانی بتائیے ہو سکتا ہے یہ چھوٹا سا دماغ آپ کے کسی کام آ سکے۔“ ونود کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے میں تھوڑی دیر تک پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ٹھیک ہے ونود۔ میں تمہیں بھی ان حالات کی [illegible] سنائے دیتی ہوں۔ ہو سکتا ہے تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکو۔“ ونود سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا [illegible] نے اسے اپنے بارے میں مختصر تفصیلات بتائیں۔ ان تفصیلات میں تقریباً تمام ہی کرداروں کا ذکر آ گیا تھا۔ [illegible] پربت، اجے شری، دادا جی کا قتل، نئی ذمہ داریاں اور [illegible] کے بعد یہ سارے واقعات میں نے تفصیل سے ونود کو بتا دیے اور وہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا شاید اسے اس کہانی میں بہت لطف آ رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک خاموش رہا اور کسی سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”دیدی واقعی بہت عجیب و غریب کہانی ہے مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ تم ان تمام معاملات سے کیسے نمٹ رہی ہو۔“

”نمٹنا کیا حیثیت رکھتا ہے ونود؟ بس یوں سمجھو کہ مجبوریاں کام کر رہی ہیں۔“

”دیدی یوں تو بہت سے معاملات ابھی باقی ہیں، لیکن ہمیں سامنے کی باتوں پر توجہ دینا چاہیے معاف کیجیے گا دیدی آپ کا ان سنیل انکل کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے سوال کیا۔

”سنیل انکل بالکل بھروسے کے قابل ہیں؟“

”کیا کہنا چاہتے ہو ونود؟“

”دیدی ان کا یہاں آ جانا۔ آپ کے قریب پہنچ جانا بجانے کیوں مجھے ایک شک کا سا احساس ہوتا ہے۔“ ونود نے کہا۔

”اوہ!“ میں ونود کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی۔

”ہاں دیدی۔ میں دعوے سے کوئی بات نہیں کہتا لیکن بس بجانے کیوں مجھے احساس ہوتا ہے۔“ میں دیر تک ونود کا چہرہ دیکھتی رہی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ یہ ونود

[illegible] سوچ بھی ہو سکتی ہے لیکن بجانے کیوں مجھے اس [illegible] میں ایک توانائی محسوس ہو رہی تھی پھر میں نے [illegible] کو تھپکتے ہوئے کہا۔

”نہیں ونود۔ سنیل انکل برے آدمی نہیں ہیں وہ۔“ میں نے جملہ پورا نہیں کیا تھا۔

”میں نے کب کہا؟ میں تو صرف حالات کا جائزہ لے [illegible] رہا ہوں ویسے دیدی آپ کو ساوتھ اینڈ ضرور جانا چاہیے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے؟ اس سلسلے میں سنیل انکل سے [illegible] کیا جائے۔“

”کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ میں نے انہیں زبردستی [illegible] بنانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ بس ایسے ہی ایک [illegible] میرے ذہن میں آ گیا تھا۔ سنیل انکل سے ہم ضرور [illegible] کریں گے اس بارے میں۔ ویسے دیدی آپ انہیں [illegible] زیادہ نظر انداز نہ کریں حالات جیسے بھی ہوں بعد میں [illegible] کے بارے میں اندازہ لگایا جائے گا لیکن فی الحال [illegible] لیجیے کہ سنیل انکل ہمارا بہت بڑا سہارا ہیں۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو ونود۔ میں اس بات کو بھی ذہن میں رکھوں گی کہ سنیل کی شخصیت کا اچھی طرح جائزہ لے [illegible] لیکن اس معاملے کا تذکرہ بھی ان سے کرنا ضروری ہے۔ [illegible] اب تو تم بھی ان حالات میں براہ راست شریک ہو چکے ہو۔“

”میں تو آپ سے پہلے ہی کہہ رہا تھا دیدی آپ نے اتنے دن تک مجھے اپنے آپ سے دور رکھا وہ آپ کا مسئلہ تھا لیکن میں آپ کے لیے بڑا کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔“

”اب تک تو تم واقعی بڑے کارآمد ثابت ہوتے رہے ہو۔“

”طنز کر رہی ہیں تو بیکار ہے۔ مجھے معلوم ہی کیا تھا؟“

”ارے نہیں نہیں بھئی طنز کون کر رہا ہے۔ چلو اب سو جاؤ رات بہت زیادہ گزر چکی ہے۔“ میں نے ونود سے کہا۔ اور ونود نے گردن ہلا دی۔ وہ سو گیا لیکن میں جاگتی رہی تھی اور اس پر اسرار ٹیلی فون کال کے بارے میں غور کرتی رہی تھی۔ معلوم کون ہے؟ میری ہم وطن ہے تو کہاں سے آئی ہے اور میری ہمدرد کیوں بن گئی ہے؟ میرے معاملات سے اس کا کیا تعلق ہے اور ونود کا شبہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ سنیل کیا سنیل کوئی غلط الیسان ہو سکتا ہے میں ماضی کے بارے میں غور کرنے لگی سنیل کی ملاقات، اس کا الجھا انداز، اپنے باپ کے بارے میں اس کا رویہ، وہ لمحات مجھے اب بھی یاد تھے، جب اس نے وہ ہار توڑ کر پھینک دیا تھا بہت مشکل تھا اس کے بارے میں فیصلہ کرنا۔ دوسری صبح سنیل نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کے چہرے پر کل کی نسبت کچھ پریشانی کے آثار محسوس کر رہا ہوں بھارتی۔“

”ہاں سنیل پریشانیاں میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔“

”اب کیا بات ہے؟“

”کوئی خاص بات نہیں۔“

”پھر بھی۔“

”مجھے رات کو ایک فون موصول ہوا تھا۔“

”فون؟“

”ہاں۔“

”کس کا فون تھا کوئی ایسی بات جو پریشان کن ہو؟“

"پریشانی تو اب مجھے کسی بات سے نہیں ہوتی میں نے خود کو ان پریشانیوں کا عادی بنا لیا ہے۔"
"کچھ بتانا پسند کریں گی؟"
"کیوں نہیں۔ سلویٰ نامی کسی لڑکی نے فون کر کے آج شام چار بجے مجھے ساؤتھ اینڈ آنے کے لیے کہا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے اس جال کے بارے میں بتانا چاہتی ہے جو میرے گرد بچھایا جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔
"سلویٰ؟" سنیل نے پُرخیال انداز میں کہا۔
"ہاں وہ ہندوستانی ہی ہے۔"
"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ساؤتھ اینڈ میں وہ کہاں ملے گی؟"
"اس نے کہا ہے کہ میں وہاں پہنچ جاؤں وہ خود مجھے تلاش کر لے گی۔"
"پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"
"تم سے مشورہ چاہتی ہوں سنیل۔"
"قبول کریں گی میرا مشورہ؟"
"کیوں نہیں۔"
"تب پھر میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں بھارتی۔ جو حادثے آپ کو پیش آ چکے ہیں اور جو نقصانات آپ کو ہوئے ہیں کیا ان کا ازالہ ہو سکتا ہے؟"
"میں سمجھی نہیں سنیل۔"
"آپ مجھے الجھن پسند معلوم ہوتی ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اب آپ خود کو الجھن سے دور کر لیں ایک پُرسکون زندگی اپنا لیں۔ اور یہ آپ کے لیے مشکل نہیں ہے۔"
"کس طرح سنیل؟"
"زندگی کے لیے کسی ایک پُرسکون راستے کا انتخاب کر کے۔"
"شادی؟" میں نے کہا۔
"یہ بھی ایک حل ہے۔" سنیل بولا۔
"ہو سکتا ہے تمہاری نظر میں ہو لیکن میں مختلف انسان ہوں سنیل۔ میں شادی کو زندگی کی الجھن کا دوسرا نام سمجھتی ہوں۔ اور پھر یہ سب کچھ کہہ دینا بہت آسان ہے۔ جس کی زندگی ان حالات سے دوچار ہوئی ہو وہی صورتحال کو سمجھ سکتا ہے۔ میرا پورا گھر تباہ ہو گیا میں اس دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں میں کیسے یہ سب کچھ بھول سکتی ہوں۔"
"مس بھارتی۔ یہ معاملہ دوسرا ہے۔ اس کا آپ کے گھر کی تباہی سے کیا واسطہ؟"

"بس نجانے کیوں مجھے یہ سب کچھ آپس میں مربوط محسوس ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔
"بہرحال بات مشورے کی تھی میں نے مشورہ دے دیا۔ ویسے آپ ساؤتھ اینڈ جا کر اس سے ضرور ملیں۔"
"ہاں میں ضرور جاؤں گی۔"
"میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا ڈیڈی۔" ونود بولا۔
"تو تمہارا کیا خیال ہے میں تم دونوں کو تنہا چھوڑ دوں گا۔" سنیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ممکن ہے وہ مجھ سے تنہا ملنا چاہتی ہو۔"
"آپ اس سے تنہا ہی ملاقات کریں۔ ہم دونوں آپ سے الگ رہ کر آپ کی نگرانی کریں گے۔"
"بالکل درست۔" ونود نے پُرجوش لہجے میں کہا۔
"جیسا آپ لوگ مناسب سمجھیں۔" میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ سنیل سے ساؤتھ اینڈ جانے کے بارے میں تفصیلات طے ہو گئیں۔ ونود اس سلسلے میں بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ بالکل سادہ سے انداز میں ساؤتھ اینڈ تک کا سفر طے کریں گے چنانچہ وقت مقررہ پر ہم لوگ ہوٹل سے نکل آئے اور ساؤتھ اینڈ کے لیے چل پڑے۔ بجلی کی تیز رفتار ٹرین لندن کے لیورپول اسٹیشن سے چلی راستے میں چھوٹے چھوٹے قصبے آئے جنہیں میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ ونود اور سنیل اسی ٹرین میں میرے ساتھ سوار تھے لیکن ہم نے ابتدا ہی سے ایک دوسرے سے اجنبیت برقرار رکھی تھی۔ بہرطور ٹرین ساؤتھ اینڈ پہنچ گئی اسٹیشن سے باہر در جنوں جدید بلند و بالا عمارتیں سر اٹھائے کھڑی ہوئی تھیں۔ ہائی اسٹریٹ میں ٹریفک بند کر کے پوری سڑک کو کار پارکنگ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اعلیٰ درجے کے ریسٹورنٹ بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان پُرہجوم سڑکیں نظر آ رہی تھیں۔ جہاں اچھے خاصے شاپنگ سینٹر بنے ہوئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ سلویٰ کو کہاں تلاش کروں کوئی ایسی مخصوص جگہ بھی نہیں بتائی گئی تھی مجھے جہاں میں اسے تلاش کرتی ہوئی پہنچ جاؤں۔ تاہم اس بات کے امکانات کو بھی مدنظر رکھا تھا کہ ممکن ہے یہ بھی میرے خلاف کوئی سازش ہو اور جو کوئی بھی ہے وہ یہاں بلا کر مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔ ونود کے لیے ہر جگہ تفریح کا سامان موجود تھا بھلا اسے ساؤتھ اینڈ میں اپنے لیے دلچسپیاں تلاش کر لینا کیا مشکل تھا وہ دونوں مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے اور

ونود کے لیے تو یہ بات بھی کافی دلکشی کا باعث تھی کہ وہ میرے دشمنوں کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو خود سے کچھ فاصلے پر دیکھا وہ دوکانوں اور اسٹالوں میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے میں بھی چند لمحات ادھر اُدھر کا جائزہ لینے کے بعد آگے بڑھنے لگی۔ پھر ریسٹورانوں اور سڑکوں کے کئی موڑ کاٹنے کے بعد میں ایک کشادہ سڑک کے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ زیادہ دور نہیں چلی تھی کہ دس گیارہ سال کا ایک لڑکا میرے قریب آ کر رکا اور اس نے مسکراتے ہوئے کاغذ کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو لڑکا مسکراتا ہوا بھاگ گیا۔ میں نے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں لیکن ونود اور سنیل مجھے نظر نہیں آئے۔ غالباً کسی ایسی جگہ سے میری نگرانی کر رہے تھے جہاں سے کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ میں نے ایک الیکٹرک پول کے نزدیک کھڑے ہو کر وہ سلپ کھولی تحریر ہندی میں تھی لکھا تھا۔

ڈیئر بھارتی!
سوزنٹو آ جاؤ، سوزنٹو تلاش کرنے میں تمہیں دقت نہیں ہوگی کسی سے بھی پوچھ لو سوزنٹو کے روم نمبر ۶۰ میں، میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔
سلویٰ

میں نے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں سوزنٹو کے نیون سائن میں نے پیچھے دیکھا تھا چنانچہ اپنی جگہ سے واپس پلٹ پڑی فٹ پاتھ عبور کر کے دوسرے فٹ پاتھ پر آتے ہوئے میں نے ایک بار پھر لوگوں کے ہجوم میں نگاہیں دوڑائیں لیکن سنیل اور ونود مجھے نظر نہیں آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں مجھے کھو بیٹھے ہوں تاہم سست رفتاری سے چلتے ہوئے میں نے اس بات کا خیال رکھا کہ اگر ایسا ہوا بھی ہے تو ساؤتھ اینڈ میں ان کے لیے مجھے تلاش کرنا ناممکن نہیں ہوگا۔ سوزنٹو کے وسیع و عریض احاطے میں داخل ہو گئی اور پھر روم نمبر ساٹھ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس پر ہلکی سی دستک دی لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی، دوسری بار دستک پر بھی جب کوئی آواز نہ آئی تو میں نے آہستہ سے دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ کمرہ تھا۔ صاف ستھرا پڑا ہوا تھا۔ باتھ روم سے

پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر زور سے بولی۔
"میں آ گئی ہوں مس سلویٰ اور آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔" یہ کہہ کر میں ایک کشادہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ نجانے وہ مجھ پر کیا انکشافات کرنے والی ہے۔ دروازہ میں نے کھلا ہی چھوڑ دیا تھا اور اپنے طور پر کسی حادثے کی منتظر بھی تھی، ہو سکتا ہے کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے جو میرے لیے مزید عذاب کا باعث بن جائے۔ چنانچہ میں اعصاب مضبوط کر کے انتظار کرتی رہی باتھ روم سے پانی گرنے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں میں کلائی کی گھڑی میں بے چینی سے وقت دیکھ کر سلویٰ کے باتھ روم سے باہر آنے کا انتظار کرتی رہی لیکن دس منٹ، پندرہ منٹ، بیس اور پھر پچیس منٹ گزر گئے تو دفعتاً ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا کیا کوئی اس کمرے میں موجود نہیں ہے کم از کم اسے جواب تو دینا چاہیے۔ میں خوفزدہ سے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ باتھ روم میں جھانکوں اور اگر وہاں موجود نہ ہو تو یہاں سے نکل بھاگوں۔ میں متوحش انداز میں باتھ روم کی طرف بڑھی۔ دروازے کا ہینڈل کھولا اور اندر جھانکنے لگی پھر میری آنکھیں دہشت سے منجمد ہو گئیں۔ باتھ روم کے ٹب میں پانی گر رہا تھا اور دو پاؤں ٹب سے باہر نکلے ہوئے تھے لیکن ان کا انداز غسل کرنے کا سا نہیں تھا کھلے ہوئے نل سے گرنے والا پانی ٹب سے باہر بہہ رہا تھا اور ایک پہلو سے اندر جا رہا تھا باقی فرش خشک تھا۔ میرے قدم جیسے من من بھر کے ہو گئے۔ ایک لمحے انتظار کرنے کے بعد میں چند قدم آگے بڑھی اور ٹب کے نزدیک پہنچ گئی اور اس کے بعد تو جیسے میرے دل نے ہی دھڑکنا چھوڑ دیا۔ ٹب میں ایک نوجوان لڑکی کی بے لباس لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سیاہ بال کمر کے نیچے دور تک پھیل گئے تھے۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ چہرہ خوف و دہشت کی تصویر بنا ہوا تھا۔ لیکن جو سب سے نمایاں بات تھی وہ اس کے بدن کا جگہ جگہ سے نچا ہوا گوشت تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی جنگلی درندے نے یہ گوشت دانتوں سے نوچ نوچ کر کھایا ہو اور یہ منظر میرے ذہن کے پردوں پر خنجر کی نوک سے زخم لگا رہا تھا ایسی ہی ایک لاش میں نے پہلے بھی دیکھی تھی بالکل ایسی ہی لاش جو تالاب میں پڑی ہوئی تھی بالکل وہی انداز تھا لاش

کا میرے حلق سے سیکڑوں چیخیں نکلنے کے لیے بے چین ہونے لگیں لیکن دیارِ غیر میں اپنے آپ کو اس عذاب میں گرفتاری سے بچانے کے لیے مجھے ہمت سے کام لینا ضروری تھا، چنانچہ میں لرزتے قدموں سے واپس پلٹی۔ اور برق رفتاری سے کمرے سے باہر نکل آئی اس کے بعد سوئمنگ میں رکنا میرے لیے ممکن نہیں تھا میرا دل اس طرح کانپ رہا تھا کہ مجھے خود بھی اس کا احساس ہو رہا تھا، چہرہ زرد اور ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ لگ رہا تھا چند قدم چلنے کے بعد گر پڑوں گی۔ وحشت زدہ نگاہوں سے میں نے اپنے اطراف میں دیکھا میری ویران آنکھیں ولود اور سنبل کو تلاش کر رہی تھیں لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آیا بار بار آنکھوں کے سامنے تاریکی چھاتی جا رہی تھی۔ اور مجھے اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کے لیے بار بار پیشانی سکوڑنی پڑ رہی تھی، دل چاہ رہا تھا کہ وہیں بیٹھ جاؤں، ذرا سا پانی پی لوں کر حلق تک ٹھنڈک ہو جائے اطراف میں بہت سے ریستوران بھی تھے لیکن میری مشکوک کیفیت سے کوئی بھی میری جانب متوجہ ہو سکتا تھا یہ کم بخت ولود بھی سنبل کے ساتھ مرگیا ان دونوں نے بے پروائی کا ثبوت دیا ہے اب ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ مجھے تلاش نہ کر پاتے بھلا وہ کیا میری حفاظت کر سکیں گے دل ہی دل میں جھلستی رہی تھی اور خوفزدہ بھی تھی۔ جب پیروں نے چلنے سے جواب دے دیا تو ایک ریستوران ہی کا رخ کیا اور اس میں جا بیٹھی۔ ریستوران میں خوش قسمتی سے زیادہ رش نہیں تھا ویٹر کو میں نے ایک مشروب کے لیے کہا اور آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹکا لیا آہ۔ یہ سب کیا ہے، کیا یہ لڑکی سلومی ہی تھی جسے ہلاک کر دیا گیا لیکن اس کے بدن کا نوچا ہوا گوشت اس کی لاش کا وہ انداز بھلا اس جگہ شرد ھا پور کی اس کیفیت کا کیا جواز ہے، کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ویٹر نے مشروب کے برتن لا کر نفاست سے رکھے اور میں نے بدحواسی سے ٹھنڈے مشروب کو پینا شروع کر دیا ذہن بری طرح سلگ رہا تھا اور میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھی۔ رہ رہ کر آنکھوں میں وہی لاش ابھر آتی تھی۔

نہ جانے کیوں مجھے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ سلومی وہی لڑکی تھی جسے قتل کر دیا گیا۔ اب غور کرنے سے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ وہ ہندوستانی ہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ سلومی سے مجھے کام کی باتیں معلوم ہو سکتی تھیں کہ وہ کام کی باتیں کیا ہو سکتی ہیں ان کا تعلق ان اسمگل شدہ ہیروں سے تھا یا میری ذات سے۔ خواب سب کچھ بیکار تھا وہ مر چکی تھی مجھے کچھ بتانے سے پہلے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر ریستوران سے باہر نکل آئی۔ دل کو بے شمار خیالات دل میں تھے لیکن میں بے چینی سے ولود اور سنبل کو تلاش کر رہی تھی۔ یہ دونوں کہاں غائب ہو گئے۔ بہت دیر تک انہیں تلاش کرتی پھری لیکن دونوں میں سے کوئی نظر نہیں آیا۔ آخر کہاں گئے یہ دونوں۔ پھر ایک خیال کے تحت دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ سنبل تو خیر میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن ولود۔ وہ میری ذمہ داری تھا۔ اگنی نے اسے میرے بھروسے پر بھیجا تھا۔ اور اس کی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ داری، سو فیصدی مجھ پر عائد ہوتی تھی۔ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو میں خود کو معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ ولود کے سلسلے میں، میں نے بے پروائی سے کام لیا تھا اور اس کا وہ خیال نہیں رکھا تھا جو رکھنا چاہیے تھا میں پاگلوں کی طرح اسے تلاش کرتی پھری اور ہر جگہ دیکھتی ہوئی اسٹیشن پر آ گئی۔ جونہی میں نے اسٹیشن پر قدم رکھا ولود میرے پاس آ گیا۔

"اوہ دیدی کہاں کھو گئی تھیں آپ؟"

"اوہ! ولود میری جان۔ میں تو تمہیں تلاش کرتی پھر رہی تھی تم مل گئے میں تو پاگل ہی ہو رہی تھی تمہارے ۔۔۔"

"آپ اچانک ہی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں دیدی سنبل بھی پریشانی سے آپ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے اور پھر وہ بھی گم ہو گئے۔"

"گم ہو گئے؟"

"ہاں آپ کو دیکھتے ہوئے تیزی سے بھیڑ میں گم ہو گئے اس کے بعد ان کا بھی پتا نہیں چلا۔"

"تم۔ تم اکیلے ہو ولود؟" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا دیدی میں پہلے بھی آپ کو کہہ چکا ہوں کہ میں بے وقوف نہیں ہوں اگر آپ یہاں بھی نہ ملتیں تو میں ہوٹل میں آپ کا انتظار کرتا۔"

"اوہ ولود بھگوان کا شکر ہے۔ بھگوان کا شکر ہے۔ لیکن اب۔ اب۔"

"اب کیا دیدی؟"

"اب تم ایک لمحے بھی مجھ سے دور نہیں رہو گے۔"

"اوکے دیدی۔ اوکے آپ پریشان نہ ہوں مگر سنبل [illegible] کے لیے کیا کیا جائے؟"

"یہ ان کی غلطی ہے وہ تو میری نگرانی کے لیے آئے [illegible] ایسے کی جاتی ہے نگرانی تا کہ وہ خود ہی پہنچ جائیں گے۔" [illegible] نے اعتراض نہیں کیا۔ ٹرین سے سفر کرتے ہوئے ولود [illegible] پوچھا۔

"اس لڑکی سے ملاقات ہو گئی دیدی؟"

"نہیں کسی نے مذاق کیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ [illegible] ہوٹل واپس آنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو خالی چھوڑ [illegible] ایسا نہ کرتی تو دماغ پھٹ جاتا۔ ولود سنبل کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ رات ہو گئی۔ اب میں بھی سنبل کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ اس نے اتنی دیر کہاں لگا دی ہمارے لیے پریشان تو نہیں پھر رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تک وہ نہیں آیا ولود سو گیا تھا۔ ایک بجے میں نے آخری بار سنبل کے کمرے کا چکر لگایا مگر وہ مسلسل تاریک پڑا تھا۔ دوسری صبح بھی وہ نہ ملا۔ دوپہر، شام، رات اور پھر تیسرا دن سنبل پر اسرار طور پر غائب تھا۔ اور اب یہ احساس شدت سے میرے ذہن میں سر ابھار رہا تھا کہ سنبل کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ یہ نئی افتاد تھی۔ اسے نظر انداز کر دوں یا اس [illegible] کیا؟

تقدیر کا چکر شاید اسے ہی کہتے ہیں۔ بعض لوگ کیسی عجیب و غریب زندگی گزارتے ہیں۔ میں اپنے بارے میں سوچتی تو مجھے اپنی زندگی میں پیش آنے والے یہ واقعات ایک کہانی ہی محسوس ہوتے۔ کسی اور کی کہانی۔ وہ کہانی جو میری کہانی نہ ہو بلکہ میں اس میں صرف ایک تماشائی کی حیثیت رکھتی ہوں۔ اپنے آپ کے بارے میں یہ سب کچھ سوچ کر یقین نہیں آتا تھا۔ سنبل کی گمشدگی کو تیسرا دن تھا اور ظاہر ہے کہ وہ بلا وجہ ہی غائب نہ ہو گیا ہو گا۔ اگر کسی کو اس کے بارے میں اطلاع دیتی تو کیا دیتی۔ ولود بھی بار بار سنبل کے بارے میں پوچھتا تھا۔ میں نے اسے بہلاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ولود حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ ہمیں اپنی زبان بند رکھنا ہو گی۔ میں لندن سے نکل جانے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ یہاں آ کر جو الجھنیں مجھے پیش آ گئی ہیں تم ان سے واقف نہیں رہے لیکن کسی جگہ اپنی زبان نہ کھولنا ورنہ ہم مصیبت میں بھی گرفتار ہو سکتے ہیں۔" میرے ان الفاظ پر ولود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے دیدی کہ ابھی آپ نے ولود کو بچہ ہی سمجھا ہے جبکہ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں اپنی عمر سے صدیوں آگے ہوں۔ آپ مجھ سے کسی حماقت کی توقع نہ کریں" ولود کے ان الفاظ پر میرے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ آ جاتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک سمجھدار بچہ تھا لیکن اب صدیوں سے زیادہ بھی نہیں۔ یہ اس کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی خود اعتمادی تھی کہ وہ اس قسم کے الفاظ کہتا تھا۔ ویسے میری چھٹی حس مجھے جس خطرے سے آگاہ کر رہی تھی وہ مجھ سے زیادہ دور نہ رہا پتا نہیں پولیس والوں نے یہ تین دن کہاں صرف کر دیے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ پٹلر ہی کچھ نئے چہروں کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ جارج پٹلر کو دیکھ کر میں نے خوامخواہ خوش اخلاق بننے کی کوشش کی۔ حالانکہ یہ پولیس آفیسر مجھے پسند نہیں تھا۔ تب میں نے اس سے کہا تھا۔

"کیسے مسٹر پٹلر میرا خیال ہے آپ کو بھی میرے بغیر چین نہیں ملتا کیا پھر میں کسی سلسلے میں آپ کو مطلوب ہو گئی ہوں۔"

"دلچسپ بات یہ ہے مس بھارتی کہ بہت سے راستے مختلف سمتوں سے نکلتے ہیں لیکن ایک ہی راستے سے مل جاتے ہیں۔ نجانے کیوں لندن میں آپ سے بار بار ملاقات ہو رہی ہے۔ اس وقت میں آپ کے پاس ایک بہت ہی اہم سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"گویا وہ مسئلہ پس پشت ڈال دیا آپ نے یا پھر اس کے سلسلے میں آپ کی تشفی ہو گئی۔"

"نہیں مس بھارتی۔ وہ سلسلہ بھی جاری ہے۔ بلکہ یوں سمجھیے کہ وہی سلسلہ جاری ہے۔ میں آپ سے ایک اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میری مدد ضرور کریں گی۔"

"جی فرمایئے؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے جارج پٹلر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے اس دوران اس تمام صورت حال سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر میں نے حد سے زیادہ ہوشیاری سے

کام نہ دیا تو کہیں اور کسی بھی وقت کسی عظیم الشان مصیبت سے دو چار ہو جاؤں گی۔ جھوٹ فریب وہی اپنے دفاع کے لیے استعمال کی جائے تو وہ اخلاقی جرم نہیں ہوتی۔ اور مجھے سب کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔ شیلاب جانے کون سی کہانی لے آیا تھا اس نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی۔ نوٹ بک کے اوراق کھول کر اس میں سے کاغذ کا ایک پرزہ نکال لیا اور اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"یہ آپ ہی کا روم نمبر اور آپ ہی کا نام ہے نا؟ اور یہ ٹیلیفون نمبر بھی آپ ہی کے ہوٹل کے ہیں۔"

کاغذ کا پرزہ اس نے میرے ہاتھ میں تھما دیا اور میں اسے پڑھنے لگی۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ہوٹل بھی میرا ہے۔ نام بھی میرا ہے اور فون نمبر بھی میرا ہے۔ کہیے اس سلسلے میں مجھے اور کیا جواب دینا ہے؟"

"آپ سلوی نامی کسی لڑکی کو جانتی ہیں؟" جارج شیلر نے سوال کیا اور میرے اعصاب کھنچ گئے۔

وہ مجھ پر ایسے ہی حملے کر رہا تھا کہ میں حواس باختہ ہو جاؤں لیکن اعصاب کو قابو میں رکھنے کا طریقہ بھی میں نے دریافت کر لیا تھا اور اس وقت اسی مشق کا امتحان تھا چنانچہ میں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ کون ہے یہ؟"

"آپ ہی کے ملک کی باشندہ ہے۔"

"میرا خیال ہے لندن کی گلیاں کوچے اور بازار گھومتے ہوئے میں نے اپنے ملک کے بے شمار افراد کو یہاں دیکھا ہے۔ بہر طور چھوڑیے ان باتوں کو۔ میں سلوی کو نہیں جانتی مگر براہ کرم آپ مجھے اس کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟"

"ایک سوال اور میڈم بھارتی۔" جارج شیلر نے کہا۔

"جی۔ جی کہتے رہیے آپ۔ آپ سے مل کر اب واقعی خوشی ہونے لگی ہے۔ کم از کم آپ مجھے کسی نہ کسی تجسس میں مبتلا کر جاتے رہیں۔"

"جتنی سادہ لوح نظر آنے کی کوشش آپ کر رہی ہیں مس بھارتی آپ یقین کیجیے میں نے پہلے ہی دن آپ کو اتنا سادہ لوح نہیں سمجھا تھا آپ کے سینے میں جو راز چھپے ہوئے ہیں میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں انہیں منکشف کر لوں گا لیکن بہر طور میرا نام بھی جارج شیلر ہے۔ جس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر تل جاؤں بہت کچھ معلوم کر لیتا ہوں۔ آپ میرے ان الفاظ کو جارحانہ نہ سمجھیں یہ صرف آپ کی بات کا جواب ہے۔ سلوی ایک ہندوستانی لڑکی تھی۔ ساؤتھ اینڈ آن سی کے ایک ریسٹوران بلکہ ہوٹل سورنٹو میں ٹھہری ہوئی تھی تین دن قبل اسے قتل کر دیا گیا۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ سورنٹو کیوں گئی تھیں؟"

"میں ساؤتھ اینڈ آن سی نہیں گئی۔ سورنٹو میں جانے کا کیا سوال ہے؟ ویسے اگر اس لڑکی کو قتل کر دیا گیا ہے تو کیا آپ اس کا قاتل مجھے سمجھ رہے ہیں مسٹر جارج شیلر؟"

"ہرگز نہیں مس بھارتی ایسا کوئی تصور ہمارے ذہن میں نہیں ہے آپ قاتل نہیں ہو سکتیں لیکن قاتل آپ کے آس پاس ضرور بھٹکتا رہا ہے اور کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں آپ اس سے ملوث رہی ہیں۔" جارج شیلر نے کہا۔

لیکن اب میں اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال چکی تھی چنانچہ میں نے اس پولیس آفیسر سے ذہنی مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور پھر مسکرا کر بولی۔

"گڈ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے اس بار آپ ضرور اپنے ساتھ میرے لیے ہتھکڑیاں لائے ہیں۔"

"میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ہتھکڑیاں تو اسے لگائی جاتی ہیں جو مجرم ہو۔ میں نے آپ کو مجرم نہیں کہا لیکن آپ کی شخصیت کو پراسرار ضرور قرار دیا ہے۔ عرض کرنے کا مطلب یہ تھا مس بھارتی کہ کاغذ کا پرزہ تلاشی کے دوران اس کمرے میں حاصل ہوا ہے جہاں مقتولہ کی لاش پائی گئی تھی۔"

"اوہ! تعجب کی بات ہے کیا اخبارات میں اس قتل کے بارے میں تفصیلات نہیں چھپیں؟"

"کیوں نہیں کیا آپ باقاعدگی سے اخبارات دیکھتی ہیں؟" جارج شیلر نے پوچھا۔

"تقریباً۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تعجب ہے کہ آپ کی نگاہ قتل کی اس خبر اور مقتولہ کی تصویر پر نہیں پڑی۔ میں آپ کو اخبار کا وہ تراشا دکھاتا ہوں۔" جارج شیلر نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور اسے میرے سامنے پھیلا دیا۔

درحقیقت میں نے اخبار دیکھے تھے لیکن مجھے یہ تصویر اور یہ خبر نظر نہیں آئی تھی۔ میں حیرت سے اس تصویر کو دیکھنے لگی۔ قتل کی خبر تھی اور اخبارات کے معمول کے انداز میں تھی

کسی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا تھا۔ لاش بھیانک حالت میں پائی گئی تھی اور یہ اظہار کیا گیا تھا کہ قاتل یا تو اس لڑکی کا دشمن تھا اور اس کے ذہن میں لڑکی کے لیے شدید انتقام تھا یا پھر کوئی جنونی کیونکہ قتل کرنے کے بعد لاش کو جس طرح مسخ کیا گیا وہ کسی صحیح ذہن کے انسان کا کام نہیں تھا۔ میں نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے اور گردن ہلا کر بولی۔

"سوری اخبار کی بات میں نے اس لیے کہی تھی کہ ممکن ہے وہ صورت میری شناسا ہو۔ ممکن ہے سلوی نامی کسی لڑکی کو میں نام سے نہ جانتی ہوں، اور میرے وطن کی باشندہ ہونے کی حیثیت سے میں اس سے واقف ہوں لیکن یہ تصویر میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔"

جارج شیلر نے کاغذ کا وہ ٹکڑا واپس احتیاط سے موڑ کر جیب میں رکھ لیا اور اس کے بعد بولا۔

"آپ پورے وثوق اور یقین سے کہہ سکتی ہیں آپ ابھی ساؤتھ اینڈ آن سی نہیں گئیں؟"

"آفیسر باتوں کے فریب میں لا کر تم مجھ سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ اور ظاہر ہے میرے اور تمہارے درمیان کوئی ایسی رنجش بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے تم مجھے ان حالات میں ملوث کرنا چاہو۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں مس بھارتی آپ یقین کیجیے ہماری تو دلی خواہش یہی ہے کہ اگر آپ پر کوئی ضرب پڑ بھی رہی ہے تو آپ اس کی زد سے نکل جائیں۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کو نقصان پہنچایا جائے لیکن بہت سے معاملات میں بعض لوگ کچھ اس طرح ملوث ہو جاتے ہیں کہ پھر تمام شبہات انہی کی طرف جاتا ہے اور اس بار بھی ایسا ہی ہوا ہے مس بھارتی آپ غور کیجیے مقتولہ کے کمرے میں اس کی ٹیلیفون ڈائریکٹری کے پیچھے یہ سلپ دبی ہوئی تھی اور اس سلپ میں آپ کا نام، پتا اور فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ آخر اس سلپ کی وہاں موجودگی کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہو گی۔"

"سوری آفیسر میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو دعوت بھی دیتی ہوں کہ اگر آپ کے ذہن میں میرے بارے میں کوئی شبہ ہے تو آپ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"حیرت انگیز بات ہے مس بھارتی پہلے بھی ایک مسئلے میں میری آپ سے ملاقات ہو چکی ہے۔ ہر چند کہ ان سارے معاملات کا تعلق اب ان واقعات سے نہیں ہے لیکن انہیں

سورنٹو سے ایک لاش ملتی ہے اور وہ لاش ایک ہندوستانی لڑکی کی ہے۔ وہاں انہیں آپ کا ٹیلیفون اور آپ کا نام وغیرہ دستیاب ہوتا ہے تو پھر آپ خود ہی بتائیے کہ ہمارا ذہن کیا کہے گا؟ ویسے آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور ہونی چاہئیں کیا آپ کو خود اس بات پر تعجب نہیں ہو رہا کہ وہاں آپ کا یہ نام اور نمبر وغیرہ کیسے موجود تھا؟"

"آفیسر میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا اور جارج شیلر چند لمحات میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکالا۔ لفافے میں سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی۔ یہ فوٹو گراف تھا لیکن تصویر قلمی بنی ہوئی تھی۔ یعنی قلمی تصویر بنانے کے بعد اس کا فوٹو بنا لیا گیا تھا اور اس فوٹو گراف میں جو خدوخال نمایاں تھے انہیں دیکھ کر میں اپنے اعصاب پر بھی قابو نہ پا سکی یہ سینیل کا چہرہ تھا۔ سو فیصدی سینیل کا چہرہ۔ سینیل ہی کی قلمی تصویر تھی یہ جو نہایت مہارت سے بنائی گئی تھی۔ میرا ذہن ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں بہت سے مراحل طے کر گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں سینیل سے بھی لاعلمی کا اظہار کروں تو پھر یہ پولیس کو اپنے خلاف دعوت دینے کے مترادف تھا۔ کسی نہ کسی طرح میرا اور سینیل کا رابطہ ظاہر ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ سینیل کی پراسرار گمشدگی کا بھی معمہ حل ہو سکے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ پر قابو پا کر متحیرانہ انداز میں کہا۔

"یہ تصویر۔ یہ تصویر کیسی ہے؟"

جارج شیلر گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ تب اس نے کہا۔

"کیا آپ اس تصویر کو پہچانتی ہیں مس بھارتی؟"

"ہاں یہ سینیل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"سینیل۔ آپ اسے کیسے جانتی ہیں؟ ویسے یقیناً خدوخال سے یہ بھی آپ کا ہم وطن معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں آفیسر میرا ہم وطن ہے۔ میں نہ صرف اسے بلکہ اس کے پورے خاندان کو جانتی ہوں۔ ہندوستان میں شردھا پور نامی ایک جگہ ہے۔ یہ وہاں کا رہنے والا ہے اور اس کا باپ شردھا پور کا ایک دولت مند آدمی ہے راناپرتاپ سنگھ۔"

"ویری گڈ آپ سے ہمیں یہ قیمتی معلومات حاصل کر کے بہت خوشی ہوئی ہے مس بھارتی۔ براہ کرم سینیل کے بارے میں اور تفصیلات بتائیے۔ کیا یہ بھی آپ کے ساتھ لندن آیا ہوا ہے؟"

"میرے ساتھ نہ کہیں آفیسر! آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں اور یقینی طور پر آپ بھی اس بات سے لاعلم نہیں ہوں گے کہ میں ایسا انڈیا میں کام کرتی ہوں اور بوجہ بیماری چھٹی لے کر یہاں مقیم ہو گئی ہوں۔ لیکن آپ نے دوسری بہت سی بلائیں مجھ پر مسلط کر دی ہیں۔"

"ہم نے نہیں۔ آپ اس سلسلے میں ہمیں الزام نہیں دے سکتیں۔"

"صورت حال کچھ بھی ہو لیکن آپ کا یہ سوال عقل و ہوش سے عاری ہے مسٹر جارج شپلر کہ یہ بھی میرے ساتھ یہاں آیا ہے۔"

"سوری۔ سوری شاید یہ جملہ غلط ہو گیا۔ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ کیا یہ شخص بھی یہاں موجود ہے۔"

"جی ہاں کچھ عرصے قبل یہ ہوٹل ایکسیلاٹ روم نمبر پچیس میں مقیم تھا۔ مجھ سے ملاقات ہوئی اور یہ کیونکہ میری اس سے ملاقات بہت پرانی ہے اس لیے اس نے میری وجہ سے اسی ہوٹل میں مقیم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ یہ یہاں کیوں آیا ہے اور اس کے مشاغل کیا ہیں۔"

"آپ کی وجہ سے وہ یہاں اس ہوٹل میں منتقل ہو گیا؟" جارج شپلر نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ ساتویں منزل کے روم نمبر سات سو آٹھ میں ہے لیکن پچھلے دو تین دن سے شاید وہ اپنے ہوٹل واپس نہیں آیا۔"

جارج شپلر کی آنکھوں میں ایک چمک نمایاں ہو گئی تھی۔ اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ ویسے کیا آپ بتا سکتی ہیں مس بھارتی کہ لندن میں اس کے مشاغل کیا ہیں؟"

"آپ یقین کیجیے کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں یہاں اس ہوٹل میں مقیم تھی اس نے کہا کہ اگر میں اجازت دوں تو وہ خود بھی یہیں آ جائے۔ ساتھ ساتھ رہیں گے۔ اور وہ یہاں آ گیا۔ میں نے ابھی تک اس کے ہوٹل کا وہ کمرہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود ہی ایک دو بار میرے کمرے میں آیا تھا۔"

"آخری بار یہاں وہ کب آیا؟" جارج شپلر نے پوچھا۔

"کہا نا غالباً تین دن کی بات ہے ممکن ہے چار دن گزر گئے ہوں۔ میں خود اس تک نہیں جانا چاہتی تھی۔"

"وجہ؟"

"تفصیلات معلوم کرنا بے کار ہیں مسٹر شپلر! بس یوں سمجھ لیجیے عام نوجوانوں کی طرح تھا وہ۔ بھی اور مجھ سے بہت متاثر معلوم ہوتا تھا۔ میرا خیال ہے اس سے زیادہ تفصیل بتانا نہ میرے لیے ممکن ہے اور نہ آپ کے لیے ضروری۔"

"ہوں! چار دن سے وہ یہاں نہیں آیا تو آپ کو تشویش نہیں ہوئی۔؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں ذہنی طور پر اس سے متاثر نہیں ہوں بلکہ اس کی آمد سے مجھے تھوڑی سی کوفت بھی ہوتی تھی۔"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں مس بھارتی کہ چار دن پہلے یا تین دن پہلے وہ کسی وقت لیکن نہیں۔ پہلے تو یہ سوچ کر بتایئے کہ وہ تین دن پہلے آپ کے پاس آیا تھا یا چار دن پہلے؟"

"غالباً چار دن قبل۔"

"کس وقت وہ یہاں آیا تھا؟"

"دن کو دس یا ساڑھے دس بجے وہ یہاں آیا تھا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"گھومنے جا رہا تھا۔ مجھ سے اور میرے بھتیجے سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو اس کے ساتھ چلوں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔"

جارج شپلر نے نگاہیں ونود کی جانب اٹھائیں۔ چند لمحات وہ ونود کو دیکھتا رہا۔ ونود اب تک بالکل خاموش بیٹھا رہا تھا اور اس نے ہماری گفتگو میں ذرا بھی مداخلت کی کوشش نہیں کی تھی۔ اتنا خاموش تھا وہ کہ جارج شپلر بھی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب جارج شپلر نے اس سے کہا۔

"ہیلو مسٹر ونود ویری سوری۔ اس دوران ہم آپ سے کوئی گفتگو نہیں کر سکے۔"

"کوئی بات نہیں جناب۔ آپ کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"گڈ ویری گڈ۔ مسٹر ونود یہ شخص ہے آپ پہچانتے ہیں؟" جارج شپلر نے سینل کی تصویر ونود کے سامنے کر دی۔

"اس کے بارے میں ویدی نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اسی دن میں بھی ان سے ملا ہوں جس وقت یہ ہمارے پاس آئے تھے اور انہوں نے ہم سے گھومنے پھرنے کی بات کی تھی۔"

"کہاں لے جانا چاہتے تھے وہ آپ کو؟"

"کوئی جگہ مخصوص نہیں کی گئی تھی۔ کہنے لگے اگر ہم چاہیں تو ان کے ساتھ لندن کی سیر کر سکتے ہیں۔"

"مسٹر ونود انہوں نے آپ کو بھی کچھ بتایا کہ وہ یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟"

"بڑے لوگوں سے ایسی باتیں نہیں پوچھی جاتیں جناب۔ میں نے سینل انکل سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔"

جارج شپلر خاموش ہو گیا تھا۔ میں چند لمحات شپلر کی طرف دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

"مسٹر آفیسر! آپ نے بے شمار سوالات کر ڈالے ہیں مجھے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پوری تفتیش ہی کر ڈالی ہے۔ کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ اس کے بارے میں آپ کیوں معلومات حاصل کر رہے ہیں اور مجھ سے اس تک کیوں پہنچ گئے ہیں؟"

"مس بھارتی جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا سوہو کے روم نمبر ساٹھ میں ایک مسخ شدہ لاش ملی ہے جو کسی جنونی کے جنون کا شکار ہوئی ہے اور شاید آپ کو حیرت ہو کہ لوگوں کے بیانات کے مطابق یہ شخص آخری آدمی تھا جو مقتولہ سے اس کی زندگی میں ملا۔ ہوٹل سوہو کے روم نمبر ساٹھ میں۔" جارج شپلر نے بتاتے ہوئے کہا اور میرے ذہن میں لاتعداد دھماکے ہونے لگے۔

سینل جس سلوجی سے ملا تھا روم نمبر ساٹھ میں۔ جہاں اس سے سب کیا تھا۔ آخری بار اسی آدمی کو اس کے پاس دیکھا گیا تھا آخری بار آخری بار۔ میرا ذہن چٹخنے لگا۔ میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی۔ پورے بدن میں اینٹھن سی ہو رہی تھی۔ بڑی گھبراہٹ سی ہو رہی تھی سارے وجود میں اور مجھے لگ رہا تھا کہ جارج شپلر اگر بیٹھا رہا تو شاید میں اس سے اپنی کیفیت نہ چھپا سکوں۔ چنانچہ پہلے اس بلا سے چھٹکارا پا لینا بھی ضروری تھا۔ میں نے بمشکل تمام اپنے آپ کو پرسکون کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے اور کوئی خدمت آفیسر؟"

"نہیں شکریہ —— ہو سکتا ہے ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو پھر تکلیف دوں۔ پہلے روم نمبر سات سو آٹھ کا جائزہ لے لوں۔ کیا آپ میرے ساتھ آنا پسند کریں گی؟"

"نہیں آفیسر یہ خلاف اصول بھی ہے اور خلاف قانون بھی۔ آپ اپنے طور پر کام کیجیے۔ نہ میں مجرم ہوں، نہ پولیس ڈیپارٹمنٹ سے میرا کوئی تعلق ہے پھر میں کیوں آپ کا ساتھ دوں۔؟"

"یقینی طور پر میں اس کے لیے آپ کو مجبور بھی نہیں کر سکتا۔ بہر طور مجھے اجازت دیجیے۔"

پولیس آفیسر باہر نکل گیا اور میں بدحواس سی بیٹھی ہوئی دروازے کو تکتی رہی۔ ونود خاموش تھا۔ وہ میرا جائزہ لے رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد میری نگاہ اس پر پڑی تو ونود نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں ویدی ابھی ہم اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔ پولیس آفیسر واپس بھی آ سکتا ہے۔"

میرا ذہن تھوڑا سا سنبھل گیا۔ ونود جس سمجھداری کا ثبوت دے رہا تھا مجھے اس سے اس کی توقع نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے بھی اس سلسلے میں خاموشی اختیار کر لی لیکن دل اور دماغ خاموش نہیں تھے۔ نجانے کیا کیا احساسات ذہن میں ابھر رہے تھے اور میں بدحواس ہوئی جا رہی تھی۔ پولیس آفیسر جارج شپلر اپنے کاموں میں مصروف رہا اور واپس جاتے ہوئے میرے پاس آنا نہ بھولا۔ وہ اجازت لے کر اندر آیا تھا اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بے حد شکریہ مس بھارتی یقیناً آپ نے اس سلسلے میں ہماری کافی مدد کی ہے۔ تھوڑی سی تکلیف آپ کو اور دینا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھے وہ تمام نام اور پتے نوٹ کرا دیجیے جن کا تعلق اس شخص سینل سے تھا۔"

"بہتر۔" میں نے آہستہ سے کہا اور پولیس آفیسر نے اپنی نوٹ بک نکال لی۔

"اس کا پورا نام؟"

"سینل سنگھ۔ باپ کا نام رانا پربت سنگھ" رہائش شہر دھا پور۔" "ویری گڈ۔ اس کے علاوہ آپ اس کے بارے میں کیا جانتی ہیں؟"

"کچھ نہیں۔"

"آپ نے اس سے اس کی یہاں آمد کی وجہ پوچھی ہوگی؟"

"سیاحت۔ سیر و تفریح۔" میں نے جواب دیا۔

"اور کوئی ایسی خاص بات جو اس کی شخصیت کی نشاندہی کر سکے؟"

"نہیں۔ میں اس سے بہت زیادہ بے تکلف نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اور نہ میں ہوئی۔"

"اور وہ؟"

"ظاہر ہے جتنا میں اس کے قریب ہوئی وہ اس سے زیادہ میرے قریب نہیں ہو سکتا تھا۔ ویسے روم نمبر سات سو

آمد سے آپ کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکا ؟"

"وہ اپنا کمرہ خالی کر چکا ہے اور دو دن قبل اپنا سامان لے کر چلا گیا ہے۔ بل وغیرہ کی ادائیگی اس نے باقاعدہ کی ہے اور اب وہ اس ہوٹل میں نہیں ہے۔" پولیس انسپکٹر نے جواب دیا اور ایک بار پھر پنسل سر کھجانے لگا۔

اس کا مقصد ہے کہ ساؤتھ اینڈ آن سے واپسی کے بعد سینیل یہاں آیا تھا لیکن مجھ سے نہیں ملا کیوں آخر کیوں؟ بڑا الجھا دینے والا سوال تھا لیکن پولیس آفیسر کے سامنے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ چند لمحات اپنی نوٹ بک میں میرے وہیم بوسے پنتے چیک کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے گردن خم کر کے مجھ سے اجازت مانگی۔

"میرے لیے کوئی خاص ہدایت تو نہیں ہے ؟ جو واقعات یہاں پیش آئے ہیں اس کے بعد میرا دل یہاں سے اکتا سا گیا ہے۔ کہیں اور جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں میڈم اگر آپ کی ضرورت پیش آئی تو ہم آپ کو آپ کے دفتر کے ذریعے ٹریس کر لیں گے۔ میں نے آپ کے دفتر سے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔" چینلر نے جواب دیا اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

جارج چینلر چلا گیا تھا۔ سینیل کے بارے میں یہ معلوم کر کے وہ ساؤتھ اینڈ آن سے چھٹنے کے بعد بھی یہاں آیا تھا اور اپنا سامان لے کر چلا گیا، مجھے دکھ بھی ہوا تھا اور حیرت بھی۔ نجانے میرا ذہن کہاں بھٹکنے لگا تھا۔ ونود تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ دروازہ کھول کر وہ چند لمحات باہر کھڑا رہا اور پھر واپس اندر آ گیا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور میرے سامنے آ بیٹھا۔

"کیا یہ سارے معاملات حیرت انگیز نہیں ہیں ویدی ؟"

اس نے سوال کیا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"بہت زیادہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"سینیل انکل۔ سینیل انکل۔ مگر ویدی آپ جس لڑکی سے ملنے گئی تھیں اس کی لاش کے بارے ہی میں تذکرہ ہو رہا تھا۔"

"ہاں ونود جب میں اس سے ملنے اس کے کمرے میں پہنچی تو اس کی لاش باتھ روم میں موجود تھی اور میں بدحواس ہو کر باہر نکل آئی تھی۔ مگر تم یہ بتاؤ کہ جب میں تم لوگوں سے رخصت ہو کر گئی تھی اس کے کتنی دیر کے بعد سینیل تمہارے پاس سے گم ہو گیا تھا ؟"

"زیادہ دیر نہیں لگی تھی ویدی۔ بہت تھوڑے سے وقت وہ میرے ساتھ رہے یوں لگتا تھا جیسے تمہارے پیچھے ہی چلے گئے ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

ونود میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"ویدی کیا سینیل انکل قاتل ہو سکتے ہیں ؟" ونود کے اس سوال نے میرا بدن لرزا دیا۔

مجھے ان دونوں لاشوں کی مماثلت یاد آئی جن میں سے ایک میں نے خود دھلاپور میں دیکھی تھی بلکہ سینیل ہی نے مجھے دکھائی تھی، اور اشارتاً اپنے باپ کے بارے میں کہا تھا اور دوسری بالکل ویسی ہی لاش جبکہ یہاں رانا پرتاپ سنگھ موجود نہیں تھا بلکہ سینیل یہاں موجود تھا اور حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ میرا شبہ سینیل کی طرف جا سکتا تھا لیکن سینیل، سینیل، آخر ایسا کیوں۔ آخر ایسا کیوں ؟ سینیل کیا چیز ہے ؟ کیا وہ مجھ سے کوئی لمبا کھیل کھیل رہا تھا ؟ سلومی کون تھی اور کیا بتانا چاہتی تھی ؟ میں ذہنی طور پر بالکل ہی معطل ہو گئی۔ ونود نے مجھے حد سے زیادہ پریشان دیکھ کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں ویدی۔ کیا ضروری ہے کہ ہم ان معاملات میں الجھے رہیں۔ ہم سیر و سیاحت کے لیے آئے ہیں تم اگر چاہو تو ہم واپس ہندوستان بھی جا سکتے ہیں۔ میں اپنا پروگرام کینسل کیے دیتا ہوں۔ مجھے تمہاری پریشانی پسند نہیں ویدی چلو۔ واپس ہندوستان چلتے ہیں۔"

میں نے سینیل کے چہرے کی طرف دیکھا۔ میری وجہ سے وہ بے چارہ بھی پریشان ہو گیا تھا پھر نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک باغیانہ سا جذبہ ابھر آیا۔ جو کیا بات ہوئی میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا مخواہ یہ تمام واقعات مجھ پر مسلط ہو گئے ہیں۔ میں ان واقعات سے شکست کیوں قبول کروں ؟ اگر ایسے ہی شکست مانتی رہی تو کیا اس دنیا میں جی سکوں گی ؟ سینیل اگر قاتل ہے تو ہو مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے تو ایک ساتھی اور ایک دوست کی حیثیت سے اسے اپنے قریب آنے کی دعوت دی تھی اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اس میں اور کوئی جذبہ چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر سینیل اندر سے کوئی اور حیثیت رکھتا ہے تو میرا کیا بگاڑے گا۔ ظاہر ہے پولیس بھی میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں رکھتی پھر مجھے کیوں پریشان کیا جائے گا ؟ میں پورے اعتماد سے آگے قدم کیوں نہ بڑھاؤں۔ کب تک خوف اور وسوسوں کا شکار رہوں اور

...کے سہارے تلاش کرتی پھروں، مجھے اپنے پیروں پر ...نا پڑے گا۔ بار بار میں یہ عزم کر چکی ہوں لیکن بار بار ہی ...ول جاتا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ میں نے ایک عام ...گزاری تھی۔ ایر ہوسٹس کی زندگی ایڈونچر سے بھرپور ضرور ...ہے لیکن ضروری تو نہیں کہ ایک ایر ہوسٹس ایک سیکرٹ ...ٹ کی مانند ہو کر ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت ...میں اتفاقیہ طور پر ہی ان تمام حالات کا شکار ہو گئی تھی ...ٹ آنرن فیرک اگر مجھے نہ ملتا تو شاید میری زندگی میں ...بڑی تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔ اس نے مجھے جھٹکا دیا تھا۔ ...س کے بعد انکشافات اور حادثے میری زندگی سے چپک ...گئے تھے۔ مجھے بارن بھی یاد آیا جو بنکاک میں مجھے دیکھ کر ...ہو گیا تھا۔ تینوں باپ بیٹے بے حد پراسرار تھے اور باقی تمام ...مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں سارہ گروسکی کی لاتعداد ...تے ہوئے ہوں اور ان میں پوشیدہ مکڑیاں اپنی سرخ ...سرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہی ہوں۔ میں نے وحشت زدہ ...میں کہا۔

"ہم فوراً لندن چھوڑ دیں گے ونود۔ فوراً لندن چھوڑ دیں ...بس میں تیاریاں شروع کر رہی ہوں۔"

"کیا واپس ہندوستان چل رہی ہو ویدی ؟"

"نہیں ہندوستان نہیں۔"

"پھر کہاں ؟"

"سوئیڈن۔ ڈنمارک یا ناروے کہیں بھی چلتے ہیں بس ...تم فکر مت کرو۔ دیکھتی ہوں یہ حالات میرا کیا بگاڑ لیتے ہیں۔"

ونود نے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔

"ویدی زندہ باد۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں حالات سے ...شکست نہیں قبول کرنی چاہیے۔"

میں نے اپنے دل میں آخری فیصلہ کر لیا تھا کہ اب میں اپنے آپ کو کسی بھی طرح مضمحل نہ ہونے دوں گی۔ وہ کمبخت رابرٹ میری ہمدردیاں حاصل کر کے یہاں تک آیا تھا۔ میرے انگل ...کے یہاں لایا تھا۔ خود نہ جا سکا پھر وہ میرے کسی دوسری پارٹی نے حاصل کر لیے۔ میں کیا جانوں کون تھی وہ ؟ پولیس مجھ ...کر میں نے اسے یہ ایسے دے دیے تھے اور اب جبکہ ان معاملات سے میرا کوئی تعلق ہی نہیں تھا تو بلا وجہ ان میں ملوث کرنے کی کوشش کیوں کی جا رہی تھی ؟ ہیرے مجھ ...سے حاصل کر لیے گئے تھے۔ وہ لوگ کتنا ہی میرے پیچھے پڑے رہیں ...میں انہیں کچھ بھی تو نہیں دے سکتی اور ...کے ساتھ ساتھ

اب یہ نیا مسئلہ۔ کچھ میں نہیں آتا تھا کہ سلومی نے مجھے ہیروں ہی کے بارے میں کوئی بات بتانا چاہی تھی یا اس کے ذہن میں کچھ اور تھا یا اس کے علم میں کوئی اور بات آئی تھی۔ سینیل کا آخر ان معاملات سے کیا تعلق تھا۔ ہیروں سے تو اس کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا تھا۔ پھر بہت سارے الجھاوے تھے۔ بہت ساری پریشانیاں تھیں جن میں سے کسی پریشانی کا کوئی حل یا کسی الجھن کا کوئی جواب میرے پاس موجود نہیں تھا اور میں لندن کی فضائیں چھوڑ کر کہیں اور نکل جانا چاہتی تھی۔ میں نے دوسرے ہی دن اپنی کمپنی سے رابطہ قائم کیا اور ان لوگوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ کر دیا۔ وہاں مجھ سے مکمل تعاون کیا گیا اور مجھے میری خواہش کے مطابق کسی بھی جگہ پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر لی گئی۔ میں نے ان سے ڈنمارک جانے کے لیے کہا تھا اور مجھے اطمینان دلا دیا گیا کہ میرے اور ونود کے لیے مکمل انتظامات کر کے مجھے میرے ہوٹل پر اطلاع دے دی جائے گی اور اس سلسلے میں زیادہ وقت صرف نہیں کیا جائے گا ؟ ڈنمارک جانے کے تصور سے میں اور ونود دونوں ہی خوش تھے۔ مجھے کم از کم یہ خوشی تھی کہ میں ان الجھنوں سے نکل کر جاؤں گی اور ونود سکنڈے نیویا کے ان ممالک کو دیکھ کر ہم لوگ لطف حاصل کریں گے۔

پراسرار واقعات کا ایک لامتناہی سلسلہ میری زندگی سے چپک کر رہ گیا تھا۔ بہر طور اس جدوجہد میں اب ونود بھی میرا ساتھی تھا۔ میری کمپنی نے دو دن کے بعد ہی میرے ہوٹل ٹیلیفون کیا اور مجھے اطلاع دی گئی کہ میرے اور ونود کے ڈنمارک جانے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ مزید دو دن اس سلسلے میں صرف ہوں گے اور تیسرے دن مجھے تمام اشیا مہیا کر دی جائیں گی۔ میں مطمئن ہو گئی تھی۔ ہو سکتا ہے لندن سے نکلنے کے بعد میری ان مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے حالانکہ یہ دل کو بہلانے والی بات تھی مصیبتیں تو اب جانے کتنے عرصے میری ہم سفر رہیں گی۔ مسٹر شلانے جو سہولت مجھے مہیا کر دی تھی اس کے دن ہی کتنے تھے۔ بالآخر ہندوستان واپس جاؤں گی اور اس کے بعد۔ اس کے بعد وہی حالات وہی زندگی۔ میں ان واقعات کو اپنی زندگی سے کیسے خارج کر سکتی تھی جنہوں نے مجھے پتا نہیں کیا بنا کر رکھ دیا تھا۔ تاہم جو لمحات خوشی کے مل جائیں انہیں مستقبل کے خوف سے گنوا دینا عقلمندی نہیں تھی۔ چنانچہ میں اپنی قوت ارادی سے کام لے کر ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹکنے میں کامیاب ہو گئی۔

ڈنمارک روانگی کے لیے کچھ تیاریاں کرنی تھیں۔ تھوڑی سی خریداری بھی مقصود تھی۔ چنانچہ میں نے ولنو کو تفصیلات بتائیں اور اس کے بعد اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ میرے ساتھ خریداری کے لیے چلے۔ ولنو کہنے لگا۔

"ڈیڈی آپ بازار چلی جائیں۔ میں اس وقت نہیں جانا چاہتا۔"

"کیوں؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کچھ کتابیں خریدی ہیں میں نے بڑی دلچسپ ہیں ڈیڈی! انہیں پڑھ رہا ہوں۔"

"تمہاری مرضی ہے دل چاہے تو چلو۔"

"نہیں ڈیڈی اس وقت آپ خود ہی ہو آئیں۔" ولنو کا رُکنا میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ولنو سیر و سیاحت کا رسیا تھا۔ نجانے کیوں اس وقت اس نے میرے ساتھ بازار جانا پسند نہیں کیا تھا۔ بہر طور میں نے اسے مجبور نہیں کیا۔ باہر نکل آئی اور پھر بڑی کاروباری سڑک پر پہنچ کر میں نے ذاتی ضرورت کی چند اشیاء خریدیں۔ کمپنی کا ایک چکر لگایا۔ متعلقہ لوگوں سے ملی اور تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد ہوٹل واپس آ گئی۔ ولنو کمرے ہی میں تھا اور کتابوں میں گم تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور پھر اس نے کتاب رکھ دی۔ پھر ایک دم بولا۔

"ڈیڈی۔ ایک سنسنی خیز خبر تمہارے لیے موجود ہے بلکہ یوں لگتا ہے کہ میں اس سنسنی خیز خبر کے حصول کے لیے ہی رُک گیا تھا۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے ایک کرسی میں دراز ہو کر پوچھا۔ اور ولنو پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ڈیڈی سٹینل انکل کا ٹیلیفون آیا تھا۔" ولنو کے الفاظ بم کے دھماکے سے کم نہیں تھے۔ میں سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور حیرت ناک نگاہوں سے ولنو کو دیکھنے لگی۔

"ہاں ڈیڈی! تمہارے جانے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کا فون آیا تھا۔ بیچارے بڑی معذرت کر رہے تھے۔ بہت ہی شرمندہ معلوم ہوتے تھے۔"

"کیا کہہ رہے تھے؟ کہاں سے بول رہے تھے؟" میں نے ششدر لہجے میں پوچھا۔

"یہ تو انہوں نے نہیں بتایا بلکہ سچی بات یہ ہے ڈیڈی کہ میں نے ان سے یہ سوال ہی نہیں کیا کہ وہ اس وقت کہاں سے بول رہے ہیں۔ بس انہوں نے مجھ سے ہم دونوں کی خیریت پوچھی اور ساؤتھ اینڈ آن میں ہونے والے واقعات کے بارے میں معلوم کیا۔"

"ڈیڈی کی گمشدگی کے بارے میں وہ کیا بتا رہے تھے؟"

"کہنے لگے ملاقات ہوگی تو بتائیں گے۔ وہ ایک بہت بڑی اُلجھن میں پھنس گئے تھے اب نکل آئے ہیں۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ ہم لوگ ڈنمارک جا رہے ہیں۔ بڑے تعجب سے پوچھنے لگے کہ کب اور کون سی فلائٹ سے؟"

"تو پھر تم نے کیا بتایا؟"

"میں نے انہیں اپنا فلائٹ نمبر بتا دیا۔ میرا خیال ہے وہ ہم سے جلد ہی ملیں گے ڈیڈی۔"

"اوہ! سٹینل۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے پوچھا ان سے کہ وہ مجھے چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے تھے؟ کہنے لگے جو کچھ ہوا وہ ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ تفصیل ملاقات پر ہی بتا سکیں گے۔ فون پر اتنی ساری باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ جب میں نے ان سے کہا کہ وہ ہم سے کب مل رہے ہیں تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔"

"اور کچھ کہا انہوں نے؟"

"نہیں۔ بس یہ کہا کہ بھارتی جی کو بتا دوں کہ وہ خیریت سے ہیں اور پھر فون بند کر دیا۔"

میں ولنو کے ان الفاظ میں گم ہو گئی تھی۔ سٹینل... سٹینل... میرا ذہن ایک بار پھر بہک گیا۔ [illegible] سٹینل نے پھر مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے کہیں اب وہ میرے لیے باعث مصیبت نہ بن جائے۔ سوچا تھا کہ مصیبت میں میرے کام آئے گا لیکن وہ خود ایک مصیبت ثابت ہوا۔ میں پُرخیال نگاہوں سے ولنو کو دیکھتی رہی تو ولنو نے کہا۔ "ڈیڈی بس ایک بات میرے ذہن کو پریشان کر رہی ہے۔ کہیں اپنے اس نئے سفر کے بارے میں، میں نے انکل سٹینل کو بتا کر غلطی تو نہیں کی ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے ولنو اس کا اندازہ تو بعد میں ہی ہوگا۔" میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا اور ولنو پُرخیال انداز سے مجھے دیکھتا رہا۔

سٹینل کا خیال ذہن سے نہیں نکلا تھا جو اس کے نام کے ساتھ منسوب کیا گیا تھا۔ جس طرح ساؤتھ اینڈ آن میں وہ ہم سے جدا ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے مسلسل گم تھا وہ اس کی جانب سے شبہ دلاتا تھا لیکن آخر سٹینل ہے کیا چیز؟ راناپرست کا معاملہ کیا ہے؟ یہ سب سٹینل کے ذہن کی اپج ہے یا پھر راناپرست

[..]شتے میں کوئی گہرائی ہے؟ جبکہ سٹینل بذات خود ہی تو [..]دمی نہیں ہے؟ اور اس نے اپنے باپ کو تنہا کی نگاہ [..] مشکوک کر رکھا ہے۔ سارے واقعات ایک ایک کر کے [میرے] ذہن میں گردش کرنے لگے۔ کس طرح سٹینل مجھ سے ملا۔ [اس] نے وہ جگہ دکھائی جہاں پرندے قید تھے اور اس کے بعد [اس] نے اپنے باپ کے بارے میں عجیب و غریب باتیں مجھے بتائیں [پھر] وہ مجھے لندن میں ملا اور اپنے آپ کو اس نے مظلوم بنا کر پیش [کیا] ... پولیس یہ بات کیوں کہہ رہی تھی کہ سلوی کے نزدیک [اس] شخص کو دیکھا گیا ہے؟ یقینی طور پر پولیس کی معلومات [غلط] نہ ہوں گی۔ سٹینل وہاں کیا کرنے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ [میں] سلوی سے ملنے جا رہی ہوں۔ اسے تو میں نے اپنی نگرانی [سونپی] تھی۔ پھر کیا اس نے سلوی کو قتل کیا؟ کیا وہ نہیں چاہتا [تھا کہ] کوئی مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتائے۔ اور اب [جب] اس نے محسوس کیا کہ حالات ہموار ہو گئے ہیں اور میں [صحیح] سلامت موجود ہوں کسی چکر میں نہیں پھنسی تو اس نے [پھر] میرے قریب آنے کا فیصلہ کیا۔ کیا ولنو کی بتائی ہوئی بات [میرے] لیے کس قدر نقصان دہ ہو سکتی ہے؟ ذہن متضاد خیالات [کا] حامل رہا۔ ایک دل کہتا تھا کہ سٹینل بے گناہ ہے اور مصیبتوں میں گرفتار ہو گیا ہے۔ دوسری طرف یہ احساس بھی ہوتا تھا [کہ] وہ بہت گہرا انسان ہے۔ میں یہ سوچنے لگی اب اگر سٹینل دوبارہ [میرے] سامنے آ جائے تو اس سے میرا رویہ کیا رہے گا اور اس بات پر میں نے مسلسل ایک رات سوچا۔ دل میں یہی فیصلہ [کیا] کہ بہتر ہے کہ سٹینل سے دوری اختیار کی جائے لیکن اگر وہ [قر]یب آ ہی جاتا ہے تو پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ وقت کے [لح]اظ سے سوچوں گی، دیکھوں گی کہ وہ اپنے بارے میں کیا بتاتا ہے۔؟ یہ تمام فیصلے مجبوری کے فیصلے تھے۔ برا کیا نہ کرتی ظاہر ہے حالات میرے بس سے باہر تھے۔ میں جب خود کچھ نہیں کر سکتی تھی تو پھر دوسروں کے بارے میں کیا سوچتی؟ ولنو مطمئن تھا دوسرا دن بھی گزر گیا۔ تیسرے دن تمام تیاریاں کرنے کے بعد مقررہ وقت پر میں اور ولنو ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ اس دوران میں نے اپنے اطراف کا بخوبی جائزہ لیا تھا۔ پولیس میری نگرانی پر مامور نہیں تھی اور نہ ہی میری ڈنمارک روانگی کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی مداخلت کی گئی تھی۔ ویسے بھی جارج شیلر نے مجھے ان تمام معاملات سے بری الذمہ قرار دے دیا تھا اور حقیقت یہ تھی کہ ان معاملات سے میرا براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا جہاں تک ہیروں کی اسمگلنگ کا معاملہ تھا ہیرے اب میرے پاس نہیں تھے، ویسے اگر پولیس کو اس بات پر اطمینان ہو گیا ہے تو حیرت کی بات ہے کیونکہ پولیس بال کی کھال نکالتی ہے۔ وہ صرف اس بات سے مطمئن نہیں ہوگی جو میں نے اس سے کہی۔ اصولاً اُسے خفیہ طور پر میری نگرانی کرنی چاہیے تھی اور پھر کیا معلوم کہ میری نگرانی کی جا رہی ہو۔ اب میں اتنی ذہین بھی نہیں تھی کہ ہر چیز کا پتا با آسانی لگا لیتی ایئرپورٹ پر اس وقت تک ذہنی کشمکش کا شکار رہی جب تک کہ میں ہوائی جہاز میں نہ داخل ہو گئی۔ ولنو معمول کے مطابق بہت خوش تھا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ہم لوگوں نے ایئرہوسٹس کی ہدایت پر بیلٹیں باندھ لیں اور تھوڑی دیر کے بعد طیارہ فضا میں بلند ہونے لگا۔ ولنو نے طیارہ سیدھا ہو جانے کے بعد سرگوشی کی اور کہنے لگا۔

"ڈیڈی آپ تو ماگنی ڈیڈی سے بھی اچھی ہیں۔ درحقیقت آپ کا ساتھ مجھے اتنا پسند ہے ڈیڈی کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

"کاش ولنو میں تمام جھگڑوں سے بے نیاز ہو کر صرف تمہیں توجہ دے سکتی۔"

"ایک بات کہوں ڈیڈی بُرا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں۔ نہیں کہو۔"

"مجھے تو ان واقعات میں بڑا لطف آ رہا ہے۔ میں نے بہت سے جاسوسی ناول پڑھے ہیں ان میں سے بے شمار باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں میں سوچتا تھا کہ کسی ایک شخص کو اتنے عجیب و غریب حالات کیسے پیش آ سکتے ہیں لیکن اب جب یہ تمام حالات ہم دونوں کو پیش آ رہے ہیں ڈیڈی تو مجھے بڑا لطف آ رہا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان حالات کے خلاف جاسوسی کروں۔"

"بے وقوف ہو تم۔ میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں مزا آ رہا ہے۔" میں نے ولنو کو گھورتے ہوئے کہا اور ولنو مسکرانے لگا۔

جہاز کا سفر جاری تھا۔ ولنو تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھا اور باتھ روم کی جانب چل پڑا۔ میں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی لیکن ولنو چند لمحات کے بعد واپس آیا تو اس نے ایک ایسا انکشاف کیا جس نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ میرے برابر بیٹھتے ہوئے وہ سنسنی خیز لہجے میں بولا۔

"ڈیڈی سٹینل انکل جہاز میں موجود ہیں۔" میں ساکت رہ گئی۔ یہ ولنو تو بہت ہی سنسنی خیز انکشافات کر رہا تھا میں نے کسی قسم کی بدحواسی کا مظاہرہ نہیں کیا اور سرگوشی کے

انداز میں بولی۔

"کیا تم شرارت کر رہے ہو ولود؟"

"نہیں دیدی اتنی سنجیدہ شرارت میں نہیں کر سکتا۔ میں ان سے بات کر کے آ رہا ہوں۔"

"کہاں ہے؟"

"پچھلی سیٹوں میں سے ایک سیٹ پر۔ ان کے برابر ہی ایک موٹی سی خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"خیر میں پلٹ کر نہیں دیکھ سکتی۔ کیا تم نے سنیل سے بات کی ہے۔؟"

"ہاں۔ سنیل نے مجھے خود ہی مخاطب کیا ورنہ میں شاید انہیں نہ دیکھ پاتا۔"

"اوہ! کیا کہنے لگے وہ۔؟"

"کہنے لگے کہ دیدی سے بات کرو۔ میں ان کی برابر والی سیٹ پر آنا چاہتا ہوں۔ تم تھوڑی دیر کے لیے یہاں بیٹھ جانا۔ میں معمر خاتون سے بات کر لوں گا۔"

"اوہ! کیا سنیل..... سنیل..... ؟" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

ایک بار پھر میرے ذہن میں ہیجان سا پیدا ہو گیا تھا۔ سنیل جہاز میں موجود ہے۔ مجھ سے کچھ دور بیٹھا ہوا ہے۔ ابھی تک اس نے مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ اتنی دیر کیوں لگا دی؟ کیا اس کے ذہن میں کوئی بات ہے؟ ہزاروں خیالات ہزاروں سوالات میرے ذہن میں ابھر آئے تھے۔ ولود نے آہستہ سے کہا۔ "کیا خیال ہے دیدی کیا میں سنیل انکل سے اپنی جگہ تبدیل کر لوں۔؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ولود پھر بولا۔

"اگر تم اسے پسند نہیں کرتیں تو میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"ایک منٹ رک جاؤ ولود مجھے سوچنے دو۔ کیا یہ مناسب رہے گا۔؟"

ولود خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں آنکھیں بند کیے سیٹ سے سر ٹکائے رہی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ سنیل کو میرے پاس بھیج دو۔"

ولود اپنی جگہ سے اٹھا اور پچھلے حصے میں پہنچ گیا تھوڑی دیر کے بعد سنیل میرے برابر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

جہاز میں کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں اپنے سامنے کے لوگوں پر نگاہیں دوڑا رہی تھی عقبی حصے کے لوگوں کو پلٹ کر دیکھنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہوئی تھی ولود نے سنیل کی جگہ لے لی تھی اور سنیل میرے برابر بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ اس نے ابھی تک مجھ سے مخاطب ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تب میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"کیسے ہیں مسٹر سنیل۔؟"

"ٹھیک ہوں۔" وہ کھوکھلی آواز میں بولا۔

"اس طرح خاموش کیوں ہیں۔؟"

"حالات کا جائزہ لے رہا ہوں۔ یہ غور کر رہا ہوں کہ کوئی ہماری جانب متوجہ تو نہیں ہوا۔؟"

"بظاہر یوں لگتا ہے جیسے کسی نے اس تبدیلی پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔" سنیل نے آہستہ سے کہا۔

"ہو بھی کون سکتا ہے۔؟" میں نے کہا لیکن سنیل نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"اس قدر خاموش کیوں ہو۔؟"

"سوچ رہا ہوں سلسلہ گفتگو کہاں سے شروع کروں؟"

"ساؤتھ اینڈ آن سے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم ہمیں چھوڑ کر راہ ... گئے۔ اور ... تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ ہم لوگ کیسی حالت میں ہیں کیا کر رہے ہیں۔؟"

"تمہاری شکایت بجا ہے۔ بھارتی لیکن حالات ایسے ہی ہو گئے تھے۔"

"میں ابھی حالات کو تفصیل سے سننا چاہتی ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ سنیل کی جانب سے میرا دل صاف نہیں تھا۔ اور میں اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد نہیں کر سکتی تھی۔ میرے اس سوال پر سنیل کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم سورتھو میں اس سے ملنے چلی گئی تھیں اور میں ولود کے ساتھ ساؤتھ اینڈ آن کے ایک مخصوص حصے میں موجود تھا کہ دفعتاً میں نے ایک ایسی صورت دیکھی جسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا کیفیت کچھ ایسی تھی کہ میں اچانک ہی بوکھلا گیا تھا۔"

"کون تھا وہ۔؟" میں نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔ "رانا پربت سنگھ۔" سنیل کے الفاظ نے ایک بار پھر

دماغ ہلا کر رکھ دیا تھا۔ میں چند لمحات خاموش رہی پھر میں نے کہا۔

"کیا رانا پربت سنگھ ساؤتھ اینڈ آن میں موجود تھے۔"

"ہاں ان کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے۔ جن میں سے ایک کو میں پہچانتا تھا۔ وہ ان کے قدیم دوست تھے۔ میں نے اس وقت رانا پربت سنگھ کی نگاہوں میں آنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"کیوں سنیل کیوں۔؟ جبکہ تمہارا کہنا تھا کہ تم ان کی اجازت سے یہاں آئے تھے۔؟"

"لیکن ان کی یہاں موجودگی میرے لیے تعجب خیز تھی کیونکہ میں ان کی دوسری مصروفیات کے بارے میں جانتا تھا۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں وہ میرے سپرد کوئی ایسی ذمہ داری نہ کر دیں جس کی وجہ سے مجھے تم سے دور رہنا پڑے۔"

"ہوں۔ پھر۔؟"

"بس اس کے بعد مجھے ولود کا ساتھ چھوڑنا پڑا کیونکہ رانا پربت اتفاقیہ طور پر اسی طرف آ رہے تھے۔ میں ان سے چھپتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو نسبتاً سنسان تھی۔ اور پھر میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ کسی نے میرے سر پر کوئی چیز ... زوردار ضرب لگائی تھی۔ اور مجھے گرنے سے سنبھال لیا تھا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ ہوش آیا تو میں کسی کمرے میں قید تھا اور اس کمرے کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ میں ہوش میں آنے کے بعد پاگلوں کی طرح ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا۔ حالات بالکل سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ کمرے کی کیفیت سے جائزہ لینے کی کوشش کی کہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ خبر مل جائے جن کی قید میں میں تھا۔ لیکن کمرے میں ایسی کوئی بھی چیز نہیں تھی سوائے اس کی دیوار میں بنی ہوئی کھڑکی کے جس کا پردہ ہٹا کر دوسری طرف دیکھا جا سکتا تھا۔ اور بھارتی جب میں نے چوروں کی طرح پردے کے پیچھے سے جھانکا تو مجھے رانا پربت نظر آئے۔ میرے ڈیڈی میرے والد وہ اپنے کسی قدیم دوست کے ساتھ تھے اور میز کے سامنے بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ یہ قدیم دوست آئرن فیرک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک مہم جو اور

میرے دونوں ہاتھ تشنجی انداز میں اگلی سیٹ پر جا ٹکے اور شاید اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کے شانے کو چھو گئے۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"یس میڈم۔؟"

"سوری مسٹر۔ بس یونہی اتفاقیہ طور پر میرے ہاتھ آپ کے شانے سے جا لگے تھے۔"

"اوہ! کوئی بات نہیں۔ آپ اپنا یہ شغل جاری رکھ سکتی ہیں۔" اس نے ظرافت کا ثبوت دینے کی کوشش کی۔ اور داد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر میری طرف سے کوئی توجہ نہ پا کر ہونٹ سکوڑے اور سامنے کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں شدید سنسنی کا شکار تھی آئرن فیرک۔ آئرن فیرک۔ رانا پربت کا دوست! رانا پربت کا دوست۔ بارن کا بنکاک میں ملنا اور مجھے دیکھ کر غائب ہو جانا۔ یہ ساری چیزیں ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہو رہی تھیں۔ لیکن آئرن فیرک کا نام میرے لیے شدید سنسنی کا حاصل تھا۔ سنیل میری اس کیفیت سے ناواقف چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

"میں اگر چاہتا تو یہ ظاہر کر سکتا تھا کہ میں نے رانا پربت کو دیکھ لیا ہے اور یہ جان لیا ہے کہ میں انہی کی قید میں ہوں۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ میری اس قید کا مقصد کیا ہے؟ رانا پربت یہاں کیوں آئے اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں! چنانچہ میں خاموشی سے ایک بستر پر جا بیٹھا۔ مجھے تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے سے نکال کر دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اس کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آ پایا تھا لیکن یہاں مجھے محسوس ہوا کہ میری حیثیت قیدیوں کی سی ہے۔ کمرے میں مجھے تمام اشیا فراہم کر دی گئی تھیں۔ کھانا پینا اخبار اور دوسری چیزیں! اور اسی اخبار میں میں نے سلوی کی موت کے بارے میں خبر پڑھی اور مجھے پتا چلا کہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ تم تصور نہیں کر سکتیں بھارتی کہ میرے دل پر کیا گزری کتنا پریشان حال ہوں میں۔ کیا بتاؤں تمہیں کہ کیا کیفیت ہے میری!" میں خاموشی سے سنیل کی باتیں سن رہی تھی۔ سنیل نے چند لمحات خاموش رہ کر کہا۔

"سلوی کی موت کے بارے میں پڑھ کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم کس قدر پریشان ہوں گی لیکن میں کیا کرتا؟ مجبور تھا۔ میں اسی کمرے میں قید تھا۔ میں نے آخر تک بظاہر نہ ہونے دیا کہ مجھے رانا پربت کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ جو کچھ بھی تھا وہ ایک الگ بات تھی میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر مجھے قید کرنے کا کیا مقصد ہے؟ لیکن اس کے بعد کسی نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا اور میں شدید اذیت کے عالم میں وقت گزارنے لگا۔ جب یہ وقت گزارنا میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کروں گا اور اس کے بعد اس شخص کو زخمی کر کے میں باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو میرے لیے رات کا کھانا لے کر آیا تھا۔ وہاں سے فرار ہونے کے بعد میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ یہ اندازہ مجھے ہو چکا تھا کہ رانا پربت میری وہاں موجودگی سے واقف ہے۔ اور یقیناً اسے یہ بھی معلوم ہو گا کہ میرا قیام کون سے ہوٹل میں ہے چنانچہ براہ راست ہوٹل پہنچنا تمہیں بھی مصیبت میں ڈالنا تھا۔ میں ایک دن چھپا رہا اور دوسرے دن اخبار میں ایک اور خبر دیکھی میں نے۔ میری تصویر اخبار میں شائع ہوئی تھی اور پولیس کو میری تلاش تھی۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ اس کے بعد مجھ پر کیا بیتی۔ میں ایک مفرور قیدی کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ پولیس کے ہاتھوں لگ جاتا تو مجھے وہ بھی نہ چھوڑتی۔ چنانچہ میں سوچتا رہا۔ اور میں نے ہوٹل جانے کی ہمت نہ کی۔ پھر میں نے بڑی ہمت کر کے تمہیں ٹیلیفون کیا۔ اس وقت تم موجود نہیں تھیں۔ ولود نے مجھے بتایا کہ تم ڈنمارک جا رہی ہو۔ اور بھارتی میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں تمہیں تنہا چھوڑ دوں۔ کیونکہ مجھے بھی تو حالات کا کچھ اندازہ ہو چکا تھا۔ میں نے نجانے کیا کیا جتن کر کے ڈنمارک کے لیے اپنے سفر کا بندوبست کیا اور یقین کرو جب تک طیارہ فضا میں بلند نہ ہو گیا اور اس کے بعد بھی مجھے یہ یقین نہ ہو گیا کہ کوئی میری جانب متوجہ نہیں ہے تب تک میں تمہیں مخاطب کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکا اور میری ذہنی کیفیت بے حد خراب رہی۔"

سنبل کی کہانی میرے لیے باعث حیرت بھی تھی۔ باعث الجھن بھی۔ پتا نہیں وہ سچ کہہ رہا تھا یا غلط پتا نہیں یہ کہانی اس نے کسی جگہ بیٹھ کر گھڑی تھی یا پھر اس میں کچھ صداقت بھی تھی۔ نجانے کیا کیا الجھنیں ذہن میں بیدار ہو گئی تھیں۔ سنبل دوبارہ مجھ تک کیوں پہنچا ہے؟ کیا اس کے پس پردہ کوئی حقیقت چھپی ہوئی ہے لیکن اب دماغ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ ان تمام واقعات پر غور کر کے کوئی فیصلہ کر سکتی۔ آئزن فیرک کا نام میرے لیے سنسنی خیز تھا۔ اگر سنبل نے یہ نام کہانی کے طور پر بھی میرے سامنے دہرایا تھا۔ تو میں اپنے آپ کو اس سے باز نہیں رکھ سکتی تھی کہ اس نام کے بارے میں تفصیلات پوچھوں۔ بہت سوچنے سمجھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اگر سنبل نے مجھے کوئی کہانی بھی سنائی ہے تب بھی میں اس کے وجود کو نظرانداز نہیں کر سکتی۔ کم از کم یہ تو دیکھنا ہو گا کہ ان الجھے ہوئے واقعات کے پس پردہ سنبل کا کیا مقصد چھپا ہوا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے اس بار ہمارے درمیان خاموشی کافی طویل رہی تھی۔ میں بھی سوچ میں گم تھی اور وہ بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بھارتی تمہارا کیا خیال ہے۔ ان تمام واقعات کے بارے میں؟ کچھ غور کیا اس سلسلے میں؟"

"میرا دماغ تو بیکار ہو چکا ہے سنبل کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ میں بہت عرصے سے کسی پُراسرار طلسمی چکر میں پھنسی ہوئی ہوں۔ پہلے اپنے وطن میں ان واقعات کا شکار ہوئی اور عجیب و غریب کردار میری زندگی میں آئے۔ دادا جی قتل کر دیے گئے۔ نانی جی میرے ساتھ نہ رہیں اور اچانک ہی میں دور چلی گئی۔ ان واقعات کو اتفاقیہ قرار نہیں دیا جا سکتا یوں لگتا ہے جیسے کچھ نادیدہ قوتیں میرا تعاقب کر رہی ہیں وہ مجھے دربدر کر دینے کی خواہشمند ہوں۔ وہ مجھے کسی ایسے طلسم میں پھنسا دینا چاہتی ہوں جس سے میں کبھی نہ نکل سکوں۔ سنبل اگر غور کرتی ہوں تو دل ڈوبنے لگتا ہے کہ میں تنہا ان ہولناک قوتوں کا مقابلہ کیسے کر سکوں گی۔ میری زندگی میں اب سنسنی کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ جو قدم بھی اٹھاتی ہوں جو کچھ بھی کرتی ہوں اس کے نتائج اچھے نہیں نکلتے۔ میں نہیں جانتی کہ میں کسی راستے پر پہنچ کر رک جاؤں گی لیکن چلتے

...کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔ میں کسی بھی لمحے ...کر گلے لگانے کو تیار ہوں۔ نہ بھی تیار ہوتی تو ...لگتا ہے جیسے موت اب میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

"...اتنی مایوس نہ ہو بھارتی۔ ایسا... ایسا آسانی سے ...نہیں ہو سکے گا۔"

"...رہنے دو سنبل ان دلاسوں کو رہنے دو اب میں ...کے دلاسوں سے بے نیاز ہو چکی ہوں۔ میں اپنے ...میں جینا چاہتی ہوں۔ جتنی سانسیں بھی مجھے مل ...ہیں میرے لیے غنیمت ہیں کیونکہ میری زندگی تو اب ...یا ختم ہو گئی ہے۔"

"بھارتی پلیز اتنی بددل نہ ہو۔" سنبل نے التجا آمیز ...میں کہا۔

"...میں بددل نہیں ہوں۔ حقیقتیں مجھے جو کچھ سکھا ...رہی ہیں وہی کہہ رہی ہوں اور وہی سوچ رہی ہوں۔ ...بہرحال... آن میں جب میں سورنٹو کے روم نمبر سات ...میں پہنچی تو مجھے سلوی نہ ملی البتہ روم کے باتھ روم میں ...ٹب کے اندر ایک لاش کی شکل میں پڑی تھی۔ اور ...لاش اسی طرح نوچی کھسوٹی گئی تھی سنبل جس طرح تم ...مجھے ایک لاش تالاب میں دکھائی گئی تھی۔ میں ان ...بالکل یکساں... کسی بھی طرح انکار نہیں ...کر سکتی میں وہاں سے چلی آئی اور اس کے بعد مجھے ...تمہاری اور ولود کی تلاش ہوئی۔ ولود مجھے مل گیا اور اس ...کے بعد تم تین دن تک نہ ملے۔ جانتے ہو پولیس نے ...مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا اس نے مجھے تمہاری تصویر ...دکھائی جو لوگوں کے بیانات کے مطابق یادداشت کے ...سہارے بنائی گئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ سلوی کے ساتھ ...آخری بار تمہیں دیکھا گیا تھا اور تم ہی اس کے قاتل ہو سکتے ...ہو۔ میں اپنے جذبات چھپا نہیں سکتی سنبل تمہارے ...بارے میں میرے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات ...آنے لگے۔ تمہاری مسلسل گمشدگی میرے ان خیالات کو ...تقویت دیتی رہی اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ ...تم درحقیقت وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔ تمہارے پس ...پردہ بھی کوئی اور شخصیت پوشیدہ ہے۔ مجھے معاف کرنا ...سنبل میں یہ سب کچھ سوچنے میں حق بجانب تھی جب ...میرا فرسٹ میرا ساتھ چھوڑ رہا ہے تو پھر میں کسی اور کے لیے کیا کچھ سوچ سکتی ہوں۔" میں نے شکستہ سے انداز میں کہا اور ایک نگاہ سنبل کے چہرے پر ڈالی۔ اس وقت اس کا چہرہ بڑا غم انگیز نظر آ رہا تھا وہ اداس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے نظریں جھکا لیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"بھارتی اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں کسی طور تمہارے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہوں تو بھگوان کی سوگند آئندہ میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ تمہیں نقصان پہنچانے کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا اور جہاں تک کسی لاش سے میرا تعلق ہے تو بھارتی میں تم سے صرف زبان سے ہی کہہ سکتا ہوں۔ میں تو کسی جانور تک کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میری پوری زندگی تو دکھوں میں گزری ہے۔ دوسروں کے دکھ بانٹتے رہنا میری زندگی کا کام رہا ہے۔ پتا جی نے جن جانوروں کو تکلیفیں دی تھیں میں نے انہیں ہمیشہ آرام پہنچایا۔ حالانکہ اس کے جواب میں مجھے بہت برا بھلا سننا پڑا۔ لیکن میں اپنی فطرت کو کیا کرتا بھارتی کسی انسان کی زندگی لینا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں بھلا اس بیچاری لڑکی کو کیوں قتل کرتا؟ ہاں ایک بات تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ رانا پربت کی یہاں موجودگی مجھے اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ وہ کسی خاص چکر میں یہاں آئے ہوئے ہیں اور... اور ہو سکتا ہے بھارتی... ہو سکتا ہے کہ وہ لاش بھی انہی کے ظلم کا نشانہ بنی ہو۔ میرا مطلب ہے وہ لڑکی سلوی جو تمہیں کچھ بتانا چاہتی تھی۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں بھارتی کہ سلوی کا تعلق کسی طور رانا پربت ہی سے ہو۔ میں اپنے پتا کے جیون کے بارے میں کچھ نہیں جانتا جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کا بھی کوئی جواز میرے علم میں نہیں ہے۔ بس جو کچھ میں جانتا تھا یہی جانتا تھا کہ وہ عجیب و غریب فطرت کے مالک ہیں اور... اور... اور بھارتی براہ کرم مجھے واپسی کی اجازت دو میری کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔"

میں نے سنبل کی طرف دیکھا اور نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہوا کہ سنبل جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے ہو سکتا ہے رانا پربت ہی نے یہ تمام سازش کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رانا پربت یہ بات جانتا ہو کہ میں...

وقت لندن میں موجود ہوں۔ ہو سکتا ہے رانا بہت مجھ سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہو اس کی میری جانب توجہ۔ جے ستری کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ مجھے اپنی بیٹی تسلیم کرے۔ اس کے بعد دہلی میں آمد اور دادا جی کا قتل۔ ہو سکتا ہے ان تمام چیزوں کا تعلق رانا بہت ہی سے ہو۔ اس کی پراسرار شخصیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور یہ بات بھی میں اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اور اس نے شروع ہی میں مجھے اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کی تھی مجھے ایک ہار تحفے میں دیا تھا اور یہ ہار سنیل نے توڑ کر پھینک دیا تھا۔ آخر ان تمام باتوں کے پس پردہ کوئی نہ کوئی حقیقت تو ضرور ہو گی۔ اور پھر سنیل کی پراسرار کہانی۔ کیا رانا بہت اپنے کسی مجرم کا الزام اپنے بیٹے کے سر بھی لگانا چاہتا ہے۔ آخر پولیس کو یہ شبہ کیوں ہوا کہ سنیل، سلوچی سے ملا تھا جبکہ سنیل کا کہنا تھا کہ اس نے سلوچی کی تو صورت بھی نہیں دیکھی یہ راز حیرت ناک تھا۔ دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں یا تو سنیل اس سلسلے میں جھوٹ بول رہا ہے یا پھر پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کے لیے کوئی کارروائی کی گئی ہے اور پھر اس کا یہ کہنا کہ ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود کو رانا بہت اور آسٹرن فیرک کی قید میں پایا تھا۔ یہ آسٹرن فیرک۔ میں نے اس کے بارے میں سوچا تو مجھ پر کچھ حقیقتوں کا انکشاف ہوا۔ آسٹرن فیرک کا اس مسئلے سے کوئی گہرا تعلق ہے کون ہیں یہ لوگ؟ کون تھے وہ باپ بیٹے؟ بارن مجھے دیکھ کر چھپ کیوں گیا تھا؟ یہ بات میرے شبے کو اور مضبوط کر رہی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سنیل پر ایک بار پھر اعتبار کر لوں اور اسے اپنے ساتھ رکھوں یا اس سے فرار ہونے کی کوشش کروں؟ یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام تھا۔ کافی غور و خوض کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ اس وقت میرے کچھ کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ان سچائیوں کا جائزہ لینا ہو گا اور جب تک یہ سچائیاں حقیقی شکل میں میرے سامنے نہیں آجاتیں گی میں سنیل کو کسی ایسے مسئلے میں فریک نہیں کروں گی جس سے مجھے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو عارضی طور پر میرے دل میں سنیل کے سلسلے میں کھوج پیدا

ہو گئی تھی لیکن میں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی بلاآخر سفر طے ہو گیا۔ راستے میں اور کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا تھا جو قابل ذکر ہوتا۔ سنیل ابتدا میں تو دبا دبا سا رہا لیکن بعد میں وہ بھی بالکل نارمل ہو گیا تھا۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ ولود کو سنیل کا ساتھ کچھ زیادہ ہی پسند ہے اور ولود، سنیل کو بہت زیادہ لفٹ دے رہا ہے چنانچہ ڈنمارک میں داخل ہونے کے بعد وہ دونوں اور بے تکلف ہو گئے ہوٹل میں قیام کرکے ہم لوگوں نے آئندہ کے پروگرام طے کیے۔ سنیل آہستہ آہستہ بہتر ہوتا جا رہا تھا۔ میں بھی گزرے ہوئے واقعات کو بھول کر اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر میں سیاحت کے لیے یہاں آئی تھی۔ اور سیاحت کے اس ماحول میں اپنے آپ پر خوا مخواہ کے لاتعداد بوجھ طاری کیے رکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ بات تو اب میری زندگی کا ایک حصہ بن گئی تھی کہ میں پراسرار واقعات میں گزارا کروں لیکن ہر وقت اپنی سوچوں میں اپنے آپ کو گم کیے رکھنا بھی ایک بے معنی سی بات تھی چنانچہ میں کوشش کرنے لگی کہ اس وقت بھی اپنے آپ کو [illegible] اسی طرح میں سنیل کی شخصیت کو بھی بھول کر اس سے اچھے خاصے انداز میں پیش آنے لگی۔ وہ اور ولود ہر وقت تفریحی پروگرام بناتے رہتے تھے۔ ان لوگوں نے یہاں آکر پورے ڈنمارک کے نقشے مہیا کیے تھے اور اب اس سلسلے میں پروگرام ترتیب دے رہے تھے کہ کس طرح ڈنمارک کی سیاحت کریں گے۔ ولود کا خیال تھا کہ بالکل عام سیاحوں کی حیثیت میں ڈنمارک کو دیکھا جائے اور یہاں کی تمام چیزوں سے لطف اندوز ہوا جائے۔ اس سلسلے میں سنیل نے پیشکش کر دی کہ ایک پرانی کار خرید لی جائے تو بہتر ہے لیکن پرانی کار کے حصول کے لیے خاصی مشکلات پیش آئی تھیں۔ میں نے ان دونوں کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی اور جب سنیل ایک خریدی ہوئی کار میرے سامنے لے کر آیا تو میں بھی اس میں دلچسپی لیے بغیر نہ رہ سکی سنیل نے اس کار کو عجیب و غریب رنگوں سے رنگوا لیا تھا اور اس پر نہ جانے کیا کیا جملے لکھے ہوئے تھے اس

[illegible]نا پاگل کار میں اس نے یہ رنگ صرف ان جگہوں [illegible]ے گئے تھے جہاں لکھے جملے قابل اعتراض تھے [illegible] یہ کار اس نے ایک چھوٹی جوڑے سے خریدی تھی جو [illegible]ناگہانی حالات کا شکار ہو کر یہ کار بیچنے پر مجبور ہو [illegible]تھا۔

[illegible] ذہنی کیفیت ایک دم تبدیل ہو گئی تھی اور ہم لوگ [illegible]صحیح معنوں میں تفریح کر رہے تھے۔ ڈنمارک کے [illegible]ہنے والوں سے ملاقات وہاں کی تمام صورت حال کا گہری [illegible] سے جائزہ لیا جا رہا تھا۔ ولود نے فرمائش کی کہ وہ [illegible]نزے جائے گا۔ جہاں ہانز کرسچن اینڈرسن رہتا تھا [illegible]رسن اوڈنزے کا ہی نہیں پوری دنیا کے بچوں کا [illegible]یدہ انسان تھا۔ اور اس کی کہانی ہر پڑھے لکھے [illegible]ی زبان پر ہوتی تھی۔ وہ اپنے پھٹے ہوئے لباس اور [illegible]ے بالوں میں رنگ برنگے پھول اور جانوروں کے سفید [illegible]ھا کر اوڈنزے کی گلیوں میں گھومتا رہتا۔ قصبے کے [illegible]وں کا ایک بڑا ہجوم اچھلتا اور دھوم مچاتا اس کے پیچھے [illegible] جاتا۔ وہ ان معصوم بچوں کو قصبے کے باہر ایک ندی [illegible]ے جاتا جہاں ایک اونچے پتھر پر بیٹھ کر وہ انہیں جل [illegible] شہزادیوں اور بلبلوں کی کہانیاں سناتا ہر کہانی [illegible] بچے تالیاں بجاتے ایک نئی کہانی کی فرمائش [illegible]تے اور وہ اسی وقت ذہن پر زور دے کر ایک اور نئی کہانی تخلیق کر لیتا۔ اینڈرسن یونہی پتھر پر بیٹھا بچوں کو کہانیاں سناتا رہتا یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ وہ ان معصوم بچوں کے چہروں کو خوشی اور پسندیدگی کے جذبات سے دمکتا دیکھتا تو اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا اور وہ سوچتا کہ میں بے شک ایک عظیم ادیب ہوں۔ وہ تنہائیوں کے لمحوں میں اعلان کرتا کہ تعریف صرف اس خدا کے لیے ہے جس نے مجھے عظیم بنایا۔ اس کی یہ بے پناہ مقبولیت صرف اوڈنزے کے بچوں تک محدود تھی۔ قصبے کے بڑے بوڑھے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیتے بھلا ایک ایسا شخص ادیب کیسے ہو سکتا ہے۔ جس کا باپ موچی اور ماں گھریلو خادمہ ہو اور جس نے ایک خیراتی ادارے میں تعلیم حاصل کی ہو۔ اینڈرسن جہاں بھی جاتا اس پر لعن طعن کی بوچھاڑ ہوتی وہ سوچتا کہ شاید یہ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں امیر لوگ ہی ایک عظیم ادیب کی پہچان کر سکتے ہیں۔ اوڈنزے کے معصوم بچے

کی تالیاں اور تعریف بھلا کیا معنی رکھتی ہے؟ اس کا دل بجھ گیا اور اس نے اپنے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ قصبے کے بچے اپنی پسندیدہ کہانیاں سننے کے لیے ترس گئے وہ سب بے حد اداس رہتے تھے۔ اور اکثر اس کے گھر کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور بلند آواز میں اس کی کہانیوں کے نام دہراتے۔ ہمیں ننھی جل پری چاہیے۔ ہمیں بدصورت بطخ کی کہانی سناؤ اور پھر شور مچاتے تاکہ وہ باہر نکل کر انہیں ندی کے کنارے لے چلے لیکن وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں سر جھکائے بیٹھا رہتا۔ پھر اسے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی۔ لڑکی کو جب اینڈرسن کے جذبات کا علم ہوا تو اس نے ایک خط لکھا۔ میرے دل میں تمہارے لیے عزت کے جذبات تو ہیں لیکن میں تم جیسے بدصورت آدمی سے کبھی محبت نہیں کر سکتی۔ اینڈرسن کو پہلی بار اپنی لمبی ناک، دھنسی ہوئی آنکھوں اور چہرے کی ابھری ہوئی بدنما ہڈیوں کا احساس ہوا اور اس صدمے نے اسے نڈھال کر دیا۔ اس نے یہ ملک چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ یورپ کے اکثر ملکوں میں اس کی کہانیاں شائع ہو چکی تھیں اور وہاں اس کی کافی شہرت تھی۔ وہ پرشیا گیا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ ہالینڈ، انگلینڈ اور اٹالیہ میں اس کا زبردست استقبال ہوا اور اسے بے شمار ادبی اعزازات سے نوازا گیا لیکن اوڈنزے کے عوام اور اخبارات تک نے بھی اپنے عظیم سپوت کی ادبی صلاحیتوں کا اعتراف نہ کیا۔ وہ یورپ سے واپس آیا تو اسے پھر انہی جملوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ہے وہ جانس جو صرف باہر کے ملکوں میں مشہور ہے وہ جہاں سے گزرتا لوگ اس کا مذاق اڑاتے۔ بدشکل بطخ، سرو کا درخت جیسی کہانیاں اور ننھی جل پری کے کردار کے خالق کو اس کی بدصورتی نے بدنام کر رکھا تھا۔ لوگوں کی نفرت اور ان کی بری باتوں کو اس نے خوبصورت کہانیوں کا روپ دیا اور جب وہ مرا تو اس کی محبوبہ کا وہ خط جس میں اس نے پینتالیس سال قبل اس کی محبت کو ٹھکرا دیا تھا اس کے سینے کے گرد ایک مخمل کی پوٹلی میں بندھا ہوا ملا۔ اب درحقیقت اینڈرسن کی کہانیاں دنیا کی تمام زبانوں میں چھپ چکی ہیں۔ اینڈرسن کی عظمت کا ثبوت یہ ہے کہ دنیا بھر کے ملک میں رہنے والے بچے خواہ وہ کسی بھی ملک کے ہوں اور

اینڈرسن کی کہانیاں اپنے سرہانے تلے رکھ کر سوتے ہیں اور حسین ننھی جل پریاں ان کے خوابوں میں ناچتی رہتی ہیں بلاشبہ اینڈرسن کا کردار بہت عظیم کردار تھا میں نے ولود کی اس خواہش کو پورا کرنے کا فیصلہ کیا اور ہم اس خوبصورت کار کے ذریعے اوڈنسے پہنچ گئے۔

ایک لفظ ترتیب دے دیا گیا تھا اور اس کے مطابق جگہ جگہ کا سفر کرنا تھا۔ اوڈنسے اوڈن کا مسکن تھا اوڈن جو عیسائیوں کی آمد سے قبل ان خطوں میں دیوتا مانا جاتا تھا۔ آج بھی اوڈنسے انہی پرانی تاریخوں کا مظہر تھا تنگ پیچ دار گلیاں پرانے وضع کے چوبی مکانات اور پھر اینڈرسن کا مکان جسے اب عجائب گھر کی شکل دے دی گئی تھی۔ یہاں سوکھے ہوئے پھولوں کا گلدستہ رکھا ہوا ہے جو کسی بچے نے اسے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ کانچ کی گولیاں اور مخمل کی وہ پوٹلی جس میں اس کی محبوبہ کا خط تھا ذاتی استعمال کی لاتعداد اشیاء اور اس کا بستر جس کے بارے معلوم ہوا کہ ڈینی کے لیعنی وہ شخص جس نے اینڈرسن کی حیات پر مبنی ہالی ووڈ کی فلموں میں اینڈرسن کا کردار ادا کیا تھا۔ اسی بستر پر سویا تھا۔ لیعنی جرائی ڈینی کی تھی جو یہاں سویا۔ اینڈرسن کی نہیں جو اس کا مالک تھا۔ اوڈنسے کے عوام شاید آج بھی اینڈرسن کی حقیقت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس کا باپ ایک موچی تھا اور ماں گھریلو خادمہ۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر اور اینڈرسن کی تاریخ پڑھ کر ذہن و دل پر عجیب سے احساسات گزر رہے تھے۔ اینڈرسن کے گھر کے عقبی کمرے میں ایک پرانی طرز کا ریستوران ہے جو اس کی مشہور کہانی بدشکل بطخ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ریستوران کی تمام آرائش اور فرنیچر اینڈرسن کے دور کا تھا۔ دیواروں پر اس کی کہانیوں کے مختلف کرداروں کی تصویریں اور اس کی کتابوں کے نسخے سجے ہوئے تھے۔ ولود ایک ایک چیز میں بری طرح گم ہو گیا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں بھی یہاں پہنچ کر پانچ کر سچن اینڈرسن کی شخصیت میں اس طرح کھوئی کہ میرا ذہن بالکل بٹ گیا۔ سنبل تو ولود کے ساتھ بالکل بچہ ہی بن گیا تھا۔ اینڈرسن کا گھر دیکھنے کے بعد ہم شہر کے اس خوبصورت پارک میں بھی گئے۔ جہاں سرسبز درختوں کے جھنڈ کے پاس خاموش ندی کے کنارے اینڈرسن نے بدشکل بطخ کی لازوال کہانی تخلیق کی تھی۔ وقت کے تیز دھارے اس پرسکون ندی اور اردگرد کے جنگلوں کی خوبصورتی کو متاثر نہیں کر سکے۔ شام کے جھٹپٹے میں لاتعداد سفید بطخیں پانی میں تیر رہی تھیں۔ ہم پارک سے نکل کر واپس ٹاؤن ہال کے چوک میں آئے تو شام رات میں تبدیل ہو چکی تھی شمالی خطوں کی مخصوص شب میں اوڈنسے کے کوچے بازار سنسان پڑے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس مکمل سکوت میں ابھی دھیمے پروں کی ہلکی سی سرسراہٹ ہوگی اور پریوں کا ایک غول آسمان سے اتر کر اوڈنسے کی گلیوں میں ناچنے لگے گا۔ یہ تمام کی تمام پریاں اینڈرسن کی تخلیق تھیں۔ وہ اپنے پروں سے اس کے خوبصورت مکان کو ڈھک دیں گی۔ اور معصوم بچوں کی نیندوں میں سما جائیں گی کہ وہ سوتے میں مسکرا دیں میں یہاں آ کر بہت زیادہ متاثر ہوئی تھی۔ اینڈرسن کا جیتا جاگتا کردار آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ اور بس یوں لگ رہا تھا کہ اوڈنسے کے ہر گلی کوچے میں آج بھی وہ موجود ہے کسی معصوم بچے کی صورت نظر آتی تو یوں لگتا کہ جیسے وہ اینڈرسن کے گھر کی جانب نگاہیں اٹھائے دیکھ رہا ہو رات ہم نے ایک خاموش اور سنسان سی جگہ بسر کی۔ ہم نے سفر کے لیے وہ ضروری انتظامات کر لیے تھے تو یہاں کام آ سکتے تھے۔ ولود اینڈرسن کی کہانی کا ایک کردار بن کر نیند کی آغوش میں کھو گیا۔ چاند نکل آیا تھا۔ ہم کھلے آسمان کے نیچے تھے اور چاند کی سنہری کرنوں میں ولود کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اس بات کا احساس دلا رہی تھی کہ اینڈرسن آج بھی بہت سے معصوم بچوں کے سینوں میں زندہ ہے اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بن کر جھلکتا رہتا ہے۔ سنبل کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا اور میں خود بھی سونے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ کافی دیر تک نیند نہ آئی تو میں نے سنبل کو مخاطب کیا۔

"کیا ہم نے اس جگہ ٹھہر کر غلطی نہیں کی ہے غالباً یہ ٹھنڈک تمہیں بھی سونے نہیں دے رہی۔"

"ٹھنڈک تو زیادہ نہیں ہے بھارتی جی آپ اگر کچھ سردی محسوس کر رہی ہیں تو میں کار سے آپ کو کمبل نکال کر دے دوں۔"

"نہیں کمبل کی سردی نہیں ہے ویسے میرا خیال ہے تمہیں تکلیف ہوگی۔ ولود کو کمبل ضرور اوڑھا دو۔"

سنبل اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے کار سے کمبل لا کر ولود کے بدن پر ڈال دیا اور اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

"کس سوچ میں گم ہو سنبل۔؟"

"بس کچھ نہیں بھارتی جی یہاں آ کر واقعی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اینڈرسن کے تخلیق کردہ پریوں کے کسی دیس میں آ گئے ہوں۔ کیسی عجیب بات ہے یہ۔"

"براہ کرم گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں مت سوچو۔ یہاں آ کر ذہن کو جو تاثر ملا ہے اب میں اس کو ختم نہیں کرنا چاہتی۔"

"میں بھی اپنے آپ کو کھو دینا چاہتا ہوں بھارتی جی ...کاش مجھے آپ کی وہ توجہ اور وہ ہمدردی حاصل ہو جو مجھ جیسے انسان کے لیے ضروری تھی!"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سنبل کی اس بات کا کوئی جواب تھا بھی نہیں میرے پاس۔ کھلی زبان سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ ابھی وہ میرے ذہن میں صاف نہیں ہوا ہے اور صاف ہو بھی جائے تو کم از کم وہ مقام کبھی کبھی اسے میں نہیں دے سکتی جس کا وہ خواہش مند ہے۔

رات شکست روی سے بہہ رہی تھی۔ نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ یہ جگہ کم از کم نیند والی جگہ نہیں تھی ... [illegible] ... بہر طور یہاں سو رہنا مختلف تھی۔ وہ میری نگاہوں میں تمام باتوں کے باوجود ٹھیک تھا۔ ہم دونوں ہی محسوس کر رہے تھے کہ ہم سو نہیں سکیں گے۔ لیکن کافی دیر گزر گئی اور ہم نے کوئی بات نہیں کی پھر سنبل ہی نے کہا۔

"ظاہر ہے یہ جگہ آرام کرنے کی نہیں۔ تاہم رات گزار لیں صبح کو ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ سوری مس بھارتی آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔"

"نہیں سنبل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے میرا ذہن کچھ خیالات میں الجھا ہوا ہے۔ سونے کی کوشش بھی کروں تو نیند آنا مشکل ہے۔"

"ظاہر ہے کیا سوچ رہی ہیں آپ اس وقت؟" سنبل نے سوال کیا۔

"رانا پربت کے بارے میں۔" میں آہستہ سے بولی اور سنبل خاموش ہو گیا۔ میں چند لمحات اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر میں نے کہا۔

"سنبل! رانا صاحب کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟"

سنبل نے میری بات کا فوراً جواب نہیں دیا تھا۔ وہ چند لمحات مکمل خاموش رہا پھر بولا۔

"اگر یقین کر سکتی ہیں مس بھارتی تو یقین کر لیجیے کہ میں نہیں جانتا۔"

"ایک سوال اور کروں سنبل؟ وعدہ کرو برا نہیں مانو گے۔"

"نہیں مانوں گا۔" سنبل نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"کیا سلومی کی لاش تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی؟"

"نہیں۔ لیکن آپ کی بات کسی حد تک درست معلوم ہوتی ہے آپ یہی کہنا چاہتی ہیں نا کہ سلومی کی لاش بھی اس لاش سے مختلف نہیں تھی جو ہم نے تالاب میں دیکھی تھی؟"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔"

"میں بہت پہلے یہ بات سوچ چکا ہوں مس بھارتی۔"

"کیا خیال ہے تمہارا؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ امکانات نظرانداز بھی نہیں کیے جا سکتے۔"

"مگر اس کا مقصد کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیا رانا پربت تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں سنبل؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا مطلب ہے انہوں نے تمہیں قید کیوں کر لیا تھا؟"

"کاش میں جانتا۔" سنبل نے جواب دیا اور میں تعین نہ کرنے والی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

لیکن سنبل کو میرے چہرے یا میرے تاثرات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کیونکہ رات کا وقت تھا پھر میں نے کہا۔

"آئزن فیرک کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"اتنا ہی جتنا کہ آپ کو بتا چکا ہوں یعنی وہ رانا پربت کا دوست ہے۔ غالباً بہت پرانا دوست۔ ابھی تھوڑے دن قبل اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ہندوستان میں تھا۔"

"کتنے عرصے قبل؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"حال ہی کی بات ہے بالکل قریبی۔ میرا خیال ہے ایک ماہ یا اس سے بھی کچھ کم ہوا ہوگا۔"

"وہ ہندوستان میں تھا؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"یونہی بس ایسے ہی پوچھ رہی ہوں۔" میں نے ٹالتے ہوئے انداز میں کہا۔

آٹزن فیرک جب پہلی بار مجھ سے ملا تھا تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر وہ ہندوستان آیا تو میرے گھر ضرور آئے گا لیکن اس کے بعد سے اس کا رویہ پُراسرار ہو گیا تھا۔ یارن مجھے بینکاک میں ملا لیکن مجھے دیکھ کر غائب ہو گیا۔ جیسے اس کے ذہن میں کوئی چور ہو۔ آٹزن فیرک بھی شبہے سے بالاتر آدمی نہیں تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں کافی دن سے تھی۔ بہرطور اس کے بعد سنبل سے پوچھنے کے لیے اور کوئی سوال نہ رہ گیا اور میں کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ یہاں اس کھلی جگہ سنبل کے سامنے لیٹتے ہوئے تھوڑی سی جھجک بھی تھی۔ لیکن نیند ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ صبح کو جاگی تو روشنی پھیل چکی تھی۔ ہر چند کہ سورج نہیں نکلا تھا لیکن یہ صرف بادلوں کی وجہ سے تھا اور سورج نکلنے کا وقت ہو چکا تھا۔ ہم لوگوں نے ابتدائی مراحل سے فراغت حاصل کی۔ ولوڈو تو خوشیوں سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ بات صرف یورپ کی سیاحت ہی کی نہیں بلکہ جس انداز میں ہم لوگ یہ سیاحت کر رہے ہیں وہ بے مثال ہے اور بہت کم لوگوں کو اس انداز میں گھومنا پھرنا نصیب ہوا ہے طے یہ کیا گیا کہ اب کوپن ہیگن چلا جائے اور ہم لوگوں نے وہاں کا رُخ کیا۔ سنبل بہترین ڈرائیور تھا۔ تھوڑی بہت ڈرائیونگ میں نے بھی کی۔ لمبا سفر تھا اور بالآخر ہم کوپن ہیگن میں داخل ہو گئے۔

ڈنمارک کا یہ حسین شہر ایک حسین شہزادی کی طرح مغرور اور اپنے حسن پر نازاں ہے۔ یہاں کی تاریخ میں ایک عجیب سی کیفیت ہے۔ ٹاؤن ہال کے سامنے اس شہر کے تعمیر کرنے والے کا مجسمہ لگا ہوا ہے۔ ایک قلعہ بھی موجود ہے جو آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی کوپن ہیگن کی تاریخ بھی درج ہے۔ پہلے یہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ تھی لیکن بہت مختصر عرصے میں وہ ایک تجارتی مرکز کی شکل اختیار کر گئی اور کوپن ہیگن کا مطلب تاجروں کی بندرگاہ ہی ہے۔ سینٹرل اسٹیشن کے ساتھ ہی صدیوں پرانا تانوبی پارک توالی ہے جو تقریباً بیس ایکڑ کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ توالی میں بے شمار ریسٹوران موسیقی کے ہال اور عوامی دلچسپی کے دوسرے لوازمات بکھرے ہوئے ہیں۔ رنگین پھولوں کے وسیع و عریض خطے۔ ننھی منی جھیلیں، اُبلتے ہوئے فوارے اور لاتعداد رنگ برنگی روشنیاں شہریوں کے لیے توالی پارک بہت ہی دلکش ہے۔ ہم توالی پارک میں داخل ہو گئے۔ صدر دروازے پر ڈنمارک کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ولوڈو نے اس کے اطراف کی بہت سی تصاویر بنائیں۔ پرچم کے نیچے مختلف کھڑکیوں کے آگے ٹکٹ خریدنے والوں کے ہجوم لگے ہوئے تھے اور خاصا رش تھا۔ ہم اندر داخل ہو گئے اور توالی پارک کی دلچسپیوں میں گم ہو گئے۔ خوشیوں کے بادرچی خانے میں لوگ چینی کے ٹوٹے برتنوں کو پتھریلی دیوار پر مار مار کر چکنا چور کر رہے تھے۔ عورتیں، مرد، بچے پتا نہیں یہ کیا مشغلہ تھا جگہ جگہ مختلف قسم کے لوگ مختلف تفریحات میں مشغول تھے رقص گاہوں میں نوجوانوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور جھیل کے کنارے شراب خانوں میں زیادہ تر عمر رسیدہ لوگ نظر آ رہے تھے۔ چہرہ بگاڑنے والے آئینے، بجلی کی چھوٹی کاریں، بھوتوں کی ریل گاڑی غرض کہ تفریح کا ہر نسخہ دستیاب تھا۔ ولوڈو تو یہاں آ کر دیوانہ ہی ہو گیا تھا۔ جانے کا نام نہ لیتا تھا اور حق یہ تھا کہ اتنے بڑے پارک کی سیاحت ایک دن کا کام نہیں تھا۔ ہمارا پورا دن ہی صرف ہو گیا۔ شام کے کھانے کے لیے ہم نے اس کشتی نما ریسٹوران کا انتخاب کیا جو توالی کے مشہور ہوٹلوں میں سے ہے۔ ریسٹوران میں عجیب و غریب کھانوں کے مینز موجود تھے لیکن ہم نے بہت ہی سادہ سے کھانے کا انتخاب کیا اور کھانے کے بعد کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ پھر ہم اٹھنے ہی والے تھے کہ سامنے جیتے میں ہیم دائرے کی شکل میں بنے ہوئے اسٹیج پر سازندے اپنے اپنے ساز نصب کرنے لگے اور ولوڈو نے فرمائش کی کہ وہ تھوڑی دیر اور یہاں رُکنا چاہتا ہے۔ ولوڈو کی خواہش پوری نہ کرنا کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ بیٹھ گئے اور موسیقی شروع ہو گئی۔ یکایک اس سیاہ فام حبشی نے کا ستا بدلا سیکسا فون بجانے والے نے سر جھکایا اور ایک بھرپور سانس لے کر اپنے پھیپھڑوں کی ہوا ساز میں بھر دی۔ بگل بجانے والے نے سینہ پھیلایا اور سر پیچھے ڈال کر اپنی پوری قوت سے بگل بجایا۔ چھتریاں ہوا میں گھومیں اور سامنے رکھے ہوئے مختلف جھولوں پر نغمے برسنے لگیں۔ سازوں کی اس جھنکار میں جیسے وائلن کی دھن بالکل دب کر رہ گئی۔ تیز موسیقی کی بوچھاڑ نے کان پھاڑ دیے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تیز موسیقی کی دھمک سے ہال کا فرش بیٹھ جائے گا اور چھت فضا میں اُڑ جائے گی۔ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے جوشیلے جگہ جگہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک طوفانِ بدتمیزی شروع ہو گیا۔ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا کہ اب یہاں سے باہر نکل جانا چاہیے کیونکہ صورتِ حال اب قابلِ دید نہیں رہی ہے۔ سنبل نے بھی مجھ سے اتفاق کیا تھا اور ہم

پارک سے باہر نکل آئے۔ آج کا دن تو یہیں صرف ہو گیا لیکن ولوڈو کے چہروں کی خوشیوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس دن سے پورا پورا لطف حاصل کیا ہے۔

کوپن ہیگن میں قیام کے لیے ہر طرح کی جگہ موجود ہے آپ سستے معاوضے پر کہیں قیام کرنا چاہیں تو آپ کی توقع سے کہیں زیادہ سستی رہائش گاہ مل سکتی ہے۔ تاہم ہم نے شاید ایک بہتر جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ بہت زیادہ مہنگی بھی نہیں یہاں میں اور ولوڈو ایک کمرے میں تھے۔ سنبل کا کمرہ دوسرا ہی تھا۔ کمرے میں رات آسانی سے گزر گئی اور دوسرے دن ولوڈو نے پھر سیاحت کا تقاضا شروع کر دیا۔ آج کوپن ہیگن کا وہ قدیم قلعہ دیکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا جو تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ قلعے تک پہنچنے کے لیے کوئی خاص کوشش نہ کرنا پڑی یہ قلعہ اتنی پرشکوہ اور شاندار نظر آتا تھا۔ اندر سے بھی اتنا ہی خوبصورت تھا جتنا باہر سے، بس یوں لگتا تھا جیسے دیواروں میں کہیں جوڑ نہ ہو۔ قدیم سنگتراشوں کا کمال تھا۔ ہم لوگ قلعے میں داخل ہو کر اس کے مختلف حصے دیکھتے رہے۔ میں قلعے کی دیواروں میں کندہ تصاویر کو دیکھتی ہوئی کافی آگے بڑھ گئی تھی غلام گردشوں اور راہداریوں سے نکلتی ہوئی نجانے کتنی دور آ گئی تھی۔ ایک جگہ کسی قدر بلندی تھی۔ یہاں سے میں نے نیچے دیکھا تو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا۔ میں اس دوران ولوڈو اور سنبل کو بالکل بھول ہی گئی تھی اور تنہا کھڑی اس ایک ستون سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی کہ یکایک اپنے پیچھے کسی کی آواز سنائی دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص نظر آیا جو مجھ سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا لیکن اس کے مکمل سراپا کو دیکھ کر میرے بدن میں جھرجھری دوڑ گئی۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ریوالور دبا ہوا تھا جس کا رُخ میری ہی جانب تھا۔ حیرت سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں نے گھبرائے انداز میں ادھر اُدھر دیکھا۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ تب اس شخص کی بھرائی ہوئی سی آواز اُبھری۔

"اُدھر دیکھو اس طرف جہاں وہ لڑکا تمہارے ساتھی کے ساتھ موجود ہے اور یقین کرو میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ میں تمہیں کچھ ہدایت دینا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے ان سے انحراف کیا تو لڑکا اپنی زندگی کھو بیٹھے گا۔ تمہیں اسے غور سے دیکھو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ خاموشی سے سنتی رہو۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہو گا۔"

میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے اس طرف دیکھا گویا پچاس یا ساٹھ گز کے فاصلے پر ولوڈو سنبل کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور یہاں سے اس کا نشانہ لینا مشکل نہیں تھا۔ وہ ایسی ہی جگہ تھا کہ اسے باآسانی شکار کیا جا سکتا۔ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ نجانے کیوں ذہن کے کسی گوشے میں اس شخص کی آواز بازگشت کر رہی تھی۔ یہ آواز شاید اس سے پہلے بھی میں نے سنی تھی لیکن یاد کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت ذہن کچھ ایسی ہی کیفیت کا شکار تھا۔ میں سہمی ہوئی نگاہوں سے اس شخص کو دیکھنے لگی۔ تب اس نے کہا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے خبردار ہوشیاری سے سفر کرنا ہے۔ ہم سامنے کے رُخ سے نہیں چلیں گے بلکہ جس سمت سے میں تم سے کہہ رہا ہوں اس طرف سے چلتی رہو اور اگر کسی قسم کی کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو پھر نہ تمہاری خیر ہے اور نہ تمہارے اس ساتھی لڑکے کی۔" مجھے حیرت ہوئی اس شخص نے سنبل کا نام نہیں لیا تھا۔ پتا نہیں وہ سنبل کو کیوں نظرانداز کر رہا تھا۔ میری کیفیت تو پہلے ہی خراب ہو گئی تھی اس سلسلے میں کیا مداخلت کرتی۔ اس نے محسوس کیا کہ میں اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہوں تو اس نے گردن ہلائی اور مجھے ایک سمت بڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے اس کے اشارے کی سمت چل پڑی۔ قدم لرز رہے تھے۔ ایک دو قدم آگے بڑھی۔ دل میں یہی آرزو تھی کہ کاش سیاحوں کا کوئی گروہ اس طرف آ نکلے لیکن افسوس یہ آرزو پوری نہیں ہوئی میں اس کی ہدایت کے مطابق پتھریلی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی اور دفعتاً ہی میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ میں گرتے گرتے بچی اتنی خطرناک اور بلند جگہ سے اُترنا بہت مشکل کام تھا اور وہ بھی ان حالات میں جب ایک ریوالور بردار شخص میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہو۔ میں بمشکل تمام چند قدم نیچے اتری اور اس کے بعد میں نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جگہ تو بہت خطرناک ہے۔ میں یہاں سے اُتر نہیں سکوں گی۔"

"چلتی رہو اگر اُتر نہ سکیں تو تمہیں دھکا دے کر نیچے گرا دوں گا۔ زیادہ سے زیادہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں گے۔ مجھے صرف تمہاری ضرورت ہے۔ اگر ٹوٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ساتھ بھی تم میرے ہاتھ لگ گئیں تو مجھے کوئی تکلف نہیں ہو گا۔"

"لیکن میرا ساتھی وہ لڑکا وہ میرے بغیر تم یوں کر سکتے ہو بھی میرے ساتھ ہی ہے تو پلیز تم کم از کم اتنا تو کرو کہ وہ ایک

وم ہنس پڑا اور پھر بولا۔
"تم بھی کیا یاد کرو گی کہ تمہاری خواہش تمہارے منہ سے بیان ہوتے ہی پوری ہو گئی۔ اطمینان رکھو وہ بھی تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہے۔"
"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔
"ہاں ہمارے ساتھی اسے بھی لے کر آ ہی رہے ہوں گے۔"
کسی حد تک ڈھارس ہوئی۔ اگر ونود کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تو ہو سکتا ہے سنیل کوئی موثر مدافعت کرے۔ اس اُمید پر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آہستہ آہستہ نیچے اُترنے لگی تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد مجھے سمندر کا نیلا کنارہ نظر آیا۔ جس کے ساتھ ہی ایک لانچ بندھی ہوئی تھی۔ لانچ کے پاس دو افراد موجود تھے۔ آس پاس اور کوئی موجود نہیں تھا اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ مجھے لانچ ہی کی جانب لے جایا جا رہا ہے میں نے ویران نگاہوں سے پلٹ کر قلعے کی طرف دیکھا۔ کوئی دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا ہیں۔ کاش کسی حصے سے ہمیں کوئی دیکھ ہی لیتا۔ حالانکہ اس شخص نے کہا تھا کہ ونود کو لے آیا جائے گا۔ لیکن اس کی بات پر یقین کرنا حماقت تھی البتہ جب میں لانچ کے قریب پہنچی تو تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے دو تین افراد کو آتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک اپنے کاندھے پر کچھ لادے ہوئے تھا۔ پہلے تو میں کچھ نہ سمجھ سکی۔ لیکن پھر وہ سفید ہاتھ لٹکتے ہوئے نظر آئے اور میرے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے اس کے کندھے پر ونود ہی پڑا ہو۔
"کیا وہ۔ کیا وہ؟" میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی اور ایک شخص نے ایک دم سے میرے شانے پر اپنا پنجہ گاڑ دیا
"ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو۔ وقت سے پہلے مرجانا چاہتی ہو؟" وہ غرا کر بولا۔
"کیا وہ۔ کیا وہ ونود ہے؟"
"ہاں تمہارا ساتھی لڑکا۔"
"اوہ۔! لیکن وہ۔ یہ دوسرا۔"
"فضول باتوں سے گریز کرو۔ وہ ابھی یہاں پہنچ جاتے ہیں۔" مجھے شکار کرنے والے نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ بھی لانچ کے قریب پہنچ گئے۔
ونود کے سر کے پچھلے حصے سے خون بہہ رہا تھا۔ میں ایک چیخ مار کر اس کی طرف لپکی۔ اس بار مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ونود بے ہوش تھا۔ اس کے خوب صورت بال خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ میں شدتِ غم سے دیوانی ہو گئی۔
"ذلیل کمبختو! تم نے اسے زخمی کر دیا بھگوان تمہیں غارت کر دے۔"
"ہوش میں آ لڑکی بھگوان تجھے بھی ابھی غارت کر دے گا۔ چلو جلدی چلو ورنہ۔" اس نے مجھے اتنی زور سے دھکا دیا کہ میں لانچ کے قریب پانی میں آ گری۔
لانچ کے قریب کھڑے دونوں آدمیوں نے مجھے آہستہ سے اُٹھایا اور پھر اتنی تیزی سے اُٹھا کر مجھے لانچ پر پھینک دیا کہ میں سوچ بھی نہ سکی۔ لانچ پر گری تو گھٹنوں اور کہنیوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ مجھے احساس ہو گیا کہ وہ بے پناہ درندہ صفت ہیں اور اگر میں کوئی بھی حرکت کروں گی تو درحقیقت وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کر ڈالیں گے چنانچہ میں نے سنبھل کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ ونود کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتی تھی ونود کو بھی لانچ ہی میں پہنچا دیا گیا اسے پھینکا نہیں گیا تھا۔ جیسے ہی ونود لانچ میں آیا میں اس کا سر اپنی آغوش میں لے کر بیٹھ گئی اور سر کے زخم کو دیکھنے لگی۔ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ زخم کتنا گہرا ہے۔ البتہ خون خاصا بہا تھا اور ونود کی قمیض کا پچھلا حصہ بالکل سرخ ہو گیا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ونود کی یہ کیفیت دیکھ کر میں لرز گئی تھی۔ بہرطور میں نے ایک رومال [illegible] اس کے زخم پر [illegible] لانچ کی رسی کھول دی گئی تھی اور اسٹیئرنگ اس شخص نے سنبھالا تھا جو ان تمام ہنگاموں کا باعث بنا تھا۔ باقی لوگ ساحل پر ہی رہ گئے تھے۔ اس نے لانچ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ اپنی کامیابی پر نازاں معلوم ہوتا تھا لیکن اس کا چہرہ شناخت میں نہیں آ سکا تھا جبکہ آواز جانی پہچانی تھی۔ میں ونود کے لیے فکرمند تھی اور اسے بار بار تھپتھپا کر ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن وہ ہوش میں نہیں آیا۔ میں نے اس کا سر سینے سے لگا رکھا تھا اور اس کی گردن وغیرہ پر اور رخسار پر آنے والے خون کو صاف کر رہی تھی۔ ونود کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ موٹر لانچ سمندر کے سینے پر پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی کسی نامعلوم منزل کی جانب جا رہی تھی اور اسٹیئرنگ پر بیٹھا ہوا شخص اپنی کامیابی پر خوش نظر آتا تھا۔ لیکن وہ مستعد بھی تھا اور میری ہر حرکت پر پوری توجہ دے رہا تھا میں جانتی تھی کہ اگر میری طرف سے جنبش بھی ہوئی تو وہ قریب ہی رکھا ہوا ریوالور اُٹھا کر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ میں

[illegible]وہ دیکھتی رہی اور دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ میں نے ایک ہاتھ سے آنسو پونچھے اور پھر اس عجیب و غریب گرفتاری کے بارے میں سوچنے لگی۔ اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال سا چمکا میں شدتِ وحشت سے اُچھل پڑی۔ کیا یہ ممکن ہے ممکن ہے؟ سنیل میرے ذہن میں آیا تھا۔ یہ دوسرا موقع تھا سنیل ونود کو لے کر اپنے ساتھ گیا تھا اور پھر اسے کھو بیٹھا تھا اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ سادھو تھا نیلما ان میں سنیل اور ونود ساتھ تھے اور پھر ونود تنہا رہ گیا تھا اور سنیل غائب ہو گیا اس بار بھی سنیل کی موجودگی میں ونود کو آسانی سے زخمی کر دیا گیا اور سنیل کو پتا بھی نہ چل سکا۔ کیا درحقیقت سنیل کو ونود کی گمشدگی کا پتا نہیں چل سکا یا پھر جان بوجھ کر سب کچھ کیا گیا ہے۔ سنیل کے سلسلے میں میرا ذہن کبھی پہلے صاف نہیں تھا۔ لیکن اب نجانے کیوں مجھے یقین ہو گیا کہ سنیل ہمیں دھوکا دیے جا رہا ہے یقیناً وہ کسی خاص مقصد کے تحت میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ مانا پربت۔ لاش۔ لاش۔ مانا پربت۔ میرا سر گھومنے لگا۔ مجھے قطعی احساس نہیں ہو سکا تھا کہ اس غور و خوض کے دوران اسٹیئرنگ پر بیٹھا خوفناک آدمی بڑے انہماک سے میرا جائزہ لے رہا ہے وہ میری [illegible] کیفیت کا پتا چلانا چاہتا تھا۔ میری اس سے نگاہیں ملیں اور وہ مسکرا دیا۔
"تمہاری یادداشت بہت کمزور معلوم ہوتی ہے لڑکی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتی رہی۔
"کیا تمہیں یاد ہو میری تم سے ملاقات لندن میں ہو چکی ہے۔"
اور دوسرے لمحے مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس شخص کی آواز مجھے جانی پہچانی کیوں لگ رہی تھی۔ یہ وہی آدمی تھا جس نے مجھے اس وقت اغوا کرنے کی کوشش کی تھی جب میں سنیل سے ملنے اس کے ہوٹل جا رہی تھی۔
"تم۔ تم میں پوچھتی ہوں تم لوگ کون ہو اور کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہو؟ کیا چاہتے ہو مجھ سے؟"
وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں شیطانیت کے اثرات نظر آ رہے تھے۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ تاہم میں نے یہی سوچا کہ اس شخص کو باتوں میں لگا کر معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ ممکن ہے کوئی بات معلوم ہو جائے۔ چنانچہ میں نے عاجزی سے کہا "کیا تم مجھے یہ بھی بتانا ناپسند نہیں کرو گے کہ اس وقت تم مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟"
"چلتی رہو وقت تمہیں خود بتا دے گا کہ تم کہاں جا رہی ہو۔"
"کیا تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے کہ میری تلاش شروع ہو جائے گی؟"
"مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو میں تمہیں جہاں لیے جا رہا ہوں وہاں آسانی سے کوئی تم تک نہیں پہنچ سکتا۔"
"لیکن تمہارا مقصد کیا ہے؟"
"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم لوگ کیا چاہتے ہیں؟"
"کاش میں جان سکتی۔"
"نہیں لڑکی تم اچھی طرح جانتی ہو۔ تم بے حد چالاک ہو میں تمہارے ساتھی کا جائزہ بھی لے چکا ہوں۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے وہ تمہاری اصلیت سے ناواقف ہے۔"
"کون ساتھی؟"
"وہی جو اس وقت قلعے میں تمہارے ساتھ تھا۔"
"سنیل؟"
"پتا نہیں کیا نام ہے اس کا۔"
"لیکن افسوس میں خود بھی یہ بات نہیں جانتی کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"
"ہیرے۔" اس شخص نے میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا کر کہا۔ اور میں نے دونوں آنکھیں بند کر لیں پھر گردن ہلا کر بولی۔
"کاش میں تمہیں اس حقیقت کا یقین دلا سکتی کہ نہ تو ہیرے کہاں سے آئی تھی اور نہ ہی وہ بعد میں میرے پاس رہے۔ وہ جس طرح میرے ہاتھ سے نکل گئے اس کا علم

تم لوگوں کو ہو چکا ہے۔"

"اور افسوس ہم تمہاری اس بات پر یقین کرنے پر تیار نہیں ہیں اور اب تمہاری زبان کھلوانے کے لیے کچھ اور طریقہ کار اختیار کیے جائیں گے۔ تم آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہو لندن سے ڈنمارک تک کا سفر تمہاری وجہ سے کیا گیا ہے اور تم نہیں جانتیں کہ وہ ہمارے لیے کس قدر حیثیت کے حامل ہیں یا ہیرے ہمارے ہاتھ لگنے ہی چاہئیں مس بھارتی ورنہ اس کے نتیجے میں انہیں جو کچھ برداشت کرنا پڑے گا وہ تمہارے لیے ناقابلِ تصور ہو سکتا ہے۔"

"لیکن ہیرے میرے پاس نہیں ہیں۔"

"یہ بات کسی قیمت پر نہیں مانی جا سکتی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس لڑکے کی موت تمہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دے۔" اس کے لہجے میں انتہائی درندگی اور سفاکی تھی۔

میں نے ایک بار پھر ولنود کو اپنے سینے سے لپٹا لیا اور میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"خدا کے لیے اس کی زندگی کے دشمن کیوں ہو گئے ہو تم نے بڑی درندگی سے اسے زخمی کر دیا ہے۔ اس سے ان واقعات کا کیا تعلق؟ اگر تم میرے بارے میں جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ یہ میری ذمہ داری ہے۔"

اس شخص کے ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم پھیل گیا۔ موٹر لانچ اسی رفتار سے چل رہی تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لانچیں آتی جاتی نظر آ جاتی تھیں پھر موٹر لانچ ایک ایسی جگہ سے گزرنے لگی جس کے داہنی سمت ساحل تھا اور ساحل پر گھنا جنگل سر اٹھائے کھڑا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی جنگل ہی جنگل تھا۔ اس شخص نے موٹر لانچ کا رُخ اس ساحل کی طرف نہیں کیا تھا البتہ رفتار خاصی سست کر دی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم سے ذاتی طور پر بھی کچھ گفتگو کی جا سکتی ہے مس بھارتی اگر تم ہیرے میرے حوالے کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو میں تمہیں ان کے عوض پچاس ہزار ڈالر دے سکتا ہوں۔ میرے پاس اس سے زیادہ رقم نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ہیرے خاموشی سے تمہیں میرے حوالے کرنے ہوں گے اور جن لوگوں کے درمیان تم جا رہی ہو ان پر یہ ظاہر کرنا ہو گا کہ تم ہیروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہو گا جب تم ہیرے میرے حوالے کر دو گی۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں، میں اس وقت بھی ہیرے

میں کہا اور اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

چند لمحات وہ اسی مکروہ انداز میں مسکراتا رہا پھر وہ بولا۔

"دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تم مجھے ہیروں کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔ وہ کہاں پوشیدہ کیے ہیں تم نے اور کس کی تحویل میں ہیں۔ میں تمہیں ان لوگوں سے بچا سکتا ہوں۔ عارضی طور پر تمہیں وہاں تحفظ ملے گا اور کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا کیونکہ میں ان سے وعدہ کر لوں گا کہ ہیرے میرے علم میں آ چکے ہیں اور میں انہیں لینے جا رہا ہوں۔"

میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گئی۔ اس وقت اگر جھوٹ بولوں تو شاید کچھ ہو سکے لیکن کیا کہتی اور کس طرح کہتی بہر طور چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"مجھے اس کے لیے کچھ وقت دو۔ میں اس بچے کی طرف سے پریشان ہوں۔"

"احمق ہو تم بھلا یہ بھی کوئی وقت مانگنے کی بات ہے؟ پہلے تم یہ کام کر دو جو میں کہہ رہا ہوں اور اس کے بعد تمہیں وہ ترکیب بتاؤں گا جس سے تم محفوظ رہو گی۔"

میں نے ولنود کو پنچ پر لٹا دیا اور خود دونوں ہاتھوں سے پیشانی پکڑ کر بیٹھ گئی۔ موٹر لانچ ڈرائیو کرنے والا میری ہی جانب دیکھ رہا تھا لیکن مجھے خود توقع نہیں تھی کہ ولنود اتنی چالاکی سے کوئی حرکت کرے گا۔ پیچھے ایک بڑا سا تختہ ولنود کے نزدیک ہی پڑا ہوا تھا۔ میرے خیال میں وہ بے ہوش تھا لیکن میں اس وقت چونکی جب ولنود نے وہ تختہ اٹھا کر پوری قوت سے اس شخص پر دے مارا۔ وہ چونکہ ولنود کی جانب متوجہ نہیں تھا اور اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بے ہوش لڑکا کوئی ایسی حرکت کر سکے گا۔ چنانچہ ایک لمحے کے لیے وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس کی پیشانی کا اگلا حصہ پھٹ گیا تھا اور خون بہہ کر اس کے چہرے پر آنے لگا تھا۔ ولنود نے تختہ پھر سنبھالا اور اس پر دوسرا وار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس بار وہ جھکائی دے کر وار بچا گیا تھا۔ موٹر لانچ بری طرح لڑکھڑائی اور اس کا رُخ ساحل کی جانب ہو گیا۔ میں ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ ولنود ایک زخمی درندے کی مانند تیور بدلے کھڑا ہوا تھا اور وہ شخص خون خوار نگاہوں سے ولنود کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے پستول اٹھایا اور اس کا رُخ ولنود کی طرف کر دیا۔ لیکن ایسے موقع پر میں ولنود کو خطرے میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے چیخ کر اس پر حملہ کیا اور اپنی جوتی کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر ماری۔ غالباً وہ مجھ پر فائر نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ زخمی ہونے

...تھا اس نے دو تین بری فائر جھونک دیا تھا۔ وقفہ گولی ...ت گیا اور گولی اس کے سر پر سے نکل گئی۔ لیکن اس کے ...ساتھ ہی ولنود نے دوبارہ تختہ پھینک کر اس شخص پر ...اور یہ ہماری خوش بختی تھی کہ پستول اس کے ہاتھ سے ...نیچے جا گرا۔ موٹر لانچ کا رُخ ساحل کی جانب ہو گیا تھا اور ...رفتاری سے ساحل کی جانب دوڑی چلی جا رہی تھی جبکہ ...لانچ میں زبردست کشمکش ہو رہی تھی۔ ولنود اپنی پھرتی ...کام لے کر اسے چکر دے رہا تھا اور وہ اس چھوٹی سی لانچ ...میں ابھی تک ولنود کو پکڑنے کی کوشش میں ناکام تھا جبکہ ...ایک گوشے میں سمٹ گئی تھی۔ موٹر لانچ لڑکھڑا رہی تھی۔ ...اگر یہ جدوجہد زیادہ شدت اختیار کر جاتی تو موٹر لانچ ...الٹ بھی سکتی تھی۔ پھر دفعتاً ہی ایک خوفناک جھٹکا لگا۔ موٹر ...تیزی سے دوڑتی ہوئی ریت پر چڑھ گئی تھی۔ ہم تینوں ...فضا میں اچھلتے ہوئے ریت پر جا گرے۔ ریت کے بجائے ...پتھریلی زمین ہوتی تو شاید ہم تینوں کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ تمام ...لمبی چھلانگ کے بعد ریت پر گرنے سے میرا سر چکرا گیا ...چند لمحات کے لیے میں سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہو گئی ...شخص بھی بری طرح سے ریت پر گرا تھا لیکن حیرت ناک ...بات یہ کہ ولنود نے جھٹکے وزن کی وجہ سے یا پھر بچکانہ پھرتی ...سے۔ ولنود کو کوئی نقصان نہ پہنچا جو میری اور اس شخص کی ...حالت تھی۔ ولنود پھرتی سے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے اِدھر ...اُدھر دیکھا اور پھر میرے قریب پہنچ گیا۔

"دیدی آپ ٹھیک تو ہیں؟"

"ہاں ولنود میرا سر چکرا رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ...اسی وقت ولنود پلٹ پڑا۔

ہمیں گرفتار کرنے والا اپنے آپ کو سنبھال کر اٹھنے کی کوشش ...کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ولنود کے چہرے پر سختی کے آثار ابھر آئے ...اور وہ مجھے چھوڑ کر ایک سمت ہٹ گیا۔ وہ شخص اپنے چہرے ...سے ہوئے ریت جھاڑتا ہوا ہماری طرف دیکھ رہا تھا اور پھر ...اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ وہ ولنود کو جان سے ...مارنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اگر پستول اس کے پاس ہوتا تو ...یقیناً وہ ولنود پر لگاتار فائر کرنے سے گریز نہ کرتا لیکن پستول ...لانچ ہی میں کہیں گر پڑا تھا۔ ولنود سنبھل گیا۔ میں متوحش انداز ...میں کھڑی ہو گئی تھی اور ولنود اس طرح اس کے سامنے تھا جیسے ...اس سے باقاعدہ مقابلہ کرنا چاہتا ہو۔

...ہو کتے کے بچے میں تجھے اس ریت میں دفن کر دوں گا۔"

اس نے کہا اور ولنود پر جھپٹا مارا۔

لیکن پھرتی میں وہ ولنود کا مقابلہ نہیں کر سکا تھا ولنود اسے جھکائی دے کر ایک سمت نکل گیا۔ اس وقت تو ولنود کمال کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ زخمی تھا۔ لیکن جس طرح اس نے لانچ میں حالات کا پانسہ پلٹ دیا تھا وہ معمولی بات نہیں تھی وہ شخص جیسے ہی ولنود کے قریب پہنچا دفعتاً ولنود زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ ولنود کیا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے جھک کر ولنود کے شانے پکڑنا چاہے لیکن ولنود کے دونوں ہاتھ ریت میں گڑے ہوئے تھے اور پھر ریت کا ایک بڑا غبار فضا میں بلند ہوا اور اس شخص کی آنکھوں میں ریت جھونک دی گئی۔ اس شخص کی دلخراش چیخیں نکل گئیں۔ ولنود نے اس پر بس نہیں کیا اچھل کر فلائنگ کک اس کے سینے پر لگائی اور وہ شخص بری طرح الٹ کر نیچے جا گرا۔ ولنود اس کے اوپر سوار ہو گیا اور اس کی گردن پکڑ کر اسے ریت میں رگڑنے لگا۔ میں تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ولنود اس وقت درحقیقت ایک جوان شخص ہی کی حیثیت سے میری معاونت کر رہا تھا۔ اس شخص کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن ولنود اس کی گردن نہیں چھوڑ رہا تھا تا آنکہ وہ مر گیا یا بیہوش ہو گیا۔ لیکن اب اس کے ہاتھ پاؤں ساکت ہو گئے تھے۔ ولنود نے ایک ٹھوکر اس کے سینے پر ماری اور وہ سیدھا ہو گیا۔ اس کے پورے چہرے پر ریت ہی ریت تھی۔ منہ میں ریت بھری ہوئی تھی۔ ناک کے نتھنوں، کانوں اور آنکھوں پر بھی خاصی ریت جمع تھی۔ میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ میں ششدر رہ گئی۔ میں بولی۔

"ک۔ کیا ہو گیا؟"

"پتا نہیں دیدی مر گیا ہو تو اچھی بات ہے۔" ولنود نے کہا۔

"چلو ولنود یہاں سے بھاگ چلیں۔"

"چلو دیدی مگر کیا تم لانچ اسٹیئر کر سکتی ہو؟"

"نہیں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تو پھر ہم کیا کریں، کیسے بھاگیں یہاں سے؟ کوشش کرتے ہیں۔ آؤ دیدی کوشش کرتے ہیں۔" ولنود بولا اور اچھل کر واپس لانچ پر چڑھ گیا۔

لانچ کا اگلا حصہ آدھے سے زیادہ ریت پر چڑھا ہوا تھا چنانچہ اس کا واپس سمندر میں جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ولنود نے انجن اسٹارٹ کر کے دیکھا۔ انجن اسٹارٹ ہو گیا لیکن باقی سب کچھ بیکار تھا۔ لانچ پانی میں تو تھی نہیں کہ وہ

اُلٹی سیدھی پانی میں روانہ ہو جاتی۔ کافی دیر تک ولنود یہ کوشش کرتا رہا۔ اس دوران وہ شخص ساکت و جامد پڑا رہا تھا۔ دفعتاً ہی ولنود کو اس کا پستول نظر آ گیا اور اس نے پستول اٹھا کر اپنے لباس میں ٹھونس لیا۔

"اس کا کیا کرو گے ؟"

"دُشوں۔ دُشوں۔ جہاں بھی ضرورت پڑی دُشوں دُشوں"

ولنود نے منہ سے آوازیں نکالتے ہوئے کہا۔ اور میں مسکرا اٹھی۔

"تمہارا زخم کیسا ہے ؟"

"ہلکا ہلکا دُکھ رہا ہے مگر تم نہیں مزا آ رہا ہے دیدی۔ بھگوان کی سوگند مزا آ رہا ہے۔"

"یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرو ولنود پتا نہیں یہ کون سی جگہ ہے۔"

"جو کوئی بھی ہے دیدی کہیں نہ کہیں تو ہمیں پناہ مل ہی جائے گی۔ آؤ اب اس لانچ سے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ چلتے ہیں۔" ولنود نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اس کی آواز میں خوف کا کوئی شائبہ نہیں تھا اور اس بات نے مجھے بھی بہت ڈھارس دی۔ جب ولنود جیسا معصوم بچہ اتنا پُرسکون ہے تو میں جس خدشے کا اظہار کر رہی ہوں وہ میرے لیے شرمناک ہے۔ میں اور ولنود تیز رفتاری سے چل پڑے۔ ہمیں خوف تھا کہ کہیں وہ شخص ہوش میں نہ آ جائے اور ہمارا پیچھا نہ کرے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے میں مجرمانہ ذہنیت نہیں رکھتی تھی ورنہ درحقیقت اس وقت اس شخص کا خاتمہ ضروری تھا جو ہماری جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ میں نے نہ صرف ولنود کو زخمی کرا دیا تھا بلکہ مجھے بھی موت و زندگی کی کشمکش سے دوچار کر دیا تھا۔ اب اس بات کا اندازہ تو ہو چکا تھا مجھے کہ یہ سب ہیروں ہی کا چکر ہے۔ بجلنے منحوس راکیش کہاں سے آمرا تھا اس وقت جب میں اس فلائٹ سے آ رہی تھی۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو زندگی کے یہ پُرسکون لمحات کتنے خوش گوار گزرتے۔ ہم جنگلوں میں داخل ہو گئے یہ جنگل کافی گھنے تھے اور مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ نہ جانے یہ کون سا حصہ ہے اور نہ جانے ان جنگلوں میں آگے بڑھ کر ہم کہاں پہنچ جائیں بہرطور اب اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار بھی تو نہیں تھا۔ سامنے سمندر تھا یا پھر یہ کنارہ۔ ہو سکتا ہے یہ ساحل ہمیں کسی ایسی جگہ پہنچا دے جہاں سے شہری آبادی میں داخلہ ممکن ہو۔ میں اور ولنود چلتے رہے اور پھر اس کے بعد ہم کافی دور نکل آئے جنگل میں ابھی روشنی تھی۔ رات نہیں ہوئی تھی لیکن مجھے یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ اگر ہمیں جلد ہی باہر کی دنیا تک پہنچنا نصیب نہ ہوا تو کیا ان جنگلوں میں ہم ثابت و سالم رہ سکتے ہیں۔ میں نے ولنود پر اس خدشہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ حالانکہ یہ خدشہ بار بار میرے ذہن میں سر اُبھار رہا تھا۔ ولنود مست انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ایک بار اس کی طرف دیکھا اور پھر یہ سوچ کر ایک عجیب سے احساس کا شکار ہو گئی کہ بچپن بھی کتنا بے خوف ہوتا ہے۔ ولنود کی بے خوفی بلاشبہ قابلِ دید تھی اسے جیسے کوئی پرواہ ہی نہیں تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سیاحت پر آیا ہو۔ جنگل کا یہ سلسلہ کافی وسیع و عریض تھا اور پھر جب اس کا اختتام ہوا تو یہ دیکھ کر ہم حیران رہ گئے کہ وہاں کوئی آبادی وغیرہ نہیں ہے بلکہ اب ایک چٹانی سلسلہ جس میں جگہ جگہ گھاس اُگی ہوئی تھی تا حدِ نگاہ پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس چٹانی سلسلے میں سخت پتھریلے ٹیلے اُبھرے ہوئے تھے اور پس منظر میں بھورے رنگ کے مٹیالے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ میں نے ہولتے ہوئے دل کے ساتھ ولنود کو دیکھا۔ ولنود بھی چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہا تھا۔

"دیدی کیا عمدہ جگہ ہے اپنے علم شلاکو دیکھی ہے ؟"

"نہیں۔" میں نے بے بسی سے گردن ہلائی۔

"میں نے دیکھی تھی۔ پہاڑوں کا رسیا پہاڑوں میں زندگی گزارنے والا شلاکو ایسے ہی بھورے پہاڑوں میں ہمیشہ گھومتا رہتا تھا۔ دیدی شاید تم ڈر رہی ہو۔"

"تمہیں ڈر نہیں لگ رہا ؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں شلاکو سے کم نہیں ہوں۔"

ولنود نے جواب دیا اور پھر بولا "یہاں رُکنا بے کار ہے اگر اس کمبخت کو ہوش آ گیا اور وہ ہمارے پیچھے چل پڑا تو جلد ہی وہ یہاں پہنچ جائے گا اگر ہم ان پہاڑی ٹیلوں کے بیچ میں پہنچ جائیں تو پھر ہم کم از کم اس کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ویسے بھی ہم اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑ آئے۔"

ولنود کی اس بات پر میں نے بھی اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد ہم تیز رفتاری سے چل پڑے۔ شام کی تاریکیاں آہستہ آہستہ جھکتی آ رہی تھیں اور وہی خوف دامن گیر ہو گیا جس کا مجھے پہلے سے احساس تھا۔ یعنی رات ہمیں اسی ویرانے میں گزارنی ہوگی اور اگر کل

کی روشنی بھی ہمیں آبادیوں تک نہ لے جا سکی تو اس کے [illegible]یا ہوگا۔ کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا اور ویسے بُری طرح تھکن ہو گئی تھی۔ گرتے پڑتے ہم لوگ ایک ٹیلے پر پہنچ گئے۔ پہاڑی ٹیلہ اچھا خاصا سرسبز تھا۔ اور اس میں جھاڑیاں سی اُگی ہوئی تھیں جگہ جگہ جنگلی پھول بھی نظر آ رہے تھے۔ ولنود نے ایک جگہ پسند کی اور کہنے لگا۔

"دیدی میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں سکون سے آرام کرنا چاہیے۔"

"رات ہو رہی ہے ولنود۔"

"ہونے دیں دیدی۔ کم از کم یہ جگہ تو اچھی ہے اگر ہم کسی ایسی جگہ جا نکلے جہاں رات کو بھی خوف ہوا تو پھر کیا کریں گے"

ولنود کی یہ بات بھی دل کو لگتی تھی۔

چار و ناچار صبر کر کے میں بھی اسی جگہ لمبی لمبی لیٹ گئی جہاں ولنود لیٹا ہوا تھا۔ خاصی ہموار اور بہتر جگہ تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی زمین تھی اور اطراف میں گھاس کی خوشبو بکھری ہوئی تھی۔ میں بے بسی سے اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انڈین ایئرلائنز کے طیارے کی مسافر اس کوشش اپنی زندگی کے بدترین لمحات سے دوچار ہوگی۔ قابلِ تحسین تھا ولنود جس کے چہرے پر ابھی تک خوف کا [illegible] ایک [illegible] بھی ہوتی لیکن اس پر غور کرنا بے کار تھا کیونکہ وہ بچہ تھا۔ تمام تر کارکردگی کے باوجود اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ابھی اس کی ذہنی سطح بہت چھوٹی تھی۔

وہ صورتِ حال کی سنگینی پر غور نہیں کر سکتا تھا اور ہر چیز کو بچکانہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں آنے والے لمحات کے بارے میں غور کر رہی تھی۔ خطرہ ہی خطرہ تھا۔ چاروں طرف خطرہ ہی خطرہ۔ رات ابھی پوری نہیں پھیلی تھی اور پہاڑوں میں دھندلاہٹیں نمودار ہو چکی تھیں کہ دفعتاً ہمیں ایک عجیب سا شور سنائی دیا۔ یوں لگا جیسے بہت سے گھوڑے دوڑتے ہوئے اسی سمت آ رہے ہوں۔ میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑ گئیں لیکن ولنود اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"دیدی یہ آوازیں سُن رہی ہو ؟"

"ہاں۔" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں ہیں۔"

"ہاں۔"

"شاید شلاکو۔" ولنود نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہونے لگا۔

"ولنود پتا نہیں کون ہیں۔ ہو سکتا ہے اس شخص کے ساتھی جو ہمیں یہاں تک لایا تھا۔"

"دیکھنا تو پڑے گا دیدی۔ دیکھوں تو سہی ہیں کون ؟"

ولنود نے کہا اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس کے حلق سے قلقاری سی نکلی۔

"جنگلی۔ دیدی جنگلی۔"

میں نے حیرانی سے اس کی صورت دیکھی۔ ڈنمارک کے اس مہذب علاقے میں بھلا جنگلیوں کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے بمشکل تمام میں بھی بلندی پر پہنچ گئی اور اس طرف دیکھنے لگی جدھر ولنود نے اشارہ کیا تھا۔ پندرہ بیس گھڑ سوار ہوں گے۔ شام کی دھندلاہٹوں کے باوجود ان کا حلیہ صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ غالباً چمڑے کے بنے ہوئے لباس پہنے ہوئے تھے جس کے بازو نہیں تھے۔ نچلا بدن بھی لباس سے عاری تھا۔ سر پر دونوں طرف نکلے ہوئے سینگوں والے خود پہنے ہوئے تھے۔ گھوڑوں کی لگامیں دانتوں سے دبائی ہوئی تھیں اور رکابوں پر تقریباً کھڑے ہوئے وہ گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ یہ حیرت ناک منظر میرے لیے بڑا تعجب خیز تھا۔ ولنود بدستور بلندی پر کھڑا دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ میں بھی اس کے قریب ہی جا کھڑی ہوئی۔

"دیدی یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں ؟"

"وائیکنگز۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

ڈنمارک کے ان علاقوں میں زمانہ قدیم میں وائیکنگز لٹیرے رہا کرتے تھے جو بحری قزاق بھی تھے اور خشکی پر بھی لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ ان وائیکنگز لٹیروں کی کہانیاں پُراسرار داستانوں کی حیثیت رکھتی تھیں اور میں نے ان کے بارے میں کافی پڑھا تھا۔ لیکن زمانہ جدید میں ان کا وجود انتہائی حیرت کا باعث تھا۔ ہم دونوں انہیں دیکھتے رہے اور پھر دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ انہوں نے اپنے گھوڑوں کے رُخ تبدیل کر دیے ہیں۔ غالباً انہوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ بدحواسی کا ایک اور احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ جہاں اس ویرانے میں بھلا ہمارا تحفظ کون کر سکتا تھا۔ وائیکنگز اب ہماری ہی جانب آ رہے تھے۔ ان کے گھوڑوں کے پیٹ زمین سے لگے ہوئے تھے اور رفتار بھی

ناقابلِ یقین تھی۔ آن کی آن میں وہ اس ٹیلے کے قریب پہنچ گئے جس پر ہم کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک سے زمین گونج رہی تھی۔ ان میں سے چند کے ہاتھوں میں لمبے لمبے قدیم طرز کے کلہاڑے تھے۔ کچھ نیزے پکڑے ہوئے تھے اور کچھ دوسرے ہتھیار۔ وہ پہاڑی ٹیلے کے گرد وحشیانہ انداز میں گھوڑے دوڑاتے رہے اور میں نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ولندو کی خوشی سے بھری چیخیں نکل رہی تھیں۔ بے وقوف لڑکا اس صورتِ حال سے ناواقف تھا جو چند ہی لمحات کے بعد پیش آنے والی تھی۔ تقریباً تین منٹ تک وہ لوگ اسی طرح گھوڑے سواری کا مظاہرہ کرتے رہے اور ٹیلے کے گرد چکراتے رہے۔ پھر دفعتاً ان میں سے ایک نے اپنی کمر سے بندھی ہوئی ڈوری سے لٹکا ہوا سنکھ کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اسے ہونٹوں سے لگا کر پھونکنے لگا۔ سنکھ کی آواز فضا میں ابھری اور اس کے ساتھ ہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے لوگ رُک گئے۔ میں اب بھی دہشت سے آنکھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ قدیم زمانہ میری نگاہوں میں آ گیا تھا۔ حالانکہ اس دور میں ان تمام چیزوں کا تصور نہیں کیا جاتا۔ لیکن جو کچھ ہو رہا تھا میری نگاہوں کے سامنے ہی ہو رہا تھا۔ پھر گھوڑے سواروں میں سے دو نے چیخ کر غالباً ہم سے کچھ کہا لیکن ان کے الفاظ ہماری سمجھ میں نہیں آ سکے تھے۔ میں نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے اور دہشت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ وہ سب وحشیانہ صورتوں کے مالک تھے۔ عجیب عجیب مالائیں انہوں نے اپنی گردنوں میں پہنی ہوئی تھیں۔ کسی نے پیشانی پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ تقریباً سبھی کے سروں پر سینگوں والے خود تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے گھوڑوں سے نیچے اترے اور کلہاڑے ہاتھوں میں تولتے ہوئے آگے بڑھے۔ اب ولندو کے چہرے پر بھی خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"ڈیڈی یہ۔ یہ۔"

"خاموش رہو اور سنو کوئی حرکت نہ کرنا۔" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں ہمارے قریب آ گئے اور اپنی اسی زبان میں کچھ کہنے لگے۔ میں نے بے بسی کا مظاہرہ کیا۔ جیسے انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں ان کی بات نہیں سمجھی۔ تب ان میں سے ایک نے ہمیں ہاتھ کے اشارے سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔

اب اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم دونوں ان کی ہدایت پر عمل کریں۔ بے بسی کے عالم میں، میں نے ولندو کو نیچے اترنے کے لیے کہا۔ یہ تو میں پہلے ہی اسے سمجھا چکی تھی کہ وہ کوئی حرکت نہیں کرے۔ ورنہ خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ ٹیلے سے نیچے اترنے کے بعد ان دونوں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے کچھ کہا۔ اور پھر ایک گھوڑے کی پشت خالی کر دی گئی۔ دو سوار ایک گھوڑے پر بیٹھ گئے تھے۔ یہ گھوڑا یقیناً میرے اور ولندو کے لیے خالی کیا گیا تھا۔ مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کا اشارہ کیا گیا اور میں بے بسی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن یہاں ہمارا مددگار کون ہو سکتا تھا چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ ولندو کو میں نے اپنے آگے بٹھا لیا اور گھوڑے کی لگام میں پکڑ لیں۔ لیکن یہاں سے واپسی میں انہوں نے رفتار زیادہ تیز نہیں رکھی تھی۔ وہ مجھے اور ولندو کو گھیرے میں لیے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور پھر اس وقت تک ہمیں گھوڑے ہی کا سفر کرنا پڑا جب تک کہ رات کی تاریکی چاروں طرف نہ پھیل گئی۔ ہم ایک ٹیلے سے گزرتے ہوئے ایک عجیب و غریب علاقے میں پہنچ گئے جو پہاڑی تھا۔ جس بے ترتیبی سے بکھری ہوئی تھیں اور ان میں ابھری ہوئی چٹانوں میں غاروں کے دہانے نظر آ رہے تھے۔ ان غاروں کے دہانوں پر مشعلوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ عجیب و غریب ماحول تھا۔ ہر طرف [illegible] یہاں گھوڑوں سے اتار لیا گیا اور اس کے بعد ایک بڑے سے غار کے دہانے میں ہم ان کے ساتھ داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول بھی انتہائی وحشت خیز تھا۔ جگہ جگہ وحشت خیز ان کے چہرے اور جگہ جگہ زمین پر جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ پتھر نما طرز کی ٹوٹی ہوئی میزیں جو ناہموار تختوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں ان پر رکھے ہوئے لکڑی کے پیالے۔ کونے گوشوں میں چھپے ہوئے لکڑی کے ڈرم جن میں شراب بھری ہوئی تھی۔ ایک طرف جانوروں کے گوشت بھننے کی خوشبو فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔ کچھ اور افراد بھی یہاں نظر آئے جنہوں نے پہلے ہمیں تعجب اور پھر مسکراتی نگاہوں سے دیکھا۔ ان میں سے کچھ کی لمبی لمبی داڑھیاں تھیں۔ لباس وہی قدیم طرز کے تھے۔ مشعلوں کی روشنی میں وہ بے حد بھیانک نظر آ رہے تھے۔ ہمیں لانے والوں نے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک ایسی جگہ ہم پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹے سے کمرے کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ غار کے اس دہانے پر دروازہ لگایا گیا تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس

لکڑی ہی کی سلاخیں بھی بنا دی گئی تھیں۔ دروازہ کھول کر ہم دونوں کو اندر چلنے کے لیے کہا گیا اور ہم دونوں غار کے اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر کے لکڑی کی ایک چٹخنی لگا دی گئی تھی۔ جس غار میں ہمیں داخل کیا گیا تھا وہ صاف ستھرا تھا۔ زمین پر کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ چند لمحات کے بعد ان میں سے ایک شخص اندر آیا اور اس نے ایک مشعل دیوار پر نصب کر دی۔ مشعل کی روشنی سے ہمارا یہ قید خانہ بھی منور ہو گیا تھا۔ میں اور ولندو سہمی ہوئی نگاہوں سے باہر کا منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگ وحشیانہ قہقہے لگا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ لیکن ابھی تک میں نے ان کے رویوں میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو میرے لیے خوف کا باعث ہوتی۔ وہ اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ کبھی کبھی ان میں سے کوئی ہماری طرف بھی دیکھ لیتا تھا لیکن اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو باعثِ پریشانی ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک طشت میں کسی جانور کا بھنا ہوا گوشت۔ پانی کا ایک برتن غار کے دہانے سے اندر داخل کر دیا گیا۔ یہ غالباً ہماری ضیافت تھی۔ لیکن نہ ولندو گوشت کھاتا تھا اور نہ میں۔ ہمیں اس گوشت سے کراہیت محسوس ہونے لگی۔ البتہ ہم نے ان سے کچھ کہنا بے سود تھا۔ ولندو نے پریشانی سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"ڈیڈی اب کیا ہو گا۔"

"بھگوان ہی جانے ولندو میرے بس کی کوئی بات نہیں رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

ولندو دروازے کے پاس آ کر وہیں بیٹھ گیا تھا اور باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ مشعلیں روشن ہوتی جا رہی تھیں اور اب چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ ان تمام ٹوٹی پھوٹی میزوں کو سجا دیا گیا جو اب تک منتشر پڑی ہوئی تھیں اور اس کے بعد ان پر مزید برتن سجائے جانے لگے۔ شراب مختلف برتنوں میں لا کر رکھ دی گئی اور بہت سارے لوگ اس میز کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ بھنے ہوئے جانور سالم کے سالم ہی رکھ دیے گئے تھے۔ درمیان میں کلہاڑیاں رکھی تھیں اور بڑے عجیب و غریب چہرے والے لوگ بالکل ساکت اور خاموش کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک شخص آگے بڑھا۔ وہ قوی ہیکل بدن کا مالک اور انتہائی وحشت ناک چہرے والا تھا۔ اس نے ایک سالم بکرے کے سامنے کھڑے ہو کر چھرا اٹھایا اور اسے سر سے بلند کر لیا۔ باقی لوگ پتھر کے بتوں کی مانند ساکت کھڑے ہوئے تھے۔ پھر دفعتاً ہی اس شخص کے حلق سے ایک وحشیانہ چیخ ابھری اور اس کے ساتھ ہی اس نے چھرا پوری قوت سے بکرے پر دے مارا۔ چھرا گوشت سے گزر کر لکڑی کی میز میں پیوست ہو گیا اور پھر چاروں طرف سے وحشیانہ چیخیں سنائی دینے لگیں۔ وہ سب کلہاڑوں اور چھروں سے سامنے رکھے ہوئے جانوروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے۔

اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے گوشت پر پل پڑے ساتھ ہی وہ شراب کے برتنوں سے شراب بھی پیتے جا رہے تھے اور یہ شراب ان کے منہ سے بہہ کر ان کے جسموں کو تر کر رہی تھی۔ یہ انتہائی وحشت ناک منظر تھا۔ ولندو بھی بہت متاثر نظر آ رہا تھا اس کے چہرے پر دلچسپی اور وحشت کے آثار نمودار تھے۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ چیختے اور چلاتے رہے۔ پہاڑی غار ان کی وحشت ناک چیخوں سے گونج رہے تھے۔ چیخیں، قہقہے اور وحشت خیزی چاروں طرف اتنا بھیانک ماحول تھا کہ دیکھنے والے کا دل بند ہو جائے۔ میں سینے پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ یہی بہتر تھا کہ ولندو ان سب معاملات کو تفریحی نقطۂ نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اگر وہ زیادہ ہی خوف زدہ ہو جاتا تو میرے لیے مزید پریشانیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ کافی دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا اور اس کے بعد میزیں وغیرہ ٹھوکریں مار کر الٹ دیں۔ وہ لوگ ترنگ میں آ گئے تھے اور اب صورتِ حال زیادہ خوفناک ہو گئی۔ اگر اسی ترنگ میں ان میں سے کسی نے غار کا رخ کر لیا تو کیا ہو گا؟ میں اور ولندو سہمے ہوئے سے بیٹھے رہے لیکن غار کی جانب کوئی نہیں آیا تھا۔ میزیں وغیرہ ہٹا کر جگہ بنا دی گئی اور اس کے بعد دو سیاہ فام عورتیں عجیب و غریب لباس میں ملبوس وہاں پہنچ گئیں۔ ایک انتہائی بے ہنگم ساز بجایا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی لکڑی کے تختوں کی تال بھی دی جانے لگی اور رقاصاؤں نے اس تال پر وحشیانہ رقص شروع کر دیا۔ دبی دبی چیخیں، ہنسی اور وحشت ناک آوازیں رات کو ڈھائی بجے تک فضا میں ابھرتی رہیں اور پھر یہ لوگ وہیں اوندھے ہوتے رہے۔ حد سے زیادہ شراب پی جانے کے باعث وہ نڈھال ہو گئے تھے۔ رقاصائیں بھی تھک کر وہیں دراز ہو گئیں اور بہت دیر کے بعد غار میں خاموشی چھا گئی۔ میں اور ولندو جاگ رہے تھے لیکن غار سے باہر نکلنے کی جرأت ہم دونوں میں سے کسی کی نہیں تھی۔ ہم وہیں بیٹھے رہے۔ نیند کا کیا سوال تھا خوف سے ہماری دماغی رگیں ٹوٹی جا رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی سردی لگ رہی تھی تو ہم دونوں کو [illegible]

موسم اتنا سرد نہیں تھا۔ ولودو بھی اب کچھ بول نہیں رہا تھا وہ خاموش سا ہو گیا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ولودو سو جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں سو جانا چاہیے۔"

"ویدی بھوک لگ رہی ہے۔"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکوڑے۔

میں اس وقت ولودو کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ ہم لوگ اسی طرح بیٹھے رہے اور رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ سر چکرا رہا تھا۔ بھوک اور پیاس سے برا حال ہو چکا تھا۔ دن کی روشنی ہوئی تو وہ لوگ آہستہ آہستہ جلنے لگے اور پھر ان میں سے کسی نے ہماری طرف دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہمارے قریب آ گیا اور گوشت اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ اس نے حیرت سے گوشت کو دیکھا اور پھر دفعتاً ہی واپس پلٹ گیا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ لوگ اندر آ گئے۔ دروازہ کھولا اور ان میں سے ایک نے اندر داخل ہو کر گوشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ گوشت نہیں کھاتے۔ ہمارا تعلق ہندوستان سے ہے۔" میں نے بے بسی کے انداز میں کہا۔

ظاہر ہے وہ لوگ میری زبان کیا سمجھتے بس جو کچھ بھی ان کی سمجھ میں آیا ہو۔ لیکن بہت جلد ہی کچھ سمجھ میں آیا تھا ان میں سے ایک نے گوشت کا برتن اٹھایا اور سب باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ وہ ہمارے سامنے پھل رکھ گئے۔ ایک ٹوکری میں پھل رکھے ہوئے تھے۔ تازہ اور نفیس پھل جن کی بہتات حیرت انگیز تھی۔ لیکن بہرطور میں ان پھلوں کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ ولودو کی کیفیت خراب نظر آ رہی تھی۔ پھلوں کے ساتھ ہی ایک برتن میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ میں نے ولودو سے کہا کہ بے تکلف ہو کر کھاؤ اور ولودو نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کچھ پھل میں نے بھی معدے میں اتارے تب کہیں بدن میں کچھ جان آئی۔ جب ہم سیر ہو گئے تو بدن پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ میں زمین پر لیٹ گئی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پتا نہیں یہ نیند تھی یا بے ہوشی کی کیفیت۔ نہ جانے کب تک یہ کیفیت طاری رہی۔ [illegible] تو مجھ سے کچھ فاصلے پر ولودو بھی بے سدھ انداز میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے باہر کا منظر دیکھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ دروازہ کھلا ہوا ہے جو غار کے دہانے پر تھا اور وہ غار [illegible] جس میں [illegible] ہو رہی تھیں

سامان اسی طرح بکھرا پڑا تھا لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر ولودو کو جھنجھوڑا اور ولودو آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔

"کیا بات ہے ویدی؟" اس نے کہا۔

"اوہ! ولودو اٹھو میرا خیال ہے وہ لوگ یہاں سے چلے گئے۔"

"کون لوگ ویدی؟"

"اوہو! اٹھو تو سہی تم کو ماحول بھی یاد نہیں ہے۔"

"ماحول؟" ولودو نے چاروں طرف دیکھا اور پھر دفعتاً ہی اس کے چہرے پر سنسنی ابھر آئی۔ غالباً اسے یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا کہا ویدی آپ نے وہ لوگ چلے گئے ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور ہمیں چھوڑ گئے۔"

"چھوڑ ہی گئے۔ اٹھو جلدی سے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ واپس آ جائیں۔ یقیناً وہ شکار وغیرہ کھیلنے گئے ہوں گے۔" ولودو مستعد ہو گیا۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر دہانے سے باہر نکل آئی اور پھر ہم لوگ غاروں سے گزرتے ہوئے اس آخری غار کے قریب پہنچ گئے جو یہاں سے جانے کا راستہ تھا۔ ایک بلند چٹان تھی اور اس چٹان میں یہ غار بنا ہوا تھا۔ غالباً ہم راستہ بھول کر اس طرف آئے تھے ورنہ جس راستے سے ہم ساحل پہنچے تھے وہ تو ایک درے سے گزرتا تھا۔ ولودو نے فوراً ہی میرے خیال کی تصدیق کی اور بولا۔

"ویدی یہ وہ جگہ تو نہیں ہے۔ اوہ! دیکھو یہاں جس طرف سمندر ہے۔" اس نے اشارہ کیا۔

سمندر کی لہریں غالباً چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں اور کافی بلندی تک سفید سفید جھاگ اڑ رہے تھے۔ میں تھوڑی سی اور اوپر چڑھی اور میں نے ایک چٹان پر کھڑے ہو کر دیکھا۔ ولودو بھی میرے ساتھ ہی اوپر آ گیا تھا۔ لیکن اوپر کا منظر دیکھ کر ہم دونوں ساکت رہ گئے۔ ساحل کے تھوڑے فاصلے پر وہ تمام وائیکنگز موجود تھے۔ اسکاٹینڈر سے سامان اتار اتار کر ربر کی کشتی کے ذریعے ساحل پر لایا جا رہا تھا۔ یہ سامان اسکاٹینڈر سے سامان اتار اتار کر ربر کی کشتی کے ذریعے ساحل پر لایا جا رہا تھا۔ یہ سامان اسکاٹینڈر سے کشتی میں منتقل کیا جاتا اور

ساحل پر کھڑے لوگ کشتی کنارے پر کھینچ لیتے۔ لیکن اس سامان کو دیکھ کر ایک بار پھر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ بہترین سامان تھا۔ بڑے بڑے کیبن اور خانے بنا لیا گیا۔ ہم ایک جگہ کھڑے اس طرف دیکھتے رہے۔ دفعتاً ہی ولودو نے مجھے مخاطب کیا۔

"ویدی یہ لوگ مصروف ہیں۔ کیوں نہ بھاگ چلیں یہاں سے؟"

میں نے بے بسی کی نگاہوں سے ولودو کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"بھاگ کر جائیں گے بھی کہاں ولودو۔ یہ بتاؤ۔"

"کہیں بھی ویدی کم از کم ان کے چنگل سے تو نکلا جا سکتا ہے۔"

"تم دیکھ رہے ہو یہ تو بہت کم لوگ ہیں۔ باقی لوگ یقیناً آس پاس بکھرے ہوئے ہوں۔ ہم لوگ یہاں سے نہیں نکل سکتے ولودو۔ انتظار کرو۔ ہو سکتا ہے ہمارا یہاں سے بھاگنا ہمارے لیے خطرناک ہو جائے۔" میں نے یہ الفاظ کہے تو تھے لیکن کیا یہ بات قابل حیرت نہیں تھی کہ اس غار کا دہانہ کیوں کھولا گیا تھا جس میں ہم لوگوں کو قید رکھا گیا تھا۔ ابھی ہم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ عقب سے کچھ آوازیں ابھریں اور پھر چار پانچ افراد چٹان کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا پھر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں مسکرائے اور پھر ان میں سے ایک آہستہ سے بولا۔

"ایکسکیوزمی میڈم براہ کرم واپس آ جائیے یہ جگہ خطرناک ہے۔" اسے انگریزی بولتے دیکھ کر میرا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا پھر بند ہو گیا۔ میں نے اس پر حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"آئیے پلیز آئیے۔"

میں اس کے ساتھ واپس پلٹ پڑی۔ باقی چار افراد آگے جا رہے تھے۔ میں نے اب بھی ولودو کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا کہ کہیں ولودو کوئی شرارت نہ کر بیٹھے۔ ویسے مجھے خود بھی تعجب تھا کہ ان لوگوں نے مجھے آزاد کیوں چھوڑا تھا۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ اور اس وقت ان کا انگریزی بولنا۔ دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں۔ ابتک کی تمام صورت حال میرے لیے تعجب خیز تھی اس دور میں وائیکنگز کا تصور ہی عجیب تھا اور اس کے بعد یہ سب کچھ۔ مجھے اسی غار میں واپس لایا گیا۔ لیکن راستے تبدیل کر دیے گئے تھے۔ اور میں ایک سرنگ سے گزر رہی تھی جو سرنگ میں معمولات کے مطابق مشعلیں جل رہی تھیں کیونکہ وہ تاریک تھیں۔ میں نے اس سرنگ میں سے گزرتے ہوئے کچھ اور غار بھی دیکھے۔ یہ بھی باقاعدہ قید خانوں کی شکل میں تھے اور پھر ایک غار کے قریب میرے قدم خود بخود ٹھٹھک گئے۔ دروازے کے ساتھ ایک عورت کھڑی ہوئی تھی جو غالباً قیدی کی حیثیت رکھتی تھی۔ شاید یہ بھی میری طرح کی کوئی عورت تھی۔ لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر میرے ذہن میں ایک دھماکہ ہوا تھا۔ میں اس چہرے کو پہچان گئی تھی اور اگر مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی تھی تو ایڈنا تورسیا تھی۔ ایڈنا تورسیا وہی لڑکی جو پولیس آفیسر بن کر مجھ سے میرے گھر گئی تھی اور بعد میں جارج چیپل کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ اس کا تعلق پولیس سے نہیں تھا۔ ایڈنا تورسیا ان لوگوں کی قید میں۔ یہ یہاں کیسے آ پھنسی؟ لیکن میں نے زیادہ دیر رک کر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ پھر میں اس کمرے میں پہنچ گئی جو غار ہی میں بنایا گیا تھا۔ لیکن عمدہ فرنیچر سے آراستہ اور ضروریات کے سامان سے لیس۔ کمرے میں چند خوش پوش آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ بہار سے پورے سوٹ میں ملبوس۔ ان کے سامنے کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے۔ مجھے لانے والے اندر داخل ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"سوری میڈم آپ براہ کرم آیئے۔ تشریف رکھیے۔ ان لوگوں سے جو حماقت ہوئی ہے میں اس کے لیے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔" اس شخص نے بڑے اخلاق انداز میں کہا۔ اور میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"میں سمجھی نہیں جناب۔"

"براہ کرم آپ بیٹھیے۔ کیا پئیں گی آپ کافی یا ٹھنڈا مشروب؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پاؤں بے جان سے ہو رہے تھے۔ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور ولودو میرے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس شخص نے کہا۔

"جاؤ کافی لاؤ۔"

وائیکنگز باہر نکل گئے۔ میرا سر مسلسل چکرا رہا تھا۔ تب وہی شخص بولا۔

"دراصل ہمارا تعلق فلم انڈسٹری سے ہے۔ ہالی ووڈ کی انڈسٹری کے بارے میں شاید آپ جانتی ہوں۔ یہاں ہم وائیکنگز کی زندگی

یہ ایک فلم سنار ہے جس میں اور یہ پورا فلم یونٹ ہے یہاں کئی دن سے ریہرسل کر رہا ہے۔ ہم نے ان غاروں میں سیٹ لگائے ہیں۔ دا سمگلرز لا الغم یہ خاصی ریسرچ کرنے کے بعد ہم نے اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن ان بے وقوفوں نے ایک مجرمانہ حرکت کی یعنی آپ دونوں کو یہاں لے آئے۔ ہم چند گھنٹے قبل اپنے ہیلی کاپٹر سے یہاں پہنچے ہیں اور یہاں شوٹنگ شروع ہونے والی ہے۔ میڈم کیا ہم آپ کا نام پوچھ سکتے ہیں؟"

"بھارتی۔ میرا تعلق انڈیا سے ہے۔"

"ویری سوری میڈم ویری سوری، آپ کو یہاں ان پاگلوں کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ آپ جو چاہیں انہیں سزا دے سکتے ہیں۔ لیکن ایک سوال اور بھی ہے آپ یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

"بس یونہی سیاحت کرتے ہوئے نکلے تھے۔ ہماری بوٹ تباہ ہو گئی۔"

"اوہ! ایسا ہی میرا اندازہ تھا۔ ویسے ان لوگوں نے جو شرارت آپ کے ساتھ کی ہے اس کا آپ کو ہر قسم کا معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ انہیں معاف کرنا چاہیں تو یہ آپ کی بلند ظرفی ہو گی۔ ورنہ میں نے انہیں کافی سخت سست کہا ہے۔"

"آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"جو آپ پسند کریں۔ آپ کو عزت و احترام کے ساتھ کوپن ہیگن پہنچا دیا جائے گا۔ یا اگر آپ یہاں سے کہیں بھی جانا چاہیں تو جیسا آپ پسند کریں۔"

"کیا یہ جگہ کوپن ہیگن سے دور ہے؟"

"نہیں کوپن ہیگن کا ہی علاقہ ہے۔ لیکن ذرا عام راستے سے ہٹ کر۔ یہ ایک ویران ساحل ہے اور حقیقتاً سمگلرز یہاں کسی زمانے میں سمگلرز گروہ انہی غاروں میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے انہیں اصل شکل دے کر یہاں شوٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہرطور ہم آپ سے انتہائی معذرت خواہ ہیں اور آپ کو ہرجانہ دینے کے لیے تیار ہیں۔"

اتنی دیر میں کافی آ گئی۔ ایک سمگلر ہی نے کافی ہمارے سامنے رکھی تھی۔ کافی کی شدت سے طلب محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں تکلف نہ کیا۔ وہ لوگ کافی مخلصانہ انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ براہ کرم ہمیں بتائیے کہ ہم کیا کریں۔ کیا آپ کے ساتھ ..."

"بہت بہت شکریہ، آپ مجھے واپس کوپن ہیگن پہنچا دیں۔"

"اس کا انتظام فوراً ہی کر دیا جائے گا۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔" اس شخص نے کہا اور اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے آدمی سے بولا۔ "جاؤ بوٹ تیار کرو۔ میڈم کو پورے احترام کے ساتھ بندرگاہ تک پہنچا دو۔"

وہ شخص اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ میں خاموشی سے کافی پیتی رہی۔ تب اس نے کہا۔

"اگر آپ شوٹنگ دیکھنا چاہیں تو اور ایک آدھ دن رک جائیے۔ بچہ بھی آپ کے ساتھ ہے۔ اسے خوشی ہو گی۔"

"نہیں پلیز۔ میں جانا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ایک آدھ گھنٹے کے اندر اندر تمام انتظامات کر دیے جائیں گے اور یہاں ان لوگوں پر آپ نے کوئی جرمانہ عائد نہیں کیا۔"

"نہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے کہا۔

تقریباً پچیس منٹ کے بعد وہ شخص اندر آیا اور بولا۔

"لانچ کا بندوبست ہو گیا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ میڈم بھارتی۔ آپ کو جو تکلیف ہوئی۔ اس کے لیے میں ایک بار پھر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔" اس نے میری جانب مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے مجبوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ پھر میں ان لوگوں کے ساتھ نکل کر غاروں سے باہر آ گئی تھی۔ ونو بالکل خاموش تھا۔ باہر نکلتے ہوئے میں نے ایک شکل اور دیکھی اور میرے قدم ایک لمحے کے لیے لڑکھڑا گئے لیکن میں نے اس سے چشم پوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو مجھے اور ونو کو اغوا کر کے لانچ کے ذریعے لے کر چلا تھا اور جسے ونو نے زخمی کر دیا تھا۔ اس وقت بھی اس کا چہرہ بگڑا بگڑا نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک غار سے نکل کر دوسرے غار میں داخل ہو رہا تھا اور اس دوران میں نے اس کی صورت دیکھ لی تھی۔ اس وقت سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں سلب ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اس کی یہاں موجودگی پر غور نہ کر سکی۔ یہ یقین کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا کہ مجھے درحقیقت یہاں سے آزادی مل رہی ہے یا یہ بھی ان لوگوں کی کوئی چال ہے۔ یہ تن کر شش رہ گئی تھی کہ وہ سب سمگلرز نہیں تھے بلکہ عام لوگ تھے اور کسی فلم کی تیاری ہو رہی ہے۔ ان لوگوں نے جس مجرمانہ انداز میں مجھے قید کیا تھا اس کے پیچھے انہیں جوابدہی کا کوئی ...

میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی اور انہوں نے غلطاً اس پر یقین بھی کر لیا تھا کہ میں اُن کے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔ مجھے اور ونو کو ساحل تک لے آیا گیا۔ یہ ساحل بھی وہ نہیں تھا جہاں سے میں اس جگہ داخل ہوئی تھی۔ ساحل پر ایک بڑی لانچ موجود تھی اور اس لانچ پر ساز و سامان کا ہو سکتا ہے پروگرام بنا رہا تھا۔ بہرطور ہو سکتا ہے ان کا کہنا درست ہی ہو۔ مجھے لانچ پر پہنچا دیا گیا اور لانچ مجھے لے کر چل پڑی۔ ونو اطمینان سے میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کسی معاملے میں بہت زیادہ پریشان نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں اور میرا ذہن ان ہی لوگوں میں معلق تھا۔ میں کسی بھی طور پر یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ میری رہائی عمل میں آ گئی ہے۔ یقین اس وقت آیا جب لانچ بندرگاہ سے جا لگی اور ان لوگوں میں سے ایک نے کہا۔

"بے حد شکریہ میڈم براہ کرم آپ اوپر تشریف لے جائیے۔ کیا ہم آپ کے لیے کچھ اور انتظامات کریں؟"

"نہیں۔ میں چلی جاؤں گی۔" میں نے لکڑی کی سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد میں اور ونو تیز رفتاری سے چل پڑے۔

ہم بندرگاہ کے علاقے ہی سے باہر نکل آئے تھے۔ باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ونو کے ساتھ اس میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑی۔ اب مجھے یقین آ رہا تھا کہ ان خوفناک ہنگاموں سے نجات مل چکی ہے۔ ہوٹل پہنچے اور میں اور ونو تھکے تھکے انداز میں مسہری پر گر پڑے۔ ونو نے کہا۔

"ویدی اگر آپ اجازت دیں تو میں نہا لوں؟"

"جاؤ پھر میں بھی نہاؤں گی۔" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا اور ونو باتھ روم میں داخل ہو گیا۔

میں آنکھیں بند کر کے گزرے ہوئے واقعات پر غور کر رہی تھی۔ اس شخص کا وہاں پایا جانا جسے ہم نے زخمی کیا تھا، یہ بات ثابت کرتا تھا کہ خواہ وہ فلم کمپنی کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں لیکن اسمگلروں سے ان کا یقینی طور پر تعلق تھا بلکہ ہو سکتا ہے فلم کمپنی اور شوٹنگ کی آڑ میں وہاں اسمگلنگ ہی کی جاتی ہو۔ اس کے علاوہ مجھے چھوڑ دینے کا مطلب بھی میری سمجھ میں آ رہا تھا اگر ایڈنا اور سیا مجھے اس غار میں نظر نہ آئی تو حقیقت حال قطعی طور پر میری سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے ایڈنا اور سیا ان کے ہاتھ لگ گئی ہو اور ہیروں کا مسئلہ حل ہو گیا ہو۔ اس مسئلے کے حل ہونے کے بعد انہیں اس بات کا احساس ہوا ہو کہ اب

چنانچہ انہوں نے مجھے ایک بیکار شے سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔ بہرطور یہ ان کی شرافت تھی کہ انہوں نے اپنے راز دار کو چھوڑ دیا تھا جب کہ کسی کے سامنے بھی ان کا نام لینا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن انہوں نے مجھ پر اعتبار کر کے واقعی احسان کر ڈالا تھا اور اگر وہ مجھے وہیں ہلاک کر دیتے تو بھلا میں ان کا کیا بگاڑ لیتی؟ جان بچ جانے پر میں نے بھگوان کا بہت بہت شکر ادا کیا تھا۔ ونو نکلا تو میں خود بھی غسل خانے میں داخل ہو گئی اور پھر ہم دونوں نے باہر آنے کے بعد عمدہ قسم کا کھانا طلب کیا جسے کھانے کے لیے ترس گئے تھے۔

سنیل کے بارے میں تو پہلے ہی میرا دل نہیں مان رہا تھا لیکن اب یہ سب کچھ ہونے کے بعد یہ تصور بھی محال تھا کہ اگر سنیل نظر آ جائے تو اس سے کوئی رابطہ رکھا جائے۔ ونو البتہ سنیل کو نہیں بھول سکا تھا۔

"ویدی کیا خیال ہے سنیل انکل واپس نہیں آ گئے؟" اس نے کہا اور میرا منہ بگڑ گیا۔

"ونو۔ تمہارا سنیل انکل کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے اچانک ونو سے سوال کر لیا۔

"ونو انکل مجھے پسند ہیں ویدی۔"

"تعجب ہے وہ ایک خشک انسان ہیں۔"

"نہیں ویدی، یہ تمہارا خیال ہے۔ مجھ سے تو ان کی کافی دوستی ہو گئی ہے۔ بہت سی باتیں کرتے ہیں مجھ سے۔"

"تم ابھی بچے ہو کچھ نہیں جانتے؟"

"مثلاً ویدی؟"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ مجھے ان کی شخصیت مشکوک نظر آتی ہے۔"

"بہت سی چیزوں میں دھوکا بھی تو ہو جاتا ہے ویدی۔ ویسے کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ تمہیں ان پر کیا شک ہے؟"

"اب تک تم جو کچھ کرتے رہے ہو ونو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم بہادر بھی ہو اور سمجھدار بھی۔"

"اوہ تھینک یو تو میں ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن افسوس میرا خیال ہے سنیل کے سلسلے میں تم سمجھداری کا ثبوت نہیں دے رہے۔"

"کیوں ویدی؟"

"کیا انہیں وہ وقت یاد ہے جب ہم ساؤتھ انڈیا گئے تھے۔"

"یاد ہے۔"

"البتہ میں اس کی وجہ بھی تو انہوں نے شادی تھی ویدی؟"

"ہاں۔ اس وقت میں نے یہ وجہ تسلیم کر لی تھی۔"

"اور اب۔؟"

"اب میرا خیال بدل گیا ہے۔"

"اس کی وجہ ویدی؟"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو۔؟"

"تو بتا دیں؟"

"تمہیں اپنے سر کا زخم یاد نہیں۔ کیا سنیل پر تمہاری حفاظت فرض نہ تھی۔"

"جو کچھ ہوا تھا اچانک ہی ہوا تھا ویدی۔ ہم دونوں جنگل کی ایک کھائی دیکھ رہے تھے۔ میرا گھوڑا پیچھے رہ گیا تھا اور سنیل انکل آگے بڑھ گئے تھے۔"

"پھر۔؟"

"بس کسی نے میرے سر پر ضرب لگائی اور بس میرے ہوش گم ہو گئے۔ اس کے بعد مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"اور سنیل انکل کو بھی نہیں معلوم؟"

"دوسری بات بھی تو سوچی جا سکتی ہے ویدی۔"

"کیا۔؟" میں نے کہا۔

"اس بات کے امکانات بھی تو ہیں کہ خود سنیل انکل بھی کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں۔"

"انہیں کیا حادثہ پیش آ سکتا ہے؟ اگر کچھ لوگوں کو انہیں اغوا ہی کرنا تھا تو وہ سنیل کو بھی اغوا کر سکتے تھے۔ فرض کرو اگر انہوں نے سنیل کو اغوا کر لیا تو وہ کہاں ہے۔ ہم رہا کر دیئے گئے اور اسے رہائی نہیں ملی۔ آخر ایسا کیوں۔ سنیل میں ایسی کون سی خاص بات ہے اور پھر سنیل کا تو بظاہر ان واقعات سے کوئی تعلق بھی نہ تھا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" ونود نے داہنا گال کھجاتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "تو تمہارا کیا خیال ہے ویدی۔؟"

"صرف ایک؟" میں نے کہا۔

"کیا۔؟"

"سنیل کا ہاتھ کہیں نہ کہیں ان واقعات کے پیچھے ضرور ہے ہو سکتا ہے وہ خود۔ قصور وار ہو۔"

"اوہ!" ونود نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا اور اس کے بعد کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "اگر ایسا ہے ویدی تو پھر یہ بہت حیرت انگیز ہے۔"

"تم نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے ونود۔ لوگ نہ جانے کیا کیا چھپائے بیٹھے ہیں۔"

"یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ویدی۔ میں نے واقعی اس سنسار میں کچھ نہیں دیکھا۔ دلی دیکھی تھی اس میں بھی ماتھنی ویدی نے ہمیشہ کنجوسی سے کام لیا۔ پھر آپ کا سہارا ملا اور میں نے لندن دیکھا۔ لیکن لندن کچھ ایسی افراتفری میں دیکھا کہ بھگوان کسی کو ایسا لندن نہ دکھائے۔" ونود نے کچھ اس انداز میں یہ الفاظ کہے کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"اور اب ویدی ہم نے ڈنمارک دیکھا ہے۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہم کیا دیکھیں گے۔؟"

"اور کچھ بھی دیکھنا چاہتے ہو؟"

"نو ویدی۔ ابھی آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ابھی میں نے دیکھا ہی کیا ہے۔" ونود بولا۔

"بہت شریر ہو گئے ہو۔"

"آپ نے نہیں کہا تھا؟"

"کہا تھا؟"

"تو مجھے سوئٹزرلینڈ دکھائیے۔ ناروے رکھا ہے۔ میں بھی بیچارہ اس دنیا میں کچھ دیکھ لوں گا۔"

"سچی بات یہ ہے ونود کہ میں ڈر گئی ہوں۔"

"ارے کمال ہے۔ ونود جیسے بہادر انسان کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی آپ ڈر گئی ہیں۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ اب واپس چلا جائے۔"

"بھگوان کے لیے ویدی ایسا نہ کریں۔ آپ کے بہانے مجھے دوبارہ ایسا کوئی موقع ملے گا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ویدی مجھے محروم نہ رکھیں۔"

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے ونود۔"

"پھر کس کی فکر ہے۔؟"

"میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کچھ ہو جائے۔"

"کیا آپ واقعی نہیں چاہتیں؟" ونود خوش ہو کر بولا۔ اور میں اُسے گھورنے لگی۔ "اگر آپ یہ نہیں چاہتیں کہ مجھے کچھ ہو جائے تو ویدی واپسی کی بات نہ کریں۔ واپسی کے تصور سے ہی میرا دل بیٹھ جاتا ہے اور اگر میرا دل بیٹھ گیا ویدی تو تمہیں کتنی پریشانی ہو گی۔"

"بے وقوف ہو تم۔ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔" میں نے اس کے گال پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں میرا دل بے وقوف ہے۔ اچھی ویدی یقین کرو مجھے کچھ نہیں ہو گا تمہیں بھی کچھ نہیں ہو گا۔ اور پھر یہ تو ایڈونچر ہے۔ انسان کو زندگی میں اس کا موقع

ملتا ہے۔؟"

"اس بارے میں فیصلہ کریں گے ونود۔"

"ضرور اور مجھے یقین ہے کہ میری اچھی ویدی میرے حق میں فیصلہ کرے گی۔" ونود نے کہا۔

میں ونود کی باتوں پر غور کرنے لگی تھی۔ بچہ تھا اور یہ بات تھی اسے بار بار رفاقت نہیں مل سکتی تھی مجھے بھی سب سے زیادہ اس کی فکر تھی۔ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو میں راگنی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ بہرحال اس طرح ضد کر رہا تھا کہ میں بے بس ہو گئی تھی۔ میں نے بہت غور کیا۔ اپنے حافظ کو ٹٹولا، ٹھیک ہے اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کو قبضے میں دیکھ چکی تھی۔ میری رہائی بھی اس کی گرفتاری کے بعد ہی ظہور میں آئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ میری طرف سے مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ اگر ایسا ہے تو اب میرے لیے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا۔ پھر کیا کیا جائے۔ بہت سوچنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا۔ چند روز ڈنمارک میں گزار کر صورت حال کا جائزہ لیا جائے اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے۔ اگر حالات پُرسکون ہوئے تو آگے کا سفر کروں گی ورنہ واپسی۔



وقت نے مجھے اپنے آپ پر اعتماد کرنا سکھا دیا تھا۔ بلاشبہ ایک پُراسرار شخص ہونے کی وجہ سے میری زندگی ایڈونچر سے بھری ہوئی تھی۔ بے شمار واقعات زندگی میں پیش آ چکے تھے۔ لیکن اس وقت کے بعد سے صورت حال بالکل تبدیل ہو گئی تھی۔ جب مجھے وہ تین منحوس انسان ملے تھے، یعنی آرتھر فیرک اور اس کے دونوں بیٹے ہارن اور ہارٹن۔ زندگی میں سب کچھ ہی تو تھا اس وقت دادا جی تھے، موسی جی تھیں، ایک بھرا پُرا گھر تھا جس میں میں نے تنہا ہی آنکھ کھولی تھی، ماتا جی کا تو خیر تصور ہی نہیں تھا۔ پتا جی کو بھی صبر کر لیا تھا۔ دادا جی کی محبتوں کے بیچ زندگی پُرسکون گزر رہی تھی اور پھر میں نے جس لائن کا انتخاب کیا تھا وہ میری فطرت کے عین مطابق تھی، باہر کی دنیا سے جب گھر واپس ہوتی تھی تو دل کو ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوتا تھا مگر وہ تین منحوس انسان جو میری زندگی کو بالکل ہی تبدیل کرنے کا باعث بن گئے تھے اور اس کے بعد سے میری زندگی جیسے عجیب حالات سے گزر رہی تھی۔ اب ایسے حالات میں جبکہ میں بالکل ہی تنہا رہ گئی تھی۔ اپنے آپ پر اعتماد نہ کرتی تو کیا کرتی ایسے

ایسے ہولناک واقعات پیش آ چکے تھے کہ اگر ان کے بارے میں سوچتی تو یقین نہ آتا کہ ان سب کا تعلق مجھ سے ہی ہے۔ بس نکل ہی آئی تھی ان ہنگاموں سے، ورنہ نجانے کیا ہو جاتا۔ اور اس وقت ایک طرح سے الجھن ہی میں پھنس گئی تھی۔ اگر ونود کا معاملہ نہ ہوتا تو یقینی طور پر اب تک چھٹیاں کینسل کر کے میں ہندوستان چلی جاتی اور باقی وقت وہیں گزارتی۔ لیکن یہ تصور بھی میرے لیے زیادہ دلکش نہیں تھا۔ زندگی بڑی اُجڑی اُجڑی سی تھی۔ پہلے کی بات اور تھی، پہلے گھر جا کر دادا جی کے ساتھ نشستیں ہوا کرتی تھیں، دنیا جہان کی باتیں ہوا کرتی تھیں اب کون تھا، کیا ہوگا میری اس زندگی کا۔ زندگی کے اس سفر میں کون سی دلکشی کا سہارا لوں۔ ہاں ونود اگر ساتھ نہ ہوتا تو نجانے میں کیا سوچتی۔ بس اس کی باتیں بعض اوقات ہر قسم کی فکر کی کوفت سے دُور کر دیتی تھیں اور میں وقتی طور پر بہل جاتی تھی۔ خوفناک حادثات سے نجات حاصل کرنے کے بعد واپس کوپن ہیگن آ گئی تھی۔ اور اب یہیں وقت گزر رہا تھا۔

ونود کے بارے میں بار بار میں نے سوچا اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ صرف بچہ ہی نہیں سمجھدار بھی ہے اور بعض جگہ تو اس نے کمال کر دکھایا تھا، خود اس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی اور بچپن بلاشبہ نڈر ہوتا ہے اور ناواقفیت ایسے ایسے کارنامے انجام دلا دیتی ہے کہ واقفیت لرز کر رہ جائے لیکن ونود خصوصی طور پر بہادر تھا کسی بھی خوف کو وہ ذہن میں جگہ نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ جن حالات سے گزر کر ہم لوگ واپس کوپن ہیگن پہنچے تھے ان حالات کے تحت اگر کوئی اور بچہ ہوتا تو وحشت زدہ ہو جاتا مگر یہیں ونود جیسے تمام حسینوں بھول ہی گیا تھا۔

کوپن ہیگن واپس آنے کے بعد صرف چوبیس گھنٹے آرام کیا گیا تھا اور اس کے بعد اس کے وہی تفریحی مشاغل شروع ہو گئے تھے۔ میں بھی اپنے ذہن کو مصروف رکھنے کے لیے اس کی شریک کار بن گئی تھی۔ ونود ان دنوں سوئیڈن کے لیے لٹریچر جمع کر رہا تھا اور اب وہ پُرامید تھا کہ میں اسے سوئیڈن ضرور لے جاؤں گی۔ دوران گفتگو یہی طے ہوا تھا کہ ڈنمارک میں رہ کر دیکھتے ہیں۔ اگر حالات نارمل ہوئے تو سوئیڈن کا سفر کریں گے ورنہ اگر وہی خوفناک واقعات جو میری زندگی سے چپک کر رہ گئے تھے مزید کوئی شکل اختیار کرتے ہیں تو پھر ہندوستان جانا ہی مناسب ہوگا۔ کوپن ہیگن میں تقریباً سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ ڈنمارک میں بھی کوئی ایسی جگہ نہیں رہ گئی تھی جسے دیکھنے کی تمنا رہتی چنانچہ ونود نے تقاضا شروع کر دیا کہ اب یہاں سے سوئیڈن چلا جائے

اس سلسلے میں اب اس نے کچھ اور فرمائشیں بھی کر دی تھیں۔ مثلاً اس نے کہا۔

"ویدی اگر ہم سمندری راستے سے سفر کریں تو کیا خیال ہے اس میں ایڈونچر نہیں رہے گا؟"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ ان دنوں تم سوئیڈن کے جغرافیے سے کافی دلچسپی لے رہے ہو۔"

"سفر کا لطف تو جب ہی ہے ویدی، جب اس جگہ کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم ہوں اور ہم اسے اجنبی محسوس کریں۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ اب ہمیں کس راستے سے جانا ہے۔ راستے میں کون کون سی جگہیں ملیں گی؟ یعنی اگر سفر کے لیے باقاعدہ فارمولے اختیار کیے جائیں تو میں کہتا ہوں سفر بے مزہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی زندگی میں بے قاعدگی ہی لطف دیتی ہے۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے ونود جیسے تمہارے اندر ایک بوڑھا چھپا ہوا بیٹھا ہو، جو دنیا کے بارے میں سب کچھ جانتا ہو۔"

"ویدی دنیا کے بارے میں اگر وقت سے پہلے ہی جان لیا جائے تو آنے والے وقت کے لیے معاون نہیں ہوتا۔" ونود نے کہا اور میں حیرت سے اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"ارے ارے۔ تو تو واقعی بہت بڑا فلاسفر ہو گیا ہے۔" ونود نے ہنستے ہوئے میری گردن میں باہیں ڈال دیں پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"ویدی جیسی بہن مل جائے تو آدمی نجانے کیا سے کیا ہو سکتا ہے۔ تو پھر یہ بات طے رہی کہ ہم اسٹیمر کے ذریعے ہی سفر کریں گے۔"

"ونود نجانے کیوں۔ میں ان حالات سے کچھ الجھ گئی ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر تمہاری ذمہ داری میرے سر پر نہ ہوتی تو مجھے کسی چیز کا خطرہ نہ ہوتا۔"

"لو ویدی کمال کرتی ہو۔ میں تو ساری ذمہ داریاں اپنے سر محسوس کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ایک لڑکی کی حیثیت سے مجھے تمہارا محافظ ہونا چاہیے۔ اب جتنا بھی مجھ سے ہوتا ہے کرتا ہوں۔ کیا تمہارا خیال ہے غلط نہیں کہہ رہا؟" میں ہنس پڑی۔ اس ننھے سے مرد کو دیکھ کر مجھے بہت ہنسی آ گئی تھی۔ ونود بغور سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیوں کیا تم یہ بات تسلیم نہیں کرتیں ویدی؟"

"نہیں نہیں بھئی۔ تم تو بہت جوان مرد اور طاقتور ہو۔ تمہارے ساتھ بھلا مجھے خطرہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"بالکل درست ویدی۔ اس بات پر پورا پورا یقین رکھنا، ضرورت پڑنے پر تمہارے لیے دس بیس کو ہلاک بھی کر سکتا ہوں۔"

"کچھ کم کر دو ونود، کچھ کم کر دو۔ زیادہ ہو گئے تو اتنے قتل کا الزام اپنے سر لو گے۔"

"اگر ضرورت پیش آئی ویدی تو یہ بھی لوں گا۔ تو پھر تیاریاں مکمل؟ کب روانہ ہو رہے ہیں ہم۔ اور اب دیکھیے ویدی آئندہ کا سفر میری خواہش کے مطابق ہو گا اور آپ اس میں ٹانگ نہیں اڑائیں گی۔"

ونود کی بات مان تو لی تھی میں نے، لیکن بہت سے خیالات دامن گیر تھے۔ میں لڑکی تھی۔ بے شک عام لڑکیوں میں سے نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود کہیں نہ کہیں ایسی صورت حال بھی پیش آ سکتی تھی جو میری نسوانیت کے لیے تباہ کن ہو۔ کس طرح لڑوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ لیکن ونود کو میں یہ تمام باتیں نہیں سمجھا سکتی تھی۔ کچھ ایسی محبت ہو گئی تھی مجھے اس سے کہ میں اس کی معصوم فرمائشوں کو ٹال بھی نہیں سکتی تھی، چنانچہ بالآخر یہ بات طے ہو گئی کہ وہ ڈنمارک سے سوئیڈن تک کا سفر اسٹیمر کے ذریعے طے کیا جائے گا۔ ابتدائی تیاریوں کے بعد ہم بحیرہ بالٹک کے ساحل تک پہنچ گئے، جہاں کانسی کی جل پری اپنے محبوب کے انتظار میں سمندر پر آنکھیں لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسٹیمر بحیرۂ بالٹک کی لہروں سے اٹھکیلیاں کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ [illegible] اسٹیمر میں [illegible] مسافروں سے تھوڑا سا مل لیا تھا اور میں سمندر کی لہروں پر نگاہیں جمائے بیٹھی ان میں اپنے ماضی کی کہانیاں یاد کر رہی تھی۔

سنیل کتنی یاد آ رہی ہے۔ میں آیا؟ انجانا سا شکوک شخص، جو ہر ایسے موقعے پر غائب ہو جاتا تھا، جب میں کسی مصیبت میں پھنس جاؤں۔ وہ جو کچھ بھی تھا میری طرف سے جہنم میں جائے۔ اب اگر کبھی دوبارہ نظر آ بھی گیا تو اس سے قطعی اجنبیت کا اظہار کروں گی۔ ہم لوگ مالمو پہنچ گئے جو سوئیڈن کے چند بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ مالمو سے آگے بڑھے تو ایک قصبے میں پہنچے۔ یہ قصبہ اسٹاک ہوم، گوتھن برگ اور اپسالا کے ساتھ سوئیڈن کے چار بڑے تعلیمی مراکز میں شمار ہوتا تھا۔ قصبے سے آگے بڑھے اور ایک مسافر وین کے ذریعے اسٹاک ہوم چل پڑے۔ رات ہو چکی تھی اور وین کی روشنیوں میں دور دور تک خالی سڑک نظر آ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف گھنا اور سیاہ جنگل بے حد خوفناک لگ رہا تھا۔ کوئی موڑ آتا تو وین کی روشنیاں سڑک سے جدا ہو کر جنگل کے بلند درختوں کا منظر کر دیتیں۔ بہر طور ہمارا یہ سفر جاری رہا تھا۔ ونود کو دوست بنانے میں کمال حاصل تھا۔ اس وقت بھی وہ

[illegible] انگریزی میں ایک معمر شخص سے گفتگو کر رہا تھا۔ [illegible] سوئیڈن کے بارے میں غور کرنے لگی۔

[illegible] جنگلوں اور جھیلوں کا ملک ہے۔ اس کے کل رقبے کا چوتھائی حصہ جنگلوں پر اور تیرہ فی صد دریاؤں اور جھیلوں پر مشتمل ہے۔ صرف نو فی صد رقبہ زیر کاشت ہے۔ چونکہ دریاؤں کا قدرتی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت ہے اس لیے جب درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کی صورت میں دریا میں ڈال دیا جاتا ہے تو یہ لکڑی بہتی ہوئی بحیرۂ بالٹک کے ساحل تک پہنچ جاتی ہے، جہاں اسی صنعت سے وابستہ فیکٹریاں قائم ہیں۔

وین کا یہ سفر بغیر کسی وقت کے ختم ہو گیا اور بالآخر ہم اسٹاک ہوم پہنچ گئے۔

اونچے درخت، لہلہاتے کھیت، مدھم روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ آبادی سے گزر کر اسٹاک ہوم کی اصل شکل نظر آنے لگی۔ خوشنما عمارتوں کی قطاریں، جدید اور بلند عمارتیں پھولوں میں گھری ہوئی تھیں۔ حسین پارک نظر آ رہے تھے۔ چاروں طرف چندھیا دینے والی حسین دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن ابھی علاقے آباد نہیں ہوئے تھے اور مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے ہمیں یہاں قیام کے لیے ہوٹل درکار تھا، چنانچہ ہم اسٹاک ہوم [illegible] اترنے کے بعد ہوٹل کی تلاش میں چل پڑے اور بالآخر ایک ہوٹل دستیاب ہو گیا۔ اس سفر میں کافی تھکن ہو گئی تھی اس لیے آرام کی سوجھی اور پھر نجانے کب تک ہم نے سو کر وقت گزارا۔ جاگے تو بڑی خوشگوار کیفیت تھی۔ ونود بھی خوش نظر آ رہا تھا اور اس کے بعد اسٹاک ہوم میں سیر و سیاحت کی ٹھہری، ونود کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ سیر و سیاحت کے لیے کون سی جگہ مناسب ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے ہوٹل کے نچلے حصے میں واقع ایک کتاب گھر سے اسٹاک ہوم کے بارے میں لٹریچر خریدا۔ وہیں سے اسے یہ بھی علم ہو گیا کہ آج مڈسمر نائٹ ہے۔ موسم گرما کے آدھے سفر کے بعد سوئیڈن میں ایک ثقافتی تہوار مڈسمر نائٹ کے نام سے منایا جاتا ہے۔ یہاں کے باشندے اسے کرسمس سے بھی زیادہ دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ چنانچہ آج کا دن مڈسمر نائٹ کا دن تھا۔ اور اس سلسلے میں بہت سی تفریحات اسٹاک ہوم کے مختلف حصوں میں ترتیب دی گئی تھیں۔ ہم دونوں نے ایک ایسی ٹورسٹ بس کا انتخاب کیا جو مڈسمر نائٹ کی تفریحات کے لیے ہی تیار کی گئی تھی۔ یہ تفریحات کسی بھی جگہ اور کہیں بھی کسی بھی کیفیت میں ہو سکتی تھیں۔ ان

کی ترتیب بس کمپنیاں ہی کرتی تھیں۔ چنانچہ ہم لوگ بس میں سوار ہو گئے۔ آگے کی نشست ملی تھی۔ بہت سے لوگ بس میں موجود تھے۔ رنگین لبادوں میں ملبوس، رنگین پھولوں سے لدے ہوئے سب ہی خوش خوش نظر آ رہے تھے۔ اور ونود حسب عادت ان سب میں دلچسپی لے رہا تھا۔ کافی طویل سفر معلوم ہوتا تھا۔ بس پہلے اسٹاک ہوم کی جدید نواحی بستیوں سے گزری۔ پھر چھوٹے چھوٹے خوبصورت قصبوں سے آگے بڑھی اور اب بڑی شاہراہ سے مڑ کر ہرے ہرے کھیتوں کے درمیان ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلی جا رہی تھی۔ دفعتاً ہی بس میں تاریکی پھیل گئی۔ اس وقت وہ صنوبر کے گھنے جنگلوں میں سے گزر رہی تھی۔ جنگل ختم ہوا تو دور ایک جھیل نظر آئی۔ جھیل کے کنارے ایک قدیم گاؤں تھا جس کے قریب کھلی فضا میں ہر سال مڈسمر نائٹ کا جشن منایا جاتا تھا۔ بس نے اپنے مسافروں کو اسی جگہ لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ بالآخر بس وہاں کے ساتھ جھیل کے کنارے اتر گئی۔ جھیل کے کنارے سینکڑوں لوگ سوئیڈن کے روایتی لباسوں میں ملبوس خوش گپیوں میں مصروف نظر آئے۔ ساتھ والے جنگل سے کاٹے ہوئے سفیدے کے تنے زمین میں گاڑ کر انہیں جنگلی بیلوں، خوشنما پھولوں اور ہرے ہرے پتوں سے سجایا گیا تھا۔ سفیدے کے ستونوں کے پاس میزوں پر کھانے اور خاص طور پر پینے کی وافر مقدار موجود تھی۔ میں نے ونود کا ہاتھ پکڑا اور ایک پرسکون گوشے میں جا کر نرم گھاس پر بیٹھ گئی۔ ہم نے یہیں سے مڈسمر نائٹ کی تفریحات کا نظارہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک آراستہ تنے کے قریب مقامی موسیقاروں کا ایک طائفہ سوئیڈن کی روایتی رقص کی دھن بجا رہا تھا اور نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے سجے ہوئے تنوں کے گرد ایک دائرہ بنا کر ناچ رہے تھے۔ بوڑھے البتہ رقص میں حصہ نہیں لے رہے تھے۔ وہ شراب کے تسلوں کے گرد کھڑے ہاتھوں میں اپنے وائکنگ آباؤ اجداد کی طرح بیل نما جام لیے صرف شور مچانے پر ہی اکتفا کر رہے تھے۔ بہت ہی دلچسپ صورت حال تھی۔ دفعتاً ہی ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھ سے رقص کرنے کی فرمائش کی۔ میں نے اس سے معذرت کر لی اور وہ بڑی شرافت سے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد کسی اور نے مجھ سے رقص کی فرمائش نہیں کی تھی۔ میں اور ونود ان تمام [illegible] میں حصہ لیتے رہے۔ ہم نے وہیں سے کھانے پینے کی [illegible] خرید لیں اور انہیں کھا کر رات کو وہیں آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ کسی دوسری جگہ کا تعین

کرنا بالکل بے مقصد ہی تھا کیونکہ ہمیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ بہر حال مڈ سمر نائٹ کا یہ جشن ہمارے لیے بہت دل کش ثابت ہوا تھا۔ بس نے واپس ہمیں ہمارے ہوٹل چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد ہم اسٹاک ہوم کے نواحات میں سیر و سیاحت کرنے لگے۔ سینٹرل چرچ، ٹاؤن ہال، کنسرٹ ہال اور عجائب گھر دیکھا۔ بلاشبہ اسٹاک ہوم ہمارے لیے بہترین تفریح کی جگہ ثابت ہوا تھا اور یہاں آنے کے بعد پتا ہی نہ چل سکا کہ ہم کب آئے اور اتنا وقت کیسے گزر گیا۔

اس شام ہم اسٹاک ہوم کے سب سے خوب صورت ہوٹل پائپرز میں کھانا کھا رہے تھے کہ مجھے سبیتا ملی۔ سبیتا بھی ایئر ہوسٹس تھی اور ایئر انڈیا میں ملازمت کرتی تھی۔ میں بڑی محبت سے ملی اور اسے بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔ سبیتا سے بہت سی باتیں ہوتی رہیں اور رات کو میں اس کے ہوٹل میں دیر تک اس کے ساتھ بیٹھی رہی۔ ونود بھی ساتھ تھا۔ یہیں پر میری ملاقات ایئر انڈیا کے مقامی افسر اعلیٰ سے ہوئی اور انہوں نے مجھے دیکھتے ہی چونک کر کہا۔

"اوہ مس بھارتی۔ میرے پاس ایک میسج ہے آپ کے لیے۔ آپ کو ڈیوٹی پر طلب کر لیا گیا ہے۔ ویسے بھی غالباً آپ کے پاس اب صرف تین دن رہ گئے ہیں۔" میں چونک پڑی۔ دنوں کا حساب لگایا تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ونود مجھے کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے دوسرے ہی دن آفس جا کر اپنے بارے میں رپورٹ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ رات کو ونود نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا واقعی آپ کی چھٹیوں کے تین دن باقی رہ گئے ہیں دیدی۔۔؟"

"ہاں ونود ویری سوری۔ میرا خیال ہے اسٹاک ہوم میں ہمیں سکون ملا تو ہم وقت کو بھول گئے۔"

"خیر دیدی۔ اب اس سلسلے میں، میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ یار زندہ صحبت باقی، آئندہ بھی کبھی اگر موقع مل جائے تو ونود کو اپنی چھٹیوں میں یاد رکھیے گا۔"

میں ہنسنے لگی۔

دوسرے دن اپنے ہیڈ آفس پہنچنے کے بعد میں نے اپنے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور مجھے میرا شیڈول دے دیا گیا مجھے سوئیڈن سے یونان جانا تھا اور اس کے بعد نیا پروگرام مجھے ایتھنز ہی میں ملنا تھا۔ ونود کا مسئلہ پیش آیا تو میں نے اُسے ایک اور فلائٹ سے ہندوستان بھجوانے کی بات کر لی۔ سبیتا بھی فلائٹ سے جانے والی تھی، چنانچہ فوری طور پر انتظامات کر لیے گئے۔ اور میں ونود سے رخصت ہو کر ایتھنز چل پڑی۔ ونود کو میں نے احتیاطاً اُس کے گھر پہنچانے کی بات کر لی تھی۔ بالآخر یہ سفر ختم ہو گیا۔ ایتھنز سے مجھے دوسرے ہی دن دہلی جانا تھا۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گئی اور پھر اپنے پروگرام کے مطابق دہلی پہنچ گئی۔ ونود بڑے اطمینان سے گھر پہنچ چکا تھا۔ راگنی آج کل کہیں دور گئی ہوئی تھی اور کچھ دن کے بعد واپس آنے والی تھی۔ گھر میں راگنی کی ماتا جی موجود تھیں ونود بھی تھا۔ راگنی کی ماتا جی مجھ سے بہت پیار سے ملیں۔ ہمیشہ سے ہی ایسے ملتی تھیں اور پھر ونود نے انہیں میری محبت کے قصے بھی سنائے تھے، البتہ جو واقعات ہمیں پیش آئے تھے ان کی ونود نے ان لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ اور شاید یہ اپنے ہی سلسلے میں اس نے کیا تھا کہ اس کے بعد بھی اُسے میرے ساتھ کہیں سیر و سیاحت کا موقع مل سکے۔ رات کو ونود سے میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

"دیدی ونود اب اتنا بے وقوف بھی نہیں ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی مارے۔ ابھی تو نجانے کتنے ایڈونچر کرنے ہیں۔ چنانچہ میں نے کسی سے بھی ان واقعات کا تذکرہ نہیں کیا۔" میں ہنس دی تھی۔

دوسرے دن راگنی واپس آ گئی، مجھے اور ونود کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی اور پھر وہ ہم دونوں سے اس سیاحت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"ونود تو مجھے کافی بہتر نظر آ رہا ہے لیکن تمہاری کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بھارتی۔"

"تمہارے خیال میں کیا تبدیلی ہونی چاہیے تھی؟"

"کچھ تر و تازگی، شادابی۔" راگنی نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہوں۔ جیسی رہ سکتی ہوں رہ رہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"نیا شیڈول ملا؟"

"نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں۔" میں نے جواب دیا، لیکن اس کے لیے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پیرس کے لیے فلائٹ ملی تھی اور دوسرے دن روانہ ہونا تھا۔ تیاریاں کرنے کے بعد ڈیوٹی پر پہنچ گئی۔ اور سب کچھ معمول کے مطابق ہو رہا تھا۔ مسافر طیارے پر سوار ہو رہے تھے اور میں ان سب کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر ضروری امور میں مصروف ہو گئی۔ یہاں تک کہ طیارے نے فضا میں پرواز کرنے کے لیے پر کھول دیے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ فضا میں سیدھا ہو گیا۔ میں نے اپنے ذہن سے ہر طرح کے خیالات جھٹک دیے تھے۔ دوران سفر مسافروں کی

دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہی سب سے بڑی ذمہ داری تھی۔ میں اپنے طور پر یہ ذمہ داریاں نبھاتی رہی، پھر میری نگاہ میں ایک ایسی خوب صورت لڑکی آئی جس کے نقوش دیدہ زیب تھے لیکن جس کے انداز میں حزن و ملال نمایاں تھا۔ اس کی آنکھیں روئی روئی سی لگ رہی تھیں اور ہونٹ کپکپانے لگتے تھے۔ ایک عجیب سی کیفیت اس کے چہرے پر تھی۔ میں نے گزرتے ہوئے اس کا جائزہ لیا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ حاملہ ہے۔ اس کا پیٹ اسی انداز میں کافی اُبھرا ہوا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی پیلاہٹ اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بتاتے تھے کہ وقت قریب ہے اور وہ قدرتی تکالیف کا شکار ہے۔ انسانی بنیادوں پر مجھے اس سے ہمدردی ہو گئی اور میں نے اس سے جھک کر پوچھا۔

"بی بی آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو براہ کرم مجھے بتا دیجیے۔"

"شکریہ۔" اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر گردن جھکا لی، اس کے بعد اس نے دوران سفر تین بار چار بار مجھ سے مدد طلب کی۔ باتھ روم جانے کے لیے اس نے میرا سہارا طلب کیا تھا۔ میں اُسے بڑے احترام سے باتھ روم لے گئی اور پھر میں نے اس سے کہا۔

"آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"نہیں۔" وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ۔ میرا مطلب ہے کہ اس حالت میں پیرس کا سفر کیوں کر رہی ہیں؟"

"میں وہیں رہتی ہوں۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں کچھ کرید سی پیدا ہو گئی، میں نے کہا۔ "میرا مطلب ہے اگر آپ وہاں رہتی ہیں تو یہاں ہندوستان؟"

"یہاں میرے شوہر رہتے تھے۔"

"تھے سے کیا مراد ہے آپ کی؟"

"لمبی کہانی ہے۔ آپ کو وقت ہوگی۔"

"نہیں، بس میں تو یہ چاہتی ہوں کہ آپ کے کسی کام آ سکوں۔"

"میرے شوہر نے پیرس ہی میں مجھ سے شادی کر لی تھی اور مجھے پیرس ہی میں رکھا ہوا تھا لیکن اپنے والدین کو انہوں نے اس شادی کے بارے میں اطلاع نہیں دی تھی۔ میں نچلے درجے کی ایک لڑکی ہوں اور میرے شوہر ہندوستان میں ایک اونچے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر انہیں اُن کے والد کی موت پر بلایا گیا اور اس کے بعد میرے پاس نہیں آنے دیا گیا۔ یہاں تک میں انتظار کرتے کرتے تھک گئی اور پھر مجھے اطلاع ملی کہ میرے شوہر کی دوسری شادی کرا دی گئی ہے۔ میں بے یار و مددگار رہ گئی تھی۔ زندگی کے بوجھ کو خود تو کسی نہ کسی طرح گھسیٹ رہی تھی لیکن میرے وجود میں پرورش پانے والی یہ امانت میرے لیے عذاب کا باعث بنی ہوئی تھی۔ میں یہاں واپس آئی اور اپنے شوہر سے معلومات کرنا چاہیں کہ میرے مستقبل کا کیا ہوگا، لیکن تقدیر میں ایک اور حادثہ لکھا تھا میرے شوہر اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ایک پہاڑی مقام پر سیر کرنے گئے تھے کہ وہاں اُن کی کار کا حادثہ ہو گیا اور وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ ظاہر ہے ہندوستان میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں تھی، چنانچہ اب اپنے وطن واپس جا رہی ہوں، پیرس ہی میری مستقل رہائش گاہ ہے، زندگی کے اس بوجھ کو اب وہیں کی گلیوں اور سڑکوں پر گھسیٹنے کی کوشش کروں گی۔" اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپکے اور میرا دل دکھ کر رہ گیا، انسانی مجبوریاں، حادثے، پریشانیاں کیسی کیسی عجیب نوعیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ مجھے ان خاتون کی داستان سن کر پتا چلا تھا۔ میں نے تسلی کے چند الفاظ کہے جو مجھے خود کھوکھلے سے لگے۔ ایک بدنصیب عورت کے سامنے زندگی کا پہاڑ موجود تھا اور اب وہ تنہا بھی نہیں تھی۔ دنیا میں نیا آنے والا باپ کی محبت، شفقت سے محروم ہوگا اور اس کے لیے کوئی سہارا نہ ہوگا، پتا نہیں اس کی مالی حالت کیسی تھی، بہر طور میں نے اس سے انتہائی ہمدردی اور یگانگت کا مظاہرہ کیا جو انسانی اصولوں کے مطابق تھا اور اس کے بعد یہ سفر ختم ہو گیا۔ ایئرپورٹ پر میں نے اسے خاص طور سے مراعات دلوائیں اور اپنے ساتھ لیے ہوئے کسٹم وغیرہ تک آئی۔ اس کے بعد میں نے ایئرپورٹ سے باہر بھی اس کے لیے انتظامات کیے تھے، اور اس نے میرا انتہائی شکریہ ادا کیا تھا، بے چاری اس کیفیت میں تنہا سفر کر رہی تھی۔ ہوائی زندگی میں مختلف قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ کوئی بھی پیشہ ہو مثلاً ڈاکٹرز کو لے لیجیے۔ ڈاکٹرز کے سامنے ایسے ایسے دل دوز سانحات آتے ہیں کہ وہ انسان ہونے کے ناطے ذہنی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں لیکن بالآخر پیشہ ورانہ طور پر انہیں یہ واقعات بھولنا پڑتے ہیں نہ بھولیں تو ان کا کام کیسے جاری رہے۔ عدالتوں میں وکیل اور جج صاحبان بعض اوقات ایسے ناخوش گوار فیصلے سناتے ہیں جن سے خود ان کا ضمیر بھی متفق نہیں ہوتا لیکن،

قانون کی طلب! انہیں مجبور کردیتی ہے کہ صرف قانون کی آنکھ سے ہر شے کو دیکھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ انسانی بنیادوں پر وہ اپنے کیے ہوئے فیصلوں پر بھی دُکھی رہتے ہیں۔ اسی طرح سے ہماری زندگی بھی ہے۔ مختلف وقفے، مختلف مناظر، مختلف سانحات، مختلف حادثات، ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم ان سے عارضی طور پر متاثر ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتے۔

پیرس میں دو دن قیام کرنا تھا اور اس کے بعد یہاں سے کہیں اور روانہ ہونے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ میں اپنے مخصوص ہوٹل پہنچ گئی۔ پیرس کی زندگی میرے لیے ذرا بھی اجنبی نہیں تھی۔ یہاں کی اچھی طرح سیاحت کرڈالی تھی، بہرطور ہوٹل ہی میں قیام کیا، کہیں آنے جانے کا پروگرام نہیں تھا۔ حالانکہ ابھی کافی وقت موجود تھا۔ پہلے جب بھی آئی تھی تو داجی کے لیے خاص طور سے کتابیں تلاش کرتی تھی کیونکہ وہ کتابوں کے رسیا تھے۔ لیکن اب کوئی ایسا نہیں رہ گیا تھا جسے کچھ دینے کی آرزو دل میں چٹکیاں لیتی ہو سوائے ووڈ کے۔ بس ووڈ ہی تھا لیکن میں ووڈ کو اتنی خریداری کرا چکی تھی کہ فی الحال اس کے لیے بھی کوئی چیز ذہن میں نہیں آئی تھی۔ زندگی کی اس یکسانیت سے اکتاہٹ تو بے شک ہوتی تھی لیکن کر بھی کیا سکتی تھی۔ شام کو تیار ہوکر ہوٹل میں نیچے آ گئی۔ اب انسانوں سے اتنی دُوری بھی تو نہیں رہا جاسکتا۔ ہوٹل کی تفریحات بدستور تھیں۔ پہلے بھی اس ہوٹل میں کئی بار قیام کرچکی تھی اور یہاں کے چند لوگوں سے شناسائی بھی ہوگئی تھی۔ میں ہال میں جا بیٹھی۔ آرکسٹرا مدھم موسیقی بکھیر رہا تھا اور ماحول میں مسکراہٹیں، قہقہے رچے ہوئے تھے۔ بوتلوں اور گلاسوں کی ہلکی ہلکی کھنکھناہٹ موسیقی سے ہم آہنگ ہوکر بہت دل کش لگ رہی تھی۔ یہ ساری آوازیں جانی پہچانی تھیں۔ میں اپنی میز پر بیٹھی ایک مشروب سے شغل کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد جوڑے رقص کے لیے کھڑے ہوگئے اور آرکسٹرا کی موسیقی پر مدھم مدھم ہچکولے لیے جانے لگے۔ ایک صاحب میرے نزدیک بھی پہنچے اور میں نے اُن سے مودبانہ انداز میں معذرت کرلی کہ ان کی اس تہذیب میں، میں شامل نہیں تھی۔ میں رقص کرنے والوں کو دیکھتی رہی اور پھر دفعتاً ہی میرے ہاتھ میں مشروب کا گلاس لرز گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا ناقابل یقین تھا لیکن یوں بھی ہوسکتا ہے کہ میری آنکھیں ہی دھوکا کھا رہی ہوں۔ وہی لڑکی جسے آج ہی میں نے جہاز میں عجیب و غریب کیفیت میں پایا تھا اور جس کا پیٹ کافی حد تک پھولا ہوا تھا اور وہ چلنے تک میں دشواری محسوس کرتی تھی، اس وقت ایک خوب صورت لباس میں ملبوس ایک دراز قامت شخص کے ساتھ رقص کر رہی تھی، میری نگاہ پہلی بار ہی اس پر پڑی تھی۔ لڑکی کے انداز میں بس اتنی تبدیلی ہوئی تھی کہ پہلے اس کے بالوں کو معمولی طور پر اور سادہ سے انداز میں سنوارا گیا تھا البتہ ایک چیز اور بھی اس میں نمایاں تھی وہ یہ کہ اس کے چہرے کی رنگت اب پہلے جیسی سفید نہیں تھی اور سب سے زیادہ نمایاں چیز جو تھی وہ اس کا متناسب جسم تھا یعنی اس وقت اس میں ایسی کوئی علامت نہیں تھی جس سے وہ حاملہ محسوس ہو۔ میری آنکھوں کا قصور بھی ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے مجھے اس کے پہچاننے میں غلطی ہو رہی ہو لیکن کیا کرتی ایک ایک نقش ایک ایک جنبش وہی تھی۔ سب کچھ وہی تھا اور میں شدید حیران رہ گئی تھی۔ مجھے اندھا رالیکش یاد آگیا جو آنکھوں والا تھا تو کیا یہ بھی اسمگلنگ کا ایک نیا انداز تھا۔ میں حیرت زدہ انداز میں سوچنے لگی۔ اور لڑکی پر میری نگاہیں جمی رہیں۔ اپنے ہم رقص سے وہ بہت والہانہ انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ جیسے وہ اس کا محبوب ہو۔ میرے ذہن میں عجیب سے سناٹے پھیلتے رہے اور پھر تجسس نے مجھے مجبور کردیا کہ میں اس لڑکی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کروں۔ البتہ اتنا میں جانتی تھی کہ اگر میں اس سے شناسائی کا اظہار کروں تو وہ سو فیصدی میری شناسائی سے انکار کردے گی کیونکہ میں نے اسے جس حالت میں پایا تھا وہ بالکل مختلف تھی۔ کون اپنے راز دوسروں کو دینا پسند کرتا ہے۔ لیکن میں اس قدر متجسس ہوگئی تھی کہ میں اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہتی تھی، چنانچہ میں نے رُخ اس طرح تبدیل کرلیا کہ اس کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ سکے۔ رقص کے کئی راؤنڈ ناچنے کے بعد وہ اپنے ساتھی کے ساتھ میز پر جا بیٹھی اور اس کے بعد ان لوگوں نے وہیں کھانا کھایا۔ خوب رنگ رلیاں ہو رہی تھیں۔ میں جانتی تھی کہ اب زیادہ دیر نہیں رکیں گے وہ لوگ۔ چنانچہ مجھے باہر نکل کر پہلے سے ہی بندوبست کرلینا تھا۔ میں ان کے اٹھنے سے پہلے ہی باہر نکل آئی اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی۔ ڈرائیور سیاہ فام آدمی تھا اور صورت شکل سے اچھا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”ڈرائیور تمہیں انتظار کرنا ہوگا، ایک نامعلوم وقت تک۔ مجھے کچھ لوگوں کا تعاقب کرنا ہے۔“

”تعاقب؟“ اس نے میری طرف دیکھا۔

”ہاں۔ وہ ایک ایسی لڑکی ہے جو میری شناسا نہیں ہے لیکن وہ میرے محبوب کے ساتھ رقص کر رہی ہے۔ میں [...]نا چاہتی ہوں کہ ان دونوں کے تعلقات کس نوعیت کے ہیں اور کہاں تک ہیں۔“ ڈرائیور نے گردن ہلائی تھی جیسے تمام صورت حال سمجھ گیا ہو۔

میں ان دونوں کی واپسی کا انتظار کرتی رہی اور میرا اندازہ درست ہی نکلا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکلی اور پارکنگ لاٹ پر کھڑی ہوئی گہرے نیلے رنگ کی ایک خوب صورت کار میں جا بیٹھی۔ اس کے ساتھی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ کار ریورس ہوکر باہر نکل آئی اور ٹیکسی ڈرائیور اس کا تعاقب کرنے لگا۔ بہت ہوشیار آدمی تھا وہ بہت احتیاط سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آگے جانے والی کار ایک خوب صورت رہائشی عمارت کے سامنے رک گئی اور انہوں نے اس طرح اسے پارک کردیا جیسے مزید کہیں جانے کے امکانات نہ ہوں۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ میرا انتظار کرسکتا ہے تو میں اسے منہ مانگا معاوضہ دوں گی۔

ڈرائیور نے گردن ہلا دی تھی۔ میں نے اسے کچھ نوٹ بھی ایڈوانس دے دیے تاکہ وہ ابھی اس ڈیوٹی کو مستحکم سمجھے۔

وہ دونوں عمارت میں داخل ہوگئے تھے اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں خود بھی [illegible] اس میں داخل ہوجاؤں کیونکہ عمارت میں بہت سے فلیٹ تھے، پتا نہیں کہ کون سی منزل پر جائیں۔

عمارت میں لفٹ بھی موجود تھی لیکن میں نے انہیں سیڑھیوں کے ذریعے اوپر جاتے دیکھا جس کا مقصد تھا کہ وہ پہلی یا دوسری منزل تک جائیں گے۔ چنانچہ میں انتظار کرتی رہی۔ عمارت میں بہت سے لوگ آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔

وہ دونوں پہلی منزل کے ہی ایک دروازے پر رک گئے تھے۔ اور پھر چابی سے فلیٹ کا دروازہ کھولا گیا تھا۔ وہ اندر داخل ہوگئے۔ میں نے فلیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے فلیٹ کے دروازے پر لکھا ہوا نمبر اور نیم پلیٹ دیکھی اور اس کے بعد گردن ہلاتی ہوئی راہداری کے آخری سرے تک چلی گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں، تجسس میں یہاں تک دوڑی تو چلی آئی تھی لیکن بہرطور اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ ابھی پیرس میں دو دن قیام تھا، یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گی کہ کیا چکر تھا۔ ویسے لڑکی کا [illegible] کا یہ میرے لیے واقعی تعجب خیز تھا۔ میں چند لمحات کے بعد [illegible]

اس نے میرے اشارے پر گاڑی آگے بڑھا دی اور پھر وہ اس وقت تک کچھ نہ بولا جب تک کہ میں اپنے ہوٹل نہ پہنچ گئی۔ نیچے اتر کر میں نے اسے مزید ٹپ دیا اور ڈرائیور گردن [illegible] کے چلا گیا۔ میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور بستر پر دراز ہوکر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ یقینی طور پر یہ اسمگلنگ ہی کا معاملہ تھا۔ لوگوں نے کیسے کیسے انوکھے طریقے ایجاد کرلیے ہیں۔ ہماری سوانی زندگی میں ایسے واقعات بہت زیادہ پیش آتے ہیں لیکن ظاہر ہے ہمارا براہ راست ان سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ مجھے بس لڑکی کے انداز پر حیرت تھی۔ کیسی درد ناک کہانی سنائی تھی اس نے مجھے، ویسے ذہن میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا اور میں پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتی تھی کہ اس لڑکی کے معاملے میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ یہ سو فیصد وہی لڑکی تھی۔ میں اگر چاہتی تو اس سلسلے میں بات آگے بڑھا سکتی تھی لیکن ظاہر ہے میرا دماغ خراب نہیں تھا کہ خود کو مصیبتوں میں مبتلا کرتی۔ بڑی مشکل کے بعد تو پیروں کے جبڑے سے نکلی تھی۔ کمبختوں نے پیچھا ہی گھیر لیا تھا۔ فرصت کے وہ لمحات جو میں ووڈ کے ساتھ سکون سے گزارنا چاہتی تھی افراتفری کی نذر ہوگئے تھے اور عجیب و غریب حادثے میری زندگی میں رونما ہوئے تھے۔ یہی شکر تھا کہ جان بچ گئی تھی۔ ووڈ کو تھوڑا سا نقصان پہنچا تھا لیکن اتنا نہیں کہ خاص طور سے اس کی طرف توجہ دی جاتی۔ اگر ووڈ کو کچھ ہوجاتا تو میں راجگی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی اور اس نئے جھگڑے میں پڑ کر میں اپنے لیے کوئی نئی مصیبت نہیں خریدنا چاہتی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک ان خیالات میں گم رہی۔ پھر نیند آگئی اور اس وقت سوتے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ہلکی ہلکی آہٹیں سنائی دیں اور میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ سر ایک دم چکرا گیا تھا لیکن ہوش جاگ گئے۔ میں متحیرانہ انداز میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے اُن دو افراد کو دیکھنے لگی جن کے چہرے مدھم نیلی روشنی میں نمایاں نظر آرہے تھے۔ دونوں ہی خوش پوش تھے لیکن چہروں سے بے حد سفاک نظر آرہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں درندگی کی جھلکیاں تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ انتہائی بے رحم لوگ ہوں۔ میں دہشت سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں مجھے گھور رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”تمہیں ہمارے کچھ سوالات کے جواب دینے ہیں لڑکی۔ فوری اور سچ ورنہ دوسری صورت میں ہم خاموشی سے تمہاری گردن

کاش کہ اس پلنگ کے نیچے پھینک دیں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہمیں یہی ہدایت ملی ہے۔"

"ک۔کک۔ کون ہو تم؟"

"سوال تمہیں نہیں کرنے ہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"یہاں کیسے داخل ہو گئے؟"

"میں نے کہا نا سوال تمہیں نہیں کرنے ہیں۔" وہ شخص پھر اسی انداز میں بولا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ واقعی بے حد سفاک ہیں اور زندگی یا موت اُن کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی سمٹ گئی۔

"تم سے سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ تم نے نیلی کار کا پیچھا کیوں کیا تھا؟"

"کک۔ کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نیلی اور اس کے ساتھی کا تعاقب تم نے ہوٹل سے اُس کے فلیٹ تک کیوں کیا تھا؟"

"مم۔ میں۔ میں نہیں سمجھی۔"

"لیکن ہم سمجھ رہے ہیں۔ تمہارے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی ہیں ہمیں۔ تم ایر انڈیا کے جہاز میں ایر ہوسٹس کی حیثیت سے یہاں تک آئی تھیں اور نیلی سے تمہاری ملاقات بھی ہوئی تھی۔ اس وقت نیلی دوسری کیفیت میں تھی، یقیناً تمہیں حیرت ہوئی ہوگی کہ اچانک ہی اس کے پیٹ کا ورم کیسے ہلکا ہو گیا اور اس کے بعد تم نے اس کا تعاقب کیا۔"

میں ششدر رہ گئی تھی جو کچھ وہ کہہ رہے تھے بالکل درست تھا۔ لڑکی کا نام مجھے اب معلوم ہوا تھا کہ نیلی ہے۔ بہرطور یہی اس پُرتجسس فطرت کی کارستانی جس نے مجھے اس کا تعاقب کرنے کے لیے مجبور کر دیا تھا۔ اور اب میں مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔

"اس کی جواب درکار ہے۔" میں نے ایک لمحے کے لیے خود کو سنبھالا پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا یہ جواب کافی نہیں ہے جو تم نے خود ہی دے دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا اس بات پر حیرت نہیں ہونی چاہیے تھی کہ وہ۔ وہ۔ اچانک ہی اس کیفیت سے چند گھنٹوں کے اندر اندر سمٹ کر کیسے ہو گئی؟" ان میں سے ایک شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے کیا پڑی ہے۔ میں تو بس اپنی ہی تجسس کا شکار ہو گئی تھی۔"

"بہتر طور کہ تم تھوڑا سا سفر کرنے کے لیے تیار ہو۔ دراصل تمہیں تفصیلات بتانے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوگی۔ ہمارا تعلق اسمگلنگ کے ایک گروہ سے ہے اور ہمارا یہ گروہ بلیک چینل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بلیک چینل کے ارکان دُنیا بھر میں اسمگلنگ کا کام کرتے ہیں اور ہم ہمیشہ نئے ساتھیوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ اس گروہ کے سربراہ مسٹر ڈوان کاؤڈرے ہیں اور ڈوان کاؤڈرے تم سے ملاقات کر کے یقیناً خوش ہوں گے۔"

"کیا بکواس ہے۔" میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"درحقیقت تم نے خود ہی اپنے لیے یہ مصیبت مول لی ہے تم ایک ہوسٹس ہو۔ لڑکی کو اگر تم نے اس کیفیت میں دیکھا تو تم اسے بھول جاتیں۔ تمہاری متجسس فطرت نے تمہیں اس کے لیے مجبور کیا کہ تم اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور وہ بے وقوف تمہارا تعاقب محسوس نہ کر سکی لیکن بلیک چینل کے لوگ اپنے ارکان کے اطراف سے باخبر رہتے ہیں۔ تمہیں دیکھ لیا گیا اور اس کے بعد اس سلسلے میں ہمیں ہیڈ کوارٹر سے ہدایات وصول ہوئیں۔ ہمارا چیف ڈوان کاؤڈرے تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"تم۔ میں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ اور تم۔ تم فضول کی باتیں مت کرو۔ تم چوروں کی طرح یہاں داخل ہوئے ہو۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں پولیس کے حوالے بھی کر سکتی ہوں۔"

"لڑکی دراصل یہ دور کافی تبدیلیوں کا حامل ہے یہاں مجرم کی زندگی اختیار کرنے سے پہلے ور زندگی کا سبق دیا جاتا ہے کیونکہ جرم کی دُنیا میں آنے کے بعد دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔ مدِمقابل کو مار دو یا خود مر جاؤ، کوئی خطرہ مول لینا اس دور میں قطعی ممکن نہیں ہے چنانچہ اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ یا تو ہم خطرہ محسوس کر کے تمہیں ختم کر دیں یا پھر کوئی درمیانی صورتِ حال نکال لیں۔ ہمارا چیف بہت معزز اور تعلیم یافتہ آدمی ہے وہ درمیانی صورت کو زیادہ پسند کرتا ہے چنانچہ تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ خاموشی سے ہمارے ساتھ باہر نکل چلو اور کسی قسم کی کوئی کارروائی کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ کسی سڑک پر تمہاری لاش پڑی ہوئی مل جائے گی۔"

"مم۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"دوسری صورت بھی ہمارے لیے مشکل نہیں ہے۔ مثلاً یہ۔" اس شخص نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا پستول نکال

ایک غبار سا میرے چہرے سے ٹکرایا۔ میں اپنی جگہ سے پیچھے ہٹی لیکن ایک لمحے کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ مجھے یاد بھی نہیں رہا میں پیچھے گری تھی یا نہیں۔ البتہ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک آرام کرسی میں دراز پایا اور کمرے کا ماحول بدلا ہوا محسوس ہوا۔ سامنے کی میز پر ایک بھاری بھرکم شخص اعلیٰ درجے کے لباس میں ملبوس بیٹھا ہوا تھا اور اس کے نزدیک وہی دونوں آدمی کھڑے ہوئے تھے جو میرے پاس ہوٹل میں پہنچے تھے۔ میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے کمرے پر نگاہ دوڑائی تو ایک سمت اس لڑکی کو پایا جسے جہاز میں دیکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ شخص بھی موجود تھا، دونوں کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے، جیسے وہ خوف زدہ یا شرمندہ ہوں۔ مجھے ہوش میں دیکھنے کے بعد بھاری بھرکم شخص نے اشارہ کیا اور وہ دونوں میری آرام کرسی دھکیلتے ہوئے اس کی میز کے سامنے لے آئے۔ بھاری بھرکم شخص کی چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے ایک موٹا سا سگار ایش ٹرے میں رکھا ہوا تھا اور سگار سے دھوئیں کی پتلی لکیر اُٹھ رہی تھی۔ اس نے سگار اُٹھا کر اس کے دو تین کش لیے اور پھر غرّاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" سوال مجھ سے ہی کیا گیا تھا۔ میں نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"یہ۔ یہ کون سی جگہ ہے اور مجھے۔"

"تمہیں ہوٹل سے بے ہوش کر کے یہاں لایا گیا ہے اور اس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ جو سوالات تم سے کیے جا رہے ہیں ان کے صحیح جواب دو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔" بھاری بھرکم شخص نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا مجھے بے ہوش کر کے یہاں تک لائے جانے کی کارروائی مجرمانہ نوعیت کی حامل نہیں ہے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"شاید تمہیں یہ بتا دیا گیا ہے کہ ہم لوگ مجرمانہ کارروائی ہی کرتے ہیں۔ اسمگلنگ اور دوسرے بہت سے جرائم ہمارے گروہ سے متعلق ہیں۔ میرا نام ڈوان کاؤڈرے ہے اور میں اس گروہ کا سرغنہ ہوں۔ ہم لوگ بہت نرم مزاج اور بڑی حلیم طبیعت کے مالک ہیں۔ کسی کو اس وقت تک کچھ نقصان نہیں پہنچاتے جب تک وہ ہمارے لیے باعثِ نقصان نہ بن جائے اور تمہارے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ تم ہمارے لیے باعثِ نقصان ہو سکتی ہو۔ ہم نے تمہیں خود تو نہیں بتایا غالباً بلیک چینل کا نام تمہارے کانوں تک پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ لڑکی اب جب یہ صورتحال پیش آ گئی ہے تو بہتر یہ ہے کہ تم ہمارے اطمینان کا سبب پیدا کر دو۔ ورنہ دوسری صورت میں تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا، یہ کام ہمارے کارندوں کے لیے مشکل نہیں ہوتا۔"

"مجھے ہلاک کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا تمہارے لیے۔" میں نے کہا اور پہلی بار بھاری بھرکم شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں لڑکی ایسی بات نہیں ہے۔ تمہیں بہت جلد اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ موت اور زندگی میں کتنا معمولی سا فرق ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں متاثر کرنے کے لیے میں تمہارے سامنے کسی کو قتل کروں۔ قتل کر دینا ہمارے لیے بالکل اسی طرح ہے جس طرح ایک گلاس پانی پی لیا۔ تم بہتر ہے کہ اب مزید سوالات میں وقت ضائع مت کرو اور میرے سوال کے جواب دو۔ نام کیا ہے تمہارا؟"

"بھارتی۔"

"تعلق؟"

"دہلی سے ہے۔ ایر انڈیا میں ہوسٹس کی حیثیت سے ملازمت کرتی ہوں۔"

"نیلی پر تمہیں شبہ کیسے ہوا؟"

"مجھے کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ بس میں نے انہیں جس حالت میں دیکھا تھا ہوٹل میں وہ اس سے مختلف نظر آئیں اور انہوں نے مجھے ایک کہانی بھی سنائی تھی جو بہت بیہودہ تھی اور جس کے بارے میں، میں دیر تک سوچتی رہی تھی۔ اس کے بعد ان کا نظر آ جانا اور اس کیفیت میں میرے لیے باعثِ تعجب ہونا ہی چاہیے تھا۔ چنانچہ میں صرف صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے ان کا تعاقب کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔"

"بعض اوقات تجسس بہت بڑی مصیبتوں کا سبب بن جاتا ہے۔ اب جبکہ نیلی تمہاری نگاہوں میں آ گئی ہے اور تم یہ جان چکی ہو کہ ڈوان کاؤڈرے بلیک چینل کا سربراہ ہے اور بلیک چینل اسمگلروں اور دہشت گردوں کا گروہ ہے تو پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں ہم خود سے الگ رہنے دیں۔ دو صورتیں تمہارے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔ ایک یہ کہ خود کو ہمارے اس گروہ میں شامل کر لو اور ہمارے اس گروہ کی رکن بن جاؤ۔ ایر انڈیا

سے تمہیں جو تنخواہ ملتی ہے ہر معاوضہ ہر ماہ اس سے دس گنا
زائد ہوگا۔ ہم تمہیں باقاعدہ اپنے ممبر کی حیثیت سے اپائنٹ کریں
گے اور یہ تنخواہ تمہیں مسلسل ملتی رہے گی۔ خواہ کچھ کام ہو یا نہ ہو
تمہیں ہمارے مفادات کی نگرانی کرنا ہوگی اور اس طرح سے
تم ہماری رکن بن کر ہر قسم کے خطرے سے بے نیاز ہو جاؤ گی۔
مستقبل میں ہمیشہ تمہارے مفادات کی نگرانی کی جائے گی اور
تمہیں ہر حادثے سے بچانے کی ذمہ داری بھی لی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک۔ کیا بکواس کر رہے ہیں آپ۔ میں سمگلر بن جاؤں
گی۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تو مجھے اس کے بہت سے مواقع ملے تھے
میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی۔"

"وہ دوسری صورت ہے۔ ہمارے ہاں ذرا طریقہ کار مختلف
ہے۔ ہم ان لوگوں کو جن کے بارے میں ہم فیصلہ کر لیتے ہیں
کہ انہیں ہمارا ساتھی ہونا چاہیے اس قدر مجبور کر دیتے ہیں
کہ پھر وہ ہمارا ساتھ دیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔"

"مم میں۔ مم میں۔"

"ہاں۔ ہم نے تمہیں اپنے لیے چن لیا ہے۔ ان الفاظ کو
ذہن میں رکھنا اور ایک سمجھدار لڑکی کی حیثیت سے فیصلہ کرنا
یہاں سے جانے کے بعد ڈیئر بھارتی کو مشتعل کبھی نہ کرنا پولیس
سے رابطہ قائم کرو۔ سمجھداری کا تقاضا یہی ہے کہ انسان پہلے
حالات کا اچھی طرح جائزہ لے۔ یہ اندازہ لگائے کہ اس کا
دشمن یا وہ جس سے اس کی مخالفت ہے خود کس کیفیت کا حامل
ہے اس کے بعد اس کے خلاف کارروائی کے بارے میں سوچا
جائے۔" بھاری بھرکم شخص نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ان دونوں
ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں میرے قریب پہنچ گئے۔

کمبختوں نے جیب سے پھر وہی پستول نکالا اور میرے
چہرے پر فائر کر دیا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی
لیکن نہ سنبھال سکی۔ نجانے یہ کون سی گیس تھی جو صرف چند
سیکنڈ میں کارگر ہو جاتی تھی۔ میرا ذہن پھر سو گیا اور بہت دیر
تک سوتا رہا۔ دوسری صبح جب اپنے بستر پر جاگی تو حیران
رہ گئی۔ کمرہ تھا۔ ہوٹل کا وہی کمرہ تھا۔ کھڑکی سے سورج کی کرنیں
اندر آ رہی تھیں اور موسم بے حد خوشگوار محسوس ہو رہا تھا لیکن
میرے وجود پر ایک بوجھل سی کیفیت طاری تھی۔ بس ایسی
جیسے پرسکون نیند نہ سو پائی ہوں۔ گزرے ہوئے لمحات ایک
ایک کر کے ذہن میں تازہ ہو گئے اور میں خوف زدہ ہو گئی۔ وہ
سب۔ وہ سب کیا تھا؟ کتنی آسانی سے انہوں نے مجھے اس
ہوٹل سے اغوا کیا تھا اور پھر اتنی ہی آسانی سے واپس پہنچا
دیا گیا تھا۔ لیکن وہ لوگ مجھے اپنے مقصد کے لیے کس طرح مجبور
کریں گے؟ دراصل جذباتیت حماقت کے مترادف ہوتی ہے اور
میں اتنی احمق نہیں تھی کہ فوراً ہی پولیس کے چکر میں دوڑ
پڑتی۔ خواہ مخواہ ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی۔ میں کس طرح
ثابت کرتی کہ میرے ساتھ یہ سب کچھ واقعہ پیش آیا ہے۔ پہلے
بھی ایک مسئلے میں ملوث ہو چکی تھی اور اب پھر وہی چکر۔ بڑے
پریشان کن حالات سے واسطہ پڑ گیا تھا۔ بڑی دیر تک سوچتی
رہی اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ اپنے آپ
کو نمایاں کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ پتا نہیں کس مصیبت میں
گرفتار ہو جاؤں۔ مصیبتیں تو میری تقدیر سے وابستہ تھیں۔
لاکھوں بار یہ عہد کیا کہ ان مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کروں گی
لیکن قائم نہ رہ پاتی تھی۔ فطرت میں یہ سب کچھ تھا ہی نہیں دل
اندر سے یہی کہتا تھا کہ اپنے اندر یہ قوتیں پیدا کی جائیں کہ دنیا
سے نمٹا جا سکے۔ میں تو ویسے ہی دکھی تھی۔ بہرطور نجانے کب تک
میں اس بارے میں سوچتی رہی پھر اسی وقت چونکی جب کسی
نے دروازے پر دستک دی تھی۔ ویٹر تھا۔ صفائی کرنے والے
کو ساتھ لایا تھا۔ صفائی کرنے والا میرے کمرے کی صفائی کر کے
چلا گیا۔ میں نے ویٹر سے ناشتہ [illegible] اور [illegible] دوبارہ
چھوڑ کر غسل خانے میں داخل ہو گئی۔ نہا کر نکلی تو ویٹر ناشتا
لگا رہا تھا۔ میں ناشتا کرنے میں مصروف ہو گئی۔ ابھی میرے
پاس کافی وقت تھا اور اس دوران مجھے اپنے سلسلے میں بہت کچھ
سوچنا تھا۔ کچھ ایسی ذہنی کیفیت ہو گئی تھی کہ باہر نکلنے کو جی نہ
چاہا۔ پورا دن میں نے اپنے ہوٹل کے کمرے میں گزار دیا۔ کچھ سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ مجھ سے اس دوران کسی نے بھی
رابطہ قائم نہیں کیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ پولیس اسٹیشن پہنچ جاؤں
اور ساری صورت حال بتا دوں۔ لیکن میں دل کی بات نہیں
مان سکتی تھی۔ کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔ وہ بھی
دیار غیر میں کچھ ہو جاتا تو کیا کر سکتی تھی میں؟ بہرصورت رات
بھی گزر گئی۔ دوسرا دن بھی اور پھر دفتر سے میرے لیے گاڑی
آ گئی۔ میری فلائٹ ٹھیک ساڑھے دس بجے روانہ ہونے والی
تھی۔ میں کچھ حیران بھی تھی۔ ان لوگوں نے دوبارہ مجھ سے رابطہ
نہیں قائم کیا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا انہوں نے
اپنا منصوبہ ترک کر دیا؟ یا پھر وہ صبر و سکون سے کام لے رہے
ہیں۔ بہرطور میری ذہنی کیفیت بہتر نہیں تھی۔ لیکن ڈیوٹی پر

آنے کے بعد ایک فرض شناس ملازم کو اپنی ذمہ داریاں پوری
کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں یاد رہ جاتا۔ میں فلائٹ لے کر واپس
دہلی پہنچ گئی اور اس کے بعد دوسرا پروگرام میرے علم میں نہیں
تھا۔ گھر واپس آئی تو راگنی بھی دو تین دن کی چھٹی پر تھی۔ ونود
بہت خوش ہو گیا اور اس نے اس دوران بھی سیر و سیاحت کے
پروگرام پیش کر دیے۔ وہ فلمیں منتخب کی گئیں اور اس کے علاوہ
گھومنے پھرنے کا مسئلہ۔ فلموں کی حد تک تو میں اور راگنی نے اس
کا یہ پروگرام قبول کر لیا تھا۔ باقی گھومنے پھرنے کے لیے اس سے
معذرت کر لی گئی کیونکہ اسے بتایا گیا تھا کہ گھومنا پھرنا تو ہماری
زندگی کے ساتھ ساتھ ہے۔ چنانچہ اس میں ہمیں کوئی لطف
نہیں آتا اور پھر بار بار دیکھی ہوئی دہلی اب کتنی بار دیکھی جائے
لیکن ونود کی تجویز کردہ فلمیں ضرور دیکھی گئیں۔ راگنی بھی میرے
ساتھ تھی اور یہ تین چار دن بڑے سکون کے گزر گئے۔ اس کے
بعد راگنی کو سوئٹزر لینڈ روانہ ہونا پڑا۔ میرے لیے البتہ ابھی تک
کوئی نیا پروگرام نہیں ملا تھا۔ پھر چھٹے دن مجھے ایک چھوٹی سی
فلائٹ پر جانا پڑا جو رات ہی کو واپس آ گئی۔ گویا ابھی میرے
پاس چھٹی کے کافی لمحات تھے۔ اس دوران مسلسل ذہن پر ایک
چیلنج سوار رہا تھا۔ لیکن کوئی واقعہ نہ ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ
میرے ذہن سے [illegible] ہوتی جا رہی تھی۔ حالانکہ یہ احساس ضرور تھا کہ کہیں نہ
کہیں وہ لوگ [illegible] ختم کر دیں گے۔ بہرحال اس روز دوپہر
تقریباً ڈھائی بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ کھانا کھا کر آرام
کرنے لیٹی تھی۔ ٹیلی فون میرے بستر کے پاس ہی موجود تھا۔ چنانچہ
میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ ایک سپاٹ دار نسوانی
آواز سنائی دی۔

"بھارتی جی سے بات کرنی ہے۔"

"جی فرمائیے میں بول رہی ہوں۔"

"اوہ! مس بھارتی ایئر انڈیا؟"

"جی ہاں۔ جی ہاں آپ کون ہیں؟"

"بھئی آپ مجھے نہیں جانتیں۔ ایک سماجی کارکن اور
چھوٹی سی صنعت کار ہوں۔ نام میرا سرلا گھوش ہے۔ یقیناً آپ
کے کانوں تک نہیں پہنچا ہوگا کیونکہ اتنی مشہور بھی نہیں ہوں۔"

"جی سرلا جی فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟" میں
نے تعجب سے کہا۔

سرلا گھوش نامی کسی عورت کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا
تھا اور نہ ہی اس کا نام سنا تھا۔

"بھارتی جی آج شام کی چائے آپ کے ساتھ پینا چاہتی
ہوں۔ کچھ ضروری باتیں بھی کرنا ہیں آپ سے۔ ویسے ناشناسائی
اسی طرح سے ہوتی ہے۔ میرا ایک کام آپ سے آ پڑا۔ میں نے
آپ کے بارے میں معلوم کیا اور آپ کو فون کر دیا۔ آپ مجھ سے ملیں
گی اور ہم دونوں ساتھ بیٹھیں گے باتیں کریں گے تو ایک دوسرے
کے شناسا بن جائیں گے۔"

"مگر آپ مجھے کام تو بتائیے؟"

"میرا کام صرف آپ سے ملاقات کرنا ہے اور یقیناً آپ اسے
پسند کریں گی۔"

"تعجب ہے۔ بہرطور میں حاضر ہو جاؤں گی۔ کس وقت
اور کہاں؟"

جواب میں سرلا گھوش نے مجھے اپنا پتا بتایا۔ ایک متمول
علاقے کی خوبصورت رہائش گاہ تھی۔ اس کا مقصد تھا سرلا گھوش
نامی عورت دولت مند لوگوں میں سے ہے لیکن مجھ سے ملاقات کا
مقصد؟ ٹیلی فون بند کرنے کے بعد میں دیر تک اس بارے میں
سوچتی رہی اور کوئی فیصلہ نہ کر پائی۔ تاہم سرلا گھوش سے ملنا بھی
ضروری تھا۔ پتا نہیں کون ہے؟ اور کیا چاہتی ہے؟ مقررہ وقت
پر میں تیار ہو کر اس جگہ پہنچ گئی جہاں سرلا گھوش نے مجھے دعوت
دی تھی۔ بہت ہی اعلیٰ درجے کی کوٹھی تھی۔ جدید ترین [illegible]
آراستہ اور بڑے وسیع و عریض علاقے میں بنائی گئی تھی کوٹھی
میں داخل ہوتے ہی اس کی نفاست کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ دائیں
ہاتھ کو ایک بڑا سا سوئمنگ پول بنا ہوا تھا جس کے اطراف میں
گھاس اور پھولوں کے تختے بکھرے ہوئے تھے۔ وہیں پر ایک
نوجوان لڑکی نے میری طرف ہاتھ ہلایا۔ مقصد یہ تھا کہ میں اس
طرف ہی پہنچ جاؤں۔ میں جھجکتے ہوئے قدموں سے اس طرف
چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد سوئمنگ پول کے پاس پہنچ گئی۔
سوئمنگ پول کے پاس کرسیاں پڑی ہوئی تھیں درمیان میں
ایک میز لگی ہوئی تھی اور سوئمنگ پول میں ایک [illegible] لباس
عورت اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ کبھی وہ ڈائیو کر کے پانی کی گہرائیوں
تک پہنچ جاتی کبھی باہر آ جاتی۔ بے لباس میں نے اس لیے کہا
کیونکہ اس نے جو مختصر سا لباس پہنا ہوا تھا وہ اس کے بدن کا
ہم رنگ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل بے لباس محسوس ہوتی
تھی۔ لمبے لمبے بال قابل تحسین تھے۔ کیونکہ وہ کمر سے نیچے تک آتے
تھے تو پانی میں بھیگ کر جسم سے چپکے ہوئے تھے لیکن بہرطور ان
کی لمبائی کا اندازہ ہوتا تھا۔ غالباً یہی سرلا گھوش تھی۔ یہ صرف

میرا اندازہ تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پانی میں کھڑی ہو گئی۔ میری آنکھیں ذرا غیرت سے جھک سی گئی تھیں۔ ہر چند کہ وہ عورت ہی تھی۔ لیکن بہر طور اخلاق اور آداب بھی کوئی چیز ہوتے ہیں۔ اسی وقت لڑکی نے جو سوئمنگ پول کے کنارے کھڑی ہوئی تھی ایک لمبا اور موٹا گاؤن اٹھا کر اس کی جانب بڑھا دیا اور پھر طویل القامت عورت نے وہ گاؤن پہن لیا۔ وہ باہر آئی تو مجھے اس کی قدوقامت اور بدن کا اندازہ ہوا۔ بلا مبالغہ تقریباً چھ فٹ قد تھا اور بدن انتہائی سڈول اور متناسب۔ وہ ورزش کی عادی معلوم ہوتی تھی۔ عمر تقریباً چھتیس، سینتیس سال کی ہو گی، لیکن چہرے سے اس کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک بھی جھری اس کے چہرے پر نہیں تھی۔ اس نے تولیے سے بالوں کو خشک کیا اور پھر انہیں جھٹکتے ہوئے میری طرف آ گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت تھی اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔

"یقیناً آپ مس بھارتی ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا نام سرلا گھوش، مسز سرلا گھوش۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"براہ کرم تشریف رکھیں۔ یہ بتایے چائے منگائی جائے یا ذرا دیر سے پئیں گی؟"

"کوئی جلدی بھی نہیں ہے۔"

"آ جائے تو حرج بھی نہیں ہے کیونکہ چائے کے دوران جو گفتگو ہوتی ہے وہ پُرلطف ہوتی ہے۔"

میں نے شانے ہلا دیے۔ اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ سرلا گھوش چند لمحات ٹہل کر تولیے سے اپنا بدن خشک کرتی رہی اور پھر میرے ہی سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔ اس کے بیٹھنے کا انداز بھی نہایت بے باکانہ تھا لیکن بہر طور میں عورت ہی تھی۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیسے مس بھارتی آپ کو آپ کی نوکری کیسی لگتی ہے؟"

"میں سمجھی نہیں؟"

"معاف کیجیے گا بالکل فاتی سی باتیں ہیں۔ لیکن ذاتی قسم کی دوستوں میں ہوا کرتی ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ سیکریٹری کی نوکری کیسی ہے؟"

"بے حد عمدہ۔ بہت نفیس، بہت اعلیٰ۔ لیکن بعض اوقات خطرات سے پُر۔"

"خطرات ہی تو زندگی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ خطرات اگر زندگی میں نہ ہوں تو آپ یقین کیجیے ایسی بے کیفی پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان چند ہی دنوں میں مر جاتے۔"

"شاید۔"

"شاید نہیں حقیقت۔ اگر آپ کو ابھی تک خطرات سے لطف اندوز ہونے کی عادت نہیں پڑی تو معاف کیجیے گا۔ آپ نہ تو ایڈونچرس ہیں اور نہ ایک جوان لڑکی۔ جب کہ آپ کو نوجوان ہلکہ تو خیز کہنا چاہیے۔" اس کی آنکھوں میں ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں اس کے سراپے اور اس کے انداز گفتگو سے اس کی شخصیت کا جائزہ لے رہی تھی۔ بہت ہی بے باک اور کچھ عجیب سی عورت تھی۔ چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"ممکن ہے کہ آپ کے اندازے اور تجربے درست ہوں۔ میں تو ابھی زندگی کا سفر کر رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ زندگی کے یہ تجربات مجھے کیا سوچ بخشتے ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں انسان خود بہ تجربات کرنے کا شوقین ہوتا ہے۔" وہ اس ملازم کی طرف دیکھنے لگی جو چائے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

ٹرالی پر چائے کے نفیس برتنوں کے ساتھ ڈرائی فروٹس اور پھلوں کی کچھ پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں اس نے یہ تمام پلیٹیں ہمارے سامنے سجا دیں۔ اس دوران مسز سرلا گھوش خاموش بیٹھی رہی تھی۔ جب ملازم چلا گیا تو اس نے پلیٹیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ تکلف نہیں کریں گی۔"

"شکریہ۔" میں نے ایک پلیٹ سے کچھ ڈرائی فروٹس اٹھائے اور پھر کہا۔

"لیکن معاف کیجیے گا مسز سرلا گھوش، میں ابھی تک اس بات سے لاعلم ہوں کہ آپ نے مجھے کیوں طلب کیا تھا؟"

"ہاں۔ ہاں میں بہت جلد موضوع پر آ جاؤں گی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بہت جلد موضوع پر آ جانا اچھا ہوتا ہے۔ چائے میں شکر کتنی لیں گی؟"

"ایک چمچہ۔" میں نے جواب دیا اور اس نے میری پیالی میں شکر ڈال کر پیالی میری جانب بڑھا دی۔

میں نے اسے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا تھا۔

"آپ اس بات پر یقیناً حیران ہوں گی کہ پہلے ہماری ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں نے بڑے اعتماد سے آپ کو اپنے گھر پر طلب کیا؟"

"جی ہاں بات حیرت کی ہے۔"

"لیکن میرے لیے حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ میں مس بھارتی سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ مس بھارتی سلف میڈ لڑکی ایک سے کے لیے میں تعارف کرا دی گئی تھی کیا یہ ملاقات میری زندگی کے ان واقعات سے تعلق رکھتی ہے جو آج تک میرے ذہن میں پوشیدگیاں اختیار کیے ہوئے تھے اور جن کی کوئی وضاحت مجھ تک نہیں پہنچی تھی۔

"کیسے۔ میں نے آپ کا پورا نام غلط تو نہیں لیا؟"

"جی نہیں۔ بلاشبہ میں اس بات کے اظہار میں بخل سے کام نہیں لوں گی کہ میں مزید کچھ جاننے کے لیے بے چین ہوں۔"

"آپ کا آپ سے مکمل تعارف کرا دیا جائے تو آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ میں آپ سے کس حد تک واقف ہوں۔ رہ گئے حقیقت ایک طرفہ ہی سہی لیکن بہر طور اس طرح انسان کو دوسرے پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ مس بھارتی مدن کمار۔ مسٹر مدن کمار ایک بہر حال تھے اور اپنی زندگی بڑے عیش و عشرت سے گزار رہے تھے۔ آپ کے دادا جی یعنی پردیپ کمار جی ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گئے اور اس حادثے کے بعد آپ نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ آپ اپنے دادا جی کی زندگی ہی میں ایڈونچرس کی نوکری اختیار کر چکی تھیں اور یہ آپ کا اس وقت صرف شوق تھا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اب آپ اس کے لیے مجبور ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے دادا جی کا آبائی مکان فروخت کر دیا ہے اور اس کے بعد ہی ایک دوست لڑکی کے ساتھ اس کے فلیٹ پر رہتی ہیں۔ آپ بہت نیک دیانتدار فرض شناس ایڈونچرس تصور کی جاتی ہیں۔ بس یہ معلومات ہیں آپ کے بارے میں میرے پاس۔"

"جی۔" میں نے چائے کی پیالی سے گھونٹ لے کر کہا۔ "اور اس کے بعد میں اس شخصیت کا نام لے رہی ہوں جو مجھ سے زیادہ آپ میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"وہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ڈان کاؤڈرے۔" سرلا گھوش نے کہا اور میں نے چائے کی پیالی میز پر رکھ دی۔ سرلا گھوش ایک پُراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بڑی چائے میں سے دو تین گھونٹ لیے اور پھر آہستہ سے بولی۔

"حقیقت یہ ہے کہ مسٹر ڈان کاؤڈرے نے مجھے آپ کے بارے میں ہدایات دی تھیں اور کہا تھا کہ آپ کے حالات زندگی کی تمام تفصیل ان تک پہنچا دوں اور ان چند دنوں میں، میں نے یہی کام کیا ہے کہ آپ کے بارے میں تمام تفصیلات حاصل کی ہیں۔" میں خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کا تعلق ڈان کاؤڈرے سے ہے؟"

"ہاں۔ میں اس کی نمائندہ ہوں۔ مقامی طور پر اس کے لیے کام کرتی ہوں۔"

"یہ جاننے کے باوجود کہ ڈان کاؤڈرے ایک اسمگلر ہے؟"

"آپ اسے صرف اسمگلر کہہ کر میرے خیال میں آپ اس سے عدم واقفیت کا اظہار کر رہی ہیں۔ وہ اسمگلر ہی نہیں دہشت پسند بھی، قاتل بھی ہے اور تخریب کار بھی۔ وہ ہر کام کر لیتا ہے جس میں اسے دولت حاصل ہونے کی امید ہو۔ یہ گروہ بہت بڑا ہے۔ اور بین الاقوامی طور پر کام کر رہا ہے۔ بڑے بڑے اعلیٰ سطح کے لوگ اس میں شامل ہیں اور ڈان کاؤڈرے ان کا بے تاج شہنشاہ ہے۔ دیکھیے۔ میں ڈان کاؤڈرے ایک بے ضرر کیچوے کی مانند ہے لیکن درحقیقت وہ سانپ کی کینچلی میں لپٹا ہوا ہے اور کینچلی میں لپٹے ہوئے سانپ کی مانند ہی بے ضرر نظر آتا ہے لیکن اس کی گہرائیوں میں اترنے والے خوف سے دل کی دھڑکنیں بند کر لیتے ہیں کیونکہ اس کے بعد دنیا ان کے لیے بے مقصد ہو جاتی ہے۔"

"آپ کہہ چکی ہیں کہ آپ اس کی ساتھی ہیں۔ چنانچہ آپ اس کی جس طرح تعریف نہ کریں کم ہے۔"

"براہ کرم چائے لیجیے۔ میرا خیال ہے آپ نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔"

"نہیں، نہیں ایسی بات نہیں۔"

"تو پھر چائے لیجیے۔ آپ نے چائے کیوں چھوڑ دی؟"

میں نے بادل نخواستہ چائے کی پیالی اٹھائی اور پھر اس کو ایک ہی سانس میں خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ اب میرے بدن میں ہلکی ہلکی لرزشیں پیدا ہو گئی تھیں۔

"تو میں آپ کو بتا رہی تھی کہ ڈان کاؤڈرے نے آپ کی تفصیل معلوم کی جو میں نے اسے فراہم کر دی۔ ڈان کاؤڈرے دراصل آپ کو اپنے اس گروہ میں شامل کرنا چاہتا ہے اور اس کے بعد اس کے وہ تمام کارروائیاں مکمل کرنی ہیں۔ جیسی وہ اپنے پسندیدہ شخص

کو اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لیے کرتا ہے۔"

"لیکن میں کسی اسمگلروں کے گروہ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان نہیں چاہتا لیکن حالات اسے مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ انہیں چاہے۔"

"میں اس قدر مجبور نہیں ہوں۔"

"آپ مجبور ہیں مس بھارتی اور میں ایک سینئر ہونے کی حیثیت سے آپ کو اس بارے میں بتا دینا چاہتی ہوں کہ آپ انجانے طور پر مجبور ہو چکی ہیں۔" اس کمبخت عورت کی آواز میں اتنا اعتماد ہوتا تھا کہ انسان ششدر رہ جائے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جسے کسی بھی طرح ٹالا نہ جا سکے۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر اس نے پھلوں کی ایک پلیٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"منہ کا مزہ بدلنے کے لیے۔"

"نہیں شکریہ۔"

"تو میں آپ کو اس گروہ کے بارے میں بتا رہی تھی۔ ڈان کا ڈوڑے کے بارے میں جو کچھ بھی میں نے کہا وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ جب چاہیں اس پر تجربات کر سکتی ہیں کیونکہ تجربات کرنے کے لیے آپ کو منع نہیں کیا گیا بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں ان تجربات میں آپ کی معاون رہوں۔"

"مسز سرلا گھوش یہ کہہ کر کہ آپ ڈان کا ڈوڑے جیسے اسمگلر کے گروہ میں کام کرتی ہیں، میرے دل سے آپ نے اپنا احترام ختم کر دیا ہے۔ مجھے آپ کے بارے میں مختصر سا علم ہے۔ آپ ایک سماجی ورکر اور شاید چھوٹی موٹی صنعت کار بھی ہیں لیکن آپ در پردہ یہ ہوں گی مجھے معلوم نہیں تھا اور میں اس بات پر بھی حیران ہوں کہ آپ نے یہ انکشاف کر کے اپنے لیے یہ خطرہ کیوں مول لیا۔"

"حیرت کی بات ہے۔ حیرت کی بات ہے آپ یہ محسوس کر رہی ہیں کہ آپ میرے لیے خطرناک ہو سکتی ہیں۔ نہیں مس بھارتی آپ پہلے یوں کر لیجیے تجربے کے طور پر کہ آپ اپنے تمام وسائل میرے خلاف استعمال کر ڈالیے اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ مجھے ایک بھی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئیں تو پھر میں آپ کو تسلیم کر لوں گی۔ ورنہ آپ مجھے تسلیم کر لیجیے۔ بات در اصل یہ ہے کہ ڈان کا ڈوڑے اپنے گروہ میں جس شخص کو شامل کر لیتا ہے سب سے بڑا کام وہ یہی کرتا ہے کہ اسے ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتا ہے اور ڈان کا ڈوڑے کے

کارکن کسی بھی طور کسی بھی جگہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔ شاید آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہاں مقامی حکام میں سے چند ایسے بڑے بڑے افراد میرے ساتھی ہیں جن کے بارے میں آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ آپ اگر میرے خلاف پولیس میں کوئی رپورٹ درج کرنے جائیں گی تو آپ یقین کیجیے کہ آپ کو پولیس اسٹیشن طلب کر لیا جائے گا اور اس کے بعد آپ کے ساتھ وہ سب کیا جائے گا جو آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ نتیجے میں آپ میرا مسئلہ بھول کر اپنے مسئلے میں گرفتار ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ اگر آپ نے اعلیٰ سطح پر اپنی کمپنی کی معرفت کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو کمپنی کے ارکان آپ کو ملازمت سے نکال دیں گے اور اس کے بعد آپ کو یہاں سے اٹھا کر کہیں لے جایا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنے مطلب کا نہ پا کر وہ آپ کو کہیں فروخت کر دیں اور اس کے کچھ عرصے کے بعد آپ کسی بالاخانے پر رقص و سرود میں ملوث نظر آئیں یا کسی ایسے شخص کے حرم میں پڑی ہوں جو بیویاں یا باندیاں پالنے کا عادی ہو۔ معاف کیجیے گا اسے آپ اپنی توہین نہ سمجھیں۔ میں آپ کو اس گروہ کے بارے میں تفصیلات بتا رہی ہوں۔"

میرے بدن کی لرزشیں کچھ اور تیز ہو گئیں۔ اس عورت کا اعتماد مجھے مجروح کر رہا تھا اور میں سوچ رہی تھی کیا واقعی میں اتنی بے بس ہوں؟ کیا یہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہی کر سکے گی؟ کیا ڈان کا ڈوڑے اتنا ہی با اختیار آدمی ہے۔ وہ کمبخت شاید میرے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں بی بی ڈان کا ڈوڑے اتنا ہی با اختیار آدمی ہے۔ مجھے دیکھو بہت پہلے میں صرف سرلا دیوی تھی۔ سرلا دیوی جو ایک کلرک مسٹر گھوش کی بیوی تھی اور ان لوگوں نے مجھے شاید میری شخصیت کی وجہ سے اپنے لیے چن لیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں ان کے لیے کام کروں اور میں نے ایک ہندوستانی عورت ہونے کی حیثیت سے اس بات سے انکار کر دیا۔ نتیجے میں میرے شوہر مسٹر گھوش کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کے بعد مجھے در بدر بھٹکنا پڑا۔ نجانے کہاں کہاں مجھے لے جایا گیا۔ نجانے کس کس جگہ مجھے پہنچایا گیا۔ میں اپنی کہانی سناؤں گی تو تمہیں اور حیرت ہو جائے گی۔ اتنی طویل کہانی ہے کہ بس یوں سمجھو اونگھ آ جاؤ گی سنتے سنتے۔ میرے دل کے زخم آج بھی گہرے ہیں اور میں جب بھی کبھی اپنے زخموں کا سفر کرتی ہوں تو زندگی مجھ پر دوبھر ہو جاتی ہے۔ بہتر طریقہ یہی ہوتا ہے کہ ان زخموں کو ہی

[illegible]یا جائے۔ مگر گھوش مر چکے تھے اور میں بے سہارا پھر رہی تھی [illegible]قعے کے بعد پیش کش کی جاتی تھی کہ میں چاہوں تو اپنا آپ [illegible] جاتی لڑکیوں سے یہ پیش کش پانچ پانچ مرتبہ کی جاتی ہے اور پانچ [illegible] اس پیش کش کو ٹھکرا دیا جائے تو پھر ساری زندگی تاریک [illegible]تی ہے۔ میں نے تیسری مرتبہ ہی ان کی یہ پیش کش قبول کر لی [illegible] کے بعد میری موجودہ صورت ہے اور اب میں ان لوگوں کے ساتھ یہ کام کرتی ہوں۔ ان کے لیے کوئی چیز بعید نہیں۔ اگر کوئی ان کے ارادوں پر عمل نہ کرے تو وہ پہلے اسے ہلکی سزائیں دیتے ہیں اور اس کے بعد سخت سزاؤں کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ تصویر دیکھو۔ معاف کرنا میری ذات [illegible] براہ راست کوئی شہرت کرنا۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا ہے میں ان کے جنگل میں پھنسی ہوئی ایک ایسی شخصیت ہوں جس کا اپنا کوئی وقار نہیں ہے جس کی اپنی کوئی آواز نہیں ہے۔ یہ [illegible] جو تمہیں سر سے پاؤں تک نظر آ رہا ہے یوں سمجھو کہ بلیک چینل ہے۔ بلیک چینل۔" اس نے آخری الفاظ عجیب لہجے میں کہے تھے۔

پھر اس نے جو تصویر مجھے دکھائی وہ —— ایک لفافے سے برآمد کی تھی۔ تصویر میرے سامنے آئی تو میں شدت حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی۔ یہ ونود کی تصویر تھی۔ میں نے بے اختیار [illegible] ونود کی تصویر [illegible] سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن سرلا گھوش نے فوراً ہی کہا۔

"یہ ونود ہے۔ راگنی کا بھائی ونود تم اس کے ساتھ رہتی رہی ہو اور تم شاید اسے بہت چاہتی ہو۔ مجھے جو ہدایات دی گئی ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر تم بلیک چینل میں شامل ہونے کے لیے تیار نہ ہو تو پہلے ونود کی ماں کو ہلاک کر دیا جائے یعنی راگنی کی ماں کو اور اس کی لاش کو عمارت کے سامنے سڑک پر پھینک دیا جائے تم اس لاش کے بارے میں تشویش کا اظہار کرو گی اور تھوڑی سی الجھنوں کا شکار بھی ہو جاؤ گی لیکن اس کے کچھ عرصے کے بعد ونود کو قتل کر دیا جائے گا۔ ونود کے جسم کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر کے تمہارے فلیٹ میں تمہاری مسہری پر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں یہ دوسری وارننگ دی جائے گی۔ تیسری وارننگ کے طور پر راگنی کو قتل کر دیا جائے گا جو تمہاری دوست ہے کیونکہ یہ بات ان لوگوں کے علم میں آ چکی ہے کہ تمہارے خالص اپنوں میں کوئی نہیں ہے چنانچہ ان لوگوں کا انتخاب ابتدائی طور پر کیا گیا ہے اور جب تیسری وارننگ کے بعد بھی تم نہیں مانو گی تو پھر تمہیں یہاں سے

اغوا کر لیا جائے گا اور پھر اس کے بعد کہیں بھیج دیا جائے گا۔ بہت سے لوگ، بہت سے لوگ معاف کرنا اس کے بعد میں کچھ کہنا نہیں چاہتی تم خود سمجھ دار ہو۔"

اب میرے پورے بدن میں تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی اور میں کرسی سے چپک گئی تھی۔ میرا سانس اوپر اوپر چل رہا تھا۔ انتہائی خوف کے عالم میں میرا بدن پسینے سے بھیگ چکا تھا۔ ونود کی موت، راگنی کی موت، ان دونوں کی والدہ کی موت میری وجہ سے ہو گی۔ میری وجہ سے اور میں، میری نحوست۔ ہاں واقعی میں منحوس ہوں۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مسز سرلا گھوش خاموشی سے میری صورت دیکھ رہی تھی۔ اس نے نہ تو تسلی کے کچھ الفاظ کہے اور نہ ہی مجھے رونے سے منع کیا۔ جب کئی منٹ گزر گئے تو میں نے رومال نکال کر اپنے آنسو خشک کیے اور آہستہ سے بولی۔

"بھگوان تباہ کرے ان لوگوں کو، غارت کرے جنہوں نے میرے جیون کو گھن لگا دیا ہے۔"

مسز گھوش نے اس پر بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولیں۔

"تو پھر میں تمہارا کیا جواب پہنچا دوں مسٹر ڈان کا ڈوڑے کو؟"

"دیکھو سرلا جی اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اپنے حالات میں گھری ہوئی ایک لڑکی ہوں لیکن شاید میں صورت حال کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔ چنانچہ یہ تصور ذہن سے نکال دو کہ تم لوگوں کے بس میں آ گئی ہوں۔ میں تمہیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہوں سمجھیں۔"

میرے ان الفاظ پر شریمتی سرلا گھوش کے چہرے پر کسی قدر ہمدردی کے آثار پھیل گئے اور پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"بہتر طریقہ یہ ہے بھارتی کہ آپ کی بات مان لو فائدے ہی میں رہو گی۔ سنسار بہت برا ہو چکا ہے۔ اتنا برا کہ اب برائی کا تصور بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ میں کوئی لیکچر نہیں دوں گی ان باتوں پر، جاننے والا ہر شخص جانتا ہے کہ لوگ کتنے برے ہو چکے ہیں۔ آج نیکی اور بدی کا تصور جس طرح انسانی ذہن سے نکل گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ چند سکوں کے عوض ہر شخص سب کچھ کر لیتا ہے۔ محکمہ پولیس، انتظامیہ اور دوسرے تمام لوگ سب کے سب بکاؤ ہیں۔ دولت دو خرید لو۔ ان برائیوں میں جینا کتنا مشکل کام ہے اس کا ابھی شاید کوئی تصور بھی نہیں کر سکیں۔ بہتر ہے کہ تم میرے

تجربے سے فائدہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں جرم کی طرف راغب نہیں کر رہی بلکہ کچھ سچائیوں سے روشناس کروا رہی ہوں۔ اگر یہ نقصانات اٹھانے کے لیے تیار ہو تو اپنی زندگی کو تجربات کی بھٹی میں جھونک دو اور اگر نہیں ہو تو پھر بلیک چینل میں شامل ہو جاؤ فائدے میں رہو گی تم اپنی ملازمت جاری رکھ سکتی ہو بلکہ جاری رکھ کیا سکتی ہو ایک مستحکم ملازمت تمہارے لیے موجود رہے گی جسے کوئی زوال نہیں ہوگا جہاں چاہو گی اپنی پسند کی ڈیوٹی لگوا سکتی ہو یہ تمام انتظامات بلیک چینل کی طرف سے ہوں گے۔"

"تو کیا۔ تو کیا میری کمپنی میں بھی؟"

"میں کسی انفرادی شخص کا ذکر نہیں کر رہی لیکن وہ لوگ اتنے با اثر ہیں کہ جہاں چاہیں جو کچھ چاہیں کر لیتے ہیں، تم میری رائے میں یہی فیصلہ کرو بھارتی کہ ان کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر افسوس کے ساتھ تمہیں ایک چیز دکھانی پڑے گی۔"

مسز سرلا گھوش نے سرد لہجے میں کہا۔ اور میز کی سطح کے نیچے ہاتھ ڈال کر کسی خفیہ دراز سے براؤن رنگ کا ایک لفافہ نکال لیا جس میں چار تصویریں تھیں۔ یہ چاروں تصویریں انہوں نے میرے سامنے ڈال دیں اور میری نگاہیں ان پر جمیں، لیکن پھر میرے وجود میں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ یہ تصویریں میری ہی تھیں سو فیصد میری لیکن اتنی شرمناک، اتنی ہولناک کہ انہیں دیکھ کر مجھے مر جانا چاہیے تھا۔ میں نسوانیت کے ہر اعتماد سے گزر چکی تھی ان تصویروں میں وہ سب کچھ تھا ان میں جو۔ جو مجھے خودکشی پر مجبور کر سکتا تھا۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان تصویروں کو دیکھ رہی تھی۔ سرلا دیوی نے وہ تصویریں اٹھا لیں اور لفافے میں بند کر دیں۔

"میں تمہاری کیفیت سے اندازہ لگا رہی ہوں کہ تمہیں کتنا شاک پہنچا ہے۔ لیکن معاف کرنا یہ کام میرا نہیں ہے۔ یہ تصویریں مجھے مسٹر کاؤڈے نے پیرس سے بھجوائی ہیں اور ان تصویروں میں جو مرد ہے اس کا چہرہ سامنے نہیں رکھا گیا ہے لیکن اگر تم انہیں کسی ماہر ترین فوٹو گرافر کے سامنے پیش کر دو تو میں دعویٰ کرتی ہوں کہ وہ بھی یہ نہ بتا سکے گا کہ یہ تصویریں مصنوعی ہیں اور یہ بات میں جانتی ہوں کہ یہ تصویریں بالکل مصنوعی ہیں کیونکہ میں خود بھی کچھ ایسی ہی تصویریں دیکھ چکی ہوں اس سے زیادہ کچھ کہنا تمہارے لیے کچھ ضروری ہے اور نہ میرے لیے۔ یہاں تک جا سکتے ہیں وہ لوگ۔ یہاں تک کر سکتے ہیں۔ یہ تصویریں تمہارے باس مسٹر شکلا کے پاس جا سکتی ہیں۔ یہ تصویریں ملک کے ہر اخبار تک پہنچ سکتی ہیں اور اگر اخبارات انہیں چھاپنے پر تیار نہ ہوں تو پھر جعلی اخبارات چھاپ کر بازار میں پھیلائے جا سکتے ہیں جن میں ان تصویروں کے متعلق مضامین شامل ہوں گے۔ ارے تم نہیں جانتیں یہ ڈان کاؤڈے کیا چیز ہے؟ تم نہیں جانتیں بھارتی میری رائے ہے جان لو، سمجھ لو غور کر لو بس اس سے زیادہ میں اور کوئی وکالت نہیں کروں گی چونکہ یہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں ہے نہ ہی مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہیں سمجھا کر اس پر آمادہ کروں میرے ذریعے تو تم تک صرف ایک پیغام پہنچایا گیا ہے فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔"

میری آنکھوں میں تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں تھا میں اندھوں کی طرح ٹٹولتی ہوئی وہاں سے اٹھی اور مسز سرلا گھوش نے کہا۔

"جا رہی ہو؟ مجھے جواب کب تک مل سکے گا؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اندھوں ہی کی طرح ٹٹولتی ہوئی باہر نکل آئی۔ جا چکی آنکھوں کی بینائی رخصت ہو گئی تھی جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ میرے لیے موت کے مترادف تھا۔ باہر نکل کر میں نے ادھر ادھر دیکھا اور ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگی۔ مجھے زور زور سے چکر آ رہے تھے۔ ایک ٹیکسی میرے قریب آ کر رکی [illegible] اور میں اس میں بیٹھ گئی [illegible] میں داخل ہوئی۔ ماتا جی نے محبت سے پوچھا تھا کہ کیسا بھگوان [illegible] کہاں سے آ رہی ہوں۔؟ میں نے ماتا جی سے کہا کہ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے آرام کرنا چاہتی ہوں۔ ونود نے میری شکل دیکھی اور آہستہ سے بولا۔

"ارے کیا بات ہے بھارتی دیدی؟ کچھ طبیعت خراب ہو گئی ہے؟"

"ہاں ونود بس ایسے ہی سر میں شدید درد ہے اور چکر آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر ریسٹ کر لوں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"تو پھر آپ ریسٹ کیجیے دیدی۔" ونود نے کہا۔ اور میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

دل چاہ رہا تھا کہ خودکشی کر لوں۔ زندہ رہنے سے کیا فائدہ؟ کیا فائدہ ایسے زندہ رہنے سے؟ میں کتنی بے بس ہو چکی تھی اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا۔ بستر پر لیٹنے کے بعد میں نجانے کیا کیا سوچتی رہی۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جسم میں [illegible] پلٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ بہت دیر تک میری یہ کیفیت رہی [illegible] میں باتھ روم میں چلی گئی ٹھنڈے پانی کا نل کھول کر نیچے جا بیٹھی اور نجانے کتنی دیر تک اپنے سر پر پانی [illegible] رفتہ رفتہ میری اعصابی قوتیں بحال ہونے لگیں [illegible] باہر نکل کر بدن خشک کیا۔ لباس تبدیل کیا اور دوبارہ لیٹ گئی۔ گھر والوں کو میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا [illegible] باتیں گزر رہی ہیں۔ بہت دیر تک یہی کیفیت رہی اس کے بعد آہستہ آہستہ پرسکون ہوتی چلی گئی۔ مجھے [illegible] نہیں ہو رہا تھا کہ تصویریں کب اور کہاں حاصل کی گئیں کس طرح بنائی گئیں۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ ان تصویروں سے کوئی تعلق نہیں ہے صرف میرا چہرہ استعمال کیا گیا ہے [illegible] سکتا ہے ہو سکتا ہے وہ لمحات جب میں ان کے قبضے میں تھی لیکن ان لمحات کے اثرات مجھے اپنے وجود پر محسوس نہیں ہوئے یعنی تصویریں جعلی اور مصنوعی تھیں۔ میں یہ اندازہ نہیں لگا پائی تھی کہ وہ بدن میرا ہی ہے جو ان تصویروں میں [illegible] گیا ہے یا صرف میرے چہرے کو استعمال کیا گیا ہے۔ کوئی فائدہ نہیں تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے سرلا گھوش کے الفاظ بھی [illegible] محسوس ہو رہے تھے کہ دنیا کا کوئی فوٹو گرافر یہ بات ثابت نہیں کر سکے گا کہ ان تصویروں کو مصنوعی طور پر بنایا گیا ہے جہاں تک سرلا گھوش کا تعلق تھا تو اس نے پورے اطمینان کے ساتھ یہ بات [illegible] انگلیوں کی ساتھی [illegible] ہے اور ذرا بھی اس [illegible] چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے [illegible] بھی کہا تھا کہ اگر اس کے خلاف کوئی بات کروں گی تو اس کے [illegible] مجھے ہی سنگین بھگتنا پڑیں گے۔ اور ایسے واقعات میرے کانوں اور نگاہوں سے اوجھل نہیں تھے۔ جب کسی مجرم کی نشاندہی کرنے والے ہی کو مجرم قرار دے کر پوری زندگی جیل میں سڑا دیا گیا تھا۔ ہاں کم از کم یہ سب کچھ تو میں نہیں کر سکتی تھی۔ تو پھر تو پھر کیا کروں؟ پھر اس کے اندر ایک طوفان سا اٹھنے لگا۔ میرے تن بدن میں ایک زلزلہ سا آ گیا تھا اور میرا پورا وجود بھاری گڑگڑاہٹیں محسوس کر رہا تھا مجھے جھٹکے لگ رہے تھے اور میرے دل میں ایک بغاوت کا جذبہ سر ابھار رہا تھا۔ دادا جی کو قتل کر دیا گیا، میری نانی جی کو قتل کر دیا گیا۔ مجھے گھر سے بے گھر کر دیا گیا۔ میرے چاچا مدن کمار جی کو قتل کیا گیا۔ میری ماتا جی کا پتا نہیں لگ سکا۔ جے بخری کہتی ہیں کہ وہ میری ماں نہیں ہے۔ رانا پرتاپ سنگھ، سنیل اور دوسرے تمام کردار ایک دوسرے میں گڈمڈ ہونے لگے اور مجھے احساس ہوا کہ دنیا بھر میں میرے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ لوگ میرے ہی سلسلے میں مصروف عمل ہیں۔ مجھے نجانے کیا سے کیا بنا دینا چاہتے ہیں وہ لوگ اور کیا۔ کیا میں ان کے ہاتھوں اس طرح سے پامال ہوتی رہوں۔ کیا میں اپنے طور پر کچھ نہیں ہوں۔ کیا میں دوسروں کے سہارے تلاش کر کے جیتی رہوں؟ نہیں ہرگز نہیں دنیا جو کردار تخلیق کرتی ہے مجھے بھی انہی میں سے ایک کردار بن جانا چاہیے اگر میں یہ کردار نہ بنی تو جینا مشکل ہو جائے گا اور اس کا عارضی طریقہ یہی ہے کہ میں ڈان کاؤڈے کے گروہ میں شمولیت کا اظہار کر دوں۔ میں اس گروہ میں شامل ہو جاؤں لیکن در پردہ اپنے وقت کا انتظار کروں۔ ہاں اس وقت کا جب میں اپنے ہاتھوں کسی کو فنا کرنے کے قابل ہو جاؤں۔ نہیں بھارتی ہرگز نہیں اب تک جو زندگی گزارتی رہی ہو اسے بھول جاؤ۔ اس دنیا میں جینے کا حق تمہارا بھی ہے اور جینا اس طرح نہیں جانا جیسے تم جی رہی ہو جس طرح وہ ظالم جی رہے ہیں اسی طرح ظالم بن کر جیو کہ اسی میں زندگی ہے۔ میرے اندر سے ایک نئی عورت ابھرتی آ رہی تھی اور یہ نئی عورت شاید بھارتی نہیں تھی۔ بہت وقت گزر گیا۔ رات گزر گئی۔ پوری رات ایک لمحے کے لیے نہ سو سکی تھی کسی نے مجھے پریشان نہ کیا حالانکہ رات بھر جاگی ہوئی تھی۔ لیکن دوسری صبح ایسی ٹھنڈی ٹھنڈی اور فرحت بخش تھی کہ میرا انگ انگ جھوم رہا تھا اور یہ میرے اندر جاگنے والا شیطان تھا جس نے مجھے دنیا کے خطرات سے بے نیاز کر دیا تھا۔ ونود اور ماتا جی نے میرے ساتھ ناشتا کیا۔ ناشتے پر میں انہیں ہلکے پھلکے لطیفے سناتی رہی، ونود نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واہ دیدی رات بھر میں آپ کی طبیعت اتنی عمدہ ہو گئی یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہم لوگ تو پریشان ہوتے رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ ڈاکٹر کو بلا کر خاموشی سے آپ کو دکھا دیا جائے۔"

"نہیں ونود اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے کہا۔

دن کو تقریباً بارہ بجے ٹیلی فون موصول ہوا ونود نے فون ریسیو کیا اور مجھ سے کہا کہ مسز گھوش آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ میں بڑے اعتماد انداز میں ٹیلی فون تک پہنچی تھی۔ دوسری طرف سے مسز گھوش کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو بھارتی کیا حال ہیں تمہارے۔؟"

"بالکل ٹھیک۔ بہت خوش، بالکل مطمئن۔"

"گڈ ویری گڈ اور فیصلہ کیا کیا تم نے؟"

"میں پوری محبت، سچائی اور اعتماد کے ساتھ بلیک چینل میں شامل ہونے کے لیے تیار ہوں۔ میرے چیف ڈان کاؤڈے کو اس

بارے میں اطلاع دے دو کہ انہیں ایک بہترین ورکر مل گیا ہے جو ان کے مفادات کے لیے ہر کام کرے گا۔"

"اوہ گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ دوپہر کا کھانا تم میرے ساتھ کھا سکتی ہو؟"

"دوپہر کا نہیں رات کا۔" میں نے جواب دیا۔

"او کے ڈیئر۔ میں رات کو آٹھ بجے تمہارا انتظار کروں گی" مسز گھوش کی آواز سنائی دی اور میں نے جلدی فون کا ریسیور رکھ دیا۔ مسز گھوش کے گھر جاتے ہوئے اب میرے ذہن میں کوئی تردد نہیں تھا اور اب میں بہت مطمئن تھی۔ زندگی کا یہ نیا سفر میں نے حالات کے ہاتھوں بہت سی چوٹیں کھانے کے بعد شروع کیا تھا اور اب اپنی فطرت میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر کے میں اپنی حیات پر بنے ہوئے جال کو توڑنے کی خواہش مند تھی۔ مسز سرلا گھوش اس وقت بھی ایک حسین ترین لباس میں ملبوس تھیں۔ ان کے لانبے بال جوڑے کی شکل میں بندھے ہوئے تھے۔ لباس میں وہ خاص طور سے بدن کو نمایاں کرنے کی کوشش کیا کرتی تھیں حالانکہ اس وقت میرے علاوہ ان کے پاس اور کوئی موجود نہیں تھا لیکن شاید وہ فطرتاً ہی ایسی تھیں۔

انہوں نے بڑے پیار بھرے انداز میں میرا استقبال کیا، میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھے گھسیٹ کر میری آنکھوں کو چوم لیا اور پھر بڑی محبت سے مجھے اندر لے گئیں۔

دبیز و عریض ڈرائنگ روم میں انہوں نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور اس کے بعد مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی خود بھی سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں پھر آہستہ سے بولیں۔

"بعض لوگ آنکھوں کے راستے دل میں اترنے کا فن جانتے ہیں، تم یقین کرو بھارتی، تمہاری صورت میں مجھے ایک ایسی کشش نظر آئی کہ ساری باتوں کے علاوہ دل تمہاری طرف مائل ہو گیا۔ تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ کچھ حالات نے مجھے اس طرف متوجہ کر دیا اور بالآخر میں اس قدر ذہنی طور پر اس سلسلے میں ملوث ہو گئی ہوں کہ ان سے ہٹ کر نہیں سوچتی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میری ایک دنیا الگ بھی ہے اور اس دنیا میں بہت کم لوگ میرے ذہن تک پہنچ پاتے ہیں، تم ان میں سے ایک ہو۔"

"شکریہ مسز گھوش۔"

"کیا تم مجھے سرلا دیوی نہیں کہہ سکتیں؟"

"کہہ سکتی ہوں، لیکن [illegible] کے لیے بہت سے مراحل باقی ہیں" میں نے جواب دیا اور مسز گھوش گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں پھر بولیں۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"ظاہر ہے سرلا دیوی۔ میں مجبوریوں کے حالات کے تحت یہاں تک پہنچی ہوں، اپنی خوشی سے یہ سب کچھ نہیں کر رہی اور اس کا ذریعہ آپ بھی ہیں۔ چنانچہ میرے ذہن کے گوشے ابھی سخت ہیں۔"

"اس موضوع کو ابھی بالکل ہی ترک کر دو۔ بہت سے پہلو نکل آتے ہیں اس سے۔" سرلا دیوی نے سنجیدگی سے کہا اور میں خاموشی سے ان کی صورت دیکھتی رہی۔ وہ چند لمحات کے لیے خاموش رہیں اور اس کے بعد گردن جھٹک کر مسکرانے لگیں۔

"ہوں۔ تو تم اپنے فیصلے سے مجھے آگاہ کرنے آئی ہو؟"

"میں نے اپنے فیصلے سے آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا یہ صرف مراسم بڑھانے کی ابتدا ہے۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ بہر طور اب تم بلیک چینل کے لیے باقاعدہ کام کرو گی۔"

"ہاں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"خاص وجہ آپ [illegible]" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ٹھیک۔ ظاہر ہے تم ان لوگوں کی دھمکیوں کو نظر انداز نہیں کر سکتیں، لیکن اب جبکہ تم نے دل سے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم ان کے لیے کام کر رہی ہو تو پھر انہیں بھول جاؤ اور پوری سنجیدگی سے یہ کام انجام دو۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"ایک بڑی عجیب بات ہے اور وہ یہ ہے بھارتی کہ جرم سے بھرے کاروبار میں، بڑے بڑے لوگ جو عالی پائے کے بزنس مین ہوتے ہیں، بزنس میں اس بات کی ہمیشہ گنجائش رکھتے ہیں کہ کہیں کسی جگہ بے ایمانی کی جا سکے، کچھ رقم بچائی جا سکے، کوئی ایسا چکر چلایا جا سکے جس سے دوسروں کو نقصانات اور انہیں فائدہ ہو۔ لیکن جو لوگ برے کام کرتے ہیں ان میں ایمان داری اور نیت پکی ہے۔ ہے نا عجیب بات؟"

"شاید مجھے اس کا تجربہ نہیں ہے۔"

"ہو جائے گا۔ ہو جائے گا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بلیک چینل جو کام بھی کسی سے لیتا ہے اس کے سلسلے میں وہ ادائیگیاں بڑی ایمان داری سے کرتا ہے۔ مثلاً تم جو کچھ کرو گی اس کا پیمنٹ ایک ایک پائی کا حساب دے کر ادا کیا جائے گا۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"معلوم ہم اسی طرح کام کرتے ہیں۔" مسز گھوش بڑی دیر تک مختلف باتیں کرتی رہیں پھر بولیں۔

"تمہارا نیا شیڈول کیا ہے؟"

"ابھی مجھے معلوم نہیں۔"

"مجھے اپنے شیڈول سے آگاہ کرتی رہنا بس اب یوں سمجھو کہ بلیک چینل کی ورکر بن گئی ہو۔ ایک فارم پُر کرنا پڑے گا تمہیں جس کے بعد مزید کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔"

"گویا میں اپنی موت کا سامان بھی خود اپنے ہی ہاتھوں سے کروں گی۔"

"نہیں اطمینان رکھو، تمہارے ہر طرح کے تحفظ کی ذمہ داری [illegible] جاتی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مسز گھوش نے ایک فارم میرے سامنے رکھ دیا اور میں اسے پڑھنے لگی۔ عام سی باتیں تھیں یا دیگر معنوں میں ایک اعتراف نامہ تھا جس میں لکھا تھا کہ میں اپنی مرضی سے اپنی خوشی و رضامندی سے بلیک چینل کی ورکر بن رہی ہوں اور اس سلسلے میں اس کے تمام معاملات کی ذمہ داری [illegible] ہوں اس کے بعد مجھے دستخط کرنے تھے۔ میں نے یہ سب کچھ کر کے ان کے حوالے کر دیا۔

رات کا کھانا بے حد پُرتکلف تھا اور مسز گھوش جس اہتمام سے میری خاطر مدارات کر رہی تھیں۔ رات گئے واپس لوٹی تھی لیکن ذہن کو اب تمام خیالات سے آزاد کر دیا تھا اور اس کے بعد میں نے وہی کچھ کیا جس کی ہدایت مجھے دی گئی تھی جب بھی میرا کوئی نیا شیڈول ہوتا میں مسز گھوش کو اس سلسلے میں فون کر دیا کرتی تھی۔ پھر مجھے اپنی فلائٹ بنکاک سے جاتی پڑی اور اسی دن مسز گھوش نے مجھ سے کہا کہ میں رات کے کسی حصے میں ان سے ملاقات کروں۔

رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے میں ان کے پاس گئی راگنی موجود نہیں تھی۔ ماتا جی سے بھی بہانا کرنا پڑتا تھا۔ مسز گھوش نے سرد مہری سے میرا استقبال کیا۔ آج ان کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ نہیں تھی تب انہوں نے کہا۔

"تو آج بنکاک جا رہی ہو۔ واپسی کب تک ہو جائے گی؟"

"پرسوں۔"

"ٹھیک ہے تمہارا پہلا کام شروع ہوتا ہے۔" میں [illegible] سے مسز گھوش کو دیکھنے لگی۔ ان کے ان الفاظ نے بدن میں ہلکی سی سنسنی پیدا کر دی تھی۔ مسز گھوش اپنی جگہ سے اٹھیں اور پھر وہ ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس اٹھا لائیں۔ اس اٹیچی کیس میں سے انہوں نے میرے لیے ایک یونی فارم نکالا یہ میری فضائی کمپنی کی یونی فارم تھی۔ انہوں نے یہ یونی فارم میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کل فلائٹ پر جاتے ہوئے یہ یونی فارم تمہارے بدن پر ہو گی، یہ تمہارے جوتوں کے ڈیزائن کے جوتے ہیں، یہی جوتے تم کل استعمال کرو گی۔ اور یہ تمہارا پرس ہے، پرس میں جو بھی چیزیں ہیں، وہ سب تمہاری ضروریات کے مطابق ہیں یعنی تم اپنی کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں لو گی اور یہ نیا لباس پہن کر نئے جوتے اور نئے پرس کے ساتھ تمہیں کل اپنی فلائٹ پر جانا ہے۔ بنکاک میں تم جس ہوٹل میں قیام کرو گی، وہاں ایک شخص تم سے ملاقات کرے گا، تم اپنا یہ لباس اس کے حوالے کر دو گی، جوتوں اور پرس سمیت، بس یہی تمہارا کام ہے، وہ شخص تم سے بلیک چینل کے اسٹیکر کے حوالے سے ملے گا اور اسٹیکر تمہارے پاس بھی موجود ہو گا۔ تم لوگ اپنے اپنے اسٹیکرز کا تبادلہ کرو گے اور یہی کام کی تکمیل ہو جانے کا نشان ہو گا۔ سمجھ گئیں۔"

"تو کیا اس لباس میں ہے؟" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا اور مسز گھوش نے سنجیدگی سے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولیں۔

"سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ہاں ہماری ذاتی گفتگو ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔" ان کا لہجہ ایک آخری حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گئی لیکن اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ یہ لباس ہی درحقیقت مصیبتوں کی جڑ تھا۔ میں نے اٹیچی اور جوتے پرس سمیت اپنی تحویل میں لے لیے۔ مسز گھوش کا انداز ایسا تھا جیسے اس کام کی تکمیل کے بعد وہ مجھ سے نجات حاصل کر لینا چاہتی ہیں۔ میں یہ محسوس کرنے کے بعد اس جگہ سے اٹھ گئی اور میں نے ان سے کہا۔

"مجھے اجازت ہے؟"

"ہاں جا سکتی ہو۔ بنکاک سے واپسی پر ملاقات ہو گی لیکن اب ذرا ملاقاتوں میں احتیاط برتنا۔ ایئرپورٹ سے واپسی کے بعد فوراً ہی مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا بلکہ کچھ وقت صرف کر لینا۔"

"بہتر۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں وہاں سے رخصت

ہو گئی سنسنی کا وہ شدید احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔ میں اسمگلروں کے ایک گروہ کے لیے براہ راست کام کرنے جا رہی تھی لیکن اب سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔ میں نے بلیک چینل کی رکنیت قبول کر لی تھی اور اب اُس کے مطابق مجھے سارے کام کرنے تھے۔

خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرتی رہی اور اپنی قوتِ ارادی سے اپنے ذہنی انتشار پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئی اور دوسری صبح بہت جلد آنکھ کھل گئی حالانکہ مجھے دیر سے جانا تھا لیکن ایک بے چینی سی وجود میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے وہ لباس نکال کر باہر رکھا، ایک لمحے کے لیے یہ بھی سوچا کہ یہ میرے بدن کی مناسبت سے ہے یا نہیں، چھوٹا بڑا نہ ہو۔ جوتوں کا سائز ایک نگاہ دیکھنے سے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ غسل کیا اور لباس کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد بھی مجھے یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ اس میں ایسی کون سی خاص بات ہے۔ حیرتناک بات یہ تھی کہ جس پرس کو میں استعمال کرتی تھی اس دوسرے پرس کا ڈیزائن اس سے ذرا بھی مختلف نہیں تھا۔ اندر بھی وہی تمام چیزیں تھیں جو میرے پرس میں ہوا کرتی تھیں۔ میرے بارے میں ان کی معلومات کس قدر حیرت انگیز ہیں۔ بہرطور قدیم زمانے سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا اور یہ بات بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ اب جرم بھی سائنسی حیثیت رکھتے ہیں، دنیا نے ترقی کے نام پر انسان کو جو کچھ دیا ہے، انسان زندگی کے ہر شعبے میں اس ترقی سے بہرہ ور ہو رہا ہے چنانچہ جرم کرنے والے چور، اسمگلر، ڈاکو اور دوسرے جرائم پیشہ بھی انہی تمام چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مجھے ذرہ برابر احساس نہ ہو سکا کہ میرے اس لباس میں ایسی کون سی خاص بات ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کو کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جوتے، پرس اور تمام چیزیں بھی اچھی طرح دیکھیں لیکن ابھی میری عقل اس سلسلے میں بہتر طور سے کام نہیں کر سکی تھی۔ اس لیے میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

وقتِ مقررہ پر ڈیوٹی پر جا پہنچی اور پھر سب کچھ بھول کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مجھے کبھی یاد آ جاتا تھا کہ میں اس وقت کس حیثیت سے سفر کر رہی ہوں اور اس وقت میرے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ جاتی تھیں لیکن بہرطور میری کیفیت زیادہ خراب نہ ہو سکی۔ طیارے کے فضا میں بلند ہونے کے بعد میں نے اپنی ہیئت سنبھال لی۔ طیارہ بنکاک کی جانب چل پڑا۔ میری ذمہ داریاں بدستور جاری تھیں۔ جہاز میں ایک ایک کو شبے کی نگاہوں سے دیکھ رہی کی طرف سے میری نگرانی کا کوئی بندوبست کیا گیا ہے یا نہیں، مجھے ذرہ برابر احساس نہیں ہو سکا تھا کہ ایسی کوئی شخصیت موجود ہے جو مجھ پر نگاہ رکھ رہی ہے۔ وقت گزرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارا طیارہ بنکاک ایرپورٹ پر اتر گیا۔ میں نے اپنے فرائض کی تکمیل کی اور اس کے بعد آزاد ہو گئی لیکن یہ آزادی تمام مصروفیتوں سے بھاری تھی مجھ پر بنکاک کے کچھ علاقے مجھے بے حد پسند تھے اور جب بھی کبھی یہاں آتی تھی، ان کا جائزہ لے لیتی تھی، تھوڑی بہت خریداری بھی کر لیتی تھی لیکن اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ میں اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتی تھی۔

میں نے وہ لباس اُتارنے کے بعد ایک جگہ محفوظ کر دیا اور اپنا ذاتی استعمال کا لباس پہن لیا جو میں ہمیشہ ساتھ لاتی تھی۔ اس کے بعد ہوٹل سے ایک لمحے کے لیے بھی باہر نہیں نکلی۔ میرے ساتھی مختلف تفریحات میں مشغول ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے مجھے بھی پیشکش کی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی اور کہا کہ میں اپنی طبیعت پر کچھ کسل محسوس کر رہی ہوں اس لیے ان کا ساتھ نہ دے سکوں گی، یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر وہ لوگ تعجب کا اظہار کرتے۔ چنانچہ انہوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ میں صرف اس شخص کا انتظار کر رہی تھی جو مجھ سے وہ لباس وصول کرنے کے لیے آنے والا تھا۔ لیکن پہلا دن اس کے بے پاس ہی بیتا۔ کوئی مجھ سے نہیں ملا تھا۔ رات کو کچھ دیر کے لیے میں نیچے ہال میں بھی گئی تھی اور ایک میز پر بیٹھی لائم جوس سے شغل کرتی رہی لیکن یہاں بھی مجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ بہرطور یہ بلیک چینل کا معاملہ تھا۔ بہت سے ایسے معاملات تھے جو میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ مثلاً اگر یونیفارم میں ان لوگوں کے حوالے کر دوں تو اس کے جواب میں کیا ہوگا۔ میری یونیفارم کیسے ملے گی۔ میں نے اپنے طور پر بھی دوسری تیاریاں کر لی تھیں، یعنی اگر یہ کہ مجھے اس میں کوئی دقت ہو تو میں اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی کہانی پیش کر سکتی تھی۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے بارہ بجے میری روم سروس کا بوائے معمول کے مطابق اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں ایک باسکٹ دبی ہوئی تھی۔ اس نے باسکٹ میرے سامنے رکھ دی انداز کچھ عجیب سا تھا اس لیے میں چونک کر اُسے دیکھنے لگی پھر اُس نے دانت نکال دیے۔

"یہ آپ کے لیے ہے میڈم۔ براہ کرم اپنا وہ یونیفارم جو آپ پہن کر یہاں [illegible]

[illegible] موجود ہے۔ اس نے اپنی جیب سے بلیک چینل کا اسٹیکر نکال [illegible] سامنے رکھ دیا اور میں حیرت سے اچھل پڑی۔ ایک بار پھر [illegible] سنسنی کا احساس ہوا تھا۔ میں نے باسکٹ میں رکھی ہوئی [illegible] کو دیکھا پلاسٹک کے ایک شاپنگ بیگ میں میری اپنی [illegible] یونیفارم موجود تھا جوتے وغیرہ بھی تھے۔

[illegible] اپنی جگہ سے اٹھی اور میں نے اپنا یونیفارم نکال کر اور جوتے [illegible] سامنے رکھ دیا اور اس نے احتیاط سے تمام چیزیں چیک کر کے [illegible] میں منتقل کر لی تھیں اور باسکٹ کا سامان نکال کر میرے [illegible] سامنے رکھ دیا تھا۔ اس یونیفارم میں بھی کوئی خاص بات نہیں [illegible] گویا میرا یہ مسئلہ حل ہو گیا تھا کہ اگر یہ یونیفارم میں نے یہاں کسی کے حوالے کر دیا تو واپسی میں کیا ہوگا۔ میں نے اپنا اسٹیکر بھی نکال [illegible] اور ہمارے درمیان اسٹیکروں کا تبادلہ ہو گیا۔ پھر [illegible] کوئی لفظ کہے بغیر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد میں گہری گہری سانسیں لینے لگی [illegible] پہلی ذمہ داری بلیک چینل کی طرف سے مجھے سونپی گئی تھی وہ [illegible] نے بغیر کسی دقت کے سرانجام دے دی تھی اس سے میرا دل [illegible] بڑھ گیا تھا میری ذات میں جو کئی تبدیلی پیدا ہوئی تھی اور [illegible] جس کی وجہ سے میں اپنے مزاج اور اپنی عادت کے بالکل خلاف [illegible] کر رہی ہوں کام انجام دینے کے لیے تیار ہو گئی تھی اس کے [illegible] ایک شدید جھلاہٹ کارفرما تھی۔ یہ جھلاہٹ غالباً اس بات کی تھی کہ لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ میں پے در پے ذہنی حادثات کا شکار ہو رہی ہوں لیکن میرے اپنے بس میں کچھ نہیں ہے اتنی بے بسی طاری کر دی گئی ہے مجھ پر کہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ کمبخت سینیل کو یہ سوچ کر اپنے ذہن میں جگہ دی تھی کہ ممکن ہے وہ ان حالات میں میرا معاون بن جائے لیکن وہ اُدھو خود ہی شاطر آدمی نکلا تھا اور اب میں یہ کہہ کتا ہوں یہ بات کہہ سکتی تھی کہ اس کا تعلق میرے دشمنوں سے ہے ان دشمنوں سے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح میرے دادا، میرے باپ اور میری سوتیلی ماں کو قتل کیا تھا۔ ایسے آدمی کو میں بھلا اپنا مددگار کیسے بنا سکتی تھی۔ اس نے تو اس دوران بھی مجھے بیدار کرنے سے گریز نہیں کیا تھا۔

بلیک چینل میں شامل ہونے کے بعد ہو سکتا ہے مجھے کچھ ایسے لوگ مل جائیں جو میرے مقصد کی تکمیل میں میرے معاون ثابت ہو سکیں۔

مسز منیلی سرلا گھوش بھی بلیک چینل کی رکن تھیں۔ میں اپنا در دل ان سے بھی کہہ سکتی تھی لیکن یقینی طور پر وہ اتنی بے اثر نہ ہوں گی کہ میرے لیے کچھ انتظامات نہ کر سکیں۔ بہرطور اس سلسلے میں مجھے بلیک میل کر کے مجبور کیا گیا تھا لیکن شاید میں اس مجبوری کو قبول نہ کرتی اگر یہ تصور میرے ذہن میں نہ ہوتا۔ تھوڑی دیر تک تو میں سنسنی کا شکار رہی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ میرے اندر خود اعتمادی پیدا ہونے لگی ان لوگوں کے ایسے کام جن میں مجھ پر کوئی آنچ نہ آئے کرتے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر وہ خود بھی تو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میرے محافظ ہوں گے۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے محافظوں کی ہی تلاش تھی آپ میرا ذہنی تجزیہ کر سکتے ہیں نیکیوں اور اچھائیوں میں زندگی کا راستہ تلاش کر کے مایوس ہو جانے والے بعض اوقات برائیوں میں پناہ لے لیتے ہیں میں ان مایوس انسانوں میں سے تھی ورنہ برائی میری سرشت میں نہیں تھی۔

باقی وقت پُرسکون گزرا حالات سے سمجھوتا کرنے کے بعد میرے ذہن سے وسوسے ختم ہوتے جا رہے تھے اور وہ پختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی جو کہ مجرم کو اس کے پہلے جرم میں کامیاب ہونے کے بعد سہارا دیتی ہے۔ میں نے احتیاطاً یہ نیا یونیفارم پہن کر دیکھا ان سے نہ پہلے چوک ہوئی تھی اور نہ اب۔ نیا یونیفارم بالکل فٹ تھا۔ میرے بدن پر اور کوئی بھی اسے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی نہیں ہے جو میں پہن کر یہاں تک آئی تھی۔

بہرطور وہ یونیفارم خطرناک تھا اور یہ صرف ضرورت پوری کرنے کے لیے ہے وقت گزر گیا اور میں واپسی کے لیے تیار ہو گئی ضروری اور سرانجام پائے اور اس کے بعد میں اپنی فلائٹ لے کر دہلی چل پڑی۔

دہلی پہنچ کر تمام کام معمول کے مطابق ہوتے تھے۔ میں ایئرپورٹ کے علاقے سے باہر نکل آئی اور ایک ٹیکسی کر کے واپس چل پڑی پہلے میرا یہی ارادہ تھا کہ سیدھی گھر جاؤں گی لیکن پھر راستے میں مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ پہلے سرلا جی کو اس سلسلے میں اطلاع دے دی جائے۔

چنانچہ راستہ ہی میں، میں نے ٹیکسی کا رُخ تبدیل کرا لیا۔ اور سرلا گھوش جی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ مجھے دیکھ کر چونک پڑیں پھر مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور مجھے اندر لے جاتے ہوئے بولیں۔

"میرا خیال تھا کہ تم رات تک میرے پاس آ کر اپنی اس کامیابی کی اطلاع دو گی۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے تم بھی یہ سنسنی برداشت نہ کر سکیں۔"

"یہی بات ہے سرلا دیوی میں نے اپنے انداز میں

تبدیلی پیدا کرنے کے لیے پہلا قدم اٹھا دیا اور انہیں دیوی کہہ کر پکارا۔

"لیکن بی بی احتیاط اولین چیز ہوتی ہے تمہیں احتیاط رکھنی چاہیے۔ خیر اس وقت کی تو کوئی بات نہیں ہے لیکن آئندہ کسی بھی صورتحال میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔"

"میں آئندہ خیال رکھوں گی۔" میں نے کہا۔

"کیا پیوگی کافی بنواتی ہوں تمہارے لیے۔"

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور سرلا دیوی وہاں سے باہر نکل گئی۔ میں عقب سے انہیں دیکھتی رہی کتنی مضبوط اور توانا عورت ہے دیوہیکل جسم کی مالک ایڈوانس اور زندگی سے بھرپور۔ میرے تاثرات سرلا دیوی کے بارے میں یہی تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آئیں تو ان کے ہاتھ میں میرا وہ یونیفارم موجود تھا جو میں یہاں چھوڑ گئی تھی۔ انہوں نے اسے استری کر کے رکھا تھا اور وہ بالکل صاف ستھرا نظر آ رہا تھا میرے جوتے بھی موجود تھے انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"جاؤ اور اپنا یہ یونیفارم تبدیل کر لو۔" میں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ باتھ روم میں گئی اور یونیفارم تبدیل کر لیا۔ باہر پہنچی تو ایک عجیب منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا سرلا دیوی میرے سینڈلوں کی ایڑیاں گھما رہی تھیں۔ اور پھر سینڈل کی یہ ایڑی کسی پیچ دار چیز کی مانند گھوم رہی تھی۔ میری آنکھیں تو تعجب سے پھیل گئیں انہوں نے جب ایڑی کے نچلے حصے کو سینڈل کے تلے سے علیحدہ کر کے اٹھایا تو میری آنکھیں چکاچوند ہو گئیں کئی ہیرے ایڑی کے خول سے باہر نکل آئے تھے۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس یونیفارم کے بارے میں تو میرا یہ خیال تھا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو کہ میرے لیے باعث تشویش ہو سرلا دیوی نے ان ہیروں کو ہاتھ میں اٹھا کر دیکھا اور پھر دوسرے سینڈل کی ایڑی کھولنے لگیں۔

بارہ عدد نفیس اور قیمتی ہیرے میرے سامنے میز پر پڑے ہوئے تھے پھر سرلا دیوی نے میرے یونیفارم کو ہاتھ میں لیا اور اس کا کالر ادھیڑنے لگیں۔ میں ساکت نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی کالر کے اندر سے بکرم کی جو تہیں نکلیں سرلا دیوی نے انہیں بڑی احتیاط سے اٹھا کر میز پر رکھ لیا۔ یہ اندازہ مجھے بھی ہوا تھا کہ بکرم عام قسم کی سفید بکرم نہیں ہے بلکہ یہ سنہری مائل تھی پھر سرلا دیوی نے آستینوں اور یونیفارم کے ان حصوں سے جو سخت اور جنہیں بکرم کی ضرورت تھی ایسی ہی بکرم کی تہیں نکال کر اپنے سامنے ڈھیر کر لیں اور ادھڑا ہوا یونیفارم بے پرواہی سے ایک طرف پھینک دیا۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور میں ساکت نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی چند لمحات کے بعد باہر دستک ہوئی تو سرلا دیوی نے ایک اخبار اٹھا کر ان تمام چیزوں پر ڈھک دیا۔ ملازم کافی کے برتن ٹرالی میں رکھے دھکیلتا ہوا اندر آیا اور ٹرالی چھوڑنے کے بعد باہر نکل گیا سرلا دیوی نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھا پھر انہوں نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"پلیز کافی بناؤ۔"

میں نے لرزتے ہاتھوں سے ٹرالی اپنی جانب گھسیٹ لی اور کافی کی پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگی سرلا دیوی بولی۔

"اس وقت تم نے جو کام کیا ہے اور جو تم نکال کے یہاں تک لائی ہو ان کی مالیت کا اندازہ ہے تمہیں کہ کیا بنتی ہے؟" میں نے بے اختیارانہ انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ تب سرلا دیوی نے کہا۔

"یہ چیز جو تمہارے یونیفارم میں سے نکلی ہے ایک بہت ہی نفیس قسم کی لطف آور چیز ہے اسے ہم دلہن کا نام دیتے ہیں دلہن کا یہ روپ ہمارا ایجاد کردہ ہے ہم نے مکا پیسٹ بنا کر اسے سکھا لیا ہے اور اس وقت تمہارے سامنے جو یہ چند [illegible] ہوئے ہیں ان کی مالیت [illegible] مالیت کے یہ ہیرے بھی ہیں جو تمہارے سامنے موجود ہیں تم نے اپنا پہلا ٹرپ دو کروڑ ڈالر کی مالیت سے مکمل کیا ہے اور اس میں سے ایک پرسنٹ تمہارا کمیشن ہوگا۔ ذرا اندازہ کرو کہ تم نے اس ایک کوشش میں کتنی رقم کما لی اور اگر تم اسی طرح ہمارے لیے کام کرتی رہیں تو تمہارا مستقبل کیا ہوگا؟"

میں چکراتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی گھبراہٹ کے عالم میں، میں نے گرم کافی کے کئی گھونٹ لے ڈالے اور میرے ہونٹ سلگ اٹھے۔ سرلا دیوی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"کمیشن کی یہ رقم تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں ادا کر دی جائے گی اگر ابھی چاہو تو ابھی میں تمہیں اس کی ادائیگی کر سکتی ہوں بعد میں چاہو تو بعد میں۔"

"نہیں۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم اتنا بڑا کام کر کے یہاں آئی ہو۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے سامنے ظاہر کر کے تمہیں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارا طریقہ کار کیا ہے۔"

"اور جو میں یہاں سے لے گئی تھی وہ؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ کچھ نہیں تھا خالی یونیفارم سادہ اگر کسی کو اس پر شبہ ہو جاتا تو تمہارے اوپر کوئی آنچ نہیں آ سکتی تھی۔ سائنٹیفک انداز میں ہمارے کام ہوتے ہیں اور اس کے لیے اعلیٰ پیمانے پر پلاننگ کی جاتی ہے اس طرح تمہارا ٹیسٹ بھی ہوتا تھا کہ دوران سفر تم اس یونیفارم کی وجہ سے کس قسم کی کیفیت کا مظاہرہ کرتی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ جائزہ بھی لینا تھا کہ کوئی تمہاری طرف سے مشکوک تو نہیں ہے۔ یہ مسئلہ تھا۔"

"اوہ۔ گویا یہاں سے کچھ نہیں بھیجا گیا تھا۔"

"ہرگز نہیں بے بی۔ بس یہ جو کچھ تم لائی ہو وہی اصل چیز ہے۔" سرلا دیوی نے بتایا۔ میں خاموشی سے کافی پینے لگی تھی ذاتی طور پر مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کا طریقہ کار مہارت سے بھرپور تھا پھر میں نے ان سے اجازت چاہی تو انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے میری تمہاری دوسری ملاقات ویسے تو کبھی اور کسی وقت بھی ہو سکتی ہے لیکن بے بی ذرا سی احتیاط ضروری ہے ہم صرف ضرورتوں کے وقت ملیں تو بہتر ہے نئی ملاقات کے سلسلے میں اطلاع دوں گی اور سنو اپنے شغل [illegible] اور اپنی ملازمت [illegible] کیونکہ یہ ملازمت ہی ہمارے لیے کارآمد ہے۔ تم اگر ہماری ضرورت [illegible] نہ بھی ہو سکو تو یہ کام کہیں اور سے لیا جائے گا تمہیں کسی الجھن کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے گردن ہلائی اور تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آئی۔

گھر پہنچی تو ماتا جی دلو دادا اور راگنی گھر میں موجود تھے تینوں نے خوش ہو کر میرا استقبال کیا اور میں انہیں دکھانے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی نیا لباس وغیرہ تبدیل کیا اور ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔ دلو بہت خوش تھا راگنی بھی ہنس رہی تھی۔ اور راگنی کی ماتا جی بھی ان دونوں کی خوشیوں میں شریک تھیں میں اس چھوٹے سے خاندان کی خوشیوں میں خود بھی شریک ہو گئی اب یہی لوگ میرے لیے سب کچھ تھے۔ لیکن زندگی کو جو نیا راستہ ملا تھا اس کے بارے میں سوچوں نے ابھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

چنانچہ رات کو نجانے کب تک ان الجھنوں میں گرفتار رہی اور پھر نیند نے ساری الجھنیں اپنے آپ میں سمو لیں اور میں پرسکون نیند سو گئی ابھی کوئی دوسری فلائٹ شیڈول پر نہیں تھی۔ اور راگنی کی بھی چھٹی تھی۔ ہم لوگ گھر کے معمولات میں اور اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔ عام حالات میں جب ہم اپنی ڈیوٹیوں پر نہیں ہوتے تھے اور اتفاق سے میں اور راگنی ساتھ مل جاتے تھے تو ہمارے اوقات بہت اچھے گزرتے تھے۔ گھر کے سلسلے میں کچھ تبدیلیاں مقصود تھیں جن کا پروگرام کافی دن پہلے بنایا گیا تھا لیکن عدم فرصت کی وجہ سے ہم ان کی تکمیل نہ کر سکے تھے۔ آج ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ کچھ تبدیلیاں پیدا کریں۔ اور ہم کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ دلو ہمارا ساتھی تھا۔ پہلے بازار گئے اور وہاں سے بہت سی خریداری کی گئی پھر گھر آ کر ان آرائشی اشیا کی سجاوٹ کی گئی۔ سب لوگ بڑی محنت سے اس کام سے مصروف ہو گئے تھے میں ایسی عظیم الشان کوٹھی میں رہ چکی تھی جس کا یہ فلیٹ عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ کبھی ہاتھ نہیں ہلایا تھا لیکن آج یہ کام کرتے ہوئے ایک انوکھی خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔ ہم نے سارے کام ختم کر لیے اور پھر اس وقت شام کے ساڑھے پانچ بجے تھے جب ہمارے فلیٹ کی بیل بجائی گئی۔ راگنی نے دروازہ کھولا اور آنے والے سے کچھ گفتگو کرتی رہی اس کے بعد اس نے اسے ڈرائنگ روم تک آنے کی پیشکش کی۔ میں نے بھی ان دونوں آدمیوں کو

دیکھا تھا جو اچھے قدو قامت کے تھے۔ لیکن شاید وہ راگنی کے لیے بھی اجنبی تھے۔ راگنی نے ان سے کہا۔

"میں بلاتی ہوں بھارتی جی کو۔ بھارتی ادھر آؤ۔" راگنی کے لہجے میں عجیب سی سنجیدگی تھی۔ میں وہاں تک پہنچی اور ان دونوں سے علیک سلیک کی پھر ان میں سے ایک نے اپنا کارڈ میرے سامنے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں پولیس کی اسپیشل برانچ کا ایک افسر ہوں بھارتی جی، آپ کو تلاش کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ یہ میرا کارڈ ہے" اس نے اپنا کارڈ نکال کر میرے سامنے کیا اور میرے پورے وجود میں ایک تھرتھری سی پھیل گئی۔

"کیا میں پہلے ہی مرحلے پر مصیبت کا شکار ہو گئی ہوں۔ کیا میرے بارے میں یہ بات کسی کے علم میں آ گئی ہے کہ میں اسمگلر ہوں۔" میں نے کارڈ اسے واپس کرتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کہیے مجھ سے کیا کام ہے؟"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بھارتی جی جو مشکل آپ کو پیش آ سکتی تھی۔ وہ ہم نے خود ہی حل کر لی ہے۔ اور بہت سے کام کرنے کے بعد آپ کے پاس پہنچے ہیں۔"

"کیا آپ مجھے تفصیل بتانا پسند کریں گے؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آپ پردیپ کمار جی کی پوتی ہیں نا، مدن کمار کی بیٹی بھارتی کمار؟"

"جی ہاں۔"

"اور وہ مکان آپ ہی کا ہے جو آپ کے دادا جی کی تحویل میں تھا؟"

"جی ہاں ابھی تک تو میرا ہی ہے۔"

"بھارتی جی وہ مکان بند پڑا ہوا ہے۔ پولیس کے گشتی سپاہیوں نے اس مکان میں کچھ بدبو سی محسوس کی اور اپنے افسر کی اجازت سے اس مکان کی تلاشی لے ڈالی۔ دو لاشیں برآمد ہوئی ہیں وہاں سے، جو بہت ہی بری حالت میں تھیں۔ ان دو لوگوں کو قتل کیا گیا ہے دونوں مقامی باشندے تھے۔ لیکن ان کے پاس ایسی کوئی شناخت نہیں تھی جس سے ان کی شخصیت کے بارے میں پتا چل سکتا۔ پولیس تحقیقات کرتی رہی اور اس کے بعد بھارتی جی ہم نے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ تمام معلومات کرنے کے بعد ہم آپ تک پہنچے ہیں۔ ہمیں پتا چل گیا ہے کہ کس طرح آپ نے وہ مکان چھوڑا اور اب اپنی دوست کے ساتھ رہتی ہیں۔ آپ کی کمپنی

سے بھی رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ اور آپ کے چیف آفیسر شکلا جی نے بھی آپ کے کیریکٹر کی تصدیق کر دی ہے۔ چنانچہ آپ کے بارے میں ایسی کوئی چیز نہیں سوچی جا رہی جو آپ کے لیے الجھن کا باعث ہو۔ ہاں ضابطے کی کارروائیاں ضروری تھیں۔ ہم آپ سے ان لاشوں کی شناخت چاہتے ہیں۔ اور یہ ان کی تصویریں ہیں۔"

پولیس آفیسر نے دو تصویریں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ اور میں بغور ان چہروں کا جائزہ لینے لگی دونوں چہرے میرے لیے قطعی اجنبی تھے۔ اور میں نے اس سے پہلے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سو میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں انہیں نہیں جانتی۔"

"ہم چاہتے تو آپ کو پولیس اسٹیشن طلب کر کے تکلیف دے سکتے تھے بھارتی جی۔ لیکن پولیس بھی اچھے لوگوں سے تعاون کرتی ہے مکان آپ کا ہے اس سلسلے میں پولیس کو تو آپ سے معلومات حاصل کرنی ہی تھیں۔ لیکن اس کے علاوہ آپ کو کسی اور الجھن میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ براہ کرم آپ ہمیں اپنا بیان لکھوا دیجیے۔" میں تیار ہو گئی۔ پولیس آفیسر نے اپنے دوسرے ساتھی کو اشارہ کیا اور اس نے ایک بریف کیس سے اپنے کاغذات نکالے۔ سارے کے سارے ہوئے میرا بیان لکھنے لگے۔

میں نے انہیں اپنے شیڈول کے بارے میں بتایا۔ اور کہا کہ اس کی تصدیق میری کمپنی سے کر لی جائے اس کے علاوہ میں نے ان دونوں سے عدم واقفیت کا اظہار کیا تھا۔ اپنے گھر کے معاملات میں، میں نے صفائی اور سچائی سے وہ باتیں پولیس کو بتا دی تھیں جو حقیقی حیثیت کی حامل تھیں لیکن ان میں کسی مشکوک کردار کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا میں نے، بس ایک سادہ سا بیان تھا جو پولیس کے لیے بھی ضمنی کارروائی کے طور پر ہی کام آ سکتا تھا، میرا بیان لکھا گیا مجھ سے دستخط کروائے گئے اور اس کے بعد پولیس آفیسر اپنے ساتھی کے ساتھ رخصت ہو گیا۔

میں اور راگنی پریشان ہو گئے تھے۔ ہم دونوں سر جوڑ کر باتیں کرتے رہے۔ یہ عذاب کسی طرح سر سے ٹلتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شکلا جی کا ٹیلی فون موصول ہوا مجھے بلایا تھا انہوں نے میں فون پر پہنچی تو شکلا جی کہنے لگے۔

"بھارتی تمہارے سلسلے میں کچھ افسران تحقیقات کرنے آئے تھے۔ کیا تمہیں اس سلسلے میں اطلاع مل گئی کہ تمہارے مکان سے دو لاشیں برآمد ہوئی ہیں؟"

"جی شکلا جی۔"

"بھارتی میں اس سلسلے میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمائیے۔"

"تم اس مکان کو بیچ کیوں نہیں دیتیں جب تم نے اس میں نہ رہنے کا فیصلہ کیا ہے تو پھر کیا فائدہ اس مصیبت کو گلے لگائے پھرنے سے۔" میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"شکلا جی آپ کی رائے بالکل درست ہے بلاشبہ مجھے اس مکان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں خود بھی اس منحوس مکان سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہتی ہوں جہاں میرا پورا خاندان ختم ہو گیا۔"

"ہاں بھارتی میری بھی یہی رائے ہے۔ تم تنہا ہو۔ بلاوجہ مصیبتیں مول لینے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ شکلا جی، آپ نے میرے معاملے میں ذاتی طور پر دلچسپی لی۔ ورنہ آج کل۔"

"نہیں بی بی۔ بہرطور میں تمہارا بزرگ ہوں اور تم سے انسیت رکھتا ہوں اور کوئی خاص بات تو نہیں ہے، کوئی پریشانی ہو تو مجھے بتا دینا۔"

"نہیں بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کی احسان مند ہوں۔ میں نے جواب دیا اور شکلا جی نے فون بند کر دیا۔ میں جانتی تھی کہ پولیس میرے بارے میں تحقیقات کرنے کے لیے شکلا جی تک پہنچی ہوگی۔ اور وہ بہت اچھے انسان تھے انہوں نے ہر موقع پر میرا ساتھ دیا تھا۔ میں واقعی سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کرنے لگی۔ راگنی نے مجھ سے فون کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے ساری تفصیلات بتا دیں۔ راگنی خود بھی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سچ ہے بھارتی کیا فائدہ ہے اس کوٹھی کو اپنے قبضے میں رکھنے سے۔ تم وہاں کبھی نہیں جاؤ گی اور اس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہوگا تمہیں، ہم سب تمہاری سیوا کے لیے موجود ہیں۔ اور یہاں تمہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہے۔ میں خود بھی چاہتی ہوں کہ تم وہ منحوس گھر بیچ دو جو تمہارے دادا جی

کو کھا گیا۔ اب کیا رکھا ہے اس گھر میں، میں کل ہی اس سلسلے میں کارروائی کرتی ہوں۔ میری چھٹی ہے ہم لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

میں نے راگنی کو اجازت دے دی۔ راگنی نے اس سلسلے میں کئی بروکرز سے بات کی۔ میں خود ساتھ نہیں گئی تھی بلکہ راگنی نے مجھے ساتھ لیا ہی نہیں تھا، غالباً اس تصور کے تحت کہ کوٹھی کی فروخت کے سلسلے میں بات کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوگا۔ راگنی خود ہی اس مسئلے کو حل کر رہی تھی۔ اور دوسرے دن ہم نے اخبارات میں ان بروکرز کی طرف سے اشتہارات دیکھے تھے۔ تیسرے دن میری فلائیٹ تھی۔ چنانچہ میں چلی گئی۔ مرلا دیوی کا کوئی فون نہیں ملا تھا مجھے۔ ویسے اس بارے میں بھی میں جانتی تھی کہ ان لوگوں کو میرے معمولات کا علم ہوگا وہ لوگ میرے معاملات پر کڑی نگاہ رکھ رہے تھے۔

اس فلائیٹ میں مجھے چار یا پانچ دن لگ گئے۔ کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا جسے میں کوئی حیثیت دیتی۔ اور پھر ویسے بھی میں اس دوران کافی پرسکون رہی تھی۔ واپس آئی تو راگنی جا چکی تھی۔ البتہ ماتا جی نے مجھے بتایا کہ بروکرز کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکے ہیں اور ان میں سے ایک نے اپنا فون نمبر دے کر کہا ہے کہ میں جب بھی واپس آؤں اسے فون کر لوں۔

میں بروکر کو فون کرنے بیٹھ گئی اور بروکر نے فوراً ہی مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ تب میں نے اسے اپنے گھر ہی پر طلب کر لیا تھا۔ بروکر نے مجھ سے ملاقات کی اور بتایا کہ کوٹھی کا سودا ہو گیا ہے۔ ایڈوانس موجود ہے اور میں باقی رقم کا غذات کی تیاری میں اس کی مدد کروں۔

میں نے ایڈوانس کی رقم ایک لاکھ روپے وصول کیے۔ اور بروکر کو رسید لکھ کر دے دی۔ بروکر نے مجھ سے کہا۔

"کہ اب جب کہ میں یہاں موجود ہوں۔ کل تک تمام کارروائیاں مکمل کر لی جائیں گی۔ اور مجھے ادائیگی کر دی جائے گی کاغذات وغیرہ کے سلسلے میں بروکر نے کہا۔ کہ وہ سب کچھ خود ہی کرے گا۔ اور مجھے کوئی زحمت نہیں کرنی پڑے گی مجھے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ کوٹھی کے سودے میں کون کون ملوث رہا اور کوٹھی کس نے خریدی۔ میں نے خاموشی سے بروکر سے اس سلسلے میں رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ دوسرے دن بروکر تمام کاغذات لے کر میرے پاس آ گیا اور اس نے مجھ سے ان

کاغذات پر دستخط کرا لیے۔ میں اس کے نشانات کے مطابق دستخط کرتی رہی۔ اس کے بعد بروکر نے مجھے ادائیگی کا چیک پیش کیا اور کہا کہ وہ اس سلسلے میں بینک سے گفتگو کر چکا ہے اور بینک نے اس اکاؤنٹ کی تصدیق کر دی ہے۔ گویا اب اس سلسلے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا جو باقی رہ گیا ہو۔

میں نے یونہی سرسری انداز میں خریدنے والی پارٹی کا نام دیکھا اور ایک لمحے کے لیے پھر میرے بدن میں لرزشیں پیدا ہو گئیں۔ کوٹھی کو رانا بھرت سنگھ نے خریدا تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے سکتے میں رہ گئی تھی۔ پھر میں نے بروکر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص جس نے میری کوٹھی خریدی ہے خود تمہارے پاس آیا تھا؟"

"نہیں۔ اس کا وکیل مجھ سے ملا تھا اور اسی نے تمام کارروائیاں کی ہیں۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ کوٹھی رانا بھرت سنگھ نے خریدی ہے۔ میرے ذہن میں تو پہلے ہی اس کے بارے میں ہزاروں شک و شبہات تھے۔ بہر طور اصول کے مطابق کوٹھی کا سودا ہو گیا تھا۔ رانا بھرت سنگھ پہلی بار کھل کر سامنے آیا تھا۔ لیکن کسی بھی طرح اسے گرفت میں نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس نے ایک فروخت ہونے والی جائیداد جس کی فروخت کے بارے میں اشتہار اخبار میں چھپا تھا خرید لی۔ ظاہر ہے یہ کوئی جرم نہیں تھا۔ اب اس کے پس پردہ اس کے ذہن میں کیا ہے اسے پوچھنے کا حق تو کسی کو بھی نہیں تھا۔

بروکر کے جانے کے بعد میں بہت دیر تک غور کرتی رہی اور نجانے کیوں میرے ذہن میں یہ خیال پختہ ہوتا چلا گیا کہ میرے دادا جی کی موت، میرے باپ کی موت اور میرے ساتھ پیش آنے والے چند دوسرے حادثات میں کہیں نہ کہیں رانا بھرت سنگھ ضرور ملوث ہے۔ مجھے شری دیوی بھی یاد آئیں جو میرے باپ کی بیوی رہ چکی تھیں۔ لیکن میری ماں نہیں تھیں پھر میری ماں کون تھی۔

بہت سے ایسے لاتعداد خیالات میرے ذہن میں گردش کرتے رہے اور میرے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بمشکل تمام میں نے اپنے ذہن سے ان خیالات کو جھٹکا۔ دوسرے دن بینک میں چیک جمع کرا دیا اور اس کے بعد اپنے معمولات میں مصروف ہو گئی۔ ایک بار پھر فلپائن جانا پڑا۔ اور وہاں سے با آسانی اپنی فلائیٹ لے کر واپس آ گئی۔

سرلا دیوی سے اس دوران ایک بار بھی میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی انہوں نے رابطہ قائم کیا تھا۔ اور نہ ہی میں نے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ فلپائن کی فلائیٹ سے واپس آئی تو سوچا کم از کم انہیں فون تو کر ہی لیا جائے۔ چنانچہ میں نے فون پر سرلا دیوی کے نمبر ڈائل کیے اور چند ہی لمحات کے بعد وہ فون پر آ موجود ہوئیں۔

"ہیلو۔"

"ہیلو۔ میں بھارتی بول رہی ہوں۔"

"اوہ۔ ڈیئر بھارتی۔ کہو کیا حال ہیں؟ کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں دیدی۔ آپ سنایئے کیسی ہیں؟ ٹھیک تو ہیں نا؟" میں نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہوں بھارتی بالکل ٹھیک۔" سرلا دیوی کی ہنسی مجھے فون پر سنائی دی تھی۔

"کہیے کیا ہو رہا ہے۔ بہت دن سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے کہا۔

"ہاں بے بی۔ تم جانتی ہو۔ سماج سیوک ہوں، بس سوشل کاموں میں لگی رہتی ہوں۔ اس سنسار کا جو دکھ ہے میرے سینے میں، دکھ الگ بات ہے۔ لیے میں [illegible] ہوں کرتی رہتی ہوں۔" سرلا دیوی نے کہا اور ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ میں اس قہقہے میں چھپے طنز کو پوری طرح محسوس کر رہی تھی۔

"میری کوئی ضرورت تو نہیں پیش آئی آپ کو؟"

"تم کیا سمجھتی ہو بے بی؟ کیا تم ہماری نگاہوں سے دور ہو۔ اس کے بارے میں سوچنا بھی مت۔ تم اب ہر طرح سے ہماری ہو۔ اور اگر تم سے کوئی کام نکلا تو تمہیں فوراً بتا دیا جائے گا۔"

"میں نے بس ابھی یہ فون کیا تھا کہ آپ کی خیریت نہیں ملی بہت دنوں سے۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ تم بھی اپنا کام آرام سے جاری رکھو۔" اس گفتگو کے بعد فون بند ہو گیا۔ اور میں سرلا دیوی کے بارے میں سوچتی رہی۔ سماج سیوک، سوشل ورکر مجھے اس قہقہے میں چھپے ہوئے طنز کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ بہر حال وقت گزرتا گیا۔ میری اپنی ذمہ داریاں جاری تھیں۔ اس ایک کام کے بعد مجھ سے اور کوئی کام نہیں لیا گیا تھا اور میں اپنے طور پر منتظر تھی کہ ایک دن سرلا دیوی جی کا فون مجھے موصول ہوا۔

"آج رات میں نے کچھ خصوصی ڈشیں تیار کی ہیں۔ کچھ دوسرے مہمان بھی ہوں گے۔ تمہاری شمولیت بے حد ضروری ہے۔" چونکہ کتنی ظاہر ہے ڈنر پر میرا بلایا جانا بے مقصد نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر طور میں بلیک چینل کی ممبر تھی۔ حلف نامہ بھر چکی تھی۔ بھلا انکار کیسے کر سکتی تھی۔ تیار ہوئی اور سرلا دیوی کے دولت خانے پر پہنچ گئی۔ سرلا دیوی حسب عادت ایک انتہائی عریاں قسم کا لباس پہنے میرے استقبال کے لیے تیار تھیں۔ دوسرے مہمان ابھی نہیں آئے تھے۔ غالباً انہوں نے مجھے ان سے پہلے آنے کا وقت اسی لیے دیا تھا کہ مجھ سے گفتگو کر سکیں۔ اپنے حسین سوئمنگ پول کے کنارے بچھی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ کر انہوں نے مجھے بھی اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آج ان کا موڈ کافی خوشگوار تھا۔

"کہو بھارتی کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ اور پھر آپ کا یہ سوال میرے لیے اب تعجب خیز ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میری معروفیات اور میرے مشاغل کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سرلا دیوی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"اس بارے میں تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔ اب شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ تمہارا نیا شیڈول جو کل تمہیں ملنے والا ہے بہت دلچسپ ہے۔ اس بار تمہیں سوئٹزر لینڈ جانا ہے اور وہاں تقریباً تمہارا دس، گیارہ دن کا اسٹے ہو گا۔ کیا سمجھیں؟"

"کیا واقعی؟ مجھے اس بارے میں نہیں معلوم۔"

"میں نے کہا نا کہ تمہاری وہ بات بالکل درست ہے۔ معلوم نہیں ہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔" سرلا دیوی نے بڑے اعتماد سے کہا۔ میں سچ مچ حیران رہ گئی تھی۔ وہ معلومات جو ابھی تک مجھے حاصل نہیں ہیں سرلا دیوی کو کیسے حاصل ہو گئیں۔ سرلا دیوی نے اس سلسلے میں گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہم لوگوں کو بہت جلد اپنی گفتگو مکمل کر لینی چاہیے۔ کیونکہ اس کے بعد کچھ لوگ آنے والے ہیں، ان میں سے ایک غالباً تمہاری شناسا ہے جب کہ دو افراد اجنبی ہوں گے۔"

"جی۔"

"تم ابتدائی تین روز جنیوا میں گزارو گی۔ اور اس دوران تمہاری مصروفیات کچھ نہیں رہیں گی۔ تین روز کے بعد تمہیں تمہارے ہوٹل میں نیا پروگرام مل جائے گا۔ تین روز گزارنے کے بعد بھی تمہارے پاس پورے آٹھ دن ہوں گے بلکہ سات دن کہو۔ آٹھویں دن تمہیں وہاں سے واپس چل پڑنا ہے۔ ان سات دنوں میں تمہیں بہت کچھ کرنا ہو گا۔ اس بار ڈان کاؤڈرے نے تم پر بہت بڑا اعتبار کیا ہے۔ اور تمہیں ایک ایسے پروگرام میں شامل کر لیا ہے جس میں اہم ترین لوگوں سے ہی کام لیا جا سکتا تھا۔ ڈان کاؤڈرے کو تم پر بہت زیادہ اعتماد ہو گیا ہے، چنانچہ اس چینل میں تم بھی شریک ہو۔"

"پروگرام کیا ہو گا؟ اس کی کچھ مزید تفصیلات مجھے بتائی جا سکتی ہیں؟"

"ہاں ڈیئر۔ بس یوں سمجھ لو، جنیوا تک پہنچتے ہوئے تمہیں بہت محتاط رہنا ہو گا اور اپنے اطراف پر خاص طور سے نگاہ رکھنی ہو گی۔ اس بار معاملات صرف ہیروں کی اسمگلنگ کا نہیں ہے بلکہ ایک بہت اہم چیز ہے جس کی تفصیل تمہارے لیے نا جاننا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر یہ بات تمہارے سینے میں اتر گئی تو پھر یوں سمجھ لو تم بہت سی نگاہوں کا نشانہ بن جاؤ گی۔ میں ابھی یہی کوشش کر رہی ہوں کہ تمہیں ایسے کیس دیے جائیں جن میں تمہارے لیے براہ راست کوئی خطرہ موجود نہ ہو اور میرے خیال میں یہ تمہارے لیے بہتر بھی ہے۔"

"مجھے کسی چیز پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری اپنی زندگی کے بہت سے باب میری نگاہوں کے سامنے بند ہیں بھارتی، دل چاہے تو کبھی مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا۔ بلیک چینل کی دشمن ہونے کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ مجھے تم سے ذاتی محبت بھی ہے، تم مستقبل کے لیے کیا ارادے رکھتی ہو، میں نے دنیا دیکھی ہے، میں اس سلسلے میں تمہاری مدد بھی کر سکتی ہوں۔" میں پُرخیال نگاہوں سے سرلا دیوی کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"میرے بارے میں آپ جو کچھ جان چکی ہیں دیدی، میرے خیال میں اس سے آپ کو اندازہ لگا لینا چاہیے۔"

"ہاں تمہاری زندگی بھی ایک پُراسرار کتاب کی مانند ہے بھارتی۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ جب ڈان کاؤڈ

کی طرف سے مجھے تمہارے بارے میں ہدایات ملیں تو میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ تمہارے ڈیڈی بدن کمار جی ایک بم جو تھے اور انہوں نے اپنی زیادہ تر زندگی مہلت میں بسر کی۔ میں یہ بھی جانتی ہوں بھارتی کہ انڈر ورلڈ کی نوکری تمہاری ضرورت نہیں بلکہ تمہارا شغل کچھ اور ہے اور موجودہ حالات میں تو میں بڑے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ تمہیں دولت سے دلچسپی نہیں ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اس ذریعے سے حاصل ہو رہا ہے وہ بھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے دیدی۔ سچ مچ ایسا نہیں ہے۔"

"پھر تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے؟" سرلا دیوی نے سوال کیا اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ یہ موقع تھا کہ میں انہیں اپنے مقصد کے بارے میں بتا دوں چنانچہ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"سرلا دیدی، میری زندگی الجھے ہوئے واقعات کا ایک انبار ہے اور اس میں اتنی پریشانیاں ہیں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی، درحقیقت مجھے علم نہیں کہ میری ماں کون تھی۔ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ میرے پتا جی کے قاتل کون ہیں۔ پتا جی کی موت کے بعد دادا جی میرے سب کچھ تھے۔ اور ان کی موجودگی میں، میں نے اپنے آپ کو پوری طرح ایڈجسٹ کر لیا تھا اور ملازمت کر رہی تھی۔ اس لیے کہ یہ میری پسند کی بات تھی لیکن پھر کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ میں اپنی ہی ذات میں الجھ کر رہ گئی۔ میں اپنے ہی جال میں گرفتار ہو گئی۔ پھر اور میری زندگی میں اس تبدیلی کا باعث بنے میں نے آنرن فیرک کی ملاقات کے بعد سے اس وقت تک کے حالات سرلا گھوش کو بتا دیے اور سرلا گھوش گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تو تمہارے ذہن میں اب بھی بہت کچھ ہے یا تم ان واقعات کو بھول جانا چاہتی ہو؟"

"میں آپ کو بتا چکی ہوں دیدی کہ میں اپنے پتا جی کے قاتلوں کو کبھی نہیں بھول سکتی۔ جنہوں نے مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انجوں سے محروم کر دیا ہے۔ میں انہیں اتنی آسانی سے فراموش نہیں کر سکتی لیکن میری زندگی میں سب سے بڑی کمی کسی ہمدرد کی ہے اور میں صرف اس لیے سرگرداں ہوں کہ کوئی مجھے ایسا مل جائے..."

"مسٹر اب تم بہت بڑی طاقت رکھتی ہو، بھارتی ابھی تم نے اس طاقت کا تجربہ نہیں کیا ہے، کچھ دن گزر جانے دو، بلیک چینل تمہارے لیے وہ سب کر سکتا ہے جو تمہاری خواہشات ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ ڈان کا ڈوڈرے سے دوسری ملاقات پر یہ تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ ڈان کا ڈوڈرے بڑے انسانوں میں بہت اچھا انسان ہے۔ بلاشبہ اس کا طریقہ کار شریفانہ نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ جس پیشے سے وہ متعلق ہے، اس میں شرافت کا ذکر کہاں۔ لیکن اپنے ساتھیوں کے لیے وہ بہت سنجیدہ رہتا ہے۔ اور ان کے ذاتی مسائل میں بھی دلچسپی لیتا ہے۔ کسی مناسب موقع پر ہم ڈان کا ڈوڈرے سے اس الجھن کا تذکرہ کریں گے اور اس سے مشورہ لیں گے کہ وہ ہمارے لیے کیا کر سکتا ہے۔" میں خاموش ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک کار اندر داخل ہوئی اور سرلا دیوی یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس کے مہمان آ گئے ہیں۔ آنے والے تین افراد تھے لیکن میں ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتی تھی۔ سرلا دیوی نے مجھ سے ان کا تعارف کرایا اور پھر ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا تم اپنی دوست کو پہچانتے ہو؟" اس شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی ... آہستہ سے کہا۔

"نہیں مسز گھوش میں انہیں نہیں پہچانتا۔" مسز گھوش کے ہونٹوں پر بھی معنی خیز مسکراہٹ آ گئی تھی۔ میں نے دو تین بار اس شخص کو غور سے دیکھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ مسز گھوش نے اس سے شناسائی کا اظہار کیوں کیا تھا۔ یہ سوال میں نے اس وقت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مسز گھوش ہم سب کو لے کر اندر داخل ہو گئی اور اس کے بعد اس نے وہ منصوبہ ہمارے سامنے پیش کیا جس پر ہمیں عمل کرنا تھا۔ میں بغور اس منصوبے کو سنتی رہی تھی۔ واقعی مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ لیکن بہرطور بلیک چینل کی کارروائیاں بے معنی نہیں ہو سکتی تھیں۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد میں واپس پلٹ پڑی۔ لیکن میرے ذہن میں یہ تجسس تھا کہ کیا واقعی مسٹر شکلا اس بار مجھے سوئٹزرلینڈ بھیج رہے ہیں۔ اور اس کی تصدیق دوسرے دن ہو گئی۔ مسٹر شکلا نے فون پر مجھے دوسرے دن طلب کر لیا تھا۔ میں تیار ہو کر پہنچ گئی۔

"ہیلو بھارتی تمہیں سوئٹزرلینڈ جانا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"جی..." میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

...کیا؟" میں پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ اور مسٹر شکلا ...پروگرام سے آگاہ کرنے لگے۔ جو کچھ انہوں نے کہا تھا۔ وہ ...دیوی کے بتاتے ہوئے پروگرام سے مختلف نہ تھا۔ مسٹر شکلا نے مجھے تنے پروگرام سے آگاہ کیا میری حالت ...دیدی تھی۔ یہ سب کچھ مجھے بہت پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ وہ ...سے مسکراتے اور بولے۔

"تم نے میرا شکریہ نہیں ادا کیا بے بی؟"

"شکریہ جناب۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے امید ہے تم یہ وقت بہت عمدگی سے گزارو گی ویسے ...زمین کی جنت نہ جانے کتنے دلوں کی آرزو ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ میرا ساتھی عدد بھی مستعد تھا۔ پھر ...ول کے مطابق مصروف ہو گئے۔ میں نے ان تینوں کو دیکھا جو ...الگ الگ مسافروں کی حیثیت سے طیارے میں داخل ہوئے ...اور الگ الگ سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے ان کی طرف ...توجہ نہیں دی اور اپنے کاموں میں مصروف رہی۔ اب ...ملات ہونے جا رہے تھے۔ اور میں اسمگلروں کے طریقہ کار سے ...واقف ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ میری نگاہیں اکثر مشکوک لوگوں کو ...تلاش کرنے لگتی تھیں۔

سفر کسی دقت کے بغیر جاری رہا۔ راستے کے معاملات طے ہوتے رہے اور پھر ہماری منزل آ گئی۔ طیارے نے سوئٹزرلینڈ کی زمین چھوئی اور بہت مطمئن تھے انہوں نے ایک خوشگوار سفر کیا تھا۔ میرے ساتھی بھی آ گئے۔ میں بدن میں اینٹھن سی محسوس کر رہی تھی۔ اپنی اینٹھن دور کرنے کے لیے ہریش سے باتیں کرنے لگی۔ جو ایک شریر فطرت اور سنس مکھ آدمی تھا۔ اور اپنی شوخی کے باعث ایک مستند انجینئر تسلیم کیا جاتا تھا۔ پھر دونوں ٹہلتے ہوئے کسٹم ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ اس مختصر وقت میں ہی ہریش نے مجھے کئی لطیفے سنا ڈالے تھے۔

دفعتاً گڑبڑ ہو گئی۔ میرے ساتھ آنے والوں میں سے ایک نے ایک وزنی بیگ کسٹم آفیسر کے چہرے پر دے مارا۔ اور کسٹم آفیسر لہولہان ہو گیا۔ بھگدڑ مچ گئی اور وہ شخص برق رفتاری سے باہر دوڑ پڑا۔ اشتعالیہ کے افسران اس کے پیچھے دوڑے تھے۔ تمام مسافر افراتفری کا شکار ہو گئے تھے۔ میں ہریش کے ساتھ ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ اس وقت سب لوگ اس بھاگنے والے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ موقع ...ساتھ ہی ایک ریف

کیس پر چاک کا ویسا ہی نشان لگایا جیسا اس کا ڈسٹرکٹ افسر لگا رہا تھا اور بریف چیک شدہ سامان کے ساتھ رکھ دیا۔ یہ کام نہایت صفائی سے کر کے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کسی نے اسے چیک نہیں کیا تھا۔ باہر کے بارے میں مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ کیا ہو رہا ہے بہرحال جو کچھ میں دیکھ چکی تھی وہ تسلی بخش تھا۔ پھر جب حالات کچھ بہتر ہوئے تو میں ہریش کے ساتھ باہر نکل آئی۔ ایسے ہنگامے ہمارے لیے اجنبی نہیں ہوتے تھے۔

باہر نکل کر ہریش نے کہا۔ "لگتا ہے وہ کام کر کے نکل گیا۔"

"ہاں اس کی گرفتاری کے آثار تو نہیں ہیں۔"

"آپ کا کیا پروگرام ہے بھارتی جی؟"

"ہوٹل۔"

"میں اس کے بعد کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"ابھی فیصلہ نہیں کیا۔"

"اگر فیصلہ کر لیں تو؟"

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔"

"ہمارے پاس گیارہ دن ہیں۔"

"ہاں پھر۔"

"اگر یہ گیارہ دن ہم ساتھ گزاریں تو کیسا رہے؟"

"بالکل بیکار۔"

"کیوں؟"

"تم صرف لطیفے سنانے اچھے لگتے ہو ہریش۔ اس سے آگے بڑھتے ہو تو بور شخص بن جاتے ہو۔"

"میں گیارہ دن تک آپ کو لطیفے سناتا رہوں گا۔" ہریش نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"افسوس میں گیارہ دن تک لطیفے بھی نہیں برداشت کر سکتی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ کو بھگوان کا واسطہ۔" ہریش نے کہا۔

"بور مت کرو۔ چلو گاڑی آ گئی ہے۔" میں نے زچ ہو کر کہا۔

"تب میں بندو کے ساتھ جاؤں گا۔ اسے میرے لطیفے بہت پسند ہیں۔" ہریش نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"شوق سے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور ہریش ہوٹل کی اس دوسری گاڑی کی طرف چل دیا۔ میں مسکراتی ہوئی گاڑی میں جا بیٹھی۔ باقی دو ساتھیوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ اور نہ ہی اس شخص کے بارے میں، جس نے دوسروں کی توجہ ہٹانے کے لیے اپنی جان خطرے

میں ڈالی تھی۔

ہوٹل بہت خوبصورت تھا میں نے یہاں آکر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور آرام کرنے لیٹ گئی۔ ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی میں اس کا راز نہ پا سکی۔ رات کو دس بجے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

"ہم سب بخیریت ہیں۔ اور آپ کی خیریت کے طالب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ کے ہمدرد۔ آپ کے غمگسار۔"

"میرا نمبر رانگ ہے۔" میں نے کہا اور فون کر دیا۔ یہ تمام باتیں پہلے بھی طے ہو گئی تھیں۔ اس طرح مجھے ان لوگوں نے اپنی خیریت سے آگاہ کیا تھا اور مجھے جواب میں یہی کہنا تھا جیسا کہ میں نے کہا تھا۔ اس بار بھی ان لوگوں نے کامیابی سے اپنے مشن کی تکمیل کی تھی۔ میں ان کے طریقِ کار پر غور کرتی رہی۔ بہرحال کمپنی کی طرف سے تین دن مجھے انعام دیئے گئے تھے لیکن میں ایسے حالات میں گھری ہوئی تھی کہ اس انعام سے لطف اندوز نہیں ہو سکتی تھی۔ تین دن مجھے جنیوا میں گزارنے تھے اور اس کے بعد نیا پروگرام۔ یہ پروگرام کیا ہوگا؟

رات کی نیند خوب گہری رہی۔ دوسرے دن طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ ہندو اس سفر میں میرے ساتھ تھی۔ یہ بھی ائیر ہوسٹس تھی۔ بہت دل پھینک اور بے حد ایڈوانس۔ ناشتے کے بعد میرے کمرے میں آ گئی۔

"ہیلو بھارتی۔"

"ہیلو۔"

"کیسی طبیعت ہے؟ تم کہیں جاؤ گی نہیں؟"

"کیوں؟ جانا ضروری ہے؟"

"یار یہ سوئٹزرلینڈ ہے۔"

"تو پھر۔"

"ہمارے ساتھ چل رہی ہو؟"

"کہاں؟"

"سیر و سیاحت کو۔"

"سوری۔"

"ہریش بھی ساتھ ہے۔"

"تو پھر۔"

"کام کا آدمی ہے۔ خاص طور سے لڑکیوں پر اخراجات بہت کرتا ہے۔"

"تو تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔"

"ہم تو دوستی کے قائل ہیں۔ تمہاری مرضی۔" ہندو نے کہا اور واپس چلی گئی۔ میں مسکرانے لگی تھی ہریش کے بارے میں یہ بات بالکل درست تھی۔ لیکن اس زندگی میں میرا کیریکٹر بے داغ تھا اور میرے کردار کی مثالیں دی جاتی تھیں میں اس کردار کو قائم رکھنا چاہتی تھی۔

دوپہر کو میں گھومنے نکل گئی اور دیر تک آوارہ گردی کرتی رہی۔ البتہ اس شام جب میں چائے پی رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ "آ جاؤ۔" میں نے کہا اور ایک لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ اس کی بغل میں بیساکھی دبی ہوئی تھی اور اس کی ایک ٹانگ گھٹنے کے پاس سے غائب تھی لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر میں چونک پڑی۔

"نیلی۔" میرے منہ سے نکلا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو مجھے ڈاک کاؤنٹر کے پاس ملی تھی۔

"گڈ۔ تم نے مجھے پہچان لیا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"تمہاری ٹانگ؟" میں نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

"اداکاری ہوتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ششدر رہ گئی۔ نیلی اتنے بڑے سانحے کو نظرانداز کر رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ تمہیں میری ٹانگ کا بہت دکھ ہے شاید، لو بھی اسے دیکھ لو۔" اس نے بیساکھی ایک طرف رکھی اور اپنی دوسری ٹانگ بھی نکال کر میرے سامنے کر دی۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکل گیا۔ نیلی اطمینان سے بیٹھ گئی تھی۔

"مگر ایسا کیوں؟"

"بلیک چینل میں شامل ہونے کے بعد بھی یہ سوال کر رہی ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔

"میں تمہارے لیے نیا پروگرام لائی ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"تمہیں تین دن دیئے گئے تھے نا۔ پہلا پروگرام کینسل کر دیا گیا ہے۔ نیا پروگرام یہ ہے کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ کل تک جنیوا سے نکل جانا ہے۔"

"کہاں؟"

"ایک اہم جگہ۔" اس نے جواب دیا۔ اور میرے بدن میں لہریں دوڑنے لگیں۔ نہ جانے یہ نیا پروگرام کیا ہے؟

میری نگاہیں اس عجیب و غریب لڑکی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن میں ماضی کے خیالات گردش کر رہے تھے۔ نیلی بہت چالاک معلوم ہوتی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

میں نے خود کو سنبھالا اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔

اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"دیکھو بھارتی کہ انسانوں کی کہانیاں یکساں ہوتی ہیں۔ بلاشبہ ان کے چہرے یکساں نہیں ہوتے لیکن ان کے مسائل اور ان کی زندگی کے نشیب و فراز ایک ہی کیفیت کے حامل ہیں۔ انسان پیدا ہوتا ہے تو بالکل معصوم اور بے بس سا انسان ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے رحم و کرم پر اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھتا ہے تو سوچتا ہے کہ مطلق العنان ہو گیا۔ اور اب کائنات اس کے زیرِ نگیں ہے لیکن ایسا نہیں ہے جب اس نے پوری طرح دیکھا نہیں ہوتا ایک فتح مند انسان کی حیثیت سے وہ پہلا قدم بڑھاتا ہے اور اس کی مسرتیں عروج پر پہنچ جاتی ہیں پھر قدم بڑھتے رہتے ہیں اور وہ سوچتا ہے کہ اب سب کچھ اس کے دائرہ اختیار میں ہے۔ لیکن پھر اس کے ذہن کو دھچکے لگتے ہیں۔ دنیا سامنے آتی ہے۔ وہ سمجھنے کی قوتیں حاصل کر لیتا ہے اور جب سمجھتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ تو بڑے خسارے میں ہے یہ دنیا اس کی ملکیت نہیں ہے، وہ اس کائنات کا اکیلا پرنس نہیں ہے۔ اور اس کے بعد یہ ذہنی دھچکے برقرار رہتے ہیں۔ تعداد بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ جان لیتا ہے کہ دنیا کیا ہے۔ اور زندگی کس طرح گزاری جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ درویش بن جاتا ہے۔ وہ تارک الدنیا ہو جاتا ہے۔ اور اگر دنیا کو برداشت کرے تو پھر دنیا جیسا ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے میرے سلسلے میں تمہارا ذہن صاف ہو گیا ہوگا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس کی باتوں میں بڑی علمیت تھی۔ ایک عجیب سا احساس جھلک رہا تھا۔ ایک امنگ تڑپ کی جو بڑے عجیب و غریب انداز میں مجھے ملی تھی۔ اور بڑی کامیابی سے اس نے مجھے دھوکا دے دیا تھا۔ اتنی گہری سوچ کی حامل ہوگی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا اندازہ بالکل درست تھا۔ اس وقت میں اس کے بارے میں یہی سوچ رہی تھی کہ یہ لڑکی کس ڈھٹائی سے میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس کے چہرے پر ذرا بھی خجالت کے آثار نہیں ہیں۔ یہ مسکرا رہی ہے اور مجھے اپنا پروگرام بتا رہی ہے لیکن اس نے میرا مفہوم سمجھ کر جو گفتگو کی تھی وہ بڑی اہمیت کی حامل تھی یعنی وہ اب مجھے یہ بتا رہی تھی کہ جو کچھ اس نے کیا، اس میں اس کی اپنی مرضی کا بھی کوئی دخل نہیں تھا۔ کیونکہ وہ خود بھی اس تمام کیے سے گزر چکی ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوری نیلی اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال ہے کہ میں کسی طور تمہیں۔۔۔"

"نہیں یقین کرو بھارتی میرے ذہن میں خیال نہیں ہے مجھے بتا دیا گیا ہے کہ اب تم خلوص دل سے بلیک چینل کے لیے کام کر رہی ہو اور سچ جانو بھارتی تو یہ ضروری بھی ہے۔ اس دنیا میں عجیب افراتفری پھیلی ہوتی ہے، ہم اپنے طور پر جینے کی کوشش کریں تو قدم قدم پر کانٹے پیدا ہو جاتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ ہم زندگی کو جاری نہیں رکھ سکیں گے، پھر ہم قوت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جسمانی قوت، مالی قوت۔ لیکن ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک جو شخص ہے وہ ہم سے زیادہ طاقتور ہے اور ہم اس کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم سوچتے ہیں کہ وہ طاقت ہم کہاں سے حاصل کریں؟ اور پھر ہمارے سامنے اس کے حصول کے ذریعے آتے ہیں، دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو ہم دوسروں کی طاقت کا شکار ہو جائیں۔ یا پھر اپنے لیے طاقتیں تلاش کریں کیا سمجھیں بھارتی۔۔۔؟"

"میں سمجھ رہی ہوں نیلی۔ میں تمہارا مقصد پوری طرح سمجھ رہی ہوں۔۔۔"

"پھر کہانیوں کے بارے میں کیا رکھا ہے؟ بس

یوں سمجھ لو کہ میں اس قدر بُری نہیں ہوں جتنی تمہارے تصور میں ہوں گی۔"

میں نے گردن ہلائی تھی۔ بلاشبہ وہ بھی سچ ہی کہہ رہی ہوگی۔ ظاہر ہے میں اپنے طور پر ان حالات کا شکار ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں وہی سب کچھ تھا جس کا تذکرہ نیلی نے کیا تھا۔ دوسری صورت میں اگر میں کسی سادہ سے گھرانے کی ایک ایسی فرد ہوتی جسے نہ تو نوکری کی ضرورت پیش آتی۔ نہ وہ کسی اور چکر میں پھنستی۔ پورا خاندان ہوتا۔ بہت سے لوگ ہوتے اس کے بیے سوچنے کو اور اس کے بعد وہ جوان ہوتی۔ ممکن ہے کسی کو دل میں بسا لیتی۔ ممکن ہے اس کی یاد میں سسک کر مر جاتی۔ یا پھر ممکن ہے کہ حجلۂ عروسی میں اس کے قدموں کی آہٹ کی منتظر ہوتی۔ وہ زندگی ہر ایک کو نہیں ملتی۔ وقت سب کے لیے الگ الگ راستوں کا انتخاب کرتا ہے اور جو وقت سے ہٹنے کی کوشش کرے اسے اس دنیا میں ناکامیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا۔ چنانچہ نیلی کو شک کی نگاہ سے دیکھنا مناسب نہیں تھا۔

"کیا منگواؤں تمہارے لیے نیلی؟"

"اگر دوستی کا اظہار کرنا چاہتی ہو تو پھر اپنی پسند ہی سے کوئی چیز پلا دو۔ میں دشمنوں کے درمیان زندہ نہیں رہ سکتی میں کسی ایسی شخصیت کا سامنا نہیں کر سکتی جو میرے بارے میں سوچے کہ دیکھو کتنی بدکردار لڑکی ہے؟"

"سوری نیلی! یہ خیال بلاشبہ میرے ذہن میں آیا تھا لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہم مجبور ہوتے ہیں۔ ہم سبھی مجبور ہوتے ہیں اور اب تو ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ مجھے یقین ہے اب تم یہ تصور ذہن سے نکال دو گی۔ میں چاہتی تو تم سے جھوٹ بھی بول سکتی تھی کہ نہیں میں نے تمہارے بارے میں یہ سب نہیں سوچا لیکن میں سچ بولنا چاہتی ہوں اور یہ کہہ رہی ہوں کہ تمہارے بارے میں یہ سب سوچنے کے بعد حقیقتوں کا نظارہ کر لیا ہے۔ میں نے اور تمہیں بھی اپنی ہی طرح بے گناہ اور مجبور سمجھتی ہوں۔"

نیلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے روم سروس کو فون کر کے کافی طلب کر لی تھی، پھر میں نے اس

"اس کا کیا راز ہے؟"

"کچھ نہیں۔ دراصل ہمیں ہدایات دی جاتی ہیں کہ جس قدر بھی ممکن ہو سکے پہلے سے مختلف ہو کر دنیا کی نگاہوں کے سامنے آیا جائے تاکہ کوئی چالاک شخص یہ شناخت نہ کر سکے کہ اس شکل و صورت کو اور اس لڑکی کو پہلے کہیں دیکھا ہے۔ ہر چند کہ کوئی مشتبہ چہرہ ہمارے سامنے نہیں ہوتا۔ لیکن ہماری تربیت میں یہ ہدایت بھی شامل ہے۔"

"مگر اس میں تمہیں وقت تو کافی ہوئی ہوگی؟"

"بالکل نہیں میں نے اس کی مشق کی ہے۔ دراصل بھارتی ابھی تمہاری ابتدا ہے۔ بلیک چینل تمہیں ایسے ایسے گُر سکھا دے گی کہ تم اپنے جیسے لاتعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کر سکو گی اور لوگ تمہاری حقیقت تک پہنچنے کے لیے اپنا سر لہولہان کریں گے۔ ظاہر ہے جرم کی دنیا ذہانت کی دنیا ہوتی ہے۔ اور جرم کے لیے ذہانت بے پناہ ضروری ہے جس طرح جرم شکنوں کے لیے مجرموں سے زیادہ ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارا تو مقابلہ دن رات ایسے ہی لوگوں سے رہتا ہے۔" نیلی کے ان الفاظ پر ایک لمحے کے لیے میرا بدن کانپ گیا۔

بلاشبہ جرم کرنا تو آسان ہے کیوں کہ اس کے لیے ایک گروہ میری پشت پر موجود ہے۔ لیکن مجھے جرم شکنوں کا سامنا بھی تو کرنا پڑے گا۔ کیا میرے اندر اتنی صلاحیتیں ہیں کہ میں ان ذہین ترین اور تربیت یافتہ افسران کا سامنا کر سکوں گی جو بہر طور جرم کے خاتمہ کے لیے اپنے آپ کو اس طرح وقف کر دیتے ہیں جس طرح مجرم خود کو جرم کے لیے۔ بہر طور نیلی پر میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ کافی آ گئی تھی۔ نیلی نے اپنی مصنوعی ٹانگ دوبارہ اپنی جگہ فٹ کر دی۔ اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک لنگڑی لڑکی نہیں۔ ہم لوگ کافی پینے لگے۔ اس کے بعد نیلی نے خود اٹھ کر دروازہ بند کیا اور میرے سامنے آ بیٹھی۔

"مجھے تمہارے سلسلے میں تفصیلی ہدایات نہیں دی گئیں۔ نیا پروگرام اس کیسٹ میں موجود ہے اور اس کیسٹ میں موجود آواز کو تم بخوبی پہچان سکتی ہو۔ اس نے ایک ننھا

...کی چوڑائی پون انچ سے زیادہ نہیں تھی۔ پھر ...کو تقریباً سوا انچ کے ٹیپ ریکارڈر میں لگا دیا گیا ...ریکارڈر بھی نیلی نے اپنے گریبان سے نکال کر سامنے ...۔ میں اسے ہاتھ میں اٹھا کر دیکھنے لگی اور نیلی ...رہی۔ پھر اس نے ٹیپ ریکارڈر کا ننھا سا بٹن دبا ...ریوائنڈ ہونے لگا۔ نیلی نے کھڑکیوں تک کے ...کھینچ دیے تھے۔ پھر ٹیپ ریکارڈر سے مدھم سی ...ابھری۔

"بھارتی! ڈیئر بھارتی میری آواز پہچان رہی ہوگی تم! ...میری آواز پہچان گئیں؟" میں خاموشی سے یہ آواز ...رہی تھی۔ دوبارہ آواز ابھری۔

"میں مرلا ہوں۔ مرلا گھوش کیوں کہ ابھی تمہارا ...ے ہی پاس ہے چنانچہ میری ہی وساطت سے تمہیں ...ہدایات ملتی رہیں گے۔ اس وقت تک جب تک تمہارا ...بڑھ نہ جائے۔ تمہیں جس مقصد کے لیے جنیوا میں ...مخصوص کیا گیا تھا۔ بھارتی اس سے زیادہ اہم ایک ...نکل آیا ہے اور چینل نے فیصلہ دیا ہے کہ اس کام ...لیے تم موزوں ترین ہو۔ چنانچہ جنیوا میں جو کارروائی ...ہونی تھی۔ اب نیلی کے سپرد کر دی گئی ہے اور تمہیں ...یہاں سے فوری طور پر وینس روانہ ہو جانا ہے۔ تمہیں ...روانگی کے لیے تمام بندوبست کر دیا جائے گا اور تمہیں اس سلسلے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ باقی رہا تمہاری کمپنی کا مسئلہ تو ظاہر ہے جتنے دن تم یہاں موجود ہو اتنے دن تک کے لیے کمپنی کی کوئی پابندی تم پر نہیں ہے اور پھر اس کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ تمہیں اس سلسلے میں کسی تردد کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ وینس میں تمہیں ایک شخص سے ملنا ہے جس کا نام کورین ہے۔ کورین ایک متناسب جسامت کا نوجوان ہے اس کی تصویر تمہیں فراہم کر دی جائے گی۔ نیلی اس سلسلے میں تمہاری مدد کرے گی۔ کورین تمہیں وہاں کے پروگرام کی تفصیل بتائے گا۔ تمہیں اس بات پر الجھن ضرور ہوگی نیلی کہ کوئی ایک پروگرام پہلے سے تمہارے علم میں نہیں لایا جاتا۔ لیکن اس بات پر غور کرو کہ اگر کوئی پروگرام پہلے سے تمہارے علم میں لایا جائے تو تم ان کے ان اقدامات کے بارے میں سوچوگی اور پریشان ہوتی رہو گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ... زیادہ مناسب نہیں ہے کہ تمہیں پروگرام کا پتا ہی نہ چلے عین وقت پر تم سے تمام تر تحفظات کے ساتھ یہ کہا جائے کہ یہ کام کر لو اور تم اس کام کو انجام دے دو۔ یہ زیادہ آسان ہے۔ بہر طور وینس میں تم پروگرام کے مطابق کورین سے ملو گی اس کے ساتھ ہی قیام کرو گی اور کورین تمہیں تمہارا سارا کام سمجھا دے گا۔ بس اس کے بعد باقی پروگرام تمہیں وہیں سے ملے گا۔ میں نے تمہیں مطمئن کرنے کے لیے اپنی آواز میں یہ کیسٹ ریکارڈ کر دیا ہے تاکہ تمہیں کوئی الجھن نہ ہو۔" کیسٹ سے آنے والی آواز بند ہو گئی۔

نیلی صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں، جب کیسٹ بند ہوا تو اس نے بٹن آف کر دیا اور میری طرف دیکھ کر بولی۔

"دوبارہ سننا چاہو گی؟"

"میرے خیال میں نہیں اس کی ضرورت کیا ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"گویا تم اس نئے پروگرام کے مطابق کام کرنے پر تیار ہو؟"

"ہاں نیلی! انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب اس راستے پر قدم اٹھا دیے ہیں تو پھر پس و پیش کیسا؟"

"تمہاری زندگی کے حالات مجھے معلوم ہو چکے ہیں۔ میں بھارتی! اور حقیقت یہی ہے کہ جب زندگی میں اور کوئی دلکشی نہ رہے تو انسان کو زندگی سے بغاوت کر دینی چاہیے۔ ہر وہ کام کرنا چاہیے جس میں اس کے لیے ذہنی آسودگی بھی ہو جہاں تک مجھے تمہارے بارے میں معلومات حاصل ہیں تمہارے آگے پیچھے کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جو تمہارے لیے سخت متردد ہو پھر کیا پریشانی ہے وقت تو اسی انداز میں گزار دو یقین کرو زیادہ لطف آئے گا۔ ورنہ ہم جیسی شخصیتوں کے لیے یکسانیت موت کے مترادف ہے۔"

میں نیلی کی بات پر گردن ہلانے لگی پھر اس نے کہا "تو تم وینس جانے کے لیے تیار ہو مجھے اجازت دو تاکہ میں تمہارے بقیہ انتظامات کر دوں۔ تمہیں اس سلسلے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ بالکل مطمئن رہو۔"

میں نے گردن ہلا دی اور نیلی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا، میرا رخسار چوما اور اس کے بعد آہستہ آہستہ باہر نکل گئی۔ میں نے دروازے تک بھی اس کا ساتھ نہیں دیا تھا وہ خود ہی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی اور میں عالم تصور میں اسے دیکھتی رہی

کتنی مخصوص گفتگو کی تھی اس نے بلاشبہ انسانی زندگی پر اس کا اپنا اختیار نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ راستے متعین کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ اور ——— کچھ لوگ راستوں پر چلنے کے لیے، لیکن کیا وہ لوگ جو راستے متعین کرتے ہیں خود اپنی پسند کے راستوں پر چل سکتے ہیں؟ جواب نفی میں تھا اور یہ جواب لینے کے لیے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وقت ہر چیز کا جواب دیتا ہے۔ اب تو میرے دل سے خوف بھی آہستہ آہستہ نکلتا جا رہا تھا جن راستوں پر میں چل پڑی تھی ان پر چلنے کے بعد ایئر ہوسٹس کی ملازمت میرے لیے کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی بلکہ اب تو اس کے سلسلے میں یہی کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ بلیک چینل کے پروگراموں کی تکمیل کے لیے مجھے یہ ملازمت کرنی تھی، جہاں تک مالی معاملات کا تعلق تھا تو درحقیقت مجھے سالہا سال کسی قسم کی مالی پریشانی نہیں ہو سکتی تھی۔ تنہا ذات کے لیے خرچ ہی کتنا ہوتا ہے۔؟ چاہتی تو رانگی کے فلیٹ میں بقیہ زندگی ان لوگوں کے ساتھ ہی سکون سے گزار سکتی تھی۔ لیکن اپنی فطرت کا بھی اندازہ تھا۔ یہ سکون، موت کے سکون سے مختلف نہ ہوتا۔ میرے ذہن میں انتقام کا جو جوالا مکھی اُبل رہا تھا وہ پُرسکون نہ ہوتا، نجانے کہاں کہاں بھٹکتی؟ کیا کیا کچھ کرتی؟ اس سے بہتر یہی تھا کہ ان لوگوں کا سہارا لے لیا جائے جو خود ان ہی راستوں کے راہی ہیں اور پھر ان کے سہارے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا جائے۔ گو ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا لیکن میں جانتی تھی کہ یہ وقت ضرور آئے گا۔ بعد کی کارروائیاں میرے لیے بہت زیادہ باعث دلچسپی نہیں تھیں۔ نیلی نے مجھے کورین کی تصویر فراہم کی شکل و صورت سے مشرقی باشندہ لگتا تھا۔ خاصا قبول صورت اور نوجوان آدمی تھا بہرحال مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کورین کی تصویر مجھے نہیں دی گئی بلکہ مجھ سے یہی کہا گیا کہ میں اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لوں۔ کوئی ایسی چیز وہ میرے پاس نہیں چھوڑنا چاہتے تھے جس سے میری ذات پر کوئی شبہ ہو سکے، انہوں نے مجھے ایک خاص حیثیت دی تھی اور میں ایک سیاح کی حیثیت سے وینس جانا چاہتی تھی۔ سارے انتظامات ہو گئے اور اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑی، میری منزل وینس تھی۔ آبی شہر جو ایک کشتی کی مانند پانیوں پر جھول رہا تھا۔ صدیوں پہلے وہنی قبیلے کے لوگ وحشی حملہ آوروں سے بچنے کے لیے پہاڑوں اور میدانوں کو چھوڑ کر چند ویران ساحلی جزیروں پر آباد ہو گئے تھے آہستہ آہستہ ان ماہی گیر کسانوں نے ایک ایسے شہر کی تخلیق کی جو اطالیہ کی طاقتور ترین ریاست بن گیا۔ اس کے باشندے تجارت کے لیے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ مشرق کو جانے والی تمام آبی شاہراہیں پہلے وینس کے قبضے میں تھیں اور مشرق سے کمائی ہوئی اور لوٹی ہوئی دولت نے نہروں کے کنارے سنگ مرمر کے محلات اور عالی شان گرجوں کی تعمیر میں مدد دی۔ دولت کے ساتھ فنونِ لطیفہ کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ بیلینی اور ٹیشان نے انہی نہروں کے کنارے شاہکار تخلیق کیے تھے، سان مارکو گھنٹہ گھر کے سامنے ڈوجز محل تھا۔ اس سے پرے سینٹ مارک کلیسا۔ جس کے نام پر اس چوک کو پکارا جاتا ہے۔ وینس کے دو تاجروں نے سینٹ مارک کی لاش کو اسکندریہ سے یہاں منتقل کیا اور پھر اس کی قبر کے لیے یہ شاندار کلیسا تعمیر کیا تھا، کلیسا کے مشرقی طرز کے گنبد اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اہلِ وینس قسطنطنیہ کے گرجوں کے گنبدوں سے بہت متاثر تھے۔ تیرھویں صدی میں ایک قانون بنا دیا گیا جس کے تحت شہر سے باہر جانے والے ہر تاجر کے لیے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ وہ سفر سے واپسی پر کلیسا کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ ساتھ لائے۔ اس قانون کا بہت فائدہ ہوا، کلیسا جو پہلے خالی پڑا تھا۔ بہت تھوڑے عرصے میں طرح طرح کے نوادرات سے پُر ہو گیا۔ کلیسا کی گیلری میں گھوڑوں کے وہ چار مجسمے بھی نصب ہیں۔ جو صلیبی جنگ کے دوران قسطنطنیہ سے لوٹ کر لائے گئے تھے۔ یہاں میرا قیام سانتا ماریہ کے ایک فیشن ایبل ہوٹل میں تھا اور میں یہاں سے سامنے کے گھاٹ پر ہر پانچ منٹ کے بعد روانہ ہونے والے موٹو اسکافو دیکھ سکتی تھی۔ بڑی عجیب سی زندگی تھی یہاں کی، تیز موٹر بوٹ اور اسٹیمر ولانچ کے بیچ سُست رفتار گنڈولے بھی نظر آ جاتے تھے اور دوسری جانب وینس کی شاندار عمارتیں جن کے نچلے حصے پانی میں ڈوبے ہوئے یوں لگتے جیسے دیو ہیکل سمندری جہاز۔ پانی پر جھول رہے ہوں۔ میں اپنے ہوٹل ہی میں رہ کر وینس کا آبی نظارہ کر سکتی تھی۔ میرے دل میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں ابھرا کہ میں وینس کے مختلف گوشوں کو دیکھوں۔ ویسے بھی دنیا کی سیاحت اتنی کر چکی تھی کہ اب کسی خاص چیز سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی انسان کو جو کچھ حاصل ہو جاتا ہے اس کی قدر خود بخود اس کے ذہن سے ختم ہو جاتی ہے۔ سیاحت میرے لیے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی آرزو کی جائے۔ اب مجھے کورین کا انتظار

دیکھنا یہ تھا کہ یہ شخص کتنے عرصے کے بعد میرے پاس ہے۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مکمل طور پر یہاں رہوں گی لیکن کورین کے انتظار میں بہت زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا۔ دوسرے ہی دن تقریباً گیارہ بجے جب میں ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہو کر اپنی عقبی کھڑکی سے پیٹرو گھاٹ کے ہنگامے دیکھ رہی تھی۔ میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی میں نے کھڑکی بند کی اور پلٹ کر دروازہ کھولا اور پھر کورین کو ایک نگاہ میں پہچاننے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی۔ اس نے بلیک چینل کا نشان میرے سامنے پیش کیا تو میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

"آئیے مسٹر کورین، میرا خیال ہے کہ آپ کی صورت ایک بار دیکھنے کے بعد بھولی نہیں جا سکتی۔ البتہ میں آپ کو یہ نشان ضرور پیش کروں گی۔" میں نے بلیک چینل کا بیج نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ ہم نے اپنے بیج تبدیل کر لیے اور اس نے گردن خم کر کے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔

"فرمائیے کیسے مزاج ہیں۔؟"

"ٹھیک ہوں مس بھارتی۔ آپ کو دیکھ کر واقعی [illegible] ہونے لگا ہے کہ بلیک چینل کی کارکردگی کو یہ لمحہ شاندار حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے"

"آپ کے یہ الفاظ میرے لیے قیمتی ہیں۔"

"شکریہ۔ کہیے آپ نے وینس کو کیسا پایا؟"

"مجھے وینس سے دلچسپی نہیں ہے مسٹر کورین۔ میں تو وہ کام کرنا چاہتی ہوں جس کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ میں جانتا ہوں شان کا دور کے ایسے لوگوں کا انتخاب نہیں کرتے جو ان کے مقصد کے نہ ہوں"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی آپ کو بے کار باتوں میں نہیں الجھاؤں گا۔ آپ کو اب اس ہوٹل میں قیام کرنا ہے اور اگر آپ اجازت دیں تو اس دوران میں آپ کو وینس کی مختصر سیر کرا دوں۔"

"مسٹر کورین کیا میرے کام میں ابھی دیر باقی ہے؟ میرا مطلب ہے جو پروگرام آپ مجھے دینے والے ہیں اس کے سلسلے میں یہاں اس ہوٹل میں رہ کر انتظار کرنا ضروری ہے!"

میرے اس سوال پر کورین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے کہا۔

"یوں سمجھ لیجیے مس بھارتی کہ جس طرح آپ ایک مستعد اور فرض شناس خاتون ہیں، اس طرح میں بھی صرف اپنے کام سے مطلب رکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میں کھلے الفاظ میں آپ سے یہ کہہ دوں کہ بحیثیت عورت میں کبھی اور کسی قیمت پر آپ کو اپنے سامنے رکھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ کاروباری اصولوں کے خلاف بھی ہے۔ اور میرا خیال ہے اس سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ بلیک چینل کا ہر قابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ اور کم از کم اس کی ذات سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بشرطیکہ وہ بلیک چینل کا آدمی ہی ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے آپ پر اعتماد ہے مسٹر کورین۔ ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں۔"

"تعاون کے اس اظہار کا شکریہ اور یہ بھی میری ڈیوٹی میں شامل ہے کہ آپ کو وینس کی اندرونی جگہوں سے آگاہ کر دوں جو کام آپ کو یہاں کرنا ہے اس میں بیشک ایسا کوئی خطرہ موجود نہیں ہے کہ آپ کو کہیں تنہا بھٹکنا پڑے۔ اس کے باوجود اس بات کے امکانات کو مدِنظر رکھا جاتا ہے کہ ایسی کوئی اتفاقیہ ضرورت پیش ہی آ جائے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو دوبارہ بلیک چینل کے مفادات میں کام کرنے کے لیے کسی وقت وینس آنے کی ضرورت پیش آ جائے ایسے لمحے میں آپ کو وینس کے بارے میں تفصیلات سمجھائی جا سکتی ہیں اور آپ اپنے طور پر بھی وینس میں کام کر سکتی ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں اور میں اس کے لیے تیار ہوں کہ آپ کے ساتھ وینس کی سیر کر دوں۔"

کورین نے ایک بار پھر گردن خم کر دی تھی پھر اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"اب مجھے اجازت دیجیے۔ دوسری ملاقات بہت جلد ہو گی اور آپ جانتی ہیں کہ آپ کو آئندہ کیا کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور وہ احترام سے مجھ سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔

اچھا آدمی تھا۔ مگر حیرت کے بہت سے نقوش چھوڑ گیا تھا۔ برے لوگوں میں بھی اتنے اچھے اصولوں کا تصور کیا جا سکتا ہے، تعجب کی بات تھی۔ ویسے مجھے اپنی زندگی کے سب سے عجیب و غریب دور سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ ایئر ہوسٹس کی ملازمت ایک باعزت پیشہ ہے۔ اس میں بہت دیانت دارانہ اصولوں کو سامنے رکھنا پڑتا ہے اور اب تک کی ملازمت میں میں نے ان تمام اصولوں

کو مدِنظر رکھا تھا۔ میں نے کبھی اپنے طور پر کوئی ایسی کوشش نہیں کی تھی جو میرے لیے یا میری کمپنی کے لیے باعثِ بدنامی ہو لیکن وقت نے مجھے کیسے کیسے راستوں پر لا پھینکا تھا۔ یہ کمپنی کا معاملہ نہیں تھا بلکہ میری ذات میں چھپا ہوا وہ طوفان جو میرے اہلِ خاندان کی تباہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ اگر یہ رُخ نہ اختیار کرتا تو نجانے کیا رُخ اختیار کر جاتا یہی غنیمت تھا۔ بہر طور دل کو احساس تو ہوتا تھا کہ اپنے پیشے سے اور اپنے اوپر اعتماد کرنے والوں سے غداری کر رہی ہوں لیکن اس احساس کو فنا کیے بغیر جینا مشکل تھا پھر دوسرے ہی دن کورین سے ملاقات ہوئی۔ بہت خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا غالباً اس احساس کا شکار ہو سکتا ہے جو مقصد اصولوں کے تحت پورا نہ ہو پا رہا ہو وہ خود بخود ہی پورا ہو جائے گا۔ اور میں اس کی جانب متوجہ ہو جاؤں یہ ساری باتیں صرف سوچنے کی تھیں ان کی کوئی عملی شکل سامنے نہیں آئی تھی۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے گھومنے پھرنے کا پروگرام بنایا میں آبی سڑکوں پر آ گئی وینس کی سب سے بڑی نہر گرینڈ کنال رواں دواں تھی۔ جس جگہ بسیں اور ٹیکسیاں ہونی چاہیے تھیں، وہاں اسٹیمر اور نازک گنڈولے پانی میں تیر رہے تھے۔ مسافروں سے پُر اسٹیمر ہارن بجا بجا کر اپنے سفر کا آغاز کر رہے تھے۔ میں کورین کے ساتھ بیٹر وکیمپ چل پڑی جس کے بارے میں کورین نے مجھے مختصر تفصیلات بتائی تھیں۔ اسٹیمر کے عرشے پہ بے شمار سیاح کھڑے تھے جو کیمروں پہ نظر جمائے گرینڈ کنال کے دوسری طرف گزرنے والے محلات اور خوبصورت مکانوں کی تصویریں بنا رہے تھے۔ بیٹر وکیمپ سمندر کے کنارے درختوں کے ایک جھنڈ میں واقع تھا۔ ہر طرح کے لوازمات سے آراستہ تھے، غسل خانے، کھانے پینے کی اشیا، نہانے کے تالاب، ریستوران، شاپنگ اسٹور اور تمام دوسرے لوازمات دیکھ کر محسوس ہوتا تھا جیسے ایک ہی شہر کے بے شمار افراد ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں جیسے ایک دوسرے سے واقفیت رکھتے ہوں۔ دوپہر کا کھانا ہم نے کیمپ کے ریستوران میں ساحل کے قریب کھایا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گئے کشادہ سڑکوں کے دونوں طرف بلند قامت درختوں کی قطاریں تھیں اور ان کے پیچھے خوبصورت باغات اور امیر ترین لوگوں کی شاہانہ رہائش گاہیں پلازو ڈیل سنیما کے چوک میں وینس کا مشہور فلمی میلا منعقد ہوتا ہے۔ چوک کے ساتھ ہی میونسپل قمار خانے کی عمارت ہے جو باہر سے کلیسا کی صورت لگتی ہے۔ پبلک بھی خوش رہتی ہے اور کمیٹی ٹیکس والے اچھا خاصا ٹیکس وصول کر لیتے ہیں۔ خاصی تفریحی جگہ تھی۔ پھر ہم مرسیریا اسٹریٹ کو چل پڑے۔ اس تنگ اور بل کھاتی ہوئی گلی کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی نفیس اور دیدہ زیب دکانیں ہیں، جن کے شوکیسوں میں اطالیہ کے نرم چمڑے کی مصنوعات، پیتل اور گلاس کے بنے ہوئے برتن۔ سلک کی ٹائیاں اور دوسرے ملبوسات بھرے پڑے ہیں، دکانوں پہ اشتہارات اور بورڈ بھی انتہائی نفیس ہوتے ہیں۔ میں کافی دیر تک کورین کے ساتھ اس سڑک پر گھومتی رہی اور عجیب طرح طرح کے تجربات ہوتے رہے کافی اچھی تفریح رہی تھی، دن بھر کی اور اس دوران یہ محسوس نہیں ہو پایا تھا کہ میں یہاں کسی مہم پر آئی ہوں۔ بلکہ یوں ہی لگتا تھا جیسے واقعی کوئی تفریحی پروگرام ہو پہلا دن بہت نفیس گزرا تھا۔ دوسرا اور تیسرا دن بھی میں نے کورین کے ساتھ اپنی تفریحات میں گزارا۔ آج کورین نے شہر کے بھرے پُرے بازار روپ سے کچھ عجیب و غریب قسم کی خریداری کی تھی جو میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے کھانے پینے کی اشیا پیک کرائی تھیں اور انہیں ایک چھوٹے سے تھیلے میں رکھ لیا تھا۔ ایک ریستوران سے اس نے کافی کا تھرماس بھی بھروا لیا تھا اور ایسی ہی دوسری چیزیں بھی اس دوران میں اس سے بے تکلفی تو ضرور ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ یہ تمام چیزیں اس نے کیوں خریدی ہیں؟ ہو سکتا ہے اس کا اپنا کوئی پروگرام ہو۔ رات کو ہم ایک اور تفریحی پروگرام میں شریک ہوئے۔ یہ ایک میوزیم نما عمارت تھی۔ جس کے ہال میں بڑا نفیس پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ داخلے کے لیے ٹکٹ تھا۔ ہم ہال میں داخل ہو گئے۔ عمارت کا احاطہ بہت وسیع تھا۔ اصل عمارت جو میوزیم کی سی حیثیت رکھتی تھی بائیں سمت تھی۔ دائیں سمت وہ جگہ تھی جہاں یہ تفریحی پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ اعلیٰ درجے کے طائفے نے رقص پیش کیا۔ پروگرام غالباً کافی طویل تھا، کیوں کہ ساڑھے نو بجے دس بجے تک پروگرام دیکھنے کے شائقین آتے رہے تھے۔ اور اس کے بعد عمارت کے دروازے بند کر دیے گئے میں کورین کے ساتھ ایک حصے میں بیٹھی ان پروگراموں سے لطف اندوز ہوتی رہی۔ اسٹال لگے ہوئے تھے اور وہاں ہر چیز دستیاب تھی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے جب کورین اپنی جگہ سے

گیا اور اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں کورین کے ساتھ چل پڑی تھی۔ کورین اس عمارت کی جانب جا رہا تھا جو اس وقت بند تھی۔ اس کے صدر دروازے پر چوکیدار آ رہا تھا۔ میں کورین کے ساتھ عمارت کے عقبی حصے میں آ گئی۔ عقبی حصے میں بھی ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اور یہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ کورین نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک تار نکال کر اس دروازے کا لاک کھولا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا میں حیران تھی کہ کورین یہاں کیا کرنا چاہتا ہے؟ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے مختلف راہ داریوں سے گزر کر ایک بڑے سے ہال میں آ گیا۔ جس پر نصف دائرے کی شکل کا اسٹیج بنا ہوا تھا سامنے ہی اعلیٰ پائے کی نشستیں لگی ہوئی تھیں۔ ہال کے تمام دروازے بند تھے۔ صرف وہ دروازہ کھلا ہوا تھا جس سے کورین اندر آیا تھا۔ اس نے وہ دروازہ بھی بند کر کے اندر مدھم روشنی کر دی۔ میں نے ابھی تک اس سے اس کی یہاں آمد کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ کورین نے کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"بارہ بجے یہ پروگرام ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد اس اندر سے ایک ایک شخص باہر نکل جائے گا۔ عمارت پہ چوکیدار ہیں جو مختلف جگہوں پہ پہرہ دیتے ہیں لیکن اب اس عمارت کے اندر کوئی نہیں آئے گا، تم نے دروازے پر کھڑے چوکیدار کو دیکھا ہو گا، وہ ساری رات وہیں گزارے گا۔ عقبی دروازہ پہلے ہی بند ہے اور یہاں کسی چوکیدار کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی لیکن رات کی ڈیوٹی پوری کرنے والے چوکیدار گشت کرتے ہوئے ادھر سے گزرتے ہیں عمارت کے صدر دروازے سے یا اس کے احاطے سے کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا۔"

"مگر اب تو بارہ بجنے میں کچھ ہی دیر رہ گئی ہے"

"ہاں اور ہم لوگ آج رات یہاں سے باہر نہیں جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا

"آج رات ہمیں یہیں گزارنی ہے" کورین نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔

"مسٹر کورین براہِ مہربانی مجھے اس کی وجہ سے بھی تو آگاہ کیجیے؟"

"ضرور ضرور۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اس افراتفری اور ہنگامے کو ختم ہو جانے دیجیے۔ ہم یہاں پُرسکون ہیں۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی شخص بھی اس طرف نہیں آئے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کورین نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور میں جھجکنے سے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ کورین خود بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ لایا ہوا بیگ ایک سمت رکھ دیا اور دفعتاً ہی میں چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگی۔ یہ خریداری کہیں اس سلسلے میں تو نہیں ہوئی؟ اس کا مقصد ہے کہ کورین بہت گہرا آدمی ہے اور اس نے اپنا پروگرام بہت پہلے سے ترتیب دے لیا تھا اس نے مجھے اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔ تاہم میں نے بھی اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا، وقت گزرتا رہا، بارہ ساڑھے بارہ پھر ایک بج گیا تب کورین نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا۔

"اب تو آپ کو یقین آ گیا ہو گا مس بھارانی کہ یہاں کوئی نہیں آئے گا؟"

"آپ نے کہا تھا مجھے یقین آ گیا۔ اس سلسلے میں میں کیا نہیں سوچ رہی۔ میرے ذہن میں تو بس ایک ہی خیال ہے کہ آپ نے یہ رات یہاں گزارنے کا فیصلہ کیوں کیا مسٹر کورین؟"

"آپ کو اس عمارت سے روشناس کرانا تھا۔ رات کے اس وقت کے علاوہ اور کوئی ایسا وقت ممکن نہیں تھا جس میں یہ عمارت آپ کو مکمل طور پر دکھائی جاتی۔ بلاوجہ اب تیار ہو جائیے۔ آئیے میرے ساتھ۔" کورین مستعد ہو گیا۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں اس کے خلاف شبہات ابھرے تھے، لیکن اس کے اندازِ گفتگو نے میرے یہ شبہات محو کر دیے۔ وہ ہال سے باہر نکل آیا۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ کورین نے اپنے سامان سے نیلی روشنی والی وہ ٹارچ نکالی جو اس نے میرے سامنے بازار سے خریدی تھی اور پھر کوریڈور سے گزرتا ہوا وہ عمارت کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ اس نے پوری عمارت کا ایک ایک کمرہ مجھے دکھایا تھا، مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمارت کو دکھانے کا مقصد کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کورین پھر واپس اس ہال میں آ گیا۔

"آپ نے پوری عمارت دیکھ لی مس بھارتی مگر ہمیں پوری عمارت سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہ بھی میں نے آپ کو اسی مقصد کے تحت دکھائی ہے کہ ہو سکتا ہے دورانِ عمل کوئی ایسا موقع یا حادثہ پیش آ جائے جس کی بنا پر آپ کو یہ عمارت استعمال کرنی پڑ جائے، بہر طور ہماری اصل جگہ جہاں ہمیں اپنے مقصد کی تکمیل کرنی ہے یہی ہال ہے۔ اب ذرا اس طرف آیئے۔"

اس نے کہا اور نیم دائرے کی شکل میں بنے ہوئے اسٹیج کی تین سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گیا۔

"دیکھیے یہ اسٹیج کا سامنے کا حصہ ہے۔ یہ آدھا حصہ ہر قسم کے پروگراموں کے لیے مخصوص ہے۔ باقی اس آدھے حصے میں پردہ پڑا رہتا ہے۔ بعض جو پروگرام ہمیں اس اسٹیج پر پیش کیا جاتا ہے اس میں پیش کار اس پردے کے پیچھے سے نکل کر سامنے آتے ہیں۔ آیئے میں آپ کو اس جگہ لے چلوں۔"

اس نے پردہ ہٹایا اور دوسری طرف پہنچ گیا۔ ایک بار پھر اس نے ننھی ٹارچ روشن کر لی تھی۔ ٹارچ کی روشنی اس نے اسٹیج کے نچلے فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اس طرف آنے کے بعد فنکار کو یہ سیڑھیاں اترنی پڑتی ہیں۔ سیڑھیوں کی تعداد پانچ ہے اور اس کے بائیں سمت جو یہ دیواریں سی بنی ہوئی ہیں یہ سپارٹ اور ٹھوس ہیں۔ لیکن ذرا یہ دیکھیے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور ایک دیوار کو انگلی سے دبا کر دکھایا۔ دیوار کا تختہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا اور اس کے درمیان اتنا خلا پیدا ہو گیا تھا کہ ایک آدمی بدن سکوڑ کر اندر جا سکے میں نے دلچسپی سے اس جگہ کو دیکھا۔ کورین نے کہا۔

"آیئے اندر آیئے۔"

میں اس کے ساتھ خاموشی سے تختے کے دوسرے حصے سے اندر چلی گئی تھی۔ ایک چھوٹی سی پتلی سی راہداری نظر آ رہی تھی جو کافی تنگ اور پتلی تھی اور اس میں بھی بدن سکوڑ کر ہی آگے بڑھا جا سکتا تھا لیکن تقریباً تیس قدم چلنے کے بعد راہداری چوڑی ہو گئی تھی۔ اور اس میں سیڑھیاں نیچے کو چلی گئی تھیں۔ کورین مجھے لیے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اترا پھر اس نے کہا۔

"معافی چاہتا ہوں مس بھارتی ہر چند کہ یہ جگہ گندگی نہیں بلکہ غلاظتوں سے پاک ہے لیکن پھر بھی میں آپ کو یہ بتا دوں کہ یہ گٹر ہے عمارت کے نیچے بہنے والا گٹر

کیوں کہ یہ عمارت کسی ایسے کام میں استعمال نہیں ہوتی جس سے گٹر گندے ہوں اس لیے گٹر خشک ہے۔ آیئے آگے بڑھیے یہاں آپ کو تازہ ہوا نہیں مل سکے گی۔ لیکن میں آپ کو تازہ ہوا میں لے چلوں گا۔"

میں کورین کے ساتھ متحیرانہ انداز میں آگے بڑھتی رہی اس بار مجھے تقریباً دو سو گز کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ پھر کورین ایک جگہ رکا۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کیے ٹارچ پھر ہاتھ میں تھما دی تھی اور پھر دفعتاً ہی ہلکی سی روشنی نظر آئی ستاروں کی چھاؤں صاف محسوس ہو رہی تھی اور تازہ ہوا کے جھونکے اندر آ رہے تھے۔ غالباً کورین نے گٹر کا ڈھکن اٹھایا تھا۔ میں نے تازہ ہوا میں گہری گہری سانسیں لیں۔ کورین نے دونوں ہاتھ اوپر ٹکائے اور پھر بدن کو تول کر اوپر پہنچ گیا۔

"آپ کے لیے اس انداز میں اوپر آنا ممکن ہو گا مس بھارتی؟" اس نے اوپر سے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

"کیوں نہیں؟" میں بھی انتہائی مہارت سے اوپر چڑھ کر باہر نکل آئی تھی۔ سامنے ہی ایک وسیع و عریض لان پھیلا ہوا تھا۔ کورین نے کہا۔

"اب براہِ کرم نیچے اتر جایئے۔ ہمیں یہاں زیادہ دیر نہیں رہنا چاہیے۔ اس طرف سے ہم پر کسی کی نگاہ پڑ سکتی ہے۔ یہ جگہ جہاں آپ برآمد ہوئی ہیں پارکنگ لاٹ ہے اور یہاں عموماً گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ خاص طور سے اس وقت جب اس عمارت میں کوئی پروگرام پیش کیا جائے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی نا میری بات؟ اب میں یہ ڈھکن بند کر رہا ہوں۔" کورین نے اسی انداز میں گٹر کا ڈھکن برابر کر دیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔

"اب ہمیں واپسی کا سفر شروع کرنا ہے۔" وہ بولا اور پھر اس گٹر لائن سے ہوتا ہوا بالآخر اسٹیج کے اصل حصے میں پہنچ گیا جہاں سے ہم اندر داخل ہوئے تھے۔ باہر نکلنے کے بعد میں نے سخت حیرانی سے کورین کو دیکھا تھا۔ کورین کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"آپ نے یہ تمام نظام دیکھ لیا ہو گا۔ مس بھارتی۔ اب میں آپ کو تھوڑی سی باتیں اور بتا دوں اس کے بعد ہمارا یہ کام ختم ہو جاتا ہے، جو فنکار اسٹیج پر جاتا ہے وہ ان پانچوں سیڑھیوں سے گزر کر اوپر پہنچتا ہے۔ یہ جگہ جو خاص طور سے بنائی گئی ہے عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے اور کوئی

تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص اس جگہ سے داخل ہو کر عمارت کے بیرونی حصے میں نکل سکتا ہے۔ یہ کام کس طرح کیا جائے گا آپ کے لیے ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اس سے آپ کو کوئی فائدہ ہو گا، بس یوں سمجھ لیجیے کہ ہمارے ساتھیوں نے یہاں جگہ بنا لی ہے تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اسٹیج پر پیش ہونے والے فنکار ان پانچ سیڑھیوں سے اترنے کے بعد اس دروازے سے اندر داخل ہوتے ہیں دروازے کی دوسری طرف ایک وسیع و عریض کمرہ ہے۔ آیئے میں آپ کو اسے بھی دکھا دوں۔" کورین نے کہا اور پھر سیڑھیوں کے دوسری جانب پہنچ گیا جو اس جگہ کا واحد دروازہ تھا۔ اس دروازے کو کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور اس نے یہاں بھی روشنی کر دی۔ بڑی بے خوفی سے وہ یہ تمام کام کر رہا تھا جیسے اسے یقین ہو کہ ان اطراف میں ہمیں نہیں دیکھا جا سکتا۔ بڑے سے وسیع و عریض ہال میں دائرے کی شکل میں میزیں لگی ہوئی تھیں لیکن یہ میزیں بالکل خالی تھیں کچھ کرسیاں بھی وہاں پڑی ہوئی تھیں کورین نے کہا۔

"یہ وہ جگہ ہے جہاں فنکار اپنا میک اپ وغیرہ کرتے ہیں یا انہیں جو بھی کام کرنا ہوتا ہے اسی جگہ تمام انتظامات کیے جاتے ہیں اور یہاں سے گزرنے کے بعد اسٹیج پر پہنچا جا سکتا ہے۔ آپ نے یہ جگہ ذہن نشین کر لی اب براہِ کرم آیئے ہمارا یہ کام تقریباً ختم ہو گیا۔" کورین کا کام ختم ہو گیا تھا لیکن میرے ذہن میں تجسس ختم نہیں ہوا تھا۔ بالآخر ہم اسی ہال میں واپس آ گئے جہاں نشستیں لگی ہوئی تھیں اور اس کے بعد کورین نے مجھے پُرسکون انداز میں بیٹھنے کی پیشکش کی۔ اس وقت کورین مجھے انتہائی پُراسرار انسان نظر آ رہا تھا۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟ کیا پروگرام ہے ان لوگوں کا؟ ویسے یہ تمام حالات تو واقعی بے حد پُراسرار تھے اور میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ ان پُراسرار حالات میں میں کچھ کر بھی سکوں گی کہ نہیں؟ جو کام مجھ سے اب تک لیا گیا تھا وہ تو نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن اس بار جو کچھ کورین نے مجھے دکھایا تھا وہ تو واقعی میری سمجھ میں ذرہ برابر نہیں آیا تھا۔ کہیں کوئی ایسا کام نہ لیں وہ مجھ سے جو میری بساط سے باہر ہو اور میں اسے انجام دینے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ ہر چند کہ میں ہمت رکھتی تھی اور ہر کام کرنے کے لیے تیار تھی لیکن کیا کہا جا سکتا ہے۔ ابھی تک جو واقعات پیش آئے تھے وہ تو واقعی بے حد پُراسرار تھے کورین اطمینان سے بیٹھا مسکرا رہا تھا پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مس بھارتی آپ میری دانشمندی کو داد نہیں دیں گی کیا آپ کو بھوک نہیں محسوس ہو رہی؟"

"بھوک۔ بھوک؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ذرا غور کیجیے۔ خود پر غور کیجیے۔"

اور میں نے واقعی یہ محسوس کیا کہ کچھ بھوک سی محسوس ہو رہی ہے۔ میں مسکرا دی۔ کورین نے بیگ میں سے اعلیٰ قسم کے سینڈوچز اور کافی کا تھرمس نکال لیا اور پھر اس نے کاغذ کھول کر سامنے رکھ لیا۔

"پروگرام شروع ہو جائے۔"

"ایک بات پر مجھے شدید حیرت ہے مسٹر کورین۔"

"کس بات پر؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ اتنے مطمئن اور پُرسکون ہیں کہ یقین نہیں آتا۔"

"ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے بھارتی۔ دراصل میرے ذہن میں شروع ہی سے یہ پروگرام تھا اور آج میں نے فیصلہ کیا تھا کہ آپ کو اس عمارت کی سیر کرا دی جائے کیونکہ شاید دو تین دن کے اندر اندر ہی ہمیں اس عمارت میں اپنا ایک کام انجام دینا ہے۔"

"گڈ۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن وہ کام کیا ہے؟"

"آپ نے یہ تمام صورتِ حال دیکھ لی مس بھارتی۔ براہِ کرم پہلے یہ کافی لیجیے اور دیکھیے ذرا کیا عمدہ کافی ہے۔"

کافی واقعی بے حد لذیذ تھی۔ سینڈوچز بھی بہت اچھے تھے۔ یا پھر موجودہ صورتِ حال میں کچھ زیادہ ہی اچھے لگ رہے تھے۔ بہرحال یہ دونوں کھانے پینے سے فارغ ہو گئے اور کورین نے کاغذ وغیرہ لپیٹ کر بیگ میں رکھ لیا۔ تھرمس میں البتہ کافی بچی ہوئی تھی اس کے بعد اس نے کہا۔

"میں عمارت میں کیے جانے والے کام کی تمام تفصیلات آپ کو کل دن میں بتاؤں گا۔ میرے خیال میں آج کی رات بیٹھ کر جاگ کر ہی گزارنا پڑے گی۔"

"یہ سوال بھی میں آپ سے کرنا چاہتی تھی مسٹر کورین، ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔؟"

"سوری ناممکن ہے اگر نکل سکتے تو میں یہ انتظامات کر کے کیسے آتا۔ صبح آٹھ بجے یہ عمارت کھل جائے گی اور ساڑھے آٹھ بجے سے یہاں مختلف لوگ آنا شروع ہو جائیں گے۔ ان میں سیاح بھی ہوتے ہیں اور عمارت میں کام کرنے والے عملے کے افراد بھی ہمیں سیاحوں کی ہی حیثیت سے یہاں سے باہر نکلنا ہوگا۔ کیا سمجھیں آپ؟"

"صبح کو جب عمارت کھولی جائے گی تو اس کی صفائی نہیں ہوتی ہوگی؟"

"نہیں اس کی صفائی ٹھیک ساڑھے تین بجے شام ہوتی ہے۔ روزانہ ٹھیک ساڑھے تین بجے شام۔"

"آپ نے اس بارے میں خاصی معلومات اکٹھا کی ہیں۔"

"ظاہر ہے یہاں ہمیں ایک اہم کام انجام دینا ہے۔" کورین نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو گئی لیکن بہرطور سنسنی اور تجسس کا شکار تھی پہلا سوال تو یہی تھا کہ ڈان کا ڈورے میرے ذریعے اس عمارت میں کیا کرنا چاہتا ہے۔؟ مجھے تو جنیوا بھیجا گیا تھا اور میرا کام بھی کچھ اور تھا۔ پھر اس نے مجھے ایک نئے کام کے لیے کیوں منتخب کیا۔؟ ابھی تک کوئی صورتِ حال سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ رات ضرورت سے زیادہ طویل ثابت ہوئی۔ نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اور پھر سونا بھی نہیں تھا کیونکہ صبح کو جب سیاحت کے پسند کرنے والے یا عمارت کے عملے کے لوگ یہاں پہنچتے اور دو افراد کو سوتا ہوا پاتے۔ اس کے بعد کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ ہم پر شک نہ کیا جائے۔ صبح کی روشنی کھڑکیوں کے ذریعے اندر آئی تو ہم ہوشیار ہو گئے۔ کورین نے مجھ سے لباس اور بال وغیرہ درست کرنے کے لیے کہا اور پھر ہم پوری طرح مستعد ہو گئے۔ ہمیں پوشیدہ ہونا پڑا تھا کیونکہ بہرطور عملے کے لوگ دروازے کھولنے کے لیے تو آنے ہی والے تھے اور ہم نے پوشیدہ ہونے کے لیے ایک بہتر جگہ منتخب کر لی پھر دروازے پر آہٹیں ابھریں اور دروازے کھل گئے۔ تازگی ہوا کے جھونکوں نے ہمارا استقبال کیا۔ دروازے کھولنے والے دروازے کھولتے پھر رہے تھے۔ کسی نے بھی اندر آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کافی دیر انتظار کرنا پڑا پھر کچھ قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور ہم ٹہلنے کے سے انداز میں ایک سمت بڑھ گئے۔ بالکل یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ ہم رات بھر یہاں مقیم رہے ہیں اور ہماری جانب توجہ بھی نہیں دی گئی۔ آنے والے تین چار افراد تھے۔ انہوں نے ہم پر نگاہ بھی نہ ڈالی۔ بس اب کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کچھ اور لوگ بھی اندر آئے اور اس کے بعد عمارت دیکھنے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ ہم پُرسکون قدموں سے چلتے ہوئے باہر نکل آئے تھے اور اس کے بعد اپنی رہائش گاہ کے علاوہ اور کہاں کا رُخ کیا جا سکتا تھا۔ رات بھر کی محنت نے فوراً ہی ذہن پر تھکن کا احساس سوار کر دیا اور کورین نے مجھ سے کہا کہ سونے کے علاوہ اس وقت اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ بہرطور غسل تو کرنا ہی پڑا تھا اور اس کے بعد جو سوئے تو میں تو کم از کم خوب نیند بھر کر سوئی۔ جاگی تو گھڑی میں ساڑھے تین بج رہے تھے۔ دوپہر کا کھانا بھی گول ہو گیا تھا۔ پتا نہیں کورین جاگا تھا یا نہیں۔ میں نے اس کی آواز سنی اور اس کے بعد میں نے خود اُسے آواز دی تو وہ میرے پاس آ گیا۔

"ہیلو بھارتی جی۔"

"ہیلو کورین۔"

"کیسے نیند بھر گئی؟"

"ہاں۔"

"کھانے پینے کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ آیئے کھانا کھا لیا جائے بھوک نے میری حالت بھی واقعی خراب کر رکھی تھی چنانچہ اچھی طرح ڈٹ کر کھانا کھایا گیا اور اس کے بعد کافی وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے میں نے کورین سے کہا۔

"اب کیسے مسٹر کورین آئندہ کا کیا پروگرام ہے؟"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے بھارتی جی۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔"

"لیکن آپ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ میرے ذہن میں تجسس کس قدر شدید ہوگا۔"

"اوہ! ہاں اس کا مجھے خیال نہیں رہا تھا۔"

"تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ آپ مجھے تفصیلات بتا دیں؟"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں بہتر ہے میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔" پھر تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میں اور کورین سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ کورین نے ایک کاغذ میز پر پھیلایا۔ اس پر ایک نقشہ بنا ہوا تھا۔ پھر وہ خود سُرخ پنسل لے کر بیٹھ گیا۔ "اس سے پہلے بھارتی جی کہ میں آپ کو اس نقشے کے بارے میں تفصیل بتاؤں، پہلے یہ بتا دوں کہ اب تک کی اس ساری کارروائی کا مقصد کیا ہے۔"

"میں تو اس کے لیے بے چین ہوں۔" میں نے کہا۔

"مسٹر ڈان کا ڈورے نے آپ کو سوئٹزرلینڈ بھیجا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ جنیوا میں ہونے والے ایک پروگرام کے سلسلے میں آپ بی جی پٹیل کے ساتھ کام کریں۔ لیکن ہم نے بی جی پٹیل کو ایک نیا پروگرام دیا اور اس نئے پروگرام کے لیے ممبر طلب کیے گئے۔ آپ کا انتخاب خصوصی طور پر کیا گیا کیونکہ آپ ایشیائی اور ہندوستانی ہیں۔ ہمیں ایک راج کماری کی ضرورت تھی ایک ایسی راج کماری جو جدید دور میں سانس لے رہی ہو۔"

"راج کماری۔؟" میں نے پھیکے سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں بھارتی جی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی صورت راج کماریوں سے ملتی جلتی ہے۔" میں نے گہری سانس لی۔

"مگر کرنا کیا ہے مسٹر کورین؟"

"میں آپ کو وہی تفصیل بتا رہا ہوں۔ جوئیل آرگون کے نام سے ایک بہت بڑی کمپنی اپنے زیورات کی نمائش کر رہی ہے۔ اس کمپنی نے دُنیا کے مختلف لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہے اور ان کے پاس موجود نوادرات جو قدیم اور جدید زیورات کی شکل میں ہیں حاصل کیے ہیں۔ جوئیل آرگون تقریباً دُنیا کے تمام بڑے بڑے ملکوں میں اپنی برانچیں رکھتی ہے اور جیولری کی دُنیا میں اس کا مقام سب سے بڑا ہے۔ چنانچہ جوئیل آرگون ان زیورات کی نمائش کے لیے بین الاقوامی پیمانے پر انتظامات کر رہی ہے بلکہ انتظامات کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے اور اب کسی بھی دن اس کی طرف سے اس نمائش کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ ہم نے جوئیل آرگون میں اپنے ایسے نمائندے شامل کیے ہیں جو نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ یہ نمائش اسی عمارت میں ہوگی اور اس میں شرکت کے لیے دُنیا کے بہت سے ممالک کے جوہری اور بڑے بڑے دولت مند لوگ آ رہے ہیں۔ عمارت میں ماڈل ہر ملک کی ثقافت کے مطابق لباس پہن پہن کر ان زیورات کی نمائش کریں گے اور اس کے لیے جتنے ممالک کے قدیم اور جدید زیورات حاصل ہو چکے ہیں انہی ملکوں کی لڑکیاں ماڈل کی حیثیت سے اپنی ملکوں کی نمائندگی کریں گی۔ اور وہ زیورات پہن کر اس دور کی عکاسی کریں گی۔ جب یہ زیورات رائج تھے۔ اس سلسلے میں ہندوستانی راجاؤں سے بھی قدیم زیورات حاصل کیے گئے ہیں اور اُن کی نمائش کے لیے ایک ایشیائی لڑکی بھی درکار تھی۔ چنانچہ اس کی پیش کش ہم نے کر دی ہے اور ہماری یہ پیش کش منظور بھی ہو گئی ہے۔ وہ ایشیائی راج کماری جو قدیم دور کے انتہائی نادر ہیروں کے زیورات پہن کر ماڈل کی حیثیت سے لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آئے گی وہ تم ہوگی مس بھارتی۔" کورین نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا میرا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھل گیا تھا۔

"میں ماڈلنگ کروں گی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اور تمہارے جسم پر کروڑوں ڈالر کی مالیت کے قیمتی ہیروں کے زیورات ہوں گے۔ تم ہندوستانی راجکماری کی حیثیت سے اسٹیج پر جاؤ گی۔ ان زیورات کی نمائش کرو گی اور اس کے بعد وہاں سے آ جاؤ گی۔ براہِ کرم اب اس نقشے کی جانب آ جاؤ۔ میں نے تمہیں عملی طور پر وہ عمارت دکھا دی ہے جو اسٹیج نمائش کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اُسے تم نے بخوبی دیکھ لیا۔ پانچ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اس اسٹیج پر پہنچا جائے گا اور پانچ سیڑھیاں اُترنے کے بعد واپس آیا جائے گا۔ جو افراد اس نمائش میں شرکت کر رہے ہیں، ان

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک ہلکی سی جلش پیدا ہو گئی تھی۔ یا تو یہ اس کام کی نوعیت کی بنیاد پر تھی۔ جہاز میں رہ کر میں پھر بھی کسی حد تک محفوظ تھی لیکن اس کام کے سلسلے میں مجھے سخت وحشت ہو رہی تھی۔ نجانے کیوں احساس ذہن میں جڑ پکڑ گیا تھا کہ اس کے بعد میں پوشیدہ نہ رہ سکوں گی۔ لیکن بہر طور ہمت کیے بغیر چارۂ کار بھی نہیں تھا۔ بہت عجیب و غریب کیفیت تھی اور پھر میں مسلسل الجھنوں کا شکار رہی۔ کورین اس کی تفصیل بتانے کے بعد مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نے بھی بظاہر اس پر یہی اظہار کیا تھا کہ میں اس مقصد کی تکمیل کے لیے انکار نہیں کر رہی اور دل سے تیار ہوں لیکن اپنے ذہن و دل کو کیا کرتی؟ بلکہ میں ہر وقت الجھن ہوتی رہتی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کیا میں عمدگی سے اس کام کی تکمیل کر سکوں گی؟ لیکن پھر وہی احساسات دامن گیر ہو گئے کہ بلیک چینل کا ہاتھ پکڑا ہے تو اس کے لیے ہر طرح کے کام کرنے ہوں گے۔ اپنی پسند کے کام کرنے ہی سے تو بات نہیں بن جائے گی۔ بہرحال دل مضبوط کرتی رہی اور اس کے بعد اس صبح جائے پیتے ہوئے میں نے اخبار میں اس نمائش کی تفصیل پڑھی بہت بڑا اشتہار لگایا گیا تھا اور غالباً ہر اخبار ہی میں تھا۔ اس میں نمائش کا دن آج ہی مقرر کیا گیا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ جو بجل روز کے وقت ... نے پوری پوری چھان بین کے بعد ان لڑکیوں کا انتخاب کیوں نہیں کیا جو ماڈل کی حیثیت سے پیش کی جائیں گی اور ایک ایسی لڑکی ان میں کیسے شامل ہو سکتی ہے جو مشکوک حیثیت کی حامل ہو۔ لیکن مسٹر کورین نے یہ بھی بتایا تھا کہ انہوں نے جوئیل آرگون میں اپنے خاص نمائندوں کو داخل کیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نمائندے ہی ماڈلز کا انتخاب کر رہے ہوں اور اس طرح انہیں میرے انتخاب میں کوئی مشکل نہ پیش آئی ہو۔ ناشتے پر کورین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ کو معلوم ہے مس بھارتی کہ آج آپ کے امتحان کا وقت ہے؟“

”ہاں میں نے اخبار میں اس نمائش کی تفصیل دیکھی تھی۔“

”اس سے پہلے بھی اخبارات میں اس کی تفصیلات آ رہی تھیں کیا آپ نے انہیں پڑھا؟“

”نہیں۔“

”میرا خیال ہے آپ باقاعدگی سے اخبارات پڑھنے کی عادی نہیں ہیں۔“

”میں اخبارات بہت سرسری نگاہ سے دیکھتی ہوں۔“

”حالانکہ اسے گہری نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ اس میں بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر میں نے کورین سے پوچھا۔ ”مجھے جوئیل آرگون کب پہنچنا ہوگا؟“

”شام کو ساڑھے چار بجے۔“

”اور میک اپ؟“

”میک اپ آپ کے چہرے پر ساڑھے تین بجے کر دیا جائے گا۔“

”کون کرے گا؟“

”میں۔“ کورین نے پُر اعتماد انداز میں کہا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

”وہاں مجھے کس سے ملنا ہوگا؟“

”تم اس سلسلے میں بالکل فکر مت کرو ڈیئر۔ میں خود تمہیں متعلقہ شخص تک پہنچا کر آؤں گا۔ تمہیں اس سلسلے میں کسی قسم کی پریشانی سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ وہ شخص تمہیں بتا دے گا کہ تمہیں اس کے بعد کیا کرنا ہے۔“

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ پھر طبعاً ذہن ابھی تک شدید سنسنی کا شکار تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ میں کیا سے کیا بن گئی؟ مجھے باقاعدہ ایک ڈاکے میں حصہ لینا تھا۔ کیا اس طرح میں بہت عرصے تک اپنے آپ کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکوں گی؟ کیا میری کمپنی جو ہمیشہ مجھ پر اعتماد کرتی رہی ہے اپنا یہ اعتماد برقرار رکھ سکے گی؟ کیا کبھی کسی مرحلے پر یہ ظاہر نہیں ہو جائے گا کہ میں ایک مجرم گروہ سے تعلق رکھتی ہوں؟ اور مجرمانہ سرگرمیوں میں بڑی مہارت اور مستعدی کے ساتھ حصہ لیتی رہی ہوں۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی مجھے ان معاملات میں ملوث ہونا پڑے گا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اتفاقیہ طور پر ہی یہ راستہ میرے سامنے آ گیا تھا ورنہ اس حد تک شاید میں کبھی نہ پہنچ پاتی۔ میرے ذہن میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے مجرمانہ مقاصد سر ضرور ابھارتے رہتے تھے۔ لیکن اگر مجھے باقاعدہ اس سلسلے میں کوئی سہارا نہ ملتا تو شاید میں کبھی اپنے مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکتی تھی۔ بہر طور ہاتھوں اور پیروں میں سنسناہٹ ہوتی رہی۔ گزرتا ہوا ہر لمحہ اس سنسناہٹ میں اضافے کا باعث بن رہا تھا۔ کورین اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ ٹھیک ڈیڑھ بجے ہم نے ہلکا پھلکا سا کھانا کھایا اور اس کے بعد کورین نے مجھ سے آرام کرنے کے لیے کہا۔ لیکن آرام کیا حیثیت رکھتا تھا جبکہ

میں زیادہ تر اس کمرے میں ہوں گے جہاں زیورات رکھے جائیں گے۔ وہ بیند بر ماڈل لڑکیاں تیار ہوں گی اور پھر ہر لڑکی اس ملک کی ثقافت کے مطابق لباس پہن کر اسٹیج تک جائے گی۔ تمہارا کام یہ ہوگا مس بھارتی کہ تم اپنے ملک کی نمائندگی کرنے کے لیے اسٹیج پر جاؤ گی اور پھر وہاں سے واپس پلٹو گی۔ ہر ماڈل لڑکی کے لیے تقریباً ڈیڑھ منٹ مخصوص کیا گیا ہے۔ اس میں اضافہ ہو سکتا ہے کمی نہیں۔ لڑکی زیورات کی نمائش کرنے کے بعد واپس آئے گی اور اس کے بعد اس کمرے میں پہنچ کر زیورات انتظامیہ کے لوگوں کو واپس کر دے گی لیکن جب تم اسٹیج سے واپس آؤ گی تو اس وقت تمہارے پاس تین یا چار سیکنڈ کا وقفہ ہوگا۔ یعنی ڈیڑھ منٹ مکمل ہونے سے پہلے ہی تم وہاں سے چل پڑو گی۔ سیڑھیاں اترو گی اور اس کے بعد وہ خلا جو تم نے دیکھا اس میں داخل ہو جاؤ گی۔ تمہارے داخل ہونے کے بعد وہ خلا بند ہو جائے گا اور اس کے بعد کوئی اسے کھولنے کی کوشش کرے گا تو کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اس کے بعد تمہیں اس گشلان سے گزر کر اس پوائنٹ پر پہنچنا ہے جو میں تمہیں دکھا چکا ہوں۔ تم اس پوائنٹ پر پہنچنے کے بعد وہ ڈھکن اٹھاؤ گی جو کھلتا ہے اس کے بعد نیلے رنگ کی ایک کار میں بیٹھ جاؤ گی جو ڈھکن کے بالکل پاس کھڑی ہوگی۔ اس کار کے بارے میں بھی میں تمہیں تفصیلات بتاؤں گا۔ لیکن بہر طور کار میں بیٹھتے ہی کار اسٹارٹ ہوگی اور کار پارکنگ لاٹ سے باہر نکل آئے گی۔ جگہ اس قسم کی ہے کہ کوئی اس پر توجہ نہیں دے سکتا ہے۔ بس یہ کام ہے۔“

”یہ۔ یہ تو ڈاکا ہوا۔“ میں نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور کورین ہنسنے لگا۔

”ہاں اسے ایک انتہائی جدید قسم کا ڈاکا بھی کہہ سکتی ہو تم۔“

”کہنے سے کیا مراد ہے مسٹر کورین یہ تو سراسر ڈاکا ہے گویا مجھے ڈاکا بھی ڈالنا پڑے گا۔“

”بلیک چینل کے متعلق کیا انہیں مکمل تفصیلات نہیں بتائی گئیں ڈیئر بھارتی۔“ کورین نے کہا۔

”تفصیلات تو بتا دی گئی ہیں لیکن۔ لیکن مجھ سے تو یہی کہا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ میری اس ملازمت سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ یعنی ایئر ہوسٹس کی ملازمت سے۔ اور اس کے ذریعے مجھ سے کام لیے جائیں گے۔ یہ تو بے حد خوفناک کام ہے۔ میں ایک ہندوستانی رقاصہ کی حیثیت سے اسٹیج پر جاؤں گی۔ ظاہر ہے میری تصاویر بھی بنائی جائیں گی اور اس کے بعد میں جب زیورات لے کر غائب ہو جاؤں گی تو کیا آپ کا خیال ہے مسٹر کورین کہ مجھے تلاش نہیں کیا جائے گا؟ میری تصویریں بے شمار فوٹو گرافرز کے پاس موجود ہوں گی اور مختلف طریقوں سے وہ لوگ ان تصویروں کی نمائش کر کے میرا پتا لگا سکتے ہیں کیا آپ نے یہ بات نہیں سوچی۔“

”تمہارا کیا خیال ہے ڈیئر بھارتی کیا بلیک چینل کے لوگ اتنے ہی بے وقوف ہیں؟ تمہاری جتنی بھی تصویریں بنائی جائیں گی ان میں سے ایک میں بھی تمہاری صورت اصل نہیں ہوگی۔“

”مطلب؟“

”میک اپ۔ ہلکا سا میک اپ۔“

”میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی مسٹر کورین۔ اگر میک اپ کر کے کسی لڑکی کو ہندوستانی بنا کر اسٹیج پر پیش کرنا تھا تو کیا اس کے لیے تربیت یافتہ ماہرین کی خدمات استعمال نہیں کی جا سکتی تھی؟“

”نہیں یہ کام بلیک چینل نے تمہارے لیے منتخب کیا ہے تو تمہیں ہی یہ کام انجام دینا ہوگا۔“

”کام کی انجام دہی سے میں انکار نہیں کر رہی لیکن میں خوف ناک صورت حال کے بارے میں غور کر لینا چاہتی ہوں۔“

”غور کرنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا گیا ہے اور یقینی طور پر مس بھارتی آپ کو اس فیصلے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے آپ سے یہ کہہ دیا ہے کہ آپ کی صورت ہلکی سی تبدیل کر دی جائے گی۔ اتنی کہ اگر آپ کی تصویریں اخبارات میں شائع بھی ہوں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ وہ آپ ہی ہیں۔“

”بہرحال بلیک چینل نے یہ ذمہ داری میرے سپرد کی ہے اور چونکہ مجھے ہدایات دی گئی ہیں کہ آپ کے حکم کے مطابق کام کروں اس لیے میں اس سے انکار تو نہیں کرتی لیکن میں سخت خوف زدہ ہوں۔“

”خوف کے ہر احساس کو ذہن سے نکال دیجیے۔ جس عمدگی سے اس تمام کام کی ترتیب کی گئی ہے اس کے بعد آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ آپ کو لباس تبدیل کرنے کے لیے کار ہی میں مل جائے گا اور اس کے علاوہ ہر وہ سہولت آپ کو پیش کی جائے گی جس کی آپ کو ضرورت پیش آ سکتی ہے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے فوراً بعد یعنی اس کام کی تکمیل کے بعد ہم آپ کو فوراً واپس جنیوا بھجوا دیں اور آپ اپنی تمام تر رپورٹ وہاں پیش کر سکیں۔“

نیچے کورین میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا کہ میں منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر تیار ہو جاؤں۔ میں جب اس کے سامنے پہنچی تو اس نے ایک ڈاکٹر کی طرح آلہ لگا کر میرا بلڈ پریشر اور پھیپھڑوں کی دھڑکن چیک کی۔ وہ نہ جانے کس کس فن کا ماہر تھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ مسکرا کر بولا۔

"تمہاری قوتِ برداشت کا اندازہ لگاتا ہے۔ ایک ایکٹریس تو عام خواتین سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ لیکن آلات بتاتے ہیں کہ تم کافی نروس ہو۔"

"ظاہر ہے۔ میں ایکٹریس ہوں، ڈاکو نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یہ صورتِ حال تو غیر مناسب ہوگی مس بھارتی، کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اگر آپ ذرا بھی گھبراہٹ دکھا گئیں تو ایک جینل کو کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو جائے گا۔؟ ڈان کا ڈو رسے نے آپ پر بہت بڑا اعتماد کیا ہے۔ کیا آپ اس اعتماد کو توڑ دیں گی؟"

"نہیں میں یہ نہیں چاہتی۔"

"تو خود کو سنبھالیے معمولی سا کام ہے۔ اور پھر جتنا تحفظ آپ کو حاصل ہے۔ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ میں آپ سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں مس بھارتی، آپ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو سکیں یا نہ ہو سکیں آپ سے کہیں بھی لغزش ہو جائے ہم سب نزدیک سے آپ کی نگرانی کر رہے ہیں اور کسی بھی صورت میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میرا خیال ہے یہ الفاظ آپ کے اعتماد کے لیے کافی ہیں۔"

میں خاموش ہوگئی۔ واقعی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھالنا شروع کر دیا۔ کورین طلسم ہوش ربا تھا۔ اس نے میرے چہرے پر جو میک اپ کیا وہ بھی ترتیب و غریب تھا۔ میرے بالائی ہونٹ پر تل کا ایک نشان بنایا گیا، ہونٹوں کو تھوڑا سا ابھار دیا گیا۔ گالوں کی ہڈیوں پر پلاسٹک کے ٹکڑے چپکا کر انہیں معمولی سا ابھار دیا گیا اور آنکھیں ایک خاص طریقے سے کھینچ دی گئیں۔ بس اتنا سا میک اپ کیا تھا اس نے میرے چہرے پر۔ بالوں کے اسٹائل کو بھی اس وقت خاص طور سے تبدیل کرنا پڑا۔ اور میں مسکرا کر کورین کو آئینے میں دیکھتی رہی۔ میں نے اس سے کہا۔ "وہ تو ایک بہترین بیوٹیشن ہو سکتا ہے۔" کورین مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے جب اپنا مکمل چہرہ آئینے میں دیکھا تو یہ فیصلہ نہ کر پائی کہ اس وقت زیادہ خوب صورت لگ رہی ہوں یا اپنی اصل صورت میں زیادہ خوبصورت ہوں۔

واقعی مجھے خود بھی یہ تبدیلی دلکش لگی تھی لیکن ظاہر ہے کہ یہ عارضی تھی اور ایک خاص مقصد کے لیے تھی۔ پھر باقی تیاریاں بھی مکمل ہو گئیں۔ میں نے ایک ساڑھی زیب تن کی جو مجھے کورین ہی نے فراہم کی تھی۔ اسی کا میچنگ پرس اور جوتے بھی اس نے مجھے دیئے اور پھر وقتِ مقررہ پر ہم لوگ اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ کورین کار ڈرائیو کر رہا تھا اور میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اب میں نے خود کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔ کار خوبصورت علاقوں سے گزرتی ہوئی۔ بالآخر ایک آبی شاہراہ کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ یہاں ہم نے ایک موٹر اسکافو میں سفر کیا اور موٹر اسکافو نے ہمیں کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے اتار دیا جس کی سیڑھیاں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ عمارت کے صدر گیٹ پر ایک دراز قامت شخص نے جو غالباً مقامی باشندہ تھا میرا اور مسٹر کورین کا بھی استقبال کیا۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر کسی قدر شکستہ انگریزی زبان میں بولا۔

"میں سوچ رہی رہا تھا کہ آپ لوگ ایک منٹ لیٹ ہو چکے ہیں۔"

"ہاں شاید۔" کورین نے جواب دیا۔

"آپ اگر چاہیں تو واپس جا سکتے ہیں مسٹر کورین۔"

"ٹھیک ہے۔" کورین بولا اور اس کے بعد وہ واپس اسی موٹر اسکافو میں بیٹھ گیا۔

دراز قامت شخص نے پُر اخلاق انداز میں کہا۔

"آپ بھارتی جی میرے ساتھ تشریف لایئے۔" اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔ دراز قامت شخص مجھے عمارت کے ایک بالائی حصے میں لے گیا اور پھر ایک کمرے کے سامنے پہنچنے کے بعد اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا ایک میز پڑی ہوئی تھی۔ چند کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور بس۔ وہ دروازہ بند کر کے میز کے پیچھے آ بیٹھا اور مجھے کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی۔ پھر اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"ہمیں یہاں سے چھ بجے نکلنا ہے۔ چھ بجے تک کے لیے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ کچھ ضروری گفتگو آپ سے ہو جاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کا نام بھارتی ہے۔ لیکن اب میں آپ کو مس نینا کہہ کر پکاروں گا اور آپ اپنے آپ کو اسی نام سے روشناس کرائیں۔ ہم یہاں سے چھ بجے نکلیں گے اور اسی عمارت میں پہنچ جائیں گے جس کا آپ جائزہ لے چکی ہیں۔

وہاں آپ کو جو افراد ملیں گے ان کی تفصیلات میں ابھی آپ کے سامنے پیش کیے دیتا ہوں۔ بہر طور آپ کی کسی سے زیادہ گفتگو نہیں ہوگی۔ مادام سولیئیر وہاں آپ کی انچارج ہوں گی وہی آپ کو لباس وغیرہ پہنائیں گی۔ اور نینا کے نام سے مخاطب کریں گی۔ اس جگہ پہنچنے کے بعد آپ کو کسی پر اعتماد نہیں کرنا ہے۔ اور خود کو سنبھالنے کی تمام تر ذمہ داری آپ ہی پر ہوگی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ وہاں ہمارا کوئی آدمی نہیں ہوگا۔ بعد کا پروگرام آپ کے علم میں ہے اور میرا خیال ہے مجھے اس سلسلے میں آپ کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو آیئے میں آپ کو ان تمام افراد سے روشناس کرا دوں۔ جو اس دوران آپ کے ساتھ رہیں گے۔ میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ یہ لوگ آپ سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ وہاں دوسری ماڈل لڑکیاں بھی ہوں گی جو مختلف ملکوں کی نمائندگی کریں گی۔ آپ بھی گفتگو تو ان سے کر ہی سکتی ہیں یہ بتانا بھی کسی کو ضروری نہیں ہے کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ نہ ہی کسی سے دوستی یا شناسائی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دیکھیے تصویریں آپ کے سامنے ہیں اور اس کے بعد وہ مجھے بھی تصویریں دکھانے لگا۔ ان لوگوں کے نام، ان کی حیثیت سب تفصیل سے بتایا گیا۔ اور اس کام میں ہی کافی وقت صرف ہو گیا۔ پھر عمارت سے وہ میرے ساتھ باہر نکل آیا اور عمارت کے دوسرے حصے سے ہم ایک کار میں بیٹھ کر چل پڑے اور پھر مجھے اسی عمارت میں لے جایا گیا۔ جو میں پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔ عمارت کی پارکنگ لاٹ پر بے شمار گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ باہر زبردست انتظامات کیے گئے تھے۔ جگہ جگہ پہرہ لگا ہوا تھا اور مسلح افراد ٹہل رہے تھے۔ میرے ہونٹ خشک ہونے لگے۔ لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ مجھے عمارت کے عقبی حصے سے اندر لے جایا گیا اور بالآخر اس جگہ پہنچا دیا گیا جہاں کے بارے میں مجھے تفصیلات بتائی گئی تھیں۔ مادام سولیئیر ایک دراز قامت اور چاق و چوبند خاتون تھیں اور انہوں نے نینا کی حیثیت سے میرا استقبال کیا اور خود ہی مجھے نینا کہہ کر مخاطب کیا۔ اس کے بعد انہوں نے رسمی کارروائیاں کیں اور میری ہلکی سی تلاشی لی گئی۔ پھر مجھے ایک جانب بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ یہاں بھانت بھانت کی لڑکیاں موجود تھیں افریقہ، تیونس، فلپائن، برازیل، غرض بے شمار ممالک کی نوجوان لڑکیاں یہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ ایک دوسرے سے مخاطب بھی تھیں۔ باقی خاموش تھیں۔ دوسری تمام لڑکیاں ان کی آرائش کر رہی تھیں۔ ترتیب کر لی گئی تھی کہ پہلے کسے پیش ہونا ہے چنانچہ اس ترتیب کے لحاظ سے میرا نمبر نواں تھا۔ اور میرے وقت کا صحیح تعین کر دیا گیا تھا۔ پھر مجھے وہ لباس پہننے کے لیے دیا گیا جس میں مجھے ان تمام زیورات کی نمائش کرنی تھی جو ان لوگوں کو مطلوب تھی۔ بڑی ہی سنسنی خیز کیفیت تھی میرا دل اٹک کر حلق میں آ گیا جو کچھ مجھے کرنا تھا اس میں ذرا سی لغزش نہ جانے کس طوفان کا پیش خیمہ ہوتی میرا ایرا کیریر داؤ پر لگ جاتا اور اس کے بعد نہ جانے کون کون سے الزامات مجھ پر تھوپ دیے جاتے۔ کیا میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو سکوں گی؟ میں نے دل ہی دل میں سوچا اسی وقت مادام سولیئیر کی آواز سنائی دی۔

"مس نینا براہِ کرم آپ اپنے زیورات سنبھال لیجیے تاکہ میں آپ کو ان کے استعمال کا صحیح طریقہ بتاؤں۔ بلکہ یوں کریں مس فرنچی آپ ادھر آئیں۔ آپ مس نینا کو یہ زیورات پہنایئے۔" اور اس کے بعد مجھے ایک سمت لے جایا گیا اور زیورات کا ایک بڑا سا صندوق کھول دیا گیا۔ میری آنکھیں ایک لمحے کے لیے بند ہو گئی تھیں۔ صندوق میں ہیرے جگمگا رہے تھے۔ ان کی مالیت کا واقعی کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا زیورات بالکل قدیم طرز کے تھے۔ مجھے راجکماریوں جیسا لباس پہنایا گیا تھا۔ اس کے بعد میرے سر میں ایک گوندنی باندھی گئی۔ جس کے اوپری حصے پر ہیرے جگمگا رہے تھے۔ گلے میں پیٹ تک کا لمبا طوق، گلوبند، چپاکلی اور ایسے ہی کئی زیورات پہنائے گئے جنہیں بڑے خاص طریقے سے نمایاں کیا گیا تھا پھر ہاتھوں پر کلائیوں پر، انگلیوں میں بازوؤں پر بازوبند باندھے گئے غرض کہ مجھے انتہائی وزنی زیورات سے لاد دیا گیا۔ لیکن سب کے سب بے حد قیمتی اور بیش قیمت تھے مادام سولیئیر سب کی نگرانی کرتی پھر رہی تھیں۔ میرا نمبر چونکہ نواں تھا اس لیے ابھی میرے پاس کافی وقت تھا۔ باہر ابھی پروگرام شروع نہیں ہوا تھا۔ وہاں کیا ہو رہا تھا یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں تو تیار ہوتے ہوئے یہ سوچ رہی تھی کہ زندگی میں ان لمحات کا بھلا کبھی تصور کیا تھا۔ کہ ایک ماڈل کی حیثیت سے پبلک کے سامنے آؤں گی۔ دادا جی زندہ ہوتے تو مجھے اس حرکت پر زندہ درگور کر دیتے۔ مگر دادا جی کے تصور نے دل کو ایک عجیب سا احساس دیا۔ یہ سب کچھ میں جس کے لیے کر رہی ہوں وہ اب اس دنیا میں نہیں رہیں اور یہ سب کچھ کیے بغیر میں ان کا انتقام نہیں لے سکوں گی۔ بالآخر پروگرام کا

آغاز ہو گیا۔ فلپائن کی لڑکی فلپائنی زیورات سے لدی سب سے پہلے کمرے سے باہر نکلی۔ اور میں گہری نگاہوں سے جائزہ لینے لگی کہ باہر جانے والوں اور واپس آنے والوں پر کس طرح نگاہ رکھی جاتی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ سارا کام اطمینان بخش انداز میں ہو رہا ہے۔ اور پروگرام پیش کرنے والوں کو کسی قسم کا تردد نہیں ہے۔ وہ یقیناً کسی سازش کی توقع نہیں رکھتے۔ جو چند آرگن کے ممبران بھی وہاں موجود تھے اور اس ساری کارروائی کی نگرانی کر رہے تھے۔ میں تیار ہو چکی تھی اور اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اچھی طرح ان لوگوں کے جانے اور ان کی واپسی کا جائزہ لے لیا تھا۔ فلپائنی لڑکی کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں یہاں تک کہ میرا نمبر آ گیا۔ جب مجھے اشارہ کیا گیا کہ میں تیار ہو جاؤں تو میرا دل دھک سے ہو گیا۔ بدن میں شدید اینٹھن پیدا ہو گئی۔ لیکن بہرطور مجھے اپنا کام تو انجام دینا ہی تھا۔ باہر شاید میرے بارے میں ہی اناؤنسمنٹ ہو رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس راہداری سے گزر کر سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے دزدیدہ نگاہوں سے اس دروازے کو دیکھا۔ جو کسی بھی طور دروازہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ راہداری میں اور کوئی نہیں تھا اور اس بات پر تھوڑا سا اطمینان ہوا تھا کہ یہاں سے وہاں تک آنے جانے پر نگرانی نہیں رکھی جاتی اور تمام لوگ اسی کمرے تک محدود ہیں۔ جہاں اس وقت دنیا کا ایک عظیم خزانہ جمع تھا۔ اس خزانے کی مالیت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر باقاعدگی سے لوٹنے کا پروگرام بنا لیا جاتا تو خزانے لوٹنے والوں کو کتنا سرمایہ مہیا ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا چنانچہ بلیک جیکل نے صرف ان ہندوستانی زیورات پر اکتفا کیا تھا جو میرے بدن پر موجود تھے۔ یہ دنیا کی سب سے حیرت انگیز ڈکیتی تھی۔ اور اس کے بارے میں سوچتی تو میرا ذہن ہواؤں میں اڑنے لگتا کہ میں خود بھی اس ڈکیتی میں ایک اہم کردار انجام دے رہی ہوں۔ اسٹیج تک پہنچنے والی پانچ سیڑھیاں طے کر کے میں اوپر پہنچ گئی۔ سامنے پردہ پڑا ہوا تھا۔ وہ منتظمین جو مجھے اسٹیج پر پیش کرنے والے تھے۔ وہاں قطار کی شکل میں موجود تھے۔ مجھے انتہائی تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اناؤنسر کہہ رہا تھا۔

"خواتین و حضرات! ہندوستان کی راجکماری قدیم روایات کی حامل۔ دنیا کے حسین ترین اور حقیقی زیورات سے مرصع۔"

اور اس کے بعد پردہ ہٹا دیا گیا۔ میں آگے بڑھی اور میں نے ایک نگاہ مجمع پر ڈالی۔ بے شمار افراد بیٹھے ہوئے تھے پتا نہیں ان میں کون کون ہے۔ بہرطور مجھے جس انداز میں تربیت دی گئی تھی۔ میں نے اسی انداز میں ان زیورات کی نمائش کی۔ میرے بدن پر کپکپاہٹ سی طاری تھی۔ لیکن غالباً کوئی اس کپکپاہٹ کو محسوس نہیں کر سکا تھا۔ میں نے ایک ایک زیور نمایاں کیا اور اسے ہر طرح سے عوام کے سامنے پیش کیا۔ تالیوں کی گونج مسلسل بلند ہو رہی تھی۔ میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتی رہی۔ میں نے تقریباً تمام ہی زیورات ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیے تھے اور ان کی طرف مخصوص انداز سے اشارے کیے تھے۔ تاکہ وہ ان زیورات کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ پھر میرے پروگرام کا وقت ختم ہوا اور تالیوں کی گونج میں پردہ اپنی جگہ آ گیا۔ کسی نے مجھ پر توجہ نہیں دی تھی۔ اناؤنسر دوسری لڑکی کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا تھا۔ میں سیڑھیاں اترنے لگی۔ پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پھر آخری سیڑھی سے اترتے ہی میرے بدن میں جیسے بجلی سی کوند گئی۔ میری پھرتی قابل دید تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے دروازہ انگلی سے اندر دھکیلا اور وہ بہت ہی اطمینان سے کھل گیا۔ میں اندر داخل ہوئی تو دروازہ پھر سے بند ہو گیا۔ کورین نے کہا تھا کہ دروازہ ایک بار بند ہونے کے بعد دوبارہ کسی صورت میں نہیں کھل سکے گا۔ مجھے ہر طرح سے اعتماد دلا دیا گیا تھا۔ لیکن اب یہاں اس سرنگ میں داخل ہونے کے بعد مجھے ایک لمحے بھی اپنا [illegible] جرم کا [illegible]۔ چنانچہ سرنگ میں چلنے کے بجائے میں نے دوڑنا شروع کر دیا البتہ اس بات کا خیال رکھا تھا کہ کوئی زیور میرے بدن سے اترنے نہ پائے ویسے زیوروں کو اتنی احتیاط سے میرے بدن پر پہنایا گیا تھا کہ ان کے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں یہ راستہ عبور کر کے وقت سے بہت پہلے اس جگہ پہنچ گئی۔ جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ پھر میں نے پوری ہمت کر کے وہ ڈھکن ہٹایا جس کے بعد مجھے باہر کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع مل سکتا تھا۔ ڈھکن کی ہلکی سی آواز آئی۔ وہ ایک سمت سرک گیا۔ اور دوسرے لمحے میں نے دو ہاتھوں کو نیچے جھکتے دیکھا۔ غالباً جو کوئی بھی میرا منتظر تھا۔ اس نے مجھے سہارا دینے کی کوشش کی تھی مضبوط ہاتھوں نے میری کلائیاں پکڑ لیں۔ اور اس کے بعد بڑے اطمینان سے مجھے اوپر کھینچ لیا گیا۔ یہ میرے حق میں بہتر تھا کیونکہ میرا بدن کچھ اس طرح بے جان ہو رہا تھا کہ اگر میں صرف اپنے بازوؤں کے بل پر اوپر پہنچنے کی کوشش کرتی تو پتا نہیں اس میں کامیاب ہو پاتی یا نہیں۔ میں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ مجھے اوپر کھینچنے والا کون ہے؟ بس اوپر پہنچ کر میں سیدھی کھڑی ہوئی تھی۔ اس

ران اس شخص نے مجھے چھوڑ کر گٹر کا ڈھکن بند کر دیا۔ پھر مجھے تی سے اس نیلی کار کی جانب لے جانے لگا جو اس جگہ سے ف دو گز کے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلا دروازہ کھول کر س نے مجھے اندر بٹھایا اور پھر اس کی آواز ابھری۔

"ڈیئر بھارتی سیٹوں کے نیچے ہو جاؤ۔" یہ آواز کورین ہی کی تھی۔

مجھے ایک گونہ سکون ہوا کہ کم از کم میرے ساتھ کام کرنے والا کورین ہے۔ میں اس شخص پر مکمل اعتماد کرتی تھی۔ بہت ہی اعلیٰ کارکردگی کا مالک اور پر اعتماد آدمی تھا۔ تاہم میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ گاڑیوں کے شیشے ڈارک تھے۔ یعنی باہر سے اندر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود کورین نے مجھے سیٹوں کے درمیان ہو جانے کے لیے کہا۔ ویسے وہاں اتنی کشادگی تھی کہ مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ایک لمحے کے لیے کار کا انجن جاگا۔ بے آواز انجن والی کار سست رفتاری سے آگے بڑھی۔ اور پھر اطمینان سے اس عمارت کے گیٹ سے باہر نکل گئی۔ پارکنگ لاٹ پر گاڑیوں کی ترتیب اس طرح تھی کہ کوئی بھی گاڑی کسی بھی گاڑی کا راستہ نہیں روک سکتی تھی اور جو بھی شخص اپنی گاڑی پارکنگ لاٹ سے نکالنا چاہتا اسے کوئی دقت نہ ہوتی۔ عمارت سے باہر نکلنے کے بعد درحقیقت کورین نے [illegible] کار دوڑانا شروع کر دی۔ میں خاموشی سے سیٹوں کے درمیان دبکی ہوئی تھی۔ لیکن میں نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر کورین! اتنی تیز رفتاری ٹھیک نہیں۔ پولیس کی توجہ ہماری طرف نہ ہو جائے۔"

"اطمینان رکھو میں ہر چیز کا پوری طرح جائزہ لے رہا ہوں۔" کورین نے جواب دیا۔ اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ڈکیتی کے اس پہلے مرحلے میں، میں کامیاب ہو گئی تھی۔ تب کورین نے کہا۔

"اب اگر تم چاہو تو سیدھی ہو کر بیٹھ جاؤ۔ تمہیں انتہائی برق رفتاری سے یہ تمام زیورات اتار کر بیگ میں رکھنے ہیں۔ جو کہ تمہاری برابر کی سیٹ پر رکھا ہوا ہے۔"

میں نے فوراً ہی کورین کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ اس وقت تیز رفتاری سے عمل کرنے ہی میں میری نجات تھی کسی بھی لمحے کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا تھا۔ کورین نے نجانے کون سی سڑک کا انتخاب کیا تھا۔ کار اس طرح چل رہی تھی جیسے پانی پر بہہ رہی ہو۔ کوئی ہلکا سا جھٹکا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا اور اس کیفیت نے مجھے میرا کام کرنے میں مدد دی۔ تب کورین نے کہا۔

"کیا تم اپنے کام سے فارغ ہو چکیں مس بھارتی؟"

"ہاں بس آخری زیورات باقی ہیں۔"

"ٹھیک ہے اس کے بعد اپنے چہرے سے میک اپ اتار دو گی۔"

"کیا یہ اتنا ہی آسان ہوگا؟"

"ہاں بالکل۔ تمہارے بائیں سمت جو بیگ رکھا ہوا ہے اس میں کنگھا شیشہ وغیرہ موجود ہے۔ تم اطمینان سے اپنا کام جاری رکھو اگر ان لوگوں نے ہماری تلاش بھی شروع کر دی ہو گی تو ابھی انہیں صحیح سمت میں تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سلسلے میں کچھ سوالات میرے ذہن میں آئے تھے۔ لیکن سوالات کرنے سے پہلے اپنے کام کی تکمیل کر لینی چاہیے تھی۔ چنانچہ میں نے زیورات اتار کر بیگ میں رکھے پھر کورین کی ہدایت کے مطابق میں نے اپنے چہرے سے میک اپ صاف کیا۔ آئینہ میرے پاس تھا۔ بالوں کا اسٹائل بھی تبدیل کیا گیا تھا۔ اسے میں نے اپنے اسٹائل میں ڈھال لیا۔ لیکن بدن کا لباس ابھی جوں کا توں تھا۔ کورین نے اس کے سلسلے میں بھی ہدایت کی۔

"مس بھارتی آپ بالکل محسوس نہ کریں اور یہ لباس تبدیل کر لیں۔"

"اس کار میں؟"

"ہاں۔ آپ نے دیکھا ہوگا بیگ میں آپ کا اپنا لباس موجود ہے۔"

"لیکن یہ تو ممکن نہیں ہوگا۔"

"براہ کرم یہ ضروری ہے مس بھارتی۔ انتہائی ضروری۔"

میں ایک لمحے کے لیے بے چین ہوئی۔ اس کے بعد میں نے کورین کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا۔ اس سلسلے میں جتنا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ سکتی تھی۔ اتنا کرنے کی کوشش کی اور بمشکل تمام اپنا لباس تبدیل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ لباس کی بے ترتیبی کو میں مکمل طور پر درست نہیں کر سکی تھی۔ ویسے اب تک کورین کا کردار میرے لیے بے داغ رہا تھا۔ اس شخص نے کبھی ذرہ برابر بھی اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جیسے وہ ایک عورت کی حیثیت سے مجھے کوئی اہمیت دیتا ہو بلکہ وہ میرا احترام کرتا رہا تھا اور اس نے میرے نسوانی جذبات کا پورا پورا خیال رکھا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے دوران بھی میں نے اسے ایک بار بھی عقب نما آئینے کی جانب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا جبکہ

میری نگاہ خاص طور سے عقب نما آئینے پر تھی۔ کورین اطمینان سے ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے باہر کا جائزہ لے رہا تھا اور کار دوڑا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کار کا رخ تبدیل کیا اور آہستہ سے بولا۔

"میرا خیال ہے مس بھارتی آپ اپنے کام کی تکمیل کر چکی ہیں؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ لباس آپ نے بیگ میں رکھ دیا؟"

"ہاں۔"

"باقی سامان بھی میرا مطلب ہے کار میں کوئی ایسی چیز تو باقی نہیں رہی جو ہمارے لیے اہمیت رکھتی ہو؟"

"نہیں۔"

"تو اس کا مطلب ہے اب اس کار کو چھوڑ دیا جائے؟"

"آپ اب تک کہاں تک کا سفر کرتے رہے ہیں مسٹر کورین؟"

"میں نے ایسی سڑکوں کا انتخاب کیا ہے جو لمبی ہیں لیکن میں تین بار ان سڑکوں سے گزر چکا ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑے اور پھر بولی۔ "لیکن اب ہمیں جانا کہاں ہے؟"

"اگر آپ اس بات کا اظہار کر دیں کہ آپ اپنا کام کر چکی ہیں تو سب سے پہلے ہم اس کار سے نجات حاصل کر لیں۔"

"کار سے اترنے کے بعد ہم کہاں جائیں گے؟"

"راستے میں ہمارے لیے دوسری کار کھڑی ہوتی ہے۔ میں نے یہ خطرہ مول نہیں لیا کہ اس دوسری کار میں فوری طور پر منتقل ہو جاؤں کیونکہ آپ کو اس کیفیت میں اترتے کوئی بھی دیکھ سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ اور کورین نے ایک بار پھر کار کو ایک ٹرن دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک جگہ کار کو روک دیا۔

میں نے ایک سفید رنگ کی کار کو وہاں کھڑے دیکھا تھا۔ اسٹیشن ویگن تھی اور بالکل خالی تھی۔ کورین نے نیلی کار اس کی جگہ کھڑی کی اور اس کے فاتحانہ نگاہوں سے میرا جائزہ لیتا ہوا بولا۔

"اب آپ اطمینان سے اپنا لباس درست کر لیں۔ ابھی ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں نے اس قسم کے تمام انتظامات مکمل کر لیے تھے کہ اگر وہاں نمائش گاہ پر ہمارے سلسلے میں کوئی بات چیت ہو تو ہمیں فوراً ہی اس کی اطلاع مل جائے۔"

میں سفید کار میں کورین کے نزدیک آ بیٹھی اور اس نے پُر اطمینان انداز میں کار آگے بڑھا دی پھر وہ بولا۔

"آپ اپنا لباس درست کر لیں مس بھارتی یوں سمجھ لیں کہ ہمارا اب تک کا کام نہایت تسلی بخش رہا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر کورین وہاں ہمارے بارے میں اطلاع کیسے ہو سکتی ہے؟"

"اطلاع تو ہو گئی ہو گی مس بھارتی۔ ظاہر ہے اب تو کافی وقت گزر چکا ہے۔ جب آپ واپس نہیں پہنچی ہوں گی تو ایک دم سے کھلبلی مچ گئی ہو گی اور اس کے بعد اس بات کا جائزہ لیا گیا ہو گا کہ آپ آخر کس طرح اسٹیج سے واپس پہنچتے ہوئے گم ہو گئیں۔ میرا خیال ہے بڑی مشکل سے انہیں حقیقت حال کا علم ہو سکے گا۔ البتہ نیلی کار کا پارکنگ لاٹ سے نکلنا اہم طور سے نوٹ کیا جائے گا۔ وہ لوگ شاید وہ راستہ تو تلاش نہ کر سکیں۔ کم از کم عارضی طور پر جس سے گزر کر آپ نیلی کار تک پہنچی تھیں۔ لیکن بہرطور اس بات کو ضرور اہمیت دی جائے گی کہ نیلی کار اچانک ہی اس وقت پارکنگ لاٹ سے کیوں نکلی تھی اور اس کے بعد ممکن ہے کہ مقامی پولیس کو وائرلیس پر اس کی اطلاع دے دی جائے لیکن یہاں تک پہنچنا بھی مشکل کام ہوگا اور اب تو ہم اس سے نجات حاصل کر چکے ہیں اس لیے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ ہم اپنے کام میں کامیاب ہو گئے۔"

"آپ جیسی ذہین کارکن اگر اس سلسلے میں عمل کریں تو پھر کامیابی کیوں نہ ہو؟" کورین نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد کار ایک جگہ روک دی۔

میں چونک کر سامنے دیکھنے لگی۔ گرینڈ کنال کا ایک کنارہ تھا۔ سامنے ہی پل بنا ہوا نظر آ رہا تھا۔ سیڑھیاں نیچے اتر کر بہت سی جگہوں تک جاتی تھیں۔ کبھی ریستورانوں تک کبھی موٹو اسکافو تک۔ ہم سیڑھیاں اتر کر ایک موٹو اسکافو کے نزدیک پہنچ گئے۔ جو خالی کھڑا سواری کا انتظار کر رہا تھا۔ کورین موٹو اسکافو پر اتر گیا۔ اسکافو ڈرائیور سے اس نے گفتگو کی اور مجھے سہارا دے کر نیچے اتار لیا۔ موٹو اسکافو اسٹارٹ ہو کر گرینڈ کنال میں بہنے لگا۔ اطراف کے مناظر وہی تھے جو اس سے پہلے میں دیکھ چکی تھی۔ میں نے کورین سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اس وقت کا پروگرام کیا ہے؟ اور ہمیں کہاں قیام کرنا ہے؟ جو زبردست کارنامہ ہم لوگوں نے انجام دیا تھا اس کے بعد بالآخر کچھ دیر کے لیے ہی لیکن ہماری نشاندہی ہو ہی گئی تھی۔ اور اس نشاندہی سے پہلے ہمیں اپنے بارے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ کر لینا تھا یا اگر فیصلہ ہو چکا تھا تو مجھے اس بارے میں کچھ معلوم ہو جانا چاہیے تھا۔ موٹو اسکافو کا یہ سفر ریلوے اسٹیشن پر ختم ہوا! اور ہم دونوں موٹو اسکافو سے ریلوے پلیٹ فارم پر آ گئے۔ گرینڈ کنال کے بہت سے حصوں کے آؤٹ تھے۔ پلیٹ فارم سے اترنے والی سیڑھیاں گرینڈ کنال تک جاتی تھیں اور وہاں ٹریفک رواں دواں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک برقی ٹرین آ گئی اور ہم اس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ کورین نے پہلے ہی سے تمام انتظامات کر لیے تھے۔ ویسے وقت کا تعین بھی خوب تھا۔ یعنی ٹرین کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ کورین کے پاس غالباً ٹرین کے ٹکٹ بھی تھے چونکہ اس نے وہاں سے ٹکٹ خریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ٹرین کا سفر جاری رہا۔ میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی اور مجھے اس کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ٹرین میں دوسرے مسافر بھی سوار تھے اور ہم ان کے درمیان کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتے تھے ہر شخص اپنے اپنے طور پر مصروف تھا۔ میں نے خاموشی سے آنکھیں بند کیں اور ٹرین کی سیٹ سے گردن ٹکا دی جو بہت آرام دہ تھی۔ کورین نے بھی مجھے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ یہ سفر اچھا خاصا طویل معلوم ہوتا تھا۔ برقی ریل گاڑی برق رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ تیز رفتار [illegible] پرسکون۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سفر اتنا طویل ہو جائے گا۔ میں تو یہی سوچ رہی تھی کہ وینس ہی کے کسی حصے میں ہم قیام کریں گے اور اس کے بعد یہاں سے ہمارا دوسرا پروگرام شروع ہوگا۔ لیکن جب ریل گاڑی چلتے چلتے ایک خوبصورت شہر کے پلیٹ فارم پر رک گئی تو میں نے چونک کر باہر دیکھا۔ ویرونا کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ "ویرونا" میں نے متحیرانہ انداز میں دہرایا۔ میں شیکسپیئر کے ڈرامے رومیو جیولٹ میں اس شہر کا تذکرہ پڑھ چکی تھی۔ جیولٹ اسی شہر کی رہنے والی تھی۔ میں نے چونک کر کورین کی طرف دیکھا وہ بھی مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ بہرطور میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ٹرین یہاں چند لمحات رکنے کے بعد آگے بڑھ گئی اور اس کے بعد میں نے دوسرا شہر میلون دیکھا۔ میلون میں شدید برف باری ہو رہی تھی۔ بہرطور میں خاموش بیٹھی اس سفر کا نظارہ کرتی رہی اور جب مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے بالآخر کورین سے پوچھا۔

"مسٹر کورین! آپ مسلسل خاموش ہیں۔ کیا یہ خاموشی اعصاب شکن نہیں؟"

"نہیں۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ آپ ذہنی طور پر آرام کر رہی ہیں۔"

"ذہنی طور پر آرام؟"

"ہاں ظاہر ہے آپ کا ذہن متضاد خیالات کا حامل ہوگا میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو اپنے خیالات سے ڈسٹرب کروں۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"سوئٹزرلینڈ۔" کورین نے جواب دیا اور میں اچھل پڑی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور بولی۔

"کیا ہم وینس چھوڑ رہے ہیں؟"

"سو فیصدی ہم سوئٹزرلینڈ کے لیے چل پڑے ہیں۔"

"لیکن انتظامات۔ ؟"

"کمال ہے! انتظامات کے بغیر ہم سوئٹزرلینڈ کیسے جا سکتے تھے۔" کورین نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں گہری سانس لے کر دوبارہ سیٹ کی پشت سے ٹک گئی۔

اس سے زیادہ پوچھنا اب بیکار تھا۔ لیکن میں حیران تھی کہ بلیک چینل کے ارکان کتنی مستعدی اور احتیاط کے ساتھ تمام کام کرتے ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ تلاش کیا جائے گا تو وینس میں تلاش کیا جائے گا۔ لیکن ہم وینس چھوڑ چکے ہیں۔ سفر جاری رہا۔ بلند پہاڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ نجانے کہاں تک چلا گیا تھا۔ دھند کا سیلاب چوٹیوں سے اتر کر نیچے وادیوں تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ اطالوی سلسلہ کوہ ایلپس تھا۔ اور ٹرین جھیل مکولی کے کنارے کنارے دوڑ رہی تھی دھند سے ڈھکے ہوئے ننھے منے گاؤں آتے اور گاڑی رکے بغیر فراٹے بھرتی ہوئی وہاں سے گزر جاتی۔ جس جگہ لمحے بھر کے لیے دھند صاف ہوتی تو جھیل کا نیلا پانی اور سرسبز جزیرے نظروں کے سامنے آ جاتے۔ دنیا کا سب سے حسین خطہ زمین میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اور میں اسے اپنی آنکھوں میں جذب کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ ذہن مختلف خیالات کا حامل تھا۔ سوئٹزرلینڈ واپسی کا مقصد یہ تھا کہ اب میں وہیں قیام کروں گی اور جو نیا کام میرے سپرد کیا گیا تھا وہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ ویسے اس تبدیلی کی وجہ اب میری سمجھ میں اچھی طرح آ گئی تھی۔ جنیوا میں ممکن ہے میری ملاقات دوبارہ نیلی سے ہو جائے۔ رات گہری ہو چکی تھی اور ہم خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مسافر اونگھ رہے تھے اور کچھ غالباً سو بھی گئے تھے۔ کورین بالکل خاموش تھا۔ میں نے بھی یہ خاموشی پُرسکون محسوس

اور سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہماری منزلِ مقصود آگئی۔ اس کا اندازہ مجھے کورین کی تیاریوں سے ہوا۔ کورین نے بیگ نکال کر اپنے پیروں کے درمیان رکھ لیا اور پھر میری طرف رُخ کر کے بولا۔

"چند لمحات کے بعد ہم سوئٹزرلینڈ میں داخل ہونے والے ہیں۔"

"لیکن مسٹر کورین ہمارے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ؟" کورین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ اس سلسلے میں کیوں پریشان ہوتی ہیں مس بھارتی؟ یہ ذمہ داریاں تو مجھے سونپ دی گئی ہیں۔"

"اوہ! سوری۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر بولی۔

"لیکن ہم جائیں گے کہاں؟"

"فی الحال ہم برگ میں اُتریں گے اور پھر وہاں سے برن چلیں گے۔"

"تو کیا جنیوا؟"

"جی ہاں ابھی ہمیں جنیوا نہیں جانا بلکہ صرف برن تک جانا ہے۔ وہاں سے ہمیں ہمارا نیا پروگرام مل جائے گا۔"

ڈرسٹولا کا قصبہ اطالوی اور سوئس سرحد پر واقع ہے کسٹم آفیسر نے ہمارے پاسپورٹ وغیرہ چیک کیے۔ میرا رنگ فق تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ ہمارے بیگ کا پتا نہیں کیا ہوگا لیکن بیچارے کیا ہوا ہمیں کوئی خاص دقت نہیں پیش آئی اور بالآخر ہم سوئٹزرلینڈ میں داخل ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی طویل سُرنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ گاڑی ایک سُرنگ سے نکلتی اور دو چار سو گز تازہ ہوا میں سانس لے کر پھر دوسری سُرنگ میں داخل ہو جاتی۔ آخر میں سمپلان سُرنگ آئی جس کی لمبائی سوا بارہ میل تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی کچھ عجیب سا احساس ہوا لیکن بہرطور یہ سفر بھی طے ہو گیا اور اس کے بعد گاڑی ایک قصباتی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر جا رکی یہی برگ تھا۔ سوئٹزرلینڈ کا پہلا قصبہ۔ کورین بڑے اطمینان سے چلتا ہوا میرے ساتھ نیچے اُتر گیا اور اس کے بعد ہم پلیٹ فارم سے نیچے اُتر آئے۔ کورین کا ایک ایک قدم اعتماد سے بھرپور تھا۔ بالآخر ہماری رہائش گاہ آگئی۔ کورین بڑے اعتماد سے یہاں تک آیا تھا۔ یہ لکڑی کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا دو منزلہ ہوٹل تھا جس کی اوپری منزل میں ہمیں ایک کمرہ حاصل ہو گیا۔

کمرے میں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان بڑے قرینے سے سجا ہوا تھا اور کورین کو اس کے حصول میں ذرا سا وقت پیش نہیں آئی تھی۔ میں جانتی تھی کہ بلیک چینل نے اس سلسلے میں خصوصی انتظامات کیے ہیں۔ کمرے میں ملحقہ غسل خانہ بھی تھا۔ کورین نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میڈم بھارتی اگر آپ چاہیں تو غسل وغیرہ کر سکتی ہیں میرا خیال ہے اس سے تھکن دور ہو جائے گی۔"

"اس وقت کھانے کو تو کچھ نہیں مل سکتا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"شاید مل جائے۔ ویسے تو کوشش کروں۔؟"

"رہنے دیں میرا خیال ہے ہمیں صبح کا انتظار کر لینا چاہیے اور جہاں تک نہانے کا تعلق ہے میں اس وقت غسل کرنا پسند نہیں کروں گی۔ ہاں منہ ہاتھ وغیرہ دھو لوں گی۔"

"ہمیں اس سلسلے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئے گی۔ آپ منہ ہاتھ وغیرہ دھو لیں۔ رات کو یہاں آرام کرنے کے بعد صبح کو ہم یہاں سے ایک اور جگہ چلیں گے اور اس کے بعد وہاں سے برن کے لیے ہمیں پروگرام مل جائے گا کہ ہمیں برن کب تک پہنچنا ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور غسل خانے کی طرف چل پڑی۔ غسل خانے میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ منہ ہاتھ ہی تو دھونا تھا۔ میں خاموشی سے منہ ہاتھ دھونے لگی۔ اسی وقت مجھے باہر سے نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی۔ غالباً کورین کسی کو فون کر رہا تھا۔ کھلا ہوا دروازہ بالکل غیر محسوس انداز میں تھوڑا سا کھلا ہوا تھا مجھے کورین کے اس فون پر کوئی حیرت نہیں تھی۔ ظاہر ہے سارے کام پروگرام کے مطابق ہو رہے تھے۔ لیکن کورین نے جو گفتگو کی اس کے کچھ الفاظ میرے کانوں میں پڑ گئے اور ایک لمحے کے لیے میرے ہاتھ اپنی جگہ رُک کے رہ گئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں۔ میں اپنا کام اعتماد سے کر چکا ہوں۔ بلیک چینل کو میرے کام کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے۔ نہیں وہ لوگ ابھی ہمارے پروگرام سے باخبر نہیں ہو سکتے۔ لڑکی میرے ساتھ ہی ہے اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس کا کیا کیا جائے؟ ہو سکتا ہے کہ میں اسے اسی ہوٹل میں چھوڑ دوں۔ نہیں میرے دوست نہیں۔ تم اس کی فکر بالکل مت کرو۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ویسے بہت اچھی لڑکی ہے اور قابلِ اعتماد بھی لیکن مجبوری ہے۔ افسوس نہیں۔ نہیں اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔

ہے۔ نہیں بھائی کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں کسی بھی ... سے متاثر نہیں ہوں۔ ہاں ٹھیک ہے بعد میں جو ہوگا ... جائے گا۔ اوکے۔ اوکے۔ تم گاڑی لے کر کتنی دیر میں پہنچ ... صبح؟ اچھا ٹھیک ہے۔ جو کچھ ہوگا ہم اس سے نمٹ لیں ... یہ الفاظ میرے لیے انتہائی دہشت ناک تھے۔ جو کچھ کورین ... کہہ رہا تھا وہ میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ اس کا مقصد ہے ... ایک لمحے کے لیے شدید بے بسی کا شکار ہو گئی تھی یہ کوئی ... کھیل شروع ہو گیا اور یہ کھیل میری سمجھ سے باہر نہیں تھا ... نے یہ زیورات میرے ذریعے اُڑائے تھے۔ بلیک چینل کے ... تمام عمل کیا گیا تھا۔ لیکن شاید اس کی نیت بدل گئی تھی۔ ... وہ کہا اور کرنا چاہتا تھا تاکہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کس ... میں گرفتار ہو گئی ہیں؟ وہ مجھے یہاں چھوڑ کر چلا جائے ... اس کے بعد۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہو کم از کم بلیک چینل ... پروگرام کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے اس سلسلے میں خود ... عمل ہونا پڑے گا اور جب میں غسل خانے سے باہر نکلی ... ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب پا چکا تھا۔ کورین خود بھی ... روم میں چلا گیا اور میں اس کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ اور جو ... میرے ذہن میں تھا وہ انتہائی ہولناک تھا لیکن اس ... علاوہ اور کوئی طریقۂ کار نہیں تھا۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا ... جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہرطور میں اپنے اس ہولناک ... غسل خانے کے لیے اپنے آپ کو یا عمل تیار کر چکی تھی اور ایک ... چیز کا انتخاب کر لیا تھا میں نے جو میری معاون ثابت ہو ... سکتی تھی۔ یہ کانسی کا ایک مجسمہ تھا جو ڈیکوریشن پیس کے طور ... ایک جگہ سجا ہوا تھا۔ اس وقت میرے پاس اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ لیکن جو کچھ کرنا تھا اتنی احتیاط اور ... ہوشیاری کے ساتھ کرنا تھا کہ میرا وار خالی نہیں جانا چاہیے تھا ... ورنہ شاید زندگی ہی سے ہاتھ دھونا پڑ جاتا۔ کورین ابھی تک ... بہت سارا نفیس انسان ثابت ہوا تھا اور مجھے افسوس تھا ... مجھے اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنی پڑ رہی ہے تھوڑی ... دیر کے بعد کورین واپس آگیا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"آپ بھی کیا سوچتی ہوں گی بھارتی جی کہ میں آپ کے کھانے پینے کا بندوبست تک نہ کر سکا۔ لیکن جو عظیم الشان کارنامہ ہم نے انجام دیا ہے اس کے بعد چھوٹی سی تکلیف ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔"

"میں اسے تکلیف نہیں سمجھتی مسٹر کورین۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کورین بھی مسکرانے لگا۔ پھر اس کے بعد اس نے کہا۔

"بدقسمتی سے بستر ایک ہی ہے مگر آپ بالکل فکر نہ کریں میں اطمینان سے اس قالین پر سو جاؤں گا۔"

"اگر آپ چاہیں تو بستر پر سو سکتے ہیں مسٹر کورین مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہیں، یہ اصول کے خلاف بات ہے۔" کورین نے کہا۔ اور قالین پر ایک جگہ اپنے لیے ٹھکانہ بنا لیا۔ البتہ اس نے بستر پر سے ایک تکیہ اُٹھا لیا تھا۔

میں بستر پر جا لیٹی۔ تنہا کمرے میں کورین میرے ساتھ تھا اور میں اپنے ذہن میں ایک ہولناک منصوبہ رکھتی تھی ہم لوگ تھکن سے چُور ہو گئے تھے چنانچہ کورین تھوڑی دیر بعد ہی گہری گہری سانسیں لینے لگا یوں بھی رات بہت زیادہ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا وہ اتنا ہولناک تھا کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن دل ہی دل میں، میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ کیے بغیر نہیں رہوں گی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ کورین پوری گہری نیند سو چکا ہے اور اس کے خراٹے منتشر ہو رہے ہیں تو میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور اس کے بعد میں نے کانسی کا مجسمہ اُٹھا لیا۔ مجسمہ اُٹھانے کے بعد میں کورین کے نزدیک پہنچی اور پھر میں نے آنکھیں بند کر کے مجسمہ اس کے سر پر دے مارا۔ کورین کے حلق سے ایک چیخ نکلی تھی اور اس کے بعد اس نے ہاتھ پاؤں پٹخے۔ لیکن میں نے دوسرا وار اس کی کھوپڑی کے پچھلے حصے پر کر دیا وار اتنا شدید نہیں تھا کہ وہ مر ہی جاتا تاہم اس کے سر سے خون بہہ نکلا تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر دو چار بار ہاتھ پٹخے اور اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ میرا بدن بُری طرح تھر تھر کانپ رہا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا بے حد ضروری تھا۔ میں نے مجسمہ احتیاط سے اس کی جگہ رکھا اس پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کیے اور پھر وہ بیگ سنبھال کر نکال لیا۔ جس میں وہ زیورات بھرے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کورین کی جیبوں کی تلاشی لی۔ مقامی کرنسی کافی مقدار میں موجود تھی۔ اس کے علاوہ میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات بھی اس کے پاس ہی تھے۔ یہ تمام چیزیں میں نے اپنی تحویل میں لیں اور پھر بیگ اُٹھا کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔ سناٹا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ہوٹل سے باہر نکلنے کے لیے مجھے احتیاط سے کام لینا پڑا۔ ورنہ یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ کوئی ہوٹل سے باہر جائے۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح سب کی نگاہوں سے بچتی بچاتی ہوئی میں باہر نکل آئی۔ میرا دل بُری طرح دھڑک

سا تھا۔ اب اس وقت رات کے اس حصے میں برگ سے باہر جانے کے لیے کیا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔ ؟ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بہر طور ہوٹل سے دُور نکل جانا ہی مناسب تھا۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ رات کی اس تاریکی میں اگر کوئی مجھے دیکھ لے اور مجھ سے باز پرس کرے تو میں کیا جواب دوں گی اور پھر میرے سامان سے جو کچھ برآمد ہوگا اس کے بعد کیا ہوگا ؟ ایک تہلکہ مچ جائے گا۔ ایک ہنگامہ ہو جائے گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ دنیا کی نگاہوں سے چھپتی پھروں لیکن یہ سب کچھ بڑا عجیب تھا۔ کیسی پریشان کن بات تھی یہ کہ مجھے جس شخص کے حوالے کیا گیا تھا اور جس کے ساتھ مل کر مجھے اتنا عظیم کارنامہ سرانجام دینا پڑا تھا وہی بددیانت نکلا۔ میں خاموشی بھی اختیار کر سکتی تھی اور اگر مجھ سے اس سلسلے میں بازپرس ہوتی تو میں صاف کہہ سکتی تھی کہ ظاہر ہے مجھے کورین کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میری مہم ناکام قرار دی جاتی اور میں بتا نہیں سکتی اس کے بعد۔۔۔۔ اس کے بعد بلیک چینل کی رکن رہتی یا نہیں۔ جبکہ میں بلیک چینل کے ساتھ طویل وقت گزارنا چاہتی تھی۔ اس میں میرے مفادات بھی پوشیدہ تھے۔ اگر میں کسی طرح کامیابی سے بلیک چینل کے کسی دیانت دار ممبر کے پاس پہنچ جاؤں تو پھر میری وقعت بڑھ سکتی ہے اور اس وقت میں اسی سلسلے میں کوشاں تھی۔ ظاہر ہے کورین ہلاک نہیں ہوا تھا۔ لیکن اگر وہ ہوش میں آگیا تو پھر میری تلاش بھی کر سکتا ہے اور جیسا کہ مجھے فون پر معلوم ہوا کہ اس کے دوسرے ساتھی بھی یہاں موجود ہیں۔ گویا ساری پلاننگ ذرا بالکل مختلف تھی۔ اس نے ابتدائی کام تو بلیک چینل کی ایما پر ٹھیک کیے لیکن بعد میں اپنے پروگراموں پر عمل کرتا رہا اور مجھے خفیہ طور پر اپنا آلہ کار بنا لیا۔ یہی بہتر تھا کہ وہ میرے قتل کے درپے نہیں تھا اگر ایسا کرنا چاہتا تو اسے بھلا کون روک سکتا تھا۔ تندرست و توانا آدمی تھا مگر۔ مگر نجانے کیوں میرے دل میں اس کے لیے دُکھ کا ایک احساس بھی تھا۔ کم از کم اوچھا تھا تو تھا لیکن اس کی شخصیت میں ایک شرافت تھی۔ ایک ایسی شرافت جسے میں صرف محسوس کر سکتی تھی۔ نجانے کتنے خیالات میں، میں ڈوبی ہوئی کافی دُور نکل آئی۔ اور پھر ایک دم سے چونک پڑی۔ سامنے ہی ایک چوڑی سڑک پھیلی ہوئی تھی۔ میں اس سڑک کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ دوسری طرف صبح کا اُجالا پھوٹتا جا رہا تھا۔ غنیمت کہ مجھے بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا روشنی کا۔ لیکن اب میں کروں گی کیا ؟ کہاں جاؤں گی ؟

پھر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔ ان علاقوں میں ہچ ہائیکنگ کا رواج ہے اور اس کے بارے میں، میں کافی معلومات رکھتی تھی یعنی آپ کسی بھی سڑک پر کھڑے ہو جایئے کوئی نہ کوئی گاڑی آپ کو لفٹ دے دے گی۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔ تو۔ لیکن جو کچھ میرے پاس موجود تھا وہ ایٹم بم سے کم نہیں تھا۔ اگر مجھے لفٹ دینے والے کو کسی طرح یہ شبہ ہو جائے تو پھر میرا کیا ہوگا ؟ خاموشی سے قتل کر کے کسی گوشے میں ڈال دی جاؤں گی اور جو کوئی میرے قتل میں کامیاب ہوگا وہ دُنیا کا امیر کبیر آدمی کہلائے گا۔ میں دُنیا کے اس امیر کبیر آدمی کا انتظار کرنے لگی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سفید رنگ کی ایک مرسیڈیز دُور سے آتی نظر آئی۔ یقیناً وہ امیر کبیر آدمی اس مرسیڈیز میں ہے۔ میں نے سوچا اور سڑک کے کنارے کھڑی ہو گئی۔ بلاشبہ اب تک یہاں کے بارے میں جو روایات میں نے سنی تھیں وہ بالکل ہی درست تھیں۔ مرسیڈیز کا ہارن زور زور سے بجا اور وہ میرے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ لیکن اس میں امیر ترین آدمی نہیں امیر ترین عورت تھی۔ درمیانی عمر کی ایک خوبصورت عورت۔ اس نے گردن نکال کر پوچھا۔

”کہاں جاؤ گی ؟“ زبان انگریزی تھی۔ لیکن مقامی انداز کی۔

”برن۔“ اس نے جواب دیا۔

”آؤ بیٹھ جاؤ۔“ اس نے اپنے برابر کی سیٹ کھولی اور میں جلدی سے اندر بیٹھ گئی۔ میں نے گردن گھما کر عقبی حصے میں دیکھا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں پچھلی سیٹ پر کوئی موجود تو نہیں ہے لیکن پچھلی سیٹ پر ایک باسکٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا عورت نے کار آگے بڑھا دی۔

”سیاح ہو ؟“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں۔“

”کہاں سے آرہی ہو ؟“

”فی الحال برگ سے۔“

”برگ سے تو تم میری گاڑی میں بیٹھی تھیں۔ میرا مطلب ہے اس سے پہلے ؟“

”وینس سے۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ ! پانیوں کی سرزمین۔“

”ہاں۔“

”اور اس سے پہلے ؟“

”بس نجانے کہاں کہاں سے۔“

”تنہا یہ سفر کر رہی ہو ؟“

”نہیں میرے کچھ ساتھی برن میں موجود ہیں۔“

”اوہ۔“ اس نے ایک لمبی سانس لی۔ تعلیم یافتہ اور سلیقے کی عورت معلوم ہوتی تھی۔ میں نے بھی اخلاقاً اس ...س کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس نے مجھے ...کہ وہ کسی کام سے برگ آئی تھی۔ برن ہی میں رہتی ہے اور ...سے برن دو گھنٹے کے راستے پر ہے اور اس دوران کار ایک ...سرسبز و شاداب وادی کے درمیان سے گزرتی ہے۔ وادی کے ...ی کناروں پر برف پوش پہاڑوں کی قطاریں کھڑی ہیں ...ان کے ساتھ پرسکون نیلی جھیلیں دکھائی دیتی ہیں۔ کھڑکی ...دوسری طرف نیلے سفید اور سبز رنگ اس تیزی سے گزر کے ...جیسے کسی رنگین کیلنڈر کے اوراق خود بخود اُلٹتے چلے جائیں ...برف پوش چوٹیوں کے ساتھ ساتھ جھرنوں اور پارے کی مانند ...تی ندیوں کا تو حساب ہی نہیں۔ زمین کے اس چھوٹے ...ٹکڑے کو قدرت نے جو حسن بخشا ہے شاید ہی کہیں دوسری ...نظر آئے۔ بہر طور یہ مسافت طے ہو گئی۔ عورت نے مجھے برن ...میں اتار دیا۔ آٹھ بج چکے تھے مگر کہر کی وجہ سے شام کے دھندلکے ...کا گمان ہوتا تھا۔ سڑک اور دکانوں کے شوکیسوں کی روشنیاں ...تک جل رہی تھیں۔ میں سڑک کو دیکھتی ہوئی آگے بڑھتی ...برن کی روایتی خصوصیات میری نگاہوں کے سامنے تھیں ...برن کا امتیازی نشان ہے اور برن کو بلاشبہ ریچھوں ...کا شہر کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ ہوٹلوں دکانوں اور بڑے ...بڑے چوکوں میں جھنڈے لٹک رہے ہیں تو ان پر ریچھ ...کی تصویر۔ دریا کے کنارے کلیسا کے فوارے کے گرد ریچھوں ...کے مجسمے اور بے شمار درختوں جیسے جاگتے ریچھ جو ایک خاص ...رہتے ہیں اور اہل شہر دن رات انہیں الا بلا کھلاتے رہتے ...لیکن اس کی کیفیت دیکھ کر کسی پرسکون سے پہاڑی قصبے ...کا احساس ہوتا ہے۔ بہر طور مجھے برن میں داخل ہونے کے ...بعد اب بے فکری ہوئی کہ کسی طرح جنیوا پہنچ جاؤں برگ سے ...یہاں آنے کے بعد جنیوا کا سفر زیادہ مشکل نہیں تھا۔ بس ...صرف یہ سوچنا تھا کہ برن میں قیام کروں یا آج ہی یہاں سے ...نکل جانے کی کوشش کروں۔ خوش قسمتی سے ایک ٹریولنگ ...ایجنسی کا آفس نظر آگیا لیکن وہ ابھی کھلا نہیں تھا۔ میں اس کے ...پاس ہی وقت گزارتی رہی۔ پھر آفس ٹھیک نو بجے کھلا ...اور میں اس کی پہلی کلائنٹ کے طور پر اندر داخل ہو گئی۔ ...سٹاف ایک ہی وقت میں آگیا تھا۔ مجھے بڑی خوش اخلاقی سے

خوش آمدید کہا گیا اور میں نے جنیوا جانے کے لیے معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ مختلف ذرائع تھے جس میں سے ایک ذریعہ میں نے پسند کر لیا۔ اور اسی دن بارہ بجے میں جنیوا کے لیے روانہ ہو گئی۔ اب تک جن آسانیوں سے میں برگ سے برن پہنچی تھی اس سے دل میں ذرا اعتماد ہو گیا تھا۔ جنیوا پہنچ کر ہو سکتا ہے میری مشکلات حل ہو جائیں اور اگر یہ نہ بھی ممکن ہوا تو پھر اپنی کمپنی سے رابطہ قائم کر کے فوری واپسی کا تقاضا کروں گی۔ اس سلسلے میں کوئی بھی ایسی کارروائی کی جاسکتی ہے جس سے مجھے ہندوستان واپسی کا راستہ مل جائے۔ جنیوا تک کا سفر بالآخر طے ہو گیا۔ اور جب میں جنیوا میں داخل ہوئی تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اتنی طویل مشکلات سے گزرنے کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچ گئی ہوں جہاں کم از کم کچھ نہیں تو مجھے میری کمپنی کے افراد تو مل ہی سکتے ہیں۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنے اسی ہوٹل میں جاؤں جس میں مقیم تھی اور اپنے طور پر ان میں سے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔۔ میں ہوٹل پہنچ گئی۔ پتا نہیں میرے ساتھیوں کو میری غیر موجودگی کا علم ہوا تھا یا نہیں۔ اس بات کے امکانات تو نہیں تھے کہ انہوں نے میرے بارے میں سوچا ہی نہ ہو لیکن بہر طور مجھے چند افراد مل گئے۔ انہی میں میری ساتھی ایرس کرسٹس بھی تھیں۔ اس نے مجھ سے سوئٹزرلینڈ کی تفریحات کے بارے میں سوالات کرنا شروع کر دیے اور میں نے اس سے اُلٹی سیدھی باتیں کر کے اسے مطمئن کر دیا۔ میں نے یہی ظاہر کیا تھا کہ میں جنیوا سے کہیں زیادہ دور نہیں گئی۔ لیکن اب میں بے چینی سے یہی سوچ رہی تھی کہ میرے آئندہ کے اقدامات کیا ہوں گے۔ تاہم میری تقدیر شاید میرا ساتھ دے رہی تھی یا پھر یہ اتفاق تھا کہ اس شام میں جس وقت میں یہاں پہنچی تھی نیلی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اس نے ٹیلیفون کیا تھا۔ میں نے حیران کن انداز میں ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا یہ سوچ کر کہ پتا نہیں کس نے مجھے فون کیا ہے ؟ کہ دوسری طرف سے نیلی کی آواز سنائی دی۔

”مجھے علم ہوا تھا کہ تم یہاں آگئی ہو۔“

”کون ؟ نیلی ؟“

”ہاں ! میں ہی بول رہی ہوں۔“

”اوہ ! نیلی ڈیئر براہ کرم فوراً مجھ سے ملاقات کرو۔“

”میں تمہارے پاس ساڑھے آٹھ بجے تک پہنچ جاؤں گی۔“

”اس سے پہلے ممکن نہیں ہے ؟“

"اگر تمہیں بہت زیادہ بے چینی ہے تو پھر تھوڑی دیر کے بعد پہنچ رہی ہوں۔"

"ہاں پلیز آ جاؤ۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ اندر سے خوشی کی ایک لہر پھوٹ رہی تھی۔ لیکن نیلی سے ملاقات کے سلسلے میں کافی محتاط ہونا پڑا۔

کورین جیسا آدمی غلط حرکت کر سکتا ہے تو نیلی سے بہرطور ایک محتاط گفتگو کر لینے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ ویسے مجھے یہ بات یاد تھی کہ نیلی ہی وہ لڑکی تھی جس کے ذریعے میں ڈان کاوڈورے تک پہنچی۔ ہو سکتا ہے نیلی میرے لیے خطرناک ثابت نہ ہو لیکن اس کے باوجود میں اسے اس بیگ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی تھی جو میرے پاس محفوظ تھا اور جس میں بچانے کیا کچھ تھا۔ نیلی بہت خوبصورت لباس میں ملبوس میرے پاس پہنچ گئی۔ مجھ سے اس طرح ملی جیسے میری برسوں کی شناسا ہو اور ہمارے درمیان بہت اچھے تعلقات ہوں۔

"تمہارا اضطراب بتاتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات تھی کہو کیا بات ہے؟"

"دراصل میں بلیک چینل کے کسی ایسے رکن سے ملنا چاہتی ہوں جو مکمل طور سے قابل اعتماد ہو۔"

"یہ مشکل کام نہیں ہے اگر تم نیلی فون پر مجھ سے یہ کہہ دیتیں تو شاید میں اس کا انتظام کر کے آتی۔"

"مگر وہ کون ہے؟"

"اتنا قابل اعتماد کہ تمہیں اپنے بارے میں یقین دلا دے گا۔"

"تو پھر کب؟"

"چلو۔" نیلی نے کہا اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"اتنی جلدی ممکن ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"تو پھر میں تیار ہوں۔" میں نے کہا لیکن اب مجھے یہ پریشانی لاحق ہو گئی تھی کہ اپنا وہ بیگ ساتھ لے کر چلوں یا نہ۔ لیکن حد سے زیادہ احتیاط بھی بعض اوقات خطرناک ہوتی ہے۔ بیگ اگر میں اپنے کمرے میں چھپا دوں تو ہو سکتا ہے کوئی ایسا حادثہ یا واقعہ پیش آ جائے جس کی وجہ سے میں اس سے محروم ہو جاؤں۔ جس چیز کو اب تک یہاں چھپا کر لائی تھی اس کا ہاتھ سے چلے جانا مجھے بالکل پسند نہیں تھا۔ میں

نقصان پہنچا کہ مجھے اس وقت بھی افسوس تھا۔ بہرحال میں نیلی کے ساتھ نیچے اتر آئی۔ اور میں نے بیگ ساتھ ہی لے لیا۔ نیلی نے مجھ سے بیگ کے بارے میں سوال بھی کیا۔ میں نے کہا کہ میرا کچھ سامان ہے جسے میں ساتھ ہی رکھنا چاہتی ہوں۔ نیلی نے اس پر کوئی تعجب کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بہرطور نیچے اس کی کار موجود تھی۔ میں اس کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ اور پھر جنیوا کے ایک انتہائی خوبصورت علاقے میں کار ایک عمارت کے نیچے رکی ہوئی تھی۔ عمارت آٹھ منزلہ تھی۔ اور انتہائی نفیس طرز کی بنی ہوئی تھی۔ چھٹی منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے پہنچ کر نیلی نے بیل کا بٹن دبایا اور ایک نیگرو ملازم نے دروازہ کھول دیا۔ نیگرو ملازم باڈی بلڈر تھا اور صورت سے بالکل سپاٹ اور دیوتا نظر آ رہا تھا۔ میں نیلی کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ فلیٹ بے مثال تھا۔ اتنا حسین کہ بس دیکھتے رہو۔ اس کی سجاوٹ اعلیٰ درجے کی تھی۔ مجھے ایک بہت وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا۔ جسے انتہائی نفیس فرنیچر سے سجایا گیا تھا۔ قلپاٹی طرز کا یہ فرنیچر بہت قیمتی تھا۔ بہرطور نیلی نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر بولی۔

"میں ابھی آتی ہوں۔"

میں نے بیگ اپنے صوفے کے نزدیک رکھا اور بے چینی سے آنے والے کا انتظار کرنے لگی پھر جو شخص اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر میرے دل میں ٹھنڈک سی اتر آئی تھی۔ یہ مسٹر ڈان کاوڈورے تھے۔ بلیک چینل کے سربراہ۔ ڈان کاوڈورے کے بعد اور کسی شخصیت کا تصور بھی ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ مسٹر ڈان کاوڈورے جنیوا ہی میں موجود ہیں۔ پھر مسٹر ڈان کاوڈورے نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور میں نے کھڑے ہو کر ان سے ہاتھ ملایا۔

"تشریف رکھیے۔" اس نے کہا اور میں بیٹھ گئی۔

نیلی بھی تھوڑے فاصلے پر ہی بیٹھ گئی تھی۔ کاوڈورے میرے برابر ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ہاں مس بھارتی کہیے۔ آپ نے اپنے کام کے سلسلے میں کیا کیا؟"

"سر میں آپ کو انتہائی اہم اطلاعات دینا چاہتی ہوں۔ کیا مس نیلی کی موجودگی میں یہ مناسب ہے؟"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" ڈان کاوڈورے نے جواب دیا۔

تبدیلی پیدا کر دی گئی تھی۔ مسز مرلا گوش نے مجھ سے یہی کر کر۔

مجھے تمام تفصیلات معلوم ہیں۔ ظاہر ہے وہ سب میرے ہی ہوا تھا۔

"لیکن سر اس میں کچھ تبدیلیاں ہو گئیں۔"

"مثلاً؟" ڈان کاوڈورے نے سوال کیا اور میں نے اپنا اٹھا کر ڈان کاوڈورے کے سامنے رکھ دیا۔ پھر میں نے کی زپ کھول دی اور ڈان کاوڈورے نے اسے اپنے قریب۔ نیلی کو نہیں معلوم تھا کہ اس بیگ میں کیا ہے۔ جب ڈان کاوڈورے نے یہ تمام چیزیں ایک سینٹر ٹیبل پر الٹیں کا دم رک گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان میں سے چمکنے والے جواہرات کو دیکھ رہی تھی۔ ڈان کاوڈورے کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ ان جواہرات اٹھا کر دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"آپ بلیک چینل کی ایک قابل اعتماد رکن قرار پاتی ہیں بھارتی اور اس کے بعد میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کے لیے مزید کوئی امتحان نہیں ہے۔"

"شکریہ جناب۔ لیکن آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے اس لیا تھا۔ وہ وہ کرتی رہی ہوں۔"

"مثلاً آپ یہی کہیں گی کہ آپ نے نمائش گاہ سے فرار ہونے مسٹر کورین کے ساتھ ایک طویل سفر طے کیا اور اس کے ان کے ساتھ برگ تک آئیں۔ برگ میں آپ نے مسٹر کو زخمی کر دیا۔ اور وہاں سے راتوں رات فرار ہو کر برن پہنچ برن سے آپ جنیوا آ گئیں اور آپ نے یہاں آنے کے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔"

میں منہ کھول کر رہ گئی تھی۔ میرے بارے میں اس قدر معلومات مسٹر ڈان کاوڈورے کو کیسے حاصل ہو گئیں ہیں تھی اور مسٹر ڈان کاوڈورے مسکراتی نگاہوں سے مجھے رہے تھے۔ پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ مسز مرلا گوش تو صرف چینل کی ایک رکن ہیں اور انہوں نے میرے بارے میں معلوم کر لیا کہ عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا۔ تو پھر ڈورے جیسے شخص کو بھلا ان واقعات کی تفصیل معلوم کرنے میں کیا مشکل پیش آ سکتی ہے؟ تاہم میری حیرت عروج پر مسٹر ڈان کاوڈورے نے کہا۔

بتانا چاہتا ہوں مس بھارتی دراصل یہ میں آپ کی انتہائی مسرت ہے کہ آپ اپنے دونوں امتحانوں میں اوّل نمبر کامیاب ہوئی ہیں۔"

"م۔ م۔ میں۔ میں کچھ نہیں جناب؟"

"دیکھیے مجھے یقین ہے مس بھارتی کہ برا نہیں مانیں گی۔ ہرچند کہ آپ نے اپنے آپ کو مکمل طور سے قابل اعتماد ثابت کر دیا تھا لیکن بلیک چینل کی رکنیت کے کچھ مراحل ہیں ان میں سے تمام مراحل آپ نے طے کر لیے۔ یہ آخری مرحلہ باقی تھا کہ ہم آپ کی نیت کا جائزہ لے لیں۔ آپ یہ بتائیے کہ اتنی بڑی دولت جو آپ دیکھ چکی ہیں رکھ سکتی ہیں۔ جس کی مالیت کا آپ کو اندازہ ہو چکا ہے آپ نے اپنے طور پر ہضم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اس لیے سر کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں پورے خلوص سے کر رہی ہوں۔"

"ہاں ہم آپ کے اس خلوص کے بارے میں جاننا چاہتے تھے اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے یہ سب کچھ بالکل دیانت سے کیا۔ البتہ آپ کے ذہن سے ایک بوجھ ہٹا دیا جائے۔ وہ یہ کہ مسٹر کورین بلیک چینل کے غدار نہیں ہیں بلکہ انہیں یہ ناگوار فرض ان کی مرضی کے خلاف سونپا گیا تھا۔ وہ اس بات پر بہت بے چین تھے کہ آپ جیسی شخصیت کو اس امتحان میں ڈالیں۔ انہوں نے یہ بھی چاہا تھا کہ وہ اس امتحان کو لینے کا ذریعہ نہ بنیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ چاہت بہتر ہی تھی کیونکہ اس چاہت کے نتیجے میں انہیں اپنے سر میں چھ ٹانکے لگوانے پڑے ہیں۔"

"ج۔ جی۔ ہاں" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں وہ صرف ایک امتحان تھا۔ مسٹر کورین بلیک چینل کے غدار نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ اس دولت کو ہضم کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ ہماری ہی ایما پر کیا گیا ہے اور اس سے صرف آپ کے بارے میں جاننا مقصود تھا۔ آپ نے جس خلوص اور دیانت داری سے ان چیزوں کو یہاں تک پہنچایا ہے۔ ہم اس کا تہہ دل سے قدر کرتے ہیں۔ ان کا کمیشن ان کی مالیت کے لحاظ سے آپ کو دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد ایک بات اور ذہن نشین کر لیجیے کہ آپ سے زندگی کے کسی بھی مرحلے میں کوئی امتحان نہیں لیا جائے گا۔ چنانچہ اگر کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے تو آپ اسے بھی امتحان نہ تصور کریں۔"

میں گہری گہری سانسیں لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گئی۔

دل میں خوشی کی ایک لہر پھوٹ آئی۔ کورین زخمی تو ہوا ہے میرے ہاتھوں۔ لیکن وہ غدار نہیں تھا۔ یعنی جس شخص کو میں نے ایک طرح سے اچھا انسان سمجھا تھا وہ اچھا ہی انسان ہے مسٹر ڈان کا ڈورسے چند لمحات مجھے خاموشی سے دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

"تو مس بھارتی آپ کو جس کام کے لیے جنیوا طلب کیا گیا تھا اس کی انجام دہی مس نیلی نے کر لی ہے۔ چنانچہ اب ہماری طرف سے آپ کی چھٹی ہے جو وقت آپ کو کمپنی کی طرف سے ملا ہے آپ وہ پرسکون انداز میں گزاریں اور اس کے بعد آپ وطن واپس چلی جائیں۔ میں آپ سے بے حد مطمئن ہوں اور اس اطمینان کا اظہار کر کے خوشی محسوس کر رہا ہوں، البتہ مسز لاگھوش کو اس سلسلے میں ایک ہدایت بھجوادی جائے گی۔ یعنی میں چاہتا ہوں کہ آپ کی تھوڑی سی تربیت بھی ہو جائے۔ جسمانی تربیت اور ذہنی تربیت، تاکہ آپ ہمارے ادارے کی ایک کامیاب ترین رکن بن جائیں۔ آپ مطمئن رہیں آپ کو آپ کے تمام مفادات کے ساتھ محفوظ رکھا جائے گا۔ آپ کی کمپنی کو کبھی آپ پر کوئی شبہ نہیں ہونے پائے گا۔ اس کے علاوہ ہم آپ کے لیے ہر طرح کے تحفظ کا بندوبست کریں گے۔ یہ تمام چیزیں آپ کو ہر طرح سے مہیا کی جائیں گی۔"

"جسمانی اور ذہنی تربیت کے بارے میں، میں کچھ نہیں سمجھی جناب۔"

"دیکھیے مس بھارتی اب ہم آپ کو اپنا ایک اہم رکن تسلیم کر چکے ہیں تو ہو سکتا ہے بعض جگہ آپ کو ایسی مہمات سپرد کی جائیں جو آپ کے لیے خطرناک بھی ثابت ہوں، ایسی صورت میں آپ کو جسمانی تربیت بھی ملنی چاہیے تاکہ آپ اپنے دفاع کے لیے موثر قدم اٹھا سکیں۔ بلاشبہ آپ بہترین کارکردگی کی مالک ہیں اور آپ نے اس دوران جو کچھ کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے لیکن اس کے باوجود ہم محسوس کرتے ہیں کہ آپ کو جسمانی تربیت کی ضرورت ہے۔ مسز سرلا گھوش آپ کو اس سلسلے میں مکمل طور سے آگاہ کر دیں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہرطور اگر بلیک چینل یہ چاہتا ہے تو مجھے بھی اس پر اعتراض نہیں تھا۔ جہاں تک معاملہ میری ملازمت کا تو اب بلیک چینل ہی کا معاملہ ہے کہ وہ مجھے کس طرح میری اس ملازمت پر برقرار رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں مسٹر ڈان کا ڈورسے کے ساتھ رہی۔ ڈان کا ڈورسے نے وہ تمام چیزیں واپس اسی بیگ میں بھر لی تھیں اور پھر انہوں نے وہ بیگ اپنی تحویل میں لے لیا پھر وہ مجھ سے اور نیلی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔ جب وہ چلے گئے تو نیلی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"واقعی بھارتی اتنی بڑی دولت کو نظرانداز کر دینا معمولی کام نہیں ہے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو پتا نہیں میری ذہنی کیفیت کیا ہوتی؟"

میں پھیکے سے انداز میں مسکرا کر خاموش ہو گئی تو نیلی نے پھر کہا۔

"کیوں تم نے اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا؟"

"نیلی اگر تمہیں میرا بیک گراؤنڈ معلوم نہیں ہے تو اسے معلوم کرو۔ میں بچپن ہی سے دولت میں کھیلتی آئی ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں مجھے علم ہے کہ تم ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہو۔"

"بس جو کچھ میرے ساتھ ہوا اس نے مجھے اس طرف مائل کر دیا۔"

"کیا تم اس سے بددل ہو؟"

"جس انداز میں ہوا اس انداز سے بددل ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ ڈیئر اسے ذہن سے نکال دو بس یوں سمجھ لو کہ ہر جگہ کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔"

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی پھر میں نے نیلی سے پوچھا۔

"کیا تم اسی فلیٹ میں رہتی ہو؟"

"نہیں یہ ہمارا عارضی ٹھکانہ ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں تمہارے ہوٹل چھوڑ دوں گی۔" نیلی نے وہاں میری خاطر مدارت کی اور اس کے بعد مجھے اپنی کار میں بٹھا کر میرے ہوٹل پہنچا دیا۔ ہوٹل کے کمرے میں اپنے بستر پر لیٹ کر میں ان واقعات کا تجزیہ کرنے لگی تھی۔

اس بہت بڑے کام کی تکمیل کے بعد ظاہر ہے اب مجھے واپس ہی جانا تھا۔ بہرطور میں مطمئن تھی کہ میں نے بلیک چینل کے لیے اپنا کام موثر طریقے سے انجام دیا ہے اب اس دلدل میں پھنس ہی گئی تھی تو بہرطور اپنے آپ کو کوئی اہم مقام دلانا چاہتی تھی۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے آ رہے تھے لیکن میں محسوس کر رہی تھی کہ ابھی بلیک چینل کے لیے کافی کام کرنے کے بعد اس اسٹیج تک پہنچوں گی کہ بلیک چینل میرے لیے کچھ کرے۔ وقت بلور ہوتا رہا۔ جنیوا میں مجھے کسی بھی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ بس مختلف لوگوں سے ملاقات رہی۔ تھوڑی بہت سی

تفریحات رہیں اور اس کے بعد بالآخر وہ وقت آ گیا جب مجھے ہندوستان واپس جانا تھا۔

میں نے اپنا چارج لیا اور اس کے بعد ہندوستان روانہ ہو گئی۔ جہاز میں پہنچ کر مجھے سب کچھ فراموش کر دینا پڑا۔ اب میں صرف ایک ایئر ہوسٹس تھی۔ جسے اپنے فرائض یاد تھے۔ مسافروں کی دلجوئی اور ان کے لیے سفر کو پرسکون اور خوشگوار بنانا۔ یہ دہری زندگی عجیب سی لگ رہی تھی۔ اس دوران جو کچھ کر چکی تھی وہ بالکل خواب کی سی باتیں معلوم ہوتی تھیں خاص طور سے اس انکشاف نے مجھے شدید ذہنی دھچکا پہنچایا تھا کہ کورین جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے شدید زخمی کر دیا تھا وہ بے چارہ میری ہی جلد بازی کا شکار ہو گیا لیکن اس میں میرا کوئی قصور بھی تو نہیں تھا اس کے علاوہ اور چارہ کار ہی کیا تھا کہ میں بلیک چینل کی وفاداری کا ثبوت دوں۔ جو کام اتنی محنت سے میں نے انجام دیا تھا اس کے بعد یہ تو بڑی عجیب بات تھی کہ میں صرف دولت کے حصول کے لیے کسی کا آلۂ کار بن جاؤں۔ زیادہ سے زیادہ کورین یہ کر سکتا تھا کہ وہ مجھے بھی اس دولت کا کچھ حصہ دے دیتا۔ مجھے بھلا دولت کا کیا کرنا تھا؟ بہرطور فلائٹ پرسکون انداز میں دہلی پہنچ گئی۔ اور میں نے اپنے معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد گھر کا رخ کیا۔ راگنی موجود تھی۔ ولو دیبھی معمول کے مطابق تھا اور رمانا جی بھی۔ میرا انہوں نے پرجوش استقبال کیا۔ جب ہم یکجا ہو جاتے تھے تو تفریحات کچھ بڑھ ہی جاتی تھیں۔ راگنی کو البتہ تیسرے دن روانہ ہونا تھا۔ دو دن میرے اور اس کے درمیان خوب دلچسپیاں رہیں۔ ہم دونوں نے کچن میں کام کیا۔ کھانے پکائے۔ دل کو بہلانے کے لیے یہی سب کچھ تو کیا جا سکتا تھا۔ میں فوری طور پر سرلا دیوی سے ملاقات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ راگنی تیسرے دن صبح کو اپنی کسی فلائٹ پر چلی گئی۔ میرا البتہ ابھی فوری کوئی پروگرام نہیں تھا۔ آج میں نے سرلا دیوی سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ ٹیلیفون کر کے یہ معلوم کیا کہ وہ گھر پر موجود ہیں یا نہیں۔ ان کی کسی ملازمہ نے فون اٹھایا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ سرلا جی واپس آنے والی ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ پہنچ جائیں گی۔ بہرطور اتنا ہی کافی تھا۔ میں تیار ہو کر چل پڑی اور جس وقت میں سرلا گھوش کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ سرلا جی اپنی کار میں کہیں سے آئی تھیں۔ اور ان کی کار پورچ میں کھڑی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر انہوں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ اور میرا انتظار کرنے لگیں۔ میں اندر پہنچ گئی تو انہوں نے پرجوش انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔

"ہیلو بھارتی آؤ اندر آؤ میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ تمہیں آئے ہوئے دو دن ہو گئے ہیں۔"

"ہاں دیدی دراصل میں۔"

"میں جانتی ہوں مصروف ہو گی۔ اس لیے میں نے بھی ترود نہیں کیا۔ ورنہ تو میں فون تو کر ہی سکتی تھی۔"

"جی۔"

سرلا گھوش مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔ بڑے پیار سے مجھے بٹھایا اور پھر بولیں۔

"تم نے تو بہت عمدگی سے اپنے لیے ایک مقام بنا لیا ہے ویسے ایک بات میں پھر بھی کہوں گی بلاشبہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اچھا نہیں ہے لیکن یہاں بھی کم بخت دیانت داری ہی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ میرے کام اور دیانت داری کا تصور کتنا عجیب لگتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے یہ سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے تمہارے بارے میں پوری رپورٹ مجھے مل چکی ہے۔ اور یہ بھی پتا چل چکا ہے کہ تم کافی خطرناک قسم کی لڑکی ہو یعنی کسی اچھے خاصے شخص کو زخمی بھی کر سکتی ہو۔"

"کورین کے سلسلے میں مجھے افسوس ہے ویسے واقعی آپ کا کہنا بالکل درست ہے اس لائن میں اچھے لوگ مل جائیں تو کیا حیرت نہیں ہونی چاہیے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے بھارتی، اب تم بھی تو بلیک چینل سے متعلق ہو چکی ہو کیا تم فطرتاً بری ہو؟ ہم تو یہی سوچ سکتے ہیں کہ ایسے ہی بہت سے لوگ جو فطرتاً برے نہیں ہیں بلیک چینل میں شامل ہو گئے ہیں۔"

میں خاموشی سے سرلا دیوی کو دیکھتی رہی۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔

"کھانا کھا کر جانا۔ کھانا تیار کراتی ہوں۔"

"نہیں تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں بھئی ابھی تو بہت دیر تک باتیں کی جائیں گی تم سے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور باہر نکل گئیں۔

میں خاموشی سے بیٹھی ان کے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ سرلا دیوی تھوڑی دیر میں واپس آ گئیں اور پھر اطمینان سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"چائے کے لیے کہہ آئی ہوں۔ پیو گی نا؟"

"آپ کہہ آئی ہیں تو ضرور پی لوں گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کہو تمہیں ابھی یہ مہم کیسی لگی؟"

"ظاہر ہے میں ان تمام چیزوں کی عادی نہیں ہوں جو کچھ کیا انتہائی خوف و دہشت کے عالم میں کیا۔ ویسے دیدی میں کم از کم ڈاکا زنی کے بارے میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"ہم بہت سی باتوں کے بارے میں نہیں سوچ سکتے لیکن وہ خود بخود ہو جاتی ہیں۔ ہاں تم اسے ڈاکا زنی ہی کہہ سکتی ہو۔ ویسے تمہارا اکیشن میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ کہاں میں تمہیں اس کے کاغذات دکھاؤں؟"

"چھوڑیے دیدی کیسی باتیں کرتی ہیں آپ؟ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ یہ سب کچھ میں نے مالی مفاد کے لیے نہیں کیا ہے۔"

"بھئی دیکھو ساری باتیں اپنی جگہ لیکن دولت کی ضرورت کسے نہیں ہوتی؟ اس سے اتنا اجتناب نہ کرو جو آتا ہے۔ اسے آنے دو۔ کون جانے وقت کب تک کس کا کس طرح ساتھ دے اور کب تبدیل ہو جائے چنانچہ اپنا حساب کتاب اپنے پاس محفوظ رکھو۔"

"رکھ لوں گی۔ رکھ لوں گی۔ ابھی مجھے اس کی جلدی نہیں ہے۔"

سرلا دیوی سے بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے میرے نئے پروگرام کے بارے میں پوچھا تو میں نے ان سے کہا کہ ابھی تک کمپنی کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے۔"

"اب تو عجیب سا لگتا ہوگا یہ نوکری کرتے ہوئے؟"

"نہیں ظاہر ہے عجیب تو مجھے وہ سب لگتا ہے جو مجھے اس نوکری کے علاوہ کرنا پڑ رہا ہے۔"

"دم بہ ستہ اس ماحول میں ضم ہو جاؤں گی۔ ویسے تو ڈان کاوڈے کی طرف سے مجھے یہ ہدایت بھی ملی ہے کہ تمہاری جسمانی اور ذہنی تربیت کا آغاز کیا جا رہا ہے اور میں اس کے لیے تمہیں تیار کر لوں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا یہ ذہنی اور جسمانی تربیت کیسے ہوگی؟"

"اب یہ بات مسٹر کاوڈے ہی جانتے ہیں۔ ویسے انہوں نے تمہیں یقینی طور پر کارآمد پایا ہے اور تمہیں مزید کارآمد بنانا چاہتے ہیں۔"

دوپہر کا کھانا سرلا دیوی کے ساتھ کھانے کے بعد میں نے ان سے اجازت چاہی تو وہ مجھ سے بولیں۔

"آج شام کو ایک سوشل میٹنگ میں شرکت کرنی ہے اگر تم پسند کرو تو میرے پاس پانچ بجے تک پہنچ جاؤ۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مگر میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔"

"دیدی کیا کروں گی جا کر؟" میں نے کہا۔

"نہیں ڈیئر چلنا میری خواہش ہے۔" سرلا دیوی نے کچھ اس طرح کہا کہ مجھے خاموش ہونا پڑا۔ پھر میں نے کہا۔

"وقت تو اب بھی کافی ہو گیا ہے۔ مجھے ابھی گھر جا کر تیاریاں کرنا پڑیں گی۔"

"تو تیاریاں کیا کرنا پڑیں گی۔ بس ایک عمدہ سا لباس اور کیا؟"

"ٹھیک ہے میں پہنچ جاؤں گی۔"

"پہنچ نہیں جاؤں گی یوں کرو تم گاڑی لے جاؤ۔ اسی گاڑی سے واپس آجانا پھر ساتھ ہی یہاں سے چلیں گے۔"

"نہیں دیدی میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔"

"بھئی لے جاؤ تکلف مت کرو۔" سرلا دیوی نے کہا اور اس کے بعد میں ان سے رخصت ہو گئی۔

گاڑی چلاتی ہوئی میں راگنی کے فلیٹ پر پہنچی تھی اور ونود نے مجھے گاڑی سے اترتے دیکھ کر میرا خوب مذاق اڑایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ کیا [illegible] گاڑی خرید لی [illegible] نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"ونود اگر تم چاہو تو میں ابھی چھ گاڑیاں خرید کر تمہیں دے سکتی ہوں۔"

"دیدی ایسا کریں پانچ گاڑیاں اُدھار رہیں ایک دلوا دیجیے۔"

"مگر کیا ماتا جی تمہیں گاڑی چلانے کی اجازت دیں گی؟"

"ماتا جی سے پوچھ کر کون چلائے گا؟"

"اور ایسا کام میں کر نہیں سکتی جس پر ماتا جی کو بھی اعتراض ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک تو تم بزرگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بچے اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔ اب دیکھو نا دیدی میں تمہارے مشن میں تمہارے ساتھ کتنی محنت کر چکا ہوں۔ سگر جب کام نکل گیا تو پھر سے مجھے بچہ سمجھنا شروع کر دیا۔"

"اس لیے شروع کر دیا کہ تم ہو ہی بچے۔"

"تو پھر ایک بائیک دلوا دیجیے۔ دیدی آخر بائیک میں حرج ہے؟"

"ماتا جی اگر اجازت دیں گی تو پھر کل ہی تمہاری بائیک آجائے گی۔"

"آہ! کاش ماتا جی کے دل میں میرے لیے ہمدردی پیدا ہو جائے۔" ونود نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد ہم بہت دیر تک مختلف باتیں کرتے رہے۔ وہ مجھ سے نئے سفر کی تفصیلات پوچھ رہا تھا۔ پھر میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ جی تو نہیں چاہ رہا تھا کسی سوشل قسم کی میٹنگ میں جانے کا لیکن سرلا دیوی نے اس طرح مجبور کیا تھا کہ بہرحال جانا ہی پڑا۔ اب پتا نہیں کیا چکر تھا۔ بہرطور تیار ہوئی۔ سادہ سا ایک لباس پہنا تھا۔ ویسے بھی میں پرکاری کی قائل نہیں تھی۔ بس سادگی میں جو مزا ہے بلاوجہ کی فضول باتوں میں نہیں۔ چنانچہ خاموشی سے چلی گئی۔ سرلا دیوی نے بھی مجھے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا پھر بولیں۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو تم۔"

"شکریہ دیدی آپ تیار ہیں۔؟"

"ہاں دیکھ لو بالکل۔"

"مگر پروگرام کیا ہے؟"

"کچھ نہیں بھئی بس ایک رفاہی ادارے کا مہورت ہے۔ اور شریمتی سرلا گھوش کو مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے طلب کیا گیا ہے۔" سرلا دیوی کے لہجے میں ایک طنز سا تھا۔ میں اس طنز کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی لیکن میں نے اس کی کوئی وضاحت طلب نہیں کی تھی۔ ہم دونوں چل پڑے۔ ڈرائیونگ سرلا دیوی خود ہی کر رہی تھیں۔ حالانکہ ان کے پاس ڈرائیور موجود تھا۔ لیکن انہوں نے خود ہی ڈرائیور کو ساتھ نہیں لیا تھا۔ بالآخر تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک خوبصورت مقام پر پہنچ گئے۔ یہاں بڑے اچھے انتظامات کیے گئے تھے۔ ایک وسیع و عریض عمارت میں جھنڈیاں لگا کر اس کے لان پر بڑا عمدہ سا بندوبست کیا گیا تھا۔ بے شمار کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ آچکے تھے۔ سرلا دیوی کا استقبال مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے کیا گیا تھا۔ انہیں پھولوں کے ہاروں میں لاد دیا گیا۔ اور اس کے بعد انہیں اہتمام سے اس اسٹیج پر لے جایا گیا جو لان پر ہی بنایا گیا تھا۔ رفاہی ادارے کی سرگرم کارکن ایک خاتون ہی تھیں۔ جن کی عمر چالیس پینتالیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ کچھ افراد ان کے ساتھ بھی تھے۔ بہرطور میں بھی ایک جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ مجھے اسٹیج پر طلب کیا گیا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ میں خاموشی سے پروگرام کو دیکھتی رہی۔ بڑی دھواں دھار تقاریر ہوئیں۔ اور مختلف لوگوں کا تعارف سوشل ورکر کی حیثیت سے کرایا گیا۔ ان میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور سرمایہ کار تھے۔ اور ان کی شخصیتیں بڑی عجیب عجیب تھیں۔ جس خاتون نے رفاہی ادارے کے انچارج کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالیں وہ بھی ایک بڑے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ بہرطور ادارے کے اغراض و مقاصد کے بارے میں بحث ہوئی پھر سرلا دیوی کے بارے میں بہت سی تقاریر کی گئیں جن میں ان کے سوشل ورک کو سراہا گیا تھا۔ اور انہیں ملک کی ایک ممتاز ترین شخصیت قرار دیا گیا تھا۔ سرلا دیوی نے بھی اپنی تقریر میں کہا کہ وہ اپنا سب کچھ عوام کی فلاح کے لیے خرچ کر چکی ہیں اور جہاں تک ان سے ممکن ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں کام کرتی رہتی ہیں۔ میں سنجیدگی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور حیران تھی کہ لوگ کس طرح چہرے پر لبادے ڈال کر اپنی شکل تبدیل کر کے دنیا کے سامنے آتے ہیں۔ پس پردہ کچھ ہوتے ہیں اور پیش منظر میں کچھ اور۔ انسان کتنا منافق ہے یہ میرے لیے کوئی نیا تجربہ نہیں تھا۔ البتہ عملی طور پر کسی شخصیت سے پہلی مرتبہ تعارف ہوا تھا جس کا ظاہر و باطن اتنا مختلف ہو سکے۔ پورے پروگرام میں دلچسپی لیتی رہی۔ سرلا دیوی کا معاملہ تھا اور وہ بہرطور جو کچھ بھی تھیں لیکن مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ان کے اپنے انداز میں۔ میں نے ایک خاص کیفیت پائی تھی۔ اور اس وقت تقریر کرتے وقت ان کے ہونٹوں پر دو تین بار ایک عجیب سی مسکراہٹ پیدا ہوئی تھی۔ جسے صرف میں نے ہی محسوس کیا تھا۔ اور جو مجھے دیکھ کر ہی ان کے ہونٹوں پر آئی تھی۔ پروگرام بڑا شاندار رہا تھا اور بالآخر اس کا اختتام ہو گیا۔ پھر بے شمار افراد نے محبتوں اور دعاؤں کے ساتھ سرلا دیوی کو رخصت کیا۔ سرلا دیوی نے رفاہی ادارے کے لیے بہت سی ذمہ داریاں اپنے شانوں پر لے لی تھیں۔ اور پھر ہم دونوں کار میں بیٹھ کر واپس چل پڑے۔ سرلا دیوی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔ انہوں نے راستے میں کہا۔

"کہو بھارتی کچھ لطف آیا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"کتنی بے دلی سے یہ الفاظ کہہ رہی ہو۔"

"نہیں دیدی ایسی کوئی بات نہیں۔ جہاں تک لطف کا تعلق ہے تو لطف واقعی بہت آیا۔"

"بھلا کس بات پر؟" سرلا دیوی نے سوال کیا اور میں بھی مسکرا کر خاموش ہو گئی۔

"ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو اس میں ہمیشہ صاف گوئی سے کام لیا جائے۔ میں تم سے یہ سوال کر رہی ہوں بھارتی کہ تمہیں کس بات پر لطف آیا؟"

"دیدی بس کچھ عجیب سی باتیں تھیں۔"

"اخلاقاً تمہیں بتانا چاہتی تھی چلو ٹھیک ہے میں خود ہی بتائے دیتی ہوں۔ تمہیں یہاں لانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ میں تمہیں دنیا کے اصل چہرے دکھاؤں۔ غالباً تمام ہی لوگوں کا تم سے تعارف ہوا تھا۔ ان میں سے جس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہو کر لو۔ وہ جو سیٹھ بڑے سیٹھ دھن راج جی تھے تم جانتی ہو وہ دھن راج کیوں بنے ہیں۔ اس سے پہلے وہ پکوڑیاں بیچتے تھے لیکن آہستہ آہستہ ان پکوڑوں میں انہوں نے بھنگ ملا کر ان کی فروخت شروع کر دی پھر گانجا، چرس افیون اور نجانے کیا کیا۔ یہاں تک کہ دھن ان کے پاس آتا چلا گیا۔ اور دھن راج پکوڑی والا سیٹھ دھن راج رہ گیا اور آج وہ کروڑوں روپے کی دولت اور جائیداد کا مالک ہے۔ وہ جو تم نے جہاراج چرن لعل کو دیکھا تھا۔ انہیں جانتی ہو وہ کیا چیز ہیں؟ بہر طور میرے کہنے کا مقصد یہی تھا کہ جو جتنا بڑا شاطر جتنا بڑا چور اتنا ہی بڑا سماجی کارکن۔ مجھے ہی دیکھ لو میں دوسروں کی مثال کیا پیش کروں؟ میرا ظاہر کیا ہے؟ اور باطن کیا؟ لوگ مجھے ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے کتنا سراہتے ہیں لیکن تم جانتی ہو سوشل ورکر کیوں بنی ہوں؟ پارٹی کے ایما پر بلیک چینل نے مجھے اس سلسلے میں ہدایات دیں اور ایک بہت بڑا بجٹ اس سلسلے کے لیے مخصوص کر دیا کہ میں اپنے ملک اپنی حکومت کی پر خدمت کر کے بڑا نام حاصل کروں تاکہ اگر کبھی مجھ پر کوئی الزام آئے تو اس الزام کا دفاع کرنے والے بے شمار افراد ہوں۔ میری ہی طرح بے شمار افراد سوشل ورکر بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی اصل حیثیت کچھ اور ہے میں تم سے یہی کہنا چاہتی ہوں بھارتی کہ اس دنیا میں جینے کا ایک ہی ڈھنگ ہے۔ جتنی منافقت کر سکتی ہو کر لو سکون سے جیو گے اور جہاں بھی کہیں دل میں محبت، ہمدردی، لالچ، وفا اور ایثار کے جذبے پیدا ہوئے وہیں سے سمجھ لو تمہاری مصیبتوں کا آغاز ہو گیا۔"

میں خاموشی سے سرلا دیوی کی صورت دیکھتی رہی۔ میں ان باتوں سے متفق نہیں تھی۔ محبت، ہمدردی، ایثار یہ ایک الگ چیز تھی اور منافقت بالکل الگ چیز۔ منافقت اور شاطرانہ چالوں کے ذریعے دولت کمائی جاتی ہے۔ دل کا سکون نہیں،

ہیں جو انسان کے ساتھ ساتھ پیدا کیے گئے ہیں۔ اور جو ان کے خمیر میں رچے بسے ہیں۔ اور ان کے بغیر انسان اپنے آپ کو ادھورا محسوس کرتا ہے۔ دولت انسان کی تکمیل نہیں کر سکتی اگر وہ ادھورا ہے تو دولت کے سہارے مکمل نہیں ہو سکتا۔ بہر طور سرلا دیوی کے تجربات کو جھٹلانا یا ان کو چیلنج کرنا میرے لیے کسی طور ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ خاموشی اختیار کر لی جائے اور میں نے سرلا جی کی باتوں پر خاموشی اختیار کر لی۔ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ یہی بتانا چاہتی تھیں کہ جو کچھ بلیک چینل نے میرے سپرد کیا ہے اسے سر انجام دینے میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہ کروں کیونکہ اسی میں میرا مستقبل بھی محفوظ ہے۔ بہر طور یہ بات تو میں نے دل سے تسلیم کر لی تھی کہ بلیک چینل کے ساتھ کام کروں گی۔ اور جس وقت سے میں اپنے آپ کو اس میں اس قدر مستحکم کر لوں گی کہ بلیک چینل میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جائے تو سب سے پہلا کام یہی کروں گی کہ اپنے پتا جی اور دادا جی کے قاتلوں کو تلاش کروں۔ بس بلیک چینل میں شمولیت کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد تھا میرا۔ دولت کا جہاں تک معاملہ تھا۔ دادا جی کی چھوڑی دولت اتنی تھی کہ اگر میں زندگی سکون سے بسر کرنا چاہتی تو مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ سرلا دیوی کے ساتھ یہ پروگرام بہت سی معلومات کا باعث بنا تھا۔ اور سرلا دیوی بھی مجھے یہی بتانا چاہتی تھیں کہ میں اپنے طور پر غور کر رہی ہوں۔ اس میں میرا نقصان نہیں ہے۔ وقت گزرتا گیا۔ اور پھر ایک نیا واقعہ پیش آیا۔ راگنی واپس آ گئی تھی اور اس دن ہم دونوں معمول کے مطابق تفریحات میں مشغول تھے کہ ایک صاحب نے دروازے کی بیل بجائی ہم نے دروازہ کھولا تو وہ ہمارے سامنے کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ان کا نام ارون کمار شرما ہے اور وہ ایڈووکیٹ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ملنے کی فرمائش کی تھی۔ بہر طور راگنی انہیں اندر بلا لائی۔ ارون کمار شرما ایڈووکیٹ نے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولے۔

"بھارتی جی کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ میں آپ کا خاندانی ایڈووکیٹ ہوں؟"

"نہیں ارون جی میری تو آپ سے پہلی ہی ملاقات ہوئی ہے۔"

"آپ مجھے شرما جی کہہ کر مخاطب کر سکتی ہیں اور میرا خیال ہے کہ بردیپ کمار جی نے کبھی نہ کبھی آپ کے سامنے میرا نام لیا ہو گا؟"

"یا تو میرے ذہن سے اتر گیا یا پھر اگر انہوں نے کبھی یہ نام لیا بھی ہو گا تو میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ بہر طور آپ

[illegible] تعارف کرا دینا کافی ہے۔ فرمائیے میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"[illegible] آپ کے دادا جی کی چھوڑی ہوئی جائیداد کا تصفیہ کرنا ہے۔ [illegible] دن سے اس سلسلے میں کام کر رہا تھا اور سوچا تھا کہ آپ سے ملاقات کروں لیکن بس کچھ مصروفیتیں رہیں اور پھر ایک بار [illegible] کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تو [illegible] آپ سنگ سے باہر ہیں۔ اب میں نے پتہ لگایا تو بھی [illegible] قائم کیا تو پتا چلا کہ ان دنوں آپ گڑاؤنڈ میں رہیں سو [illegible] آپ کے پاس چلا آیا۔"

"ٹھیک ہے فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ وہ جائیداد وغیرہ آپ اپنی تحویل میں [illegible] اور اس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کارروائیاں کرنی ہیں [illegible] کر لیا جائے۔"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ فی الحال مجھے کوئی [illegible] نہیں ملا تھا اپنی کمپنی کی طرف سے۔ اگر کوئی ایسی کارروائی [illegible] حیثیت رکھتی ہے کرنا چاہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض [illegible] ہے۔"

"کیا آپ کل دوپہر کو بارہ بجے میرے دفتر میں آنا پسند [illegible]؟"

"اگر آپ حکم دیں گے تو ضرور پسند کروں گی۔" میں نے کہا۔

"[illegible] شکریہ۔ یہ تو آپ کا تعاون کی بات ہے۔ براہ کرم [illegible] کر لیجیے۔ کل بارہ بجے میں اپنے دفتر میں آپ کا انتظار [illegible] گا۔"

"میں پہنچ جاؤں گی۔" میں نے کہا اور ارون جی مجھ سے [illegible] ہو کر چلے گئے۔

راگنی مجھ سے اس موضوع پر بات کرنے لگی۔

"دادا جی کی جو جائیداد ہے اس کا تو کیا کرے گی؟"

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ مکان تو میں نے اپنی [illegible] کے لیے بیچ دیا۔ جو میرے لیے نحوستوں اور مصیبتوں [illegible] بنا تھا اور یہ سب پاس آ گئی۔ لیکن اس جائیداد کا میں [illegible] کروں گی۔ یہ میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا؟"

"خیر جائیداد وغیرہ سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ وہ جو [illegible] ہے تو اس کے انتظام کے لیے ایک منیجر مقرر کر دے۔ وہ [illegible] تمام جائیداد وغیرہ کو سنبھالے گا۔ تو جو کچھ کر رہی ہے کرتی رہ [illegible] تیرا شوق ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے میں تم لوگوں کے مشورے ہی سے جو کچھ [illegible] سکتی ہوں کروں گی۔" میں نے کہا اور پھر دوسرے دن

میں نے راگنی کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

ہم ارون کمار شرما کے دفتر میں پہنچے تو وہ ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن ان کے دفتر میں قدم رکھتے ہی میرے ذہن پر ایک شدید دھچکا پڑا کیونکہ میں نے ارون کمار شرما کے دفتر میں جے شری دیوی کو بھی دیکھا تھا جے شری دیوی تنہا تھیں۔ ایک خوبصورت ساڑھی میں ملبوس تھیں سیاہ رنگ کا ایک پرس ان کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا۔ اور وہ شاید میرا ہی انتظار کر رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر میں حیرت سے چونک پڑی دوسری جانب جے شری نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا تھا۔

"آؤ بھارتی کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

راگنی خاموشی سے جے شری کی صورت دیکھ رہی تھی۔

شرما جی بولے۔

"آپ لوگ تشریف رکھیے اور پہلے یہ بتلائیے کہ میں آپ لوگوں کے لیے کیا منگواؤں؟"

"کچھ نہیں شرما جی میں چائے پی کر آئی ہوں اور اب کچھ نہیں پیوں گی۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

جے شری کو دیکھ کر مجھے جو شدید جھٹکا لگا تھا اس سے میں ابھی آزاد نہیں ہو سکی تھی۔ جے شری دیوی نے کہا۔

"تم راگنی ہو؟" مخاطب راگنی تھی۔

"جی ہاں۔"

"مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آج کل بھارتی تمہارے ساتھ رہتی ہے۔"

"جی۔" راگنی نے جواب دیا۔

"مجھے جانتی ہو؟"

"نہیں تعارف حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" راگنی نے جواب دیا۔

"میں بھارتی کی ماں ہوں۔" جے شری دیوی نے کہا۔ اور راگنی چونک پڑی۔ میں نے بھی ایک لمحے کے لیے جے شری دیوی کی طرف دیکھا تھا۔ تب جے شری دیوی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"لیکن سوتیلی۔"

راگنی ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔

جے شری نے چند لمحات کے بعد پھر کہا۔

"راگنی، بھارتی تمہارے پاس رہتی ہے ظاہر ہے اس نے تمہیں اپنے حالات کی تفصیلات بتائی ہوں گی۔ یہ بتایا ہو گا۔ اس نے کہ میں شردھا پور میں رہتی ہوں۔"

"جی ہاں بس مختصراً۔ مجھے کوئی تفصیل نہیں معلوم اور نہ ہی میں نے تفصیل پوچھنا پسند کی۔" راگنی نے صاف لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ بہر طور بھارتی، شرما جی نے شردھا پور سے خاص طور سے مجھے طلب کیا ہے۔ بقول ان کے کہ وہ اس جائداد کے کاغذات کی تکمیل کر لینا چاہتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں بتی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے خواہاں ہیں۔ میں ان کی فرمائش پر یہاں آگئی ہوں۔ شرما جی اب بھارتی موجود ہے آپ کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں آپ کو تفصیل بتا چکا ہوں جے شری جی۔ ہردیپ کمار جی اور مدن کمار جی کی کل جائداد تقریباً ڈھائی کروڑ روپے تک پہنچتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ اور چیزیں ایسی ہوں جن کی مالیت کا میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکا لیکن ان کی تفصیلات میرے پاس موجود ہیں۔ ڈھائی کروڑ روپے کی اس جائداد کے سلسلے میں، میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں کے درمیان تصفیہ ہو جائے۔ جہاں تک مجھے آپ کے بارے میں معلوم ہے کہ جے شری جی آپ مدن کمار کی پتنی رہی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا اور آپ اپنے پتا جی کے پاس شردھا پور چلی گئی تھیں لیکن بہر طور مدن کمار جی اور اس کے بعد ہردیپ کمار جی کی موت کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس جائداد کا کوئی تصفیہ ہو جائے اور اس کی کوئی تقسیم ہو جائے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے مدن کمار اور ہردیپ کمار جی کی اولادوں میں سے بھارتی جی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ باقی جہاں تک رہا آپ کا مسئلہ تو آپ مدن کمار جی کی پتنی ہیں اور جائداد میں آپ کا حق بھی بنتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ باہمی تصفیے کے تحت آپ دونوں یہ فیصلہ کر لیں کہ جائداد میں سے کتنا حصہ آپ کو لینا ہے۔ اور کتنا بھارتی جی کو۔ تاکہ میں کاغذات کی تکمیل کر لوں۔ جہاں تک قانونی معاملات کا تعلق ہے تو میں خود بھی آپ سے کہہ سکتا ہوں جے شری جی کہ آپ کو جائداد کا کتنا حصہ مل سکتا ہے۔"

"آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں شرما جی؟" جے شری نے سوال کیا۔

"نہیں۔ بس میرا کام اتنا ہی تھا اور یہ میری ذمہ داری تھی کہ میں اس کی تکمیل کرنے کے لیے آپ تک پہنچا۔"

"تو پھر شرما جی ڈرافٹس تیار کر لیجیے میں اس پر دستخط کرنے کے لیے تیار ہوں بلکہ اگر آپ چاہیں تو یہ دستخط اعتماد کی بنیاد پر سادہ کاغذ پر بھی لیے جا سکتے ہیں۔ بھارتی کی جائداد میں سے مجھے ایک پیسے کی بھی چیز درکار نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں خود بھی صاحب حیثیت ہوں۔ اور میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ مجھے دولت کی ہوس نہیں ہے بھارتی کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا ہے اور وہ اس کی پوری حقدار ہے۔ میں اگر کوئی حصہ اس میں رکھتی بھی ہوں تو آج آپ کے سامنے اور اگر آپ چاہیں تو عدالت کے سامنے اس حق سے دستبردار ہو سکتی ہوں۔ آپ کاغذات تیار کر لیجیے۔ انہیں عدالت میں پیش کر دیجیے۔ میری ضرورت پیش آئے گی۔ تو میں عدالت میں پیش ہو جاؤں گی۔ اور وہاں جا کر میں یہی کہوں گی کہ مجھے بھارتی کی جائداد میں سے کچھ نہیں چاہیے۔ وہ تمام چیزیں اسے دے دی جائیں۔ میں اپنے حصے سے اس کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔"

"نہیں جے شری جی۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ آپ اگر دولت سے بے نیاز ہیں تو معاف کیجیے گا میں بھی فراخدلی میں آپ سے کم نہیں ہوں۔ آپ اپنے حصے کی پوری جائداد لے لیں اس کے بعد اسے خیرات کر دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا جہاں تک میرا معاملہ ہے میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لینا چاہتی شرما جی آپ قانونی طور پر جے شری جی کا جو حصہ بنتا ہے ان کو دے دیں اور باقی ... تو میرا حصہ ہے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا اور شرما جی باری باری ہم دونوں کی صورت دیکھتے رہے۔ پھر مسکرا کر بولے۔

"بھئی اگر آپ دونوں پسند کریں تو یہ ساری جائداد جو آپ کو اور کسی کو درکار نہیں ہے مجھے دے دیں میرے بال بچوں کا بھلا ہو جائے گا۔" شرما جی نے یہ بات ازراہ مذاق کہی تھی لیکن جے شری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی سا نہوں نے کہا۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکی ہوں اور اس کے بعد قانون جو فیصلہ کرے وہ مجھے نامنظور نہیں ہوگا۔ بھارتی اگر اس بات پر مصر ہے کہ وہ مجھے جائداد دے دے تو ٹھیک ہے شرما جی میرا جو کچھ حصہ قانونی طور پر بنتا ہے۔ میرے حوالے کر دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" جے شری کے لہجے میں ہلکی سی ترشی پیدا ہو گئی تھی۔ جسے ہم تینوں ہی نے محسوس کیا تھا۔ شرما جی کہنے لگے۔

"کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ لوگ کچھ وقت خاموشی کے ساتھ گزار لیں۔ مجھ سے الگ ہو کر؟"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ اپنے درمیان تصفیہ کر لیں گی۔"

"نہیں شرما جی ان تکلفات کو جانے دیں۔"

"بھارتی میں چاہتی ہوں کہ تم تھوڑا سا وقت میرے ساتھ میرے ہوٹل پر گزارو۔"

"اور اگر آپ دونوں پسند کریں تو اس کے لیے میرا فلیٹ بھی حاضر ہے۔" راگنی نے کہا۔

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ بھارتی میرے ساتھ کچھ دیر تنہا رہے۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ لوگ اپنا اپنا فیصلہ مجھے سنا چکے ہیں لیکن اس کے باوجود ابھی ایک فیصلہ باقی ہے جس سے مجھے فون پر آگاہ کر دیا جائے۔ یا جیسا بھی آپ پسند کریں۔ تو جے شری جی آپ بھارتی کو اپنے ساتھ اپنے ہوٹل لے جائیے۔"

میں نے راگنی سے معذرت کی اور اس سے کہا کہ وہ واپس چلی جائے۔ شرما جی نے کہا کہ وہ راگنی کو اس کے گھر بھجوانے کا انتظام کر دیں گے لیکن راگنی نے کہا کہ وہ ٹیکسی سے چلی جائے گی۔ کوئی بات نہیں ہے۔ جے شری اور میں وہاں سے اٹھ گئے جے شری نے شہر کے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اور شاندار کمرے میں تنہا ہی تھیں۔ مجھے لے کر وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گئیں اور پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا ... بھارتی ... ؟"

"کچھ نہیں جے شری دیوی۔"

"غلطی سے ہی سہی ایک دو بار ماتا جی کہہ چکی ہو تو ایک آدھ بار اور کہہ لو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"معاف چاہتی ہوں یہ مقدس نام میں نے اپنی ماں کے لیے مخصوص کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے مجھے اس کے استعمال کی صحیح جگہ نہیں معلوم تھی۔ میں تو پریشان ہو کر آپ کے پاس پہنچی تھی جے شری۔ بعد میں نے آپ کی ممتا کو آواز دی تھی لیکن آپ نے نہایت سختی سے مجھ سے اس کے لیے انکار کر دیا۔"

"تو کیا تمہارا کیا خیال تھا میں تم سے جھوٹ بولتی؟"

"نہیں لیکن۔ لیکن بس اس کے بعد میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔"

"خیر میں جانتی ہوں کہ میرا اعتباری نہ ہو میں کوئی متعلم نہیں ہے۔ بہر طور بھارتی بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو انسان اپنے ذہن اور دماغ سے سوچ کر نہیں کرتا بلکہ اسے بعض حالات میں مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ تم ایک بات کا تو بالکل اطمینان رکھو میں تمہیں اپنی کوئی مجبوری نہیں بتاؤں گی۔ ظاہر ہے یہ بات عرف ... جو ... چاہتی ہوں کہ تمہیں جائداد کی مجھ سے زیادہ ضرورت ہے چھوڑو یہ ملازمت والازمت کس چکر میں پڑی ہوئی ہو خواہ مخواہ ادھر سے ادھر بھاگی پھرتی ہو۔ فضائی زندگی ویسے بھی خطرناک ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ تم یہاں رہ کر اپنی جائداد وغیرہ کا انتظام سنبھالو۔ اتنی آمدنی ہے اس سے کہ تمہیں روپے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ جہاں تک تمہاری زندگی اور تمہارے مستقبل کا تعلق ہے اگر تم بھی اس سلسلے میں میری ضرورت محسوس کرو تو میں تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

میں خاموشی سے جے شری کی صورت دیکھتی رہی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ایک سوال کا جواب دے سکتی ہیں جے شری جی؟"

"ہاں۔ ہاں ضرور پوچھو۔" جے شری نے کہا۔

"میرے دادا جی کو کس نے قتل کیا؟" میں نے جے شری کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مجھے احساس ہوا جیسے جے شری کے بدن کو جھٹکا سا لگا ہے۔ وہ ساکت رہ گئی تھیں۔

جے شری جی۔ جیسے پتھرا کر رہ گئی تھیں۔ یوں لگا جیسے ان کی قوت گویائی ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ میں سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے چند لمحات کے بعد قابو پا لیا اور پھر آہستہ سے بولیں۔

"تمہارے خیال میں مجھے اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"میرے پتا کو کس نے قتل کیا۔" میں نے ان کے سوال کو نظر انداز کر کے کہا۔

"بھارتی تم کیسے الٹے سیدھے سوالات کر رہی ہو تم مجھ سے؟"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں جے شری دیوی کہ آپ میرے پتا کو چھوڑ کر کیوں چلی گئی تھیں؟"

"نہیں۔ میں یہ نہیں بتا سکتی؟"

"تو کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ میرے پتا کو کس نے قتل کیا؟"

"مجھے یہ نہیں معلوم۔"

"تو کیا آپ یہ بھی نہیں بتا سکتیں کہ میری موسی جی اور میرے دادا جی کو کس نے قتل کیا؟"

"بھارتی مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم۔" جے شری نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چلیے چھوڑیے کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ رادھا پربت

کون ہے ؟"

"بھارتی کیا فضول بکواس کر رہی ہو تم ؟"

"اچھا کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ آپ اُس سے خوفزدہ کیوں رہتی ہیں ؟"

"بھارتی۔" جے شری کا لہجہ بے حد سخت ہوگیا۔

"اجازت چاہتی ہوں جے شری دیوی، آپ مجھے جس محبت سے کھلانے پر لائی تھیں افسوس میں اُس کی متحمل نہیں ہو سکی۔"

"اگر تم یہ سمجھتی ہو بھارتی کہ ان تمام معاملات میں میرا کوئی ہاتھ ہے تو میں تم سے اپنی صفائی کے لیے کچھ نہیں کہوں گی۔ لیکن یہ الفاظ تمہارے جانے سے پہلے کانوں میں ڈال دینا چاہتی ہوں کہ آنے والا وقت تمہیں بتا دے گا کہ میں اس سلسلے میں بالکل بے گناہ تھی۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔" میں نے کہا اور یہاں کے کمرے سے باہر نکل آئی۔ میرے بدن میں ہلکی ہلکی لرزشیں تھیں۔ باہر نکل کر میں نیچے اتری اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی گھر کی جانب چل پڑی۔ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ کیا جے شری سے یہ الفاظ کہہ کر میں نے غلطی کی لیکن جو میرے دل میں جو طوفان برپا تھا، میرے سینے میں جو سمندر کھول رہا تھا اس کا میں کیا کرتی ؟ جے شری دیوی اور رانا پربت سنگھ کو میں نے ساتھ ساتھ دیکھا تھا۔ دونوں کے درمیان ایسے عجیب و غریب تعلقات تھے کہ میں ان کا کوئی تجزیہ نہیں کر سکتی تھی۔ جے شری دیوی، رانا پربت سنگھ کے اشاروں پر عمل کرتی تھیں۔ رانا پربت سنگھ مجھے سنتی یا اپنی جھلک دکھا چکا تھا، میرا گھر رانا پربت سنگھ نے خریدا تھا، شیتل رانا پربت سنگھ کا بیٹا تھا اور وہ دوبارہ ہمیں ایسی مصیبتوں میں پھنسانے کے بعد خود ہم سے علیحدہ ہوگیا تھا جن سے ہماری جان بھی جا سکتی تھی۔ یہ تمام باتیں بہرطور ایک سمت اشارہ کرتی تھیں۔ اور اس راستے میں جے شری دیوی بھی پڑتی تھیں۔ میں بھلا اس بات کو کیسے نظرانداز کر سکتی تھی۔ راگنی میرا انتظار کر رہی تھی مجھے افسوس تھا کہ اُسے اس طرح آ جانا پڑا تھا، بہرطور اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے خود ہی اُسے تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ راگنی نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت کرنا پسند نہ کیا اور میں خاموش ہوگئی۔ بہرطور اس کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا جو قابلِ ذکر ہوتا۔ دو دن کے بعد مجھے پھر فلائٹ پر جانا پڑا۔ میری یہ فلائٹ کسی قسم کے حادثے سے پاک تھی۔ معمول کے مطابق اپنا کام کیا اور واپس چلی آئی۔ پھر ایک اور فلائٹ پر گئی اور اس کے بعد پھر چند روز کے لیے شہر ہی میں رہ گئی۔ سرلا دیوی نے اس دوران مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا تاہم میں نے دوسری فلائٹ سے واپس آنے کے بعد ٹیلی فون پر ان سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا۔

"فرصت ہو تو آ جاؤ، حالانکہ کوئی خاص کام نہیں ہے بس گپ شپ ہی رہیں گی۔"

"ٹھیک ہے میں آ رہی ہوں۔"

"رات کا کھانا ساتھ ہی کھائیں گے اور تھوڑی سی آوارہ گردی بھی کریں گے۔"

میں راگنی سے کہہ کر چل پڑی اور تھوڑی دیر کے بعد سرلا دیوی کے پاس پہنچ گئی۔ سرلا دیوی اسی طرح تروتازہ نظر آ رہی تھیں۔ میرا خیر مقدم مسکراتے ہوئے کیا اور اس کے بعد بولیں۔ "بس یونہی نہ جانے کیوں آج جی چاہ رہا ہے کہ ساحلِ سمندر کی سیر کی جائے۔"

"چلیے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ کوئی خاص بات ہوتی تو سرلا دیوی خود ہی مجھے بتاتیں ساحلِ سمندر پر گشت کرتے ہوئے وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہیں۔ اور موضوع بدلتے رہے۔ مسٹر وان کا تذکرہ بھی زیرِ بحث آئے۔ اور اس سلسلے میں ان کی [illegible] بھی ہوا۔ ساحل پر بے شمار افراد موجود تھے۔ ہم لوگ دیر تک چہل قدمی کرتے رہے۔ اس کے بعد شام کا جھٹپٹا پھیل گیا اور ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ سرلا دیوی خود ہی کار ڈرائیو کر رہی تھیں۔ غالباً انہیں کار ڈرائیونگ کا شوق بھی تھا ہم لوگ وہاں سے ایک بھری پُری سڑک پر آ گئے۔ ایک جگہ کار پارک کر کے ہم دونوں نیچے اُترے۔ سرلا دیوی کو تھوڑی سی شاپنگ کرنا تھی، چنانچہ ہم دکان کی جانب بڑھ گئے۔ میرے ہاتھ میں پرس جھول رہا تھا اور میں پُرسکون انداز میں دکان کی جانب بڑھ رہی تھی کہ یکایک ایک نوجوان مجھ سے ٹکرایا اور کچھ اس طرح ٹکرایا کہ سرلا دیوی اگر مجھے سنبھال نہ لیتیں تو یقینی طور پر میں فٹ پاتھ پر گر جاتی۔ دوسرے لمحے پرس میرے ہاتھ سے نکل گیا اس کا لیتہ تو میری کلائی میں ہی لپٹا ہوا تھا، لیکن اس کے دونوں کڑے ٹوٹ گئے اور یہ کوشش اس نوجوان کی تھی۔ اُس نے پرس میرے ہاتھ سے چھینا تھا لیکن چونکہ اس کا اوپری حصہ میری کلائی میں لپٹا ہوا تھا اس لیے پرس ٹوٹ گیا اور وہ اس نوجوان کے ہاتھ میں آ گیا۔ نوجوان نے ایک طرف چھلانگ لگائی تھی، لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ چھلانگ لگاتے

[illegible] ایک الیکٹرک پول سے ٹکرا گیا اور کچھ اس طرح گر کر وہ [illegible] ہو گیا۔ میں اور سرلا دیوی تیزی سے اس کی جانب [illegible] اور پھر میں نے برق رفتاری سے پرس اُس کے ہاتھ [illegible] لیا۔ سرلا دیوی نے میرا بازو دبایا تھا اور پھر وہ آہستہ [illegible] بولیں۔

"نہیں اسے پولیس کے حوالے نہیں کرنا۔ بہت سے [illegible] جمع ہو گئے تھے۔ وہ ہم سے صورتِ حال معلوم کرتے رہے [illegible] سرلا دیوی نے فوراً ہی لوگوں کو بتایا کہ یہ ان کا ملازم ہے [illegible] کام سے اس انداز میں دوڑا تھا کہ پول سے ٹکرا کر گر [illegible] حالانکہ چند لوگوں نے اسے میرے ہاتھ سے پرس چھینتے [illegible] دیکھا بھی تھا۔ انہوں نے اس بات کی نشاندہی [illegible] تو سرلا دیوی نے بڑا اعتماد انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ یہ برسوں سے میرے پاس کام کرتا ہے۔ میں بھلا یہ الزام اس پر [illegible] سکتی ہوں۔ آپ لوگ براہِ کرم اپنا کام کیجیے۔ میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی ہوں اور پھر لوگوں کی مدد سے [illegible] دیوی نے اس نوجوان کو گاڑی میں ڈالا اور خود کار ڈرائیو [illegible] آگے بڑھ گئیں۔ چند ہی لمحات کے بعد انہوں نے کہا۔

"اس کے غالباً سر میں چوٹ لگی ہے، دیکھو اس کے پاس [illegible] تو نہیں ہے۔" [illegible] میں نے برق رفتاری سے اس کی جیبیں تلاش کر لیں [illegible] ایک لمبا شکاری چاقو اس کی جیب سے برآمد ہوا [illegible] اس کے علاوہ ایک خاص قسم کا بلیڈ جو جیب تراشی کے [illegible] استعمال ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جرائم پیشہ [illegible] سرلا دیوی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولیں۔

"[illegible] بے چارہ مریض۔"

"[illegible] ہم اسے کہاں لے چلیں ؟"

"ابھی چند منٹ کے بعد میں اسے ڈاکٹر چوپڑہ کے پاس [illegible] جا رہی ہوں۔ وہ ذرا دیکھ لیں گے یہ چوٹ کوئی خاص [illegible] کی حامل تو نہیں ہے۔ اگر زیادہ گہری چوٹ ہوئی تو [illegible] اسے ہسپتال میں ایڈمٹ کرنا ہوگا۔ ہم لوگ باقی تمام [illegible] بھول گئے۔ ڈاکٹر چوپڑہ کا کلینک ایک اچھی شاہراہ [illegible] سرلا دیوی کا نام سنتے ہی ڈاکٹر چوپڑہ نے فوراً ہی [illegible] جانب توجہ دی اور اس نوجوان کی خبرگیری کرنے [illegible] اسے دوا انجکشن دیے گئے اور اس کے بعد اس کے سر کے [illegible] ٹانکے لگا دیے گئے جو پول سے ٹکرانے کے نتیجے میں [illegible] ٹانکے لگانے کے بعد اس پر بینڈیج کر دی گئی تھی۔ سرلا دیوی نے ڈاکٹر صاحب سے اُس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کی بے ہوشی بالکل عارضی نوعیت کی ہے ہو سکتا ہے کہ چند لمحات کے بعد ہی وہ ہوش میں آ جائے۔ کوئی ایسی

خاص بات نہیں ہے صرف ضرب کی وجہ سے یہ بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔" ڈاکٹر کے اطمینان دلانے کے بعد ہم لوگ مطمئن ہو گئے تھے۔ سرلا دیوی نے ایک لمحہ کے لیے مجھے دیکھا اور پھر بولیں:

"بہتر ہے کہ اسے گھر ہی لے چلا جائے۔"

"گھر!" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں بھئی۔ بوریت دور کرنے کے لیے کیا یہ نسخہ اچھا نہیں ہے۔؟"

"مگر اسے ہوش تو آ جائے۔"

"ہاں انتظار کیے لیتے ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد ہی اسے لے چلیں گے۔" ہم لوگ انتظار کرنے لگے۔ واقعی ڈاکٹر چوپڑہ کا کہنا درست ثابت ہوا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد اس نوجوان نے ایک کراہ سی لی اور اس کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ پھر ہمیں اپنے سامنے دیکھ کر اس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔

"نہیں۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیا تم بہتر ہو؟" نوجوان نے زبان خشک ہونٹوں پر پھیر کر کچھ کہنا چاہا۔ لیکن کچھ نہ بول سکا۔

"آؤ چلو۔ یہاں سے چلتے ہیں۔ یہ ہسپتال ہے یہاں لوگ تمہیں پریشان کریں گے۔" نوجوان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سرلا دیوی نے اسے ہاتھ کے سہارے سے اٹھایا اور پھر ہم اسے ساتھ لے کر باہر آ گئے جب میں نے اسے کار میں بیٹھنے کی پیشکش کی تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھنے لگا اور پھر بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"م۔ معاف کر دیجیے آپ۔ م مجھے معاف کر دیجیے۔"

"بیٹھو۔" سرلا دیوی نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے اسے بازو سے اندر دھکیل دیا۔ نوجوان دہشت زدہ سے انداز میں کار میں بیٹھ گیا تھا میں سرلا دیوی کے برابر بیٹھ گئی اور کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی، ویسے سرلا دیوی کا یہ دلچسپ روپ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا میں نے دو تین بار پلٹ پلٹ کر نوجوان کا چہرہ دیکھا اس کی حالت خوف سے خراب ہوئی جا رہی تھی تب میں نے کہا۔

"تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہم تمہاری اس حرکت کے بارے میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دیتے تو تم جانتے ہو تمہیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا؟"

"مجھے جانے دیجیے براہ کرم مجھے جانے دیجیے۔"

"چلے جانا میں تمہیں روکوں گی نہیں آؤ میرے ساتھ تو تھوڑی دیر بیٹھ کر تمہارے ساتھ کچھ باتیں کی جائیں گی اس کے بعد تم جانا چاہو گے تو ہم تمہیں نہیں روکیں گے۔" سرلا دیوی کا لہجہ نرم اور مشفقانہ تھا۔ بہر طور نوجوان کے چہرے کا خوف کم نہیں ہوا کار کی رفتار تیز تھی ورنہ وہ شاید اتر کر بھاگ ہی جاتا تھوڑی دیر کے بعد کار سرلا دیوی کے مکان میں داخل ہو گئی اور ہم اسے ساتھ لے کر اندر چل پڑے، نوجوان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے ویسے اتنا خون نہیں بہا تھا کہ وہ کمزور ہو جاتا اچھا خاصا تن و توش کا نوجوان تھا لیکن شاید دہشت کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو گئی تھی۔ میں سرلا دیوی کی اس دلچسپی کے بارے میں یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کہیں اس کے نتیجے میں انہیں کوئی نقصان ہی نہ اٹھانا پڑ جائے نوجوان کوئی بھی حرکت کر کے فرار ہونے کی کوشش کر سکتا ہے لیکن وہ کچھ زیادہ ہی نروس تھا ہمارے ساتھ وہ ڈرائنگ روم میں آ گیا اور سرلا دیوی نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ پھر انہوں نے ملازم سے کافی لانے کے لیے کہا تھا۔

"دیوی جی مجھے جانے دیجیے۔ خدا کے لیے مجھے جانے دیجیے۔ میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟" سرلا دیوی نے سوال کیا۔

"جانے دیجیے، آپ نے جب میرے اوپر اتنا احسان کیا ہے تو یہ احسان اور کر دیں کہ مجھے پولیس کے حوالے نہ کریں مجھے جانے دیں آپ نہیں جانتیں کہ۔ کہ۔"

"ہیں۔ اتنے کم [illegible] سے نہ گھبراؤ [illegible] نام کیا ہے تمہارا۔"

"سعید۔ سعید احمد۔"

"مسلمان ہو؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"اطمینان سے بیٹھو سعید۔ میں ایک بار پھر تمہیں اطمینان دلاتی ہوں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ ممکن ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں، میرا نام سرلا گھوش ہے اور یہ میری بھانجی ہیں۔"

"جی۔ جی دیوی جی۔ خدا کے لیے آپ مجھے جانے دیں۔ میری ماں، بہن اور۔ اور۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا سعید، بالکل فکر مت کرو۔ تم اطمینان سے بیٹھو میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔" سرلا دیوی نے کہا اور ملازم کی طرف دیکھنے لگیں جو کافی کے برتن اور ٹرالی پر کھانے پینے کی کچھ چیزیں سجائے اندر آیا تھا۔ سعید خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"کھاؤ بے تکلفی سے کھاؤ۔ یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھو اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا ہی منظور ہوتا تو ہم تمہیں پولیس کے حوالے نہ کر دیتے؟" سعید کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"آپ نے مجھ پر یہ احسان کیوں کیا ہے دیوی جی۔؟"

"اس میں کوئی برائی ہے۔؟"

"نہیں۔ بس میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے اس کی۔"

"میں نہیں مانتا۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اوہ۔ نہیں معاف کیجیے۔ معافی چاہتا ہوں۔" اس نے سنبھل کر کہا۔ اور سرلا دیوی مسکرانے لگیں۔

"تو سعید۔ کھاؤ۔ میں چاہتی ہوں تم میری باتوں پر اعتماد [illegible] میں تم سے کچھ باتیں کروں۔" انہوں نے کہا اور سعید [illegible] کچکچاتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"بات کچھ بھی نہیں ہے سعید، تم نے ہمارا پرس چھین کر [illegible] نے کی کوشش کی۔ اس میں کامیاب نہ ہو سکے زخمی ہو گئے [illegible] نے انسانی بنیاد پر سوچا اور تمہیں معاف کر دیا۔ اس میں [illegible] برائی نہیں ہے اور اب فطری طور پر ہماری خواہش ہے [illegible] رے بارے میں کچھ معلوم کریں۔"

"[illegible] تعجب ہوتا ہے ایسی باتوں پر۔" اس نے کہا۔

"کیسی باتوں پر؟"

"معاف کیجیے کوئی سختی بات نہیں کہوں گا۔ وہ پرانی باتیں [illegible]"

"[illegible] ہم زمین کے باسی ہیں اسی زمین کی باتیں کریں گے [illegible] زمین پر ہماری کہانیاں ہیں۔ ہاں اگر کوئی پیار سے [illegible] چھیننے کی کوشش کرے تو بات خود بخود الجھ جاتی ہے۔" [illegible] دیوی نے کہا۔

"ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں۔"

"تمہاری کہانی کیا ہے؟"

"ایک اچھے گھرانے کا فرد ہوں۔ بہت بڑا خاندان ہے [illegible] دادا جان انگریزوں سے خطاب یافتہ تھے۔ جب تک [illegible] پر ان کی حکومت رہی۔ دو تایا ہیں میرے ان [illegible] اور بچے ہیں، کافی جائیداد ہے ان کی اور وہ سب [illegible] عیش کر رہے ہیں۔"

"اور تم۔؟"

"میں راندۂ درگاہ ہوں۔"

"کیوں؟"

"[illegible] کی سفارش کی وجہ سے۔"

"[illegible] کہانی سناؤ سعید۔"

"ہاں۔ کہانیاں ہر عمر کے لوگوں کو پسند آتی ہیں بیگم صاحبہ۔" وہ تلخی سے مسکرایا۔

"یہ بات نہیں ہے سعید۔ بعض اوقات اس خواہش کے پس پردہ کچھ اور جذبے بھی کار فرما ہوتے ہیں۔" سرلا دیوی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"وہ کیا دیوی جی۔؟"

"ہر انسان کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات دوسروں کی کہانیوں میں اسے اپنا ماضی چھپا ہوا نظر آ جاتا ہے۔"

"ہاں یہ سچائی ہے۔"

"اور اسی سچائی کے رشتے سے میں تم سے متاثر ہوں۔"

"دولت جائیداد۔ اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں بعض اوقات انسان سے اس کی انسانیت چھین لیتی ہیں۔ ہمارا گھرانا باعزت تھا۔ دادا جان کی بڑی ساکھ تھی۔ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ کچھ لوگوں کو اس بات کی شکایت تھی کہ دادا جان انگریزوں سے دلچسپی رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ وقت نے سب کچھ بھلا دیا۔ ہم عیش سے جی رہے تھے۔ میرے والد سب سے چھوٹے تھے اور سب کے لاڈلے۔ ان کے دونوں بڑے بھائی ان سے پیار کرتے تھے۔ اور دادا جان کی موت کے بعد یہ پیار اور بڑھ گیا۔ پھر سب سے بڑے تایا کی شادی ہوئی اور تائی جان گھر میں آ گئیں۔ گھر کے نظام میں تبدیلی ہوئی، تائی جان کے نئے احکامات صادر ہوئے اور یہ پیار بھی کچھ کم ہوا۔ دوسرے تایا نے شادی کی تو یہ چپقلش اور بڑھ گئی، کیا کس کا ہے اس کی تفریق ہونے لگی اور گھر میں نئے جھگڑے پیدا ہونے لگے۔ پھر میرے والد کی باری آئی، بڑی تائی اپنی چھوٹی بہن کو اس گھر میں دلہن بنا کر لانا چاہتی تھیں اتفاق سے چھوٹی تائی کی بھی ایک بہن تھیں۔ دونوں کے درمیان جدوجہد شروع ہو گئی اور یہ تنازعہ کافی سنگین ہو گیا۔ تب دونوں بڑے بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ اس تنازعہ کو اسی طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ دونوں میں سے کسی سے شادی نہ ہو۔ چنانچہ ایک اور گھرانے کا انتخاب کیا گیا اور میرے والد کی شادی وہاں کر دی گئی۔ اس طرح میری ماں دونوں تائیوں کے لیے قابل نفرت بن گئیں، حالانکہ اس میں میری ماں کا کیا قصور تھا آپ خود بتا سکتی ہیں دیوی جی۔ لیکن اس گھر کے تنازعے کا شکار میری ماں ہی بنی۔ روز اول سے اسے گھر میں بہو کی حیثیت سے تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ میرے والد لاابالی انسان تھے بھائیوں کی محبت کے درمیان پرورش پائی تھی۔ دنیا کو بہت کم جانتے تھے، کبھی سوچا بھی نہیں تھا انہوں نے کہ ان کی ذات زندگی میں کسی کے لیے قابل نفرت بھی ہو سکتی ہے۔ اپنی ہی دشمن

میں مست تھے۔ بڑے بھائیوں نے سارے کاروبار سنبھالے ہوئے تھے اور اپنی محبت میں چھوٹے بھائی کو کبھی کچھ کرنے کی اجازت ہی نہیں دی تھی۔ لیکن میرے والد صاحب کی یہ کیفیت میری ماں کے لیے عذاب بن گئی۔ ساری عمر تائیوں کے طعنے سننا پڑتے آئے، میری تائیاں کہتی تھیں کہ ہم لوگ حرام کھاتے ہیں، محنت ان کے شوہر کرتے ہیں اور عیش ہم لوگ کر رہے ہیں۔ میرے والد کو چونکہ بچپن ہی سے گھریلو امور میں دلچسپی لینے کی عادت نہیں پڑی تھی اس لیے شادی شدہ ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی یہ کیفیت برقرار رکھی۔ اور کبھی کسی مسئلے پر توجہ نہیں دی۔ ان کی بے توجہی کا شکار میری ماں ہی تھیں۔ بے چاری مظلوم عورت تائیوں کے درمیان پستی رہی اور والد صاحب گجرے اڑاتے رہے پھر میں عالم وجود میں آیا اور بچپن ہی سے مجھے احساس کمتری کا شکار ہونا پڑا۔ ہم دونوں ماں بیٹوں کو اس طرح پرورش کیا جا رہا تھا جیسے کسی بے کس و بے سہارا کو پرورش کیا جاتا ہے۔ والد صاحب کی بے توجہی میری ماں کے لیے مسلسل عذاب بن گئی تھی۔ یوں دن گزرتے رہے۔ میں بچپن کی حدود سے جوانی کی جانب چل پڑا۔ اور مجھے مستقل طور سے یہ احساس ہوا کہ میری حیثیت اس گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔

بہر طور ماں کے سمجھانے بجھانے پر اسی طرح گزارہ کرتا رہا اور پھر طویل عرصہ گزر گیا۔ تائیوں نے اپنے اپنے شوہروں پر مستقل قابو پا لیا تھا چنانچہ ہماری جانب اب کوئی توجہ نہیں کی جاتی تھی۔ میں تعلیم حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے بی اے کر لیا۔ اور اس کے بعد حالات کچھ اس طرح کے ہو گئے کہ میرے والد کو اپنے بھائیوں کے سامنے آنا پڑا انہوں نے جائیداد میں سے اپنا حصہ مانگا لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تایا حضرات اتنے سنگ دل ہو چکے ہیں اور ان کے خلاف باقاعدہ سازشیں کی جا رہی ہیں۔ والد صاحب سے کہہ دیا گیا کہ اب ان کا اس جائیداد میں کچھ بھی نہیں اور وہ ان کے رحم و کرم پر کھا پی رہے ہیں ورنہ اپنا حصہ تو وہ پہلے ہی کھا چکے ہیں۔ والد صاحب یہ حیرت انگیز انکشاف برداشت نہ کر سکے۔ بیمار ہو گئے اور کچھ عرصے کے بعد اس دکھ سے ان کا انتقال ہو گیا۔

میرے لیے اب اس گھر میں کیا تھا سوائے ماں کے۔ والد صاحب کی موت کے بعد تو کوئی رابطہ ہی نہیں رہا اس گھر سے اور پھر میں نے اپنی ماں کے ساتھ اس گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔ طویل عرصہ تک بیگم صاحبہ! معاف کیجیے گا دیوی جی! میں اپنی ماں کی کفالت کرنے کے لیے نوکری تلاش کرتا رہا۔ لیکن نوکریاں بھی اتنی آسانی سے نہیں مل جاتیں۔ میں نے ہر وہ ممکن کوشش کر ڈالی جس سے مجھے اپنی ماں کا سہارا بننے کا کوئی موقع مل سکے، لیکن بدقسمتی سے میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ٹھوکریں کھا کھا کر بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ ملازمت ملنا اس دور میں ممکن نہیں ہے چنانچہ مجبور ہوں کہ درمیان فاقہ کشی کرتا رہا اور جب ماں کی حالت بگڑ گئی تو برائیوں کے رستے پر نکل آیا۔ میں نے یہ کام شروع کر دیا جس کے تحت نے مجھے پکڑا ہے۔ لیکن میں اعتراف کرتا ہوں اس بات کا کہ میں اس میں مکمل نہیں ہوں، میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ کر رہا ہوں مجبوری کی بنا پر کر رہا ہوں۔ یہ ہے میری مختصر سی کہانی۔ جانتا ہوں کہ اس کے بعد بھی مجھے انہی ادوار سے گزرنا ہو گا۔ لیکن۔ لیکن۔"

سعید کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ ہم دونوں اس کی کہانی سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ سرلا دیوی خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے سعید کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو سعید، ہوتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے۔ ہر کام کا ایک وقت متعین ہوتا ہے۔ انسان کی تقدیر میں جتنی صعوبتیں لکھی ہوتی ہیں اسے اٹھانی پڑتی ہیں، لیکن پھر ایک وقت ایسا ضرور آ جاتا ہے جب وہ سوچتا ہے خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسانیت کی تباہی۔" میں ورد کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ سعید کے آنسو بہتے رہے۔ سرلا دیوی نے محبت سے اس کے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں سعید۔ نوجوانوں کی آنکھوں سے آگ چمکنی چاہیے آنسو نہیں۔ تم روؤ گے نہیں سعید، پلیز، پلیز اپنے آنسو خشک کر لو۔" سعید نے گردن جھکا لی تھی۔ تب سرلا دیوی نے کہا۔

"سنو سعید میں تمہارے لیے کوئی بہت بڑا کام تو نہیں کر سکتی لیکن یہ بتاؤ تمہاری ماں کہاں رہتی ہے؟"

"ایک گندے سے علاقے میں، ایک غریب آدمی کی جھونپڑی میں۔ وہ غریب آدمی بھی بے چارہ ہماری ہی طرح مفلوک الحال ہے، اپنا پیٹ بھرنا بھی مشکل ہے اس کے لیے۔ لیکن اس نے اپنے دل میں جگہ نکال لی ہے۔ میری ماں کو اس نے ایک چھوٹا سا کمرہ رہنے کے لیے دے رکھا ہے وہ ہے ہم چٹائی اور بانسوں سے بنی ہوئی ایک چھت کے نیچے رہتے ہیں۔"

"تم یوں کرو سعید اپنی ماں کو لے کر فوراً یہاں آ جاؤ۔ یہ بہت بڑا گھر ہے اس میں بہت سے کمرے ہیں۔ میں تمہارے لیے ایک کمرہ خالی کروائے دیتی ہوں۔ اس طرح کمرے میں آرام سے رہو اور سنو، جہاں تک تمہاری ملازمت کا تعلق ہے تو تم جیسا جوان کی دیا سے بی اے پاس ہو، پڑھے لکھے آدمیوں کو اتنی مشکل نہیں ہوتی۔ میں چند ہی روز میں تمہارے لیے کوئی اچھی سی ملازمت کا بندوبست کر دوں گی۔ ان تمام چیزوں کو میرا احسان نہ سمجھنا، یہ تو انسان کا فرض ہے کہ انسان کے کام آئے۔ جہاں جب بھی موقع ملے کسی بھی انسان کو یہ کام کر لینا چاہیے۔"

سعید نے چونک کر سرلا دیوی کی صورت دیکھی۔ میں بھی حیرت سے سرلا دیوی کو دیکھنے لگی تھی۔ سرلا دیوی کا ماضی کچھ بھی ہو ان کا حال میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ ان کے سینے میں ایک درد مند دل بھی ہے جو کسی سے اس طرح متاثر ہو سکتا ہے۔ بہر طور سرلا دیوی کی اس کیفیت سے میں بہت متاثر ہوئی تھی۔ انہوں نے اصرار کر کے سعید کو اپنے ساتھ چلنے کی پیش کش کی اور پھر مجھ سے بولیں۔

"سہارتی کیا خیال ہے تمہارا۔ تم ہمارا ساتھ دو گی، یا کوئی مصروفیت ہے تمہیں۔۔؟"

"جیسا آپ حکم دیں، ما۔"

"میرے خیال میں تم آرام کرو، فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے، میں ذرا سعید کے مسئلے کو حل کر لوں اور سنو، جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اس کو ذہن نشین رکھنا، اپنا کام مسلسل جاری رکھو، تمہاری جب بھی ضرورت پیش آئی تمہیں اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔" میں نے گردن ہلا دی۔ بہر طور واپسی میں، میں سعید کی کہانی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اور دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر رہی تھی کہ اس کائنات میں تو ہر شخص کسی نہ کسی دکھ کا شکار ہے، صرف میں ہی تو نہیں ہوں جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھوں۔"

وقت گزرتا رہا، میرے کئی فلائٹ پروگرامز بنے لیکن ان پروگرامز میں نہ تو مجھ سے کوئی کام لیا گیا اور نہ سرلا دیوی کی طرف سے کوئی ہدایت ملی۔ پھر ان دنوں میں گھر واپس آئی ہوئی تھی کہ سرلا دیوی سے ملاقات ہو گئی۔ سرلا دیوی نے خود ہی مجھے طلب کیا تھا جب میں ان کی کوٹھی میں پہنچی تو میں نے ایک دبلے پتلے دراز قامت آدمی کو دیکھا جو یا تو چینی تھا یا جاپانی تھا۔ ان دونوں قومیتوں میں میرے لیے تصدیق کرنا ہمیشہ ہی مشکل رہا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخصیت بھی تھی جو مجھے بے حد پسند آئی یہ بہت ہی نازک اندام اور سعادت مند قسم کی گڑیا جیسی لڑکی تھی۔ سرلا دیوی نے ان سے میرا تعارف کرایا۔

"یہ مسٹر یاؤ ہیں اور یہ ان کی ساتھی لڑکی یوکوشی ہے۔ دونوں جاپان سے آئے ہیں اور بھارتی ہیں خاص طور سے ان سے تمہارا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔" دونوں نے گردنیں خم کیں۔ میں نے بھی دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"مسٹر یاؤ تمہارے استاد ہیں بلکہ یوں سمجھو سنوری استاد یہ تمہیں مارشل آرٹس کی تربیت دیں گے۔ یوکوشی ہی اس سلسلے میں تمہاری معاون ہو گی۔ خاص طور سے مسٹر یاؤ نے یوکوشی کا انتخاب کیا تھا۔ تاکہ ایک عورت ہونے کی حیثیت سے وہ تمہیں صحیح تربیت دے سکے۔"

"اوہ۔" میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اور یہ بات بھی تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اس کا انتظام بلیک چینل نے کیا ہے۔"

"ہاں ظاہر ہے اس بات پر کوئی شک بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"چنانچہ تمہیں کل سے اپنی تربیت کا آغاز کرنا ہے۔" سرلا دیوی بولیں۔

"آپ نے ایک بات کہی سرلا جی۔" میں نے کہا۔

"کیا۔۔؟"

"آپ نے کہا تھا کہ یہ میرے سنوری استاد ہیں۔"

"ہاں۔"

"کیسے بتانا پسند کریں گی۔"

"ہاں کیوں نہیں، بلیک چینل کے مسٹر ڈان کا ڈورے بلاشبہ ایک ذہین ترین انسان ہیں اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جس شخص سے متاثر ہو جاتے ہیں، اس کے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کر دیتے ہیں۔ مسٹر ڈان کا ڈورے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری ذمہ داریاں کیا ہیں، وہ سب سے پہلے تمہارے بارے میں سوچتے ہیں پھر کچھ اور۔ چنانچہ یہ بات ان کے علم میں ہے کہ تم اپنی غلاظت پر جانی رہتی ہو، اگر مسٹر ڈان کا ڈورے چاہتے تو تم سے بآسانی یہ بات کہی جا سکتی تھی کہ اب تم اپنی سروس چھوڑ دو اور صرف بلیک چینل کے لیے کام کرو، لیکن مسٹر ڈان کا ڈورے تمہاری یہ ملازمت برقرار رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ اس سے انہیں بہت سی آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں اور تم جس انداز سے اپنا کام انجام دیتی ہو اس کی تعریفیں تو میں خود مسٹر ڈان کا ڈورے کی زبان سے سن چکی ہوں۔

بلیک چینل میں ایک اہم حیثیت دی جا رہی ہے، اور اسی لیے تمہاری آسانیاں سامنے رکھتے ہوئے تمہارے لیے ہر کام منتخب کیا جاتا ہے۔“

ڈان کاؤڈرے اگر چاہتے تو اس دوران تم سے چھوٹے چھوٹے کام بھی لیے جا سکتے تھے۔ لیکن شخصیتوں کا تعین کرنا انہیں خوب آتا ہے۔ وہ کسی چھوٹے کام میں تمہیں ملوث کر کے تمہاری شخصیت کو مشکوک کرنا نہیں چاہتے۔

چنانچہ چھوٹے موٹے کاموں کا پروگرام ملتوی کر دیا گیا ہے اور تمہیں بڑے کاموں کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یہ سفری استاد تمہیں دنیا کے ہر حصے میں جہاں تم موجود ہو گی تربیت دیں گے۔ تاکہ تمہاری تربیت بھی جاری رہے اور تمہیں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مسٹر ڈان کاؤڈرے تمہارے بارے میں کچھ اور بھی سوچ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بات انہوں نے مجھے بھی نہیں بتائی جو ان کے ذہن میں ہے۔

”ٹھیک ہے سرلا دیوی میں بلیک چینل کے لیے اپنی تمام خدمات وقف کرنا چاہتی ہوں۔“

دوسرے دن سے میں نے مسٹر یاؤ اور اس لڑکی یوکوشی کے ساتھ مارشل آرٹس کی تربیت کا آغاز کر دیا۔ یہاں اس کے لیے سرلا دیوی کی کوٹھی ہی منتخب کی گئی تھی۔

تین دن کے بعد میری ایک فلائٹ تھی جس میں مجھے مصروف ہونا تھا۔ تین دن تک میں فری تھی چنانچہ اس سلسلے میں مجھے ابتدائی معاملات بتلائے گئے۔ مسٹر یاؤ نے مجھ سے کہا کہ مارشل آرٹس کی تربیت کے لیے اپنی جسمانی قوتوں کو بڑھانا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں میری جسمانی قوتوں کے چند ٹیسٹ لیے اور حیران رہ گئے۔ انہوں نے سرلا دیوی سے کہا۔

”سرلا دیوی آپ نے جس شخصیت کو مارشل آرٹس کی تربیت کے لیے منتخب کیا ہے وہ تو پہلے سے اس سلسلے میں کافی مضبوط حیثیت رکھتی ہے۔“

”تو آپ کا کیا خیال ہے مسٹر یاؤ، کیا ڈان کاؤڈرے نے بلاوجہ ہی اس کا انتخاب کر لیا ہے۔“

”یقیناً ایسا نہیں ہوا ہو گا۔“

بہرطور تین دن کے کورس ختم ہو گئے۔ مجھے ایتھنز جانا تھا چنانچہ میں وہاں کے لیے تیاریاں کر کے چل پڑی۔ فلائٹ حسب معمول تھی، دوران سفر کوئی ایسا خاص واقعہ یا حادثہ پیش نہیں آیا جو کسی تذکرے کا باعث بنتا۔ ایتھنز میں میرا ہوٹل مخصوص تھا، چنانچہ میں وہاں پہنچ گئی۔ اور اسی شام یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ مسٹر یاؤ اور یوکوشی وہاں موجود ہیں اور اسی ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔ میں ان دونوں کو یہاں دیکھ کر اس بات کو سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ ڈان کاؤڈرے مجھ پر بے تحاشہ اخراجات کر رہا ہے۔ میرے ذہن میں بلیک چینل کے سلسلے میں جو کچھ تھا اسے ابھی اپنے ذہن میں ہی محفوظ رکھنا ضروری تھا اس کے اظہار کا وقت ابھی دور دور تک نہیں تھا۔

بہرحال شام تک میں اپنے معمولات میں مصروف رہی ساڑھے آٹھ بجے یوکوشی میرے پاس پہنچ گئی۔ یہ گڑیا جیسی لڑکی مجھے بے حد پسند تھی۔ اور میں اس کی تربیت دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ مارشل آرٹس میں وہ بلیک بیلٹ تھی اور اپنے معمولی بدن اور معمولی جسامت کے ساتھ قیامت کی چیز تھی۔ میں اس کی برق رفتاری اور اس کی پھرتی دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ کوئی انسانی بدن ہے، بس الیکٹرک سے چلنے والی کوئی چیز معلوم ہوتی تھی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ مسٹر یاؤ نے یہاں اپنے لیے ایک جگہ کا بندوبست کر رکھا تھا۔ ایتھنز میں مجھے دو دن قیام کرنا تھا اور اس کے بعد یہاں سے کہیں اور روانہ ہونا تھا۔ ان دو دنوں میں مسٹر یاؤ نے ایتھنز کے ایک خوبصورت علاقے میں میرے لیے تربیت کا بندوبست کیا اور مجھے یہ احساس ہی نہ ہو سکا کہ میں اپنے وطن سے دور ہوں۔

تیسرے دن مجھے ایتھنز سے ناروے کے لیے روانہ ہونا تھا۔ چنانچہ یہ عجیب و غریب فلائٹ لے کر میں چل پڑی۔ لیکن میرے تربیت کنندگان نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ بلیک چینل کے ارکان دنیا کے گوشے گوشے میں ہیں اور شاید ہر ملک کے ہر شہر میں پھیلے ہوئے تھے، کیونکہ ان کے پاس مکمل انتظامات موجود تھے۔ مسٹر یاؤ ہر نئی جگہ پہنچنے کے بعد مجھے ایک نئی جگہ طلب کر لیتے تھے جو مکمل طور پر ان کے کنٹرول میں ہوتی تھی۔ اس طرح مجھے یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ بلیک چینل کو جو کچھ میں نے سمجھا غلط سمجھا ہے، وہ تو ایک بین الاقوامی ادارہ نہیں بلکہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ ہر جگہ اس کے پاس اتنے وسائل موجود ہیں کہ کوئی دقت ہی نہیں ہوتی۔ نئی نئی جگہ، نئے نئے شہر، میری تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ نشانہ بازی کی مشق مجھے کرائی جاتی تھی اور ساتھ ہی اس دوران بلیک چینل نے مجھ سے کوئی ایسا ویسا کام نہیں لیا، سوائے ایک دو چھوٹے موٹے کاموں کے۔ لیکن وہ کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتے

تھے جس کا میں خاص طور سے تذکرہ کروں۔

مارشل آرٹس کی تربیت نے میرے اندر ایک نکھار پیدا کر دیا تھا۔ میری سوچ میں بھی تبدیلیاں آ گئی تھیں میرے اندر جسمانی مشقت پیدا ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے طبیعت پر ایک ڈھال ڈھال سی کیفیت طاری رہتی تھی اس کا اب نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور مجھے زندگی بہت دلچسپ محسوس ہونے لگی تھی۔ میرے ذہن میں مارشل آرٹس کا یہی تصور تھا کہ یہ ایک ایسا فن تھا جسے سیکھ کر اپنی حفاظت کی جا سکتی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ مارشل آرٹس تو ایک روحانی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے سیکھنے سے انسان کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بڑھ جاتی ہیں۔

میں اپنے اندر جو تبدیلیاں محسوس کر رہی تھی ان کے لیے بہرطور میں بلیک چینل کی شکر گزار تھی، میں محسوس کر رہی تھی کہ میری تربیت مکمل ہوتی جا رہی ہے۔ مسٹر یاؤ اور یوکوشی مجھ سے بہت خوش تھے اور انہوں نے بارہا اس سلسلے میں میری تعریفیں کی تھیں۔ انہوں نے بارہا یہ بھی کہا تھا کہ جو طالب علم اس کام کو ایک مہینے، بعض حالات میں تین تین مہینے میں سیکھتے ہیں، میں وہ دو یا تین دن میں مکمل کر لیتی ہوں۔ پھر ایک ایسا دلچسپ واقعہ پیش آیا جس نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا۔

میں اس وقت جکارتہ کے ایک ہوٹل میں موجود تھی۔ اپنی فلائٹ لے کر یہاں آئی تھی اور مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ جکارتہ میں میری ملاقات مسٹر یاؤ یا یوکوشی سے نہیں ہو سکے گی۔ وہ دو تین دن کے لیے کہیں مصروف ہیں ویسے بھی یہاں میرا قیام صرف تین دن کے لیے تھا۔ بہرطور طویل عرصے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ مسٹر یاؤ یا یوکوشی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ ان دنوں تو انہوں نے میرا پیچھا گھیر رکھا تھا اور میں بار بار یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی تھی کہ ڈان کاؤڈرے میرے لیے کیا کچھ نہیں کر رہا۔ جہاں میں جاتی وہاں یہ دونوں مجھے موجود ملتے اور میری تربیت بھی وہاں ہوتی رہتی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ میں اپنے ہوٹل سے نکل کر سیاحت کے لیے کہیں گئی تھی۔ شام ہو چکی تھی۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے میں ہوٹل واپس پہنچی۔ تو میں نے سوچا کہ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں ہی کھانا کھا لیا جائے۔ چنانچہ میں ڈائننگ ہال میں جا بیٹھی۔ یہاں گیارہ بجے تک رہی اور اس کے بعد جب نیند آنے لگی تو اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔

تھی اسی طرح بند تھا۔ دروازہ کھول کر میں نے اندر روشنی جلائی تو ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں مجھے یہ احساس ہو گیا کہ کمرے میں میرے علاوہ بھی اور کوئی موجود ہے۔

میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے سامنے دیکھا تو مجھے اپنے بستر پر کوئی شخصیت دراز نظر آئی۔ اس نے ریشمی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں بھونچکی رہ گئی تھی۔ وہ کوئی انسانی بدن ہی تھا لیکن اس کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی تھی۔ مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کوئی پراسرار اور مشکوک شخصیت ہو، ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا، کیونکہ اس طرح مجرمانہ انداز میں میرے کمرے میں گھس آنا بہرطور ایک خطرناک حرکت تھی، وہ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ اگر کوئی شخص مجرمانہ ارادے سے میرے کمرے میں آیا ہے تو اسے ہوشیار ہو جانا چاہیے تھا۔ پھر دوسرا خیال میرے ذہن میں ابھرا، کہیں وہ کوئی لاش نہ ہو۔ مجھے کسی جال میں پھانسنے کی کوشش نہ کی گئی ہو، بہرطور میں نے فیصلہ کر لیا اور اس کے بعد میں تیزی سے مسہری کے قریب پہنچ گئی، میں نے اس انسانی جسم پر سے چادر الٹ دی اور وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن یہ ایک ناقابل یقین بات تھی۔ یہ شخصیت، یہ شخصیت تو میں تھی۔ بالکل میں ہی تھی، میرا ہی چہرہ۔ میرے ہی جیسے بال، میری ہی جیسی مسکراہٹ، میری ہی جیسی آنکھیں اور میری ہی جیسی جسامت۔ میرے بدن کے دو حصے ہو گئے تھے۔ جو ہمارے اور ان میں سر مو فرق نہیں تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی، وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں کوئی حیرت نہیں تھی، جس کا مقصد تھا کہ وہ میری آمد کا انتظار کر رہی تھی پھر وہ بولی۔ ”ہیلو مس بھارتی آپ آ گئیں۔“

”تم۔ تم کون ہو؟“

”ارے کیا یہ سوال تعجب خیز نہیں ہے۔“ اس نے تحیرانہ انداز میں کہا۔ اور مجھے حیرت سے چکر آنے لگے۔ اس کی آواز بلاشبہ اس کی آواز سو فیصدی میرے جیسی تھی اس کے بولنے کا انداز، اس کے مسکرانے کا اسٹائل، ناقابل یقین بات تھی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مجھے۔ لیکن اس کے سوال نے بھی مجھے چونکا کر رکھ دیا تھا۔ میں نے حیرانی سے کہا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

"کیوں؟ کیا مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے؟"

"میں بھارتی ہوں' بھارتی تو۔ ہاں میں بھارتی ہوں ایئر انڈیا کی ہوسٹس۔ سہگل باغ مدن کمار جی کی بیٹی اور [illegible] پردیپ کمار جی کی پوتی' بھارتی ہے میرا نام۔"

"ہوں۔ خوب تم سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی ہے ویسے اگر تم بھارتی ہو تو میں کون ہوں؟"

"آپ بھی بھارتی ہیں۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"بیٹھ جایئے بھارتی جی' براہ کرم بیٹھ جایئے۔"

"بیٹھ تو میں جاؤں گی لیکن تم جانتی ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو اس پر مجھے حیرت ہونی چاہیے' میں تمہاری اصلیت جانے بغیر پرسکون تو نہیں رہ سکتی۔"

"اوہ۔ ایسی بات ہے تو پھر مجھے آپ کو بے سکون کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ میں آپ کو پہلی اور آخری بار بتا رہی ہوں کہ میرا نام ودیا سری ہے اور میں بلیک چینل کی ایک رکن ہوں۔ مسٹر ڈوان کاڈوڈرے جو کچھ کرتے ہیں اس میں ایک نمایاں قسم کی انفرادیت ہوتی ہے۔ مجھے ودیا سری کا روپ چھوڑ کر بھارتی بننا پڑا ہے اور اس کے لیے یوں سمجھیے کہ تین مہینے سے محنت کر رہی تھی۔ آپ کی چال ڈھال آپ کی آواز' آپ کا انداز' آپ کا ہنسنا' آپ کا مسکرانا' آپ کا رونا' آپ کا سونا' آپ کی پسند کی چیزیں۔ غرض ہر وہ چیز سیکھنے کے لیے مجھے اتنی محنت کرائی گئی ہے کہ اب میں بھول کر بھی اپنا نام یاد نہیں کر سکتی اور اگر کوئی اچانک مجھ سے پوچھے کہ میں کون ہوں تو میرے منہ سے بھارتی ہی نکلے گا۔" میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے پھر کہا۔

"کیا آپ اس بات سے انحراف کر سکتی ہیں بھارتی جی کہ میں آپ سے مختلف ہوں؟"

"نہیں ودیا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے میری نقل اتارنے میں کمال کر دکھایا ہے۔"

"اب آپ کی حیرت تو دور ہو گئی ہو گی۔ کم از کم اب آپ یہ نہیں سوچ سکتیں کہ میں کوئی غلط شخصیت ہوں۔"

"ہاں۔ ڈوان کاڈوڈرے اور بلیک چینل کا نام سننے کے بعد سوچنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"البتہ آپ کو یہ حیرت ضرور ہو رہی ہو گی کہ یہ سب کچھ کیوں کیا گیا۔"

"ہاں۔ لیکن میں بہت زیادہ حیرت زدہ بھی نہیں ہوں کہ مسٹر ڈوان کاڈوڈرے عجیب سے شوقین ہیں اور ایسے ہی تجربے کرتے ہیں جو دوسروں کے لیے ناقابل یقین ہوں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بلیک چینل اپنے طور پر ایک منفرد ادارہ ہے' میں بھی اس کے لیے کئی سالوں سے کام کر رہی ہوں اور تم یقین کرو بھارتی جی کہ اس کے ساتھ رہ کر بہت خوش ہوں۔ اس ادارے میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں پر کوئی تشدد نہیں ہے۔ ہمیں دوستانہ طور پر تربیت کیا جاتا ہے اور ہر طرح کی آسانیاں ہمارے لیے فراہم کی جاتی ہیں یہ بہت بڑی بات ہے۔ ورنہ عام اداروں میں خوف و دہشت کی فضا ہوتی ہے اور وہاں کام کرنے والے ہر لمحے کی غلطی پر اپنی زندگی کا خطرہ محسوس کرتے ہیں' جبکہ بلیک چینل دوستوں کا ایک ادارہ معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے ودیا۔"

"تو بھارتی جی اب آپ کو میں تفصیل بتا دوں' یہاں تو خیر مجھے آپ کے سامنے آنے کے لیے اسی لیے بھیجا گیا تھا کہ میری تربیت کی تصدیق آپ سے بھی ہو جائے۔ لیکن اپنے طور پر میں آپ کو بتا دوں کہ مجھے کس لیے تیار کیا گیا ہے۔"

"ہاں ودیا۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"بھارتی جی' ایئر انڈیا میں آپ کی سروسز ایک اہمیت کی حامل ہیں اور آپ پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے' لیکن بعض لوگ اتنے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ انہیں بہت جلدی دوسروں کا انتہائی اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ بھی انہی میں سے ایک ہیں اور بلیک چینل شاید آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا ہے۔ غالباً اس بات کو بہت پہلے سوچ لیا گیا تھا کہ میں آپ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں پوری کروں اور وہ لوگ آپ کو اپنے کام میں مصروف کر لیں۔" میں ودیا کا یہ انکشاف سن کر حیران رہ گئی تھی۔ دیر تک میں پھٹی پھٹی سی اس کی صورت دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

"ودیا۔ کیا تم نے یہ بات نہیں محسوس کی کہ یہ ایک انتہائی مشکل کام ہے۔"

"بلاشبہ۔ لیکن میں نے یہ چیلنج قبول کیا ہے اور میری خامیوں کی نشاندہی آپ ہی کریں گی بھارتی جی۔ اس کے علاوہ کچھ ایسی اہم باتیں ہیں جو میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"مثلاً؟"

"اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے وہ لوگ جو آپ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور جنہیں مجھ پر شبہ ہو سکتا ہے۔"

"اگر تمہیں یہ تمام تربیت دی گئی ہے تو میرے اطراف کے تمام لوگوں سے بھی تمہیں روشناس کرا دیا گیا ہو گا۔"

"ہاں بہت زیادہ۔ بہت کافی' میں تقریباً تمام ہی لوگوں کو جانتی ہوں' ونود' راگنی' ماتا جی' ان سے تمہارے تعلقات' سلاوتی اور بہت سے ایسے لوگ جو تم سے ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں' بلاشبہ میں نے ان سب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میں ان لوگوں کو آسانی سے ہینڈل کر سکتی ہوں' لیکن کوئی ایسا کردار جو میری نگاہوں سے' بلکہ بلیک چینل کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ ہو۔"

"مطلب؟"

"تمہارا پریمی۔" ودیا نے جواب دیا۔

"اوہ نہیں ودیا۔ میں نے ابھی یہ روگ نہیں پالا۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تمہارا کوئی اور ایسا دوست جو تم سے بہت زیادہ قریب ہو۔"

"ایسا کوئی بھی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تو پھر مجھے اپنے کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔"

"تمہارا پہلا پروگرام کیا ہے؟"

"اس بار یہ فلائٹ لے کر میں جاؤں گی۔" ودیا نے جواب دیا۔ اور میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔

"میرے دستخط؟"

"ہاں۔ میں نے ان کی مشق کر لی ہے۔ میں تمام چیزیں ابھی تمہارے سامنے پیش کرتی ہوں۔" ودیا نے مجھے میرے دستخط دکھائے اور میں ششدر رہ گئی' میرا خیال تھا کہ کہیں نہ کہیں وہ ضرور دھوکا کھائے گی لیکن اب تک جو سامنے آیا تھا اسے دیکھ کر میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے کوئی دھوکا ہو سکتا ہے۔ بہرطور چونکہ سارا پروگرام بلیک چینل کا تھا۔ اور میں بلیک چینل سے مکمل تعاون کر رہی تھی چنانچہ اپنی یہ شخصیت بھی میں نے داؤ پر لگا دی اور اس بار ودیا میری فلائٹ لے کر ہندوستان واپس آ گئی' میں شدید سنسنی کا شکار تھی۔ ودیا سے مجھے سارا پروگرام معلوم ہو چکا تھا۔ وہ فلائٹ لے کر ہندوستان پہنچنے والی تھی اور اسے میرے گھر ہی میں قیام کرنا تھا جبکہ میں ایک بدلی ہوئی شخصیت کی حیثیت سے ہندوستان جاتی اور اس کے بعد مجھے سیدھے سرلا گھوش کے گھر پہنچنا تھا۔ یہ سارا کام پروگرام کے مطابق ہی طے ہوا تھا۔ میں سرلا گھوش کے گھر پہنچ گئی اور سرلا جی نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"کہو بھارتی جی کیسا لگ رہا ہے یہ سب کچھ؟"

"ویری گڈ۔ گویا آپ کو اس بات کا علم ہے۔"

"ہاں۔ مجھ سے کوئی بات چھپائی نہیں گئی۔"

"بہت عجیب۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ودیا اپنے کام میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔"

"وہ مکمل طور پر کامیاب رہے گی۔ ہمیں یقین ہے۔" سرلا گھوش نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گئی۔ پورا دن میں سرلا جی کے ساتھ رہی اور کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ رات کو ودیا ان لوگوں سے ملنے کو آئی وہ مسکرا رہی تھی اور اس کا چہرہ بے حد مطمئن تھا۔ میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی اور پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ بلکہ معاف کرنا کچھ لوگوں کے راز مجھ تک پہنچ جا رہے ہیں۔"

"راز۔" میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔ مثلاً شکلا جی تم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ایک بزرگانہ محبت۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں دوسری قسم کی محبتوں کا جائزہ بھی لے رہی ہوں۔" ودیا نے کہا اور ہنس پڑی پھر بولی۔

"ونود بہت شریر لڑکا ہے' ماتا جی بہت اچھی ہیں۔ راگنی بھی واپس آئی ہوئی ہے اور میں نے سب کے ساتھ بہترین وقت گزارا پھر تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"گویا۔ گویا کسی کو کوئی شک نہیں ہو سکا۔" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر شک ہو جائے تو پھر میرا یہ تمام فن بے کار ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"میں اگر چاہوں تو تمہارے بہت سے مفادات پر بھی قبضہ کر سکتی ہوں۔ کہو کیا خیال ہے؟"

"میرے مفادات؟ اگر تم میری مشکلات پر بھی قبضہ کرنا

چاہو' وقیا تو میں خوشی سے تمہیں اپنی مشکلات سونپ دوں گی۔"

"نا بابا نا میں مشکلات سے ہمیشہ الجھتی ہوں۔" وقیا نے ہنستے ہوئے کہا' تب سرلا دیوی بولی۔

"وقیا بہت شریر ہے فضول باتیں کرتی ہے بھلا بلیک چینل کبھی اس بات کی اجازت دے گا' وقیا اس سے زیادہ کرے جتنا اس سے کہا جا رہا ہے۔"

"نہیں نہیں یہ بات تو بھارتی جی بھی جانتی ہوں گی یہ صرف مذاق کی باتیں ہیں۔" وقیا نے جواب دیا کافی دیر تک ہم لوگ دلچسپی سے گفتگو کرتے رہے تھے اور اس کے بعد وقیا نے کہا۔

"میں ماتا جی سے کہہ کر آئی ہوں کہ زیادہ سے زیادہ دس بجے تک واپس آ جاؤں گی اور تم جانتی ہو ماتا جی سے کیا ہوا کوئی وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔ میں ہنس پڑی تھی۔ وقیا چلی گئی تو سرلا دیوی نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"کہو بھارتی کیسا لگ رہا ہے اپنی ہمشکل دیکھ کر۔"

"بے حد عجیب۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وقیا بہت ہی ذہین لڑکی ہے اور بلیک چینل میں اُسے بھی پسند کیا جاتا ہے اس میں بھی کچھ خوبیاں ہیں' لیکن اس پلڑے کی نہیں جس پلڑے کی خوبیوں کا حامل تمہیں سمجھا گیا ہے۔"

"حیرت کی بات ہے سرلا دیوی جی' میں نے خود اپنی خوبیاں کبھی تلاش نہیں کیں۔"

"اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے ظاہر ہے انسان اپنی خوبیاں خود نہیں جان سکتا۔"

"جو شخص اپنے بارے میں نہ جان پاتا ہو وہ دوسروں کو کیا مطمئن کر سکتا ہو گا۔"

"خیر اس بات کو تم چھوڑو۔ مسٹر ڈان کاؤ ڈرے اتنے احمق نہیں ہیں کہ کسی غلط شخصیت کو یہ حیثیت دے دیں۔"

"میں تو صرف اسے اپنی خوش قسمتی ہی تصور کرتی ہوں' ویسے سرلا دیوی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اتنے اعلیٰ پیمانے پر کوئی کام کر کے مجھ سے کیا کام لیا جانا ہے؟"

"یقین کرو مجھے خود اس کے بارے میں نہیں معلوم۔"

"تو پھر اب پروگرام کیا ہے؟"

"ذرا اس بات کا مکمل اطمینان ہو جائے کہ وقیا تمہارے روپ میں کامیاب رہتی ہے یا نہیں اس کے بعد تمہیں اس سلسلے میں نئی ہدایات دی جائیں گی۔"

"اور اس وقت تک۔"

"اس وقت تک تم آرام سے یہاں رہو بلکہ مجھے تو خوشی ہے کہ اب تمہارے ساتھ رہنے کا موقع ملے گا۔"

"یہ مسٹر یاؤ اور یا کوشی کہاں چلے گئے؟"

"ان کا کام ختم ہو گیا' سرلا دیوی نے انکشاف کیا اور میں چونک پڑی۔"

"میں کبھی نہیں۔"

"انہوں نے تمہارے لیے سرٹیفکیٹ دے دیا ہے تمہیں مارشل آرٹ میں مکمل قرار دے دیا گیا ہے اور دوسرے امور میں بھی وہ لوگ تم سے مطمئن ہیں۔"

"اور انہوں نے جاتے ہوئے مجھ سے ملاقات بھی نہیں کی۔"

"غالباً انہیں اس کی ہدایت نہیں دی گئی ہو گی۔" سرلا دیوی نے بتایا اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی پھر دیکھنا یہ تھا کہ زندگی کے اس نئے دور کا آغاز کس طرح ہوتا ہے باقی تمام باتیں سوچنے کی تھیں اور جب رات کی تنہائیوں میں بستر پر لیٹ کر میں ان تمام باتوں پر غور کرتی تو یقین نہیں آتا تھا کہ ایک انسان کے ساتھ ہی یہ سارے واقعات پیش آئے ہیں میری شخصیت کیا تھی اور کیا بن کر رہ گئی ہوں میں اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اب میں اپنا اصل مقصد بھی کھوتی جا رہی تھی یعنی جس مقصد کے لیے میں نے خوشی سے بلیک چینل میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تھا اس کا تو ابھی کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا تھا اپنی ذات پر غور کرتی تو مزید الجھ جاتی کیا آپ اس بات پر حیرت نہیں کریں گے کہ کوئی شخص خود اپنی شخصیت سے ناواقف ہو' میری ذات سے جو کہانیاں وابستہ تھیں ان کا کوئی سرا میرے اپنے پاس نہیں تھا سوچتی تو ذہن نجانے کہاں کہاں بھٹکنے لگتا تھا اپنے پتا جی یاد آتے' دادا جی یاد آتے' موسی جی یاد آتیں اور پھر ان یادوں کے ساتھ ساتھ ہی بہت سے سلسلے منسلک ہو جاتے رانا پربت سنگھ کا بھیانک کردار ذہن میں آتا اس کے بیٹے سنیل کی شکل نگاہوں میں گھومتی۔ سنیل کا اس کے بعد مجھے کوئی پتا نہیں چل سکا تھا یوں تو رانا پربت سنگھ جی کے بارے میں بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں اتنا مجھے علم ہو گیا تھا کہ رانا پربت سنگھ یقیناً کسی ایسے مسئلے میں الجھا ہوا ہے جس کا تعلق مکمل طور پر میری ذات سے ہے اور وہ بدبخت افراد یعنی۔ جو مجھے پہلی فلائیٹ میں ملے تھے اور جنہوں نے میری زندگی اجیرن کر کے رکھ دی تھی رانا پربت سنگھ ہی کے ساتھی تھے' یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد دل میں ایک ہوک سی اٹھتی کہ اپنے بارے میں کسی کام کا آغاز کروں اور غور کروں سی اٹھتی کہ اپنے بارے میں کسی کام کا آغاز کروں اور تحقیق کے پیمانے پر کروں۔ لیکن حالات ابھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے اور مجھے دل مسوس کر رہ جانا پڑتا تھا بہر طور اپنے آپ کو بلیک چینل کے لیے تیار کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ سرلا دیوی کے ساتھ تقریباً دس یا بارہ دن گزر گئے اور تیرہویں دن مجھے سرلا دیوی نے خوشخبری سنائی جو ان کی اپنی دانست میں خوشخبری ہی تھی۔

"بھارتی' وقیا انتہائی شاندار پیمانے پر تمام کام سرانجام دے رہی ہے تمہاری کمپنی کو بلکہ کسی بھی شخص کو اس پر شبہ نہیں ہو سکا اور اس کے بارے میں مکمل رپورٹ فراہم ہو گئی ہے گویا اس وقت تک جب تک تم اپنے اس کام میں مصروف رہو گی وقیا تمہاری جگہ سنبھالے رہے گی۔ ہاں ایک بات کی اجازت تمہیں دی جاتی ہے کہ جب کبھی بھی تم اکتاہٹ محسوس کرو اور اپنے گھر واپس آنا چاہو تو وقیا کو اسی جگہ سے بھیج سکتی ہو جہاں وہ موجود ہو اور اس کے بعد تم اپنی اصل حیثیت سے ہندوستان واپس آ سکتی ہو' تاکہ کچھ دن آرام کر لو۔"

"عجیب بات ہے کیا اس سے زیادہ عجیب بات کوئی اور ہو سکتی ہے سرلا جی؟"

"نہیں۔ لیکن دلچسپ ہے اور یہ تجربہ تمہاری زندگی کے لیے انتہائی دلکش ثابت ہو گا۔"

"خیر ٹھیک ہے' ظاہر ہے بلیک چینل نے جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں' انہیں پورا کرنا تو ہو گا ہی' لیکن اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"تمہیں پیرس روانگی کے لیے تیاریاں کرنی ہیں۔"

"پیرس؟"

"ہاں۔ اور تم اپنی آخری فلائٹ خود لے جاؤ گی۔"

"اور وقیا؟"

"وقیا کو پیرس بھیج دیا جائے گا۔"

"اوہ۔ کیسی الجھی ہوئی باتیں ہیں؟"

"ہاں۔ شاید سرلا دیوی نے کہا اور اس کے بعد میں اس طویل عرصے وقیا اور راگنی سے دور رہ کر گھر پہنچی گھر کے حالات میں مجھے کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ ماتا جی بالکل ویسی ہی تھیں۔ راگنی فلائٹ پر گئی ہوئی تھی' ونود بہت خوش تھا' غالباً اسے کسی بات کی خوشی تھی کہنے لگا۔

"دیدی آپ اتنی پہاڑ رہی کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

"کیوں دصی کیا ہو گیا ایسی کیا خاص بات کی ہے میں نے؟"

"آپ نے میرے لیے جو ٹیپ ریکارڈر منگوایا ہے وہ جواب نہیں رکھتا اپنا۔" ونود نے بات کاٹ کر کہا۔

"اوہ۔ تمہیں پسند آیا۔" میں نے گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ایسا ویسا پسند دیدی۔ بس میں بتا نہیں سکتا آپ کو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

"دیدی اب کے آپ باہر جائیں تو میرے لیے ایک گھڑی کی ضرورت ہے اگر مل سکے تو بہت اچھی قسم کا۔"

"ٹھیک ہے آ جائے گا۔"

"ویسے اب آپ کی فلائٹ کہاں کی ہے"

"فرانس جا رہی ہوں۔"

"گڈ ویری گڈ' میرا خیال ہے وہاں سے آپ میرے لیے خریداری کر سکتی ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں' شکلا جی سے ملی تو وہ بھی بالکل مطمئن اور مسرور نظر آئے بلکہ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھارتی جی میرا خیال ہے آجکل آپ کافی بہتر ہو رہی ہیں سب لوگ آپ کی تعریف کر رہے ہیں آپ اپنی ذمہ داریاں پورے فارم میں انجام دے رہی ہیں جبکہ پچھلے دنوں آپ کافی الجھی ہوئی تھیں۔"

"ہاں۔ شکلا جی بھگوان کی دیا ہے۔ اب میں بالکل مطمئن ہوں۔"

"مجھے مسرت ہوئی' بہر طور آپ پیرس جا رہی ہیں اور وہاں آپ کو پانچ دن قیام کرنا ہے۔ چھٹے دن آپ اپنی فلائٹ لے کر یہیں واپس آ جائیں گی۔"

"او کے۔ میں تیار ہوں۔ اور کافی دن کے بعد میں پھر فلائٹ لے کر چل پڑی' فلائٹ پیرس ایئرپورٹ پہنچا' تر گئی اور میں ضروری امور سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑی اور پھر وہی ہوا جس کی مجھے امید تھی' میرے ہوٹل کے اس کمرے میں وقیا موجود تھی۔ میری ہی شکل میں میرے ہی سوٹ میں اس نے مسکراتے ہوئے میرا سواگت کیا اور بولی۔

"کہو بھارتی۔ بہت دن کے بعد تمہیں اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں بھی لیکن تم؟"

"ہاں۔ کیا مجھے یہاں نہیں موجود ہونا چاہیے تھا؟"

"نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے اب مجھے

"یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گرے ہاؤس میں تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے۔" وہ دیا نے مجھے گرے ہاؤس کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور میں نے گردن ہلا دی۔ رات کو ٹھیک گیارہ بجے میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر گرے ہاؤس چل پڑی۔ شاید وہ کوئی مشہور جگہ تھی کیونکہ ٹیکسی ڈرائیور کو بس اس کا نام بتا دینا کافی ہوا تھا۔

درحقیقت گرے ہاؤس پیرس کے ایک خوبصورت گوشے میں واقع تھا۔ عظیم الشان اور قدیم پیرس کی روایتوں کا آئینہ دار۔ بلاشبہ اسے اتنا ہی مشہور ہونا چاہیے تھا۔ ٹیکسی اس کے صدر گیٹ سے کچھ فاصلے پر رک گئی اور میں نے ڈرائیور کو بل ادا کر دیا۔ مجھے گرے ہاؤس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیلات بتا دی گئی تھیں لیکن یہ ناکافی تھیں۔ بہرطور ٹیکسی کے آگے بڑھ جانے کے بعد میں گرے ہاؤس کے صدر گیٹ کی طرف پہنچ گئی۔ اور شاید میرا سامنے پہنچنے سے گیٹ کا ذیلی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میں نے حیرت سے اس کے عقب میں دیکھا لیکن دروازہ کھولنے والا سامنے نہیں تھا چنانچہ میں نے یہی اندازہ لگایا کہ خودکار دروازہ ہے۔ میں نے اندر قدم رکھا تو مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"آپ سیدھی تشریف لے آئیے مس بھارتی۔"

میں نے آواز پہچان لی تھی۔ ڈان کاؤڈرے کی ہی آواز تھی میں سیدھی میں چل پڑی۔ اور پھر عمارت کے اندر داخل ہو گئی۔ آواز جگہ جگہ میری رہنمائی کر رہی تھی۔ ویسے یہ بہت زیادہ حیرت کی بات بھی نہیں تھی۔ اس قسم کے کرتب اور آلات اب عام حیثیت رکھتے ہیں اور کوئی انہیں کہیں بھی نصب کر سکتا ہے۔ بہرطور میں اس آواز کی رہنمائی میں ایک بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہو گئی جہاں صرف ڈان کاؤڈرے ایک بہت وسیع و عریض میز کے عقب میں بیٹھا ہوا تھا۔ بہت عرصے کے بعد میں نے مسٹر ڈان کاؤڈرے کو دیکھا تھا اور اس بار میرے دیکھنے کا انداز ذرا مختلف تھا کیونکہ میں خود بھی اس کی شخصیت سے متاثر ہو گئی تھی۔ ڈان کاؤڈرے نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں اس کے سامنے پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مس بھارتی بات دراصل یہ ہے کہ کچھ لوگ کسی حادثے کے تحت اتفاقیہ طور پر دوسروں تک پہنچتے ہیں لیکن اپنی شخصیت کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑ دیتے ہیں کہ انہیں بھلایا نہیں جا سکتا۔ انہی میں سے ایک شخصیت آپ کی ہے۔ بلیک چینل کے بارے میں آپ نے یہ اندازہ تو لگا لیا ہوگا کہ یہ کوئی معمولی تنظیم نہیں ہے اور دنیا بھر میں بے شمار وسائل رکھتی ہے۔ لیکن آپ نے مجھے جس طرح متاثر کیا ہے اس کے تحت میں آپ سے بغیر کسی تکلف کے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں آپ کی قدر کرنے لگا ہوں اور آپ کو اپنے درمیان پا کر بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں مس بھارتی یہ الفاظ آپ کو خوش کرنے کے لیے نہیں ہیں کیونکہ آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی کہ ان الفاظ کے بغیر بھی آپ پوری دیانتداری کے ساتھ بلیک چینل کے لیے اپنی خدمات انجام دے رہی تھیں۔ اگر آپ تصور کر سکتی ہیں تو ان الفاظ کو اپنے لیے تحسین کے جذبات تصور کیجیے گا۔"

"میں ان الفاظ کو اپنی ذات کے لیے انتہائی اہم تصور کرتی ہوں مسٹر کاؤڈرے۔"

"شکریہ۔" کاؤڈرے نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے علاوہ میں اس بات پر بھی ناز کرتی ہوں کہ بہت مختصر وقت میں میں نے بلیک چینل میں اپنے لیے یہ اہم جگہ بنائی ہے۔"

"یقیناً آپ اس کی مستحق تھیں۔ دراصل ہم لوگ ذہین ترین افراد کو اپنے لیے حاصل کرتے ہیں اور انہیں نجانے کتنا عرصہ تربیت دیتے ہیں اس کے باوجود ہمیں اس کا یقین نہیں ہوتا کہ وہ ہمارے لیے کتنے مخلص اور کتنے اچھے ثابت ہوں گے۔ آپ نے اب تک بلیک چینل کے لیے جتنے بھی کام کیے ان میں سے ہر کام نے آپ کی شخصیت میں ایک نمایاں اضافہ کیا ہے اور میں چونکہ صاف گوئی کا قائل ہوں، اس لیے بلا خوف آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ خاص طور سے آپ کے اس آخری واقعے نے تو میرے دل میں آپ کے لیے بہت بڑی جگہ بنا دی ہے۔ آپ نے بہت بڑی رقم کے ہیرے اور جواہرات بڑی ذہانت اور مہارت سے حاصل کیے اور اس کے بعد آپ نے انہیں بغیر کسی لالچ کے دیانتداری کے ساتھ ہم تک پہنچا دیے۔ سب سے بڑی بات یہی ہے ورنہ اچھے اچھے لوگ یہاں آ کر فیل ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی بتا دوں آپ کو کہ اس قسم کے امتحانات میں آج تک میں نے جتنی شخصیتوں کو تولا ہے ان میں بھی فیل ہو چکی ہیں۔ آپ پہلی اور واحد خاتون ہیں جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا ہے۔"

"تعجب ہے۔" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"نہیں یہ تعجب کی بات نہیں بلکہ یہ نسلی برتری کے نقوش ہیں۔ آپ ایک اچھے خاندان کی فرد ہیں۔ بیشک بلیک چینل کوئی ایسا نیک نام ادارہ نہیں ہے جس میں کام کر کے فخریہ طور پر لوگوں کو بتایا جا سکے یا اس سے کوئی سماجی حیثیت حاصل کی جا سکے لیکن ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ وقت کی ضرورت کے تحت ہوتا ہے اور بہرطور اس سے اپنا آپ کو مخلص ہی رکھنا چاہیے۔

تو بہرطور یہ ساری باتیں آپ کی شخصیت کی عکاسی کرتی ہیں۔ اور اسی کے تحت میں نے آپ پر مزید توجہ دی اور اب یوں سمجھ لیجیے کہ بلیک چینل میں آپ ایک اہم عہدیدار ہیں۔"

"اس کے لیے مسٹر ڈان کاؤڈرے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتی ہوں۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"مالی مفادات تو جس قدر ہیں سو ہیں اور اس کے لیے آپ میں کبھی پیچھے نہیں پائیں گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ایک اور شخصیت دوں۔ آپ درحقیقت اس کے شایان شان ہیں۔"

"میں منتظر ہوں مسٹر ڈان کاؤڈرے۔"

"میڈم بھارتی! بلیک چینل کے آج تک کے جو اغراض و مقاصد رہے ہیں تقریباً سبھی آپ کے علم میں آ چکے ہیں۔ ہم اسمگلنگ کرتے ہیں۔ نادر اشیا حاصل کرتے ہیں ان کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ بے شمار دوسرے ایسے کام کرتے ہیں جن سے ہمیں مالی منافع حاصل ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی بہت سے شعبے ہم سے چھوٹے ہوئے بھی تھے اور میں آپ کو بالکل صاف گوئی سے یہ بتا دوں کہ میں نے ان شعبوں کے لیے اپنے معیار کے مطابق شخصیتوں کو نہیں پایا تھا اور میں مسلسل ان کوششوں میں مصروف تھا کہ ایسی کچھ شخصیتیں مجھے حاصل ہو جائیں اور مجھے خوشی ہے کہ میں ان کے حصول میں کامیاب ہو گیا ہوں چنانچہ میں نے بلیک چینل کا یہ دوسرا حصہ بھی ترتیب دے لیا ہے اور اس کا باقاعدہ افتتاح کر دیا گیا ہے۔"

"دوسرا حصہ؟"

"ہاں۔ اسے ہم ریڈ چینل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔"

"خوب۔ ریڈ چینل؟" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ ریڈ چینل کی کچھ خصوصیات آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ریڈ چینل صرف خواتین کا چینل ہے اور اس میں جتنی ورکرز ہیں سب لڑکیاں ہیں میں ان لڑکیوں کے بارے میں بھی پھر آپ کو تفصیلات بتا دوں گا۔ ویسے یوں سمجھ لیجیے کہ فلپائن، سنگاپور، انڈونیشیا، ہانگ کانگ، امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ اور ایسے ہی دوسرے ممالک سے میں نے ذہین ترین لڑکیاں جمع کی ہیں۔ ہندوستان سے ریڈ چینل کی رکن آپ ہیں میڈم بھارتی اور ریڈ چینل کی اس رکن کی حیثیت سے آپ کا عہدہ اور آپ کی شخصیت کسی بھی طرح سرلادیوی سے کم نہیں ہے چنانچہ ہندوستان کی طرف سے آپ کو ہم نے ریڈ چینل کا سربراہ مقرر کیا ہے۔ آپ کے تحت کوئی ٹیم نہیں ہے کیونکہ آپ کو جو کچھ بھی کرنا ہے تنہا ہی کرنا ہے۔ اب میں آپ کو ریڈ چینل کے کام بتائے دیتا ہوں۔ ہم اپنے طور پر دنیا بھر میں ہر قسم کے امور انجام دے رہے تھے لیکن جو شعبہ ہم نے چھوڑا ہوا تھا وہ بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے۔ یعنی دنیا کے بے شمار ممالک اپنے تمام ایجنٹوں کے علاوہ کچھ اس قسم کے اداروں سے بھی کام لیا کرتے ہیں جو زیر زمین ہوتے ہیں۔ ان اداروں سے بہت سے ممالک دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں۔ ملکوں کے علاوہ ان سے ذرا نیچے پہلنے پر بڑے بڑے صنعت کار، بڑے بڑے دولت مند اور بہت سے سیاست داں اپنے لیے ایسے ذرائع استعمال کرنا چاہتے ہیں جن سے ان کی گردن بھی نہ پھنسے اور ان کا کام بھی ہو جائے۔ یہ لوگ ایسے کاموں کے لیے لاکھوں ڈالر خرچ کر دیا کرتے ہیں۔ تو پھر ان لاکھوں ڈالر میں ہمارا حصہ کیوں نہ ہو۔ ریڈ چینل ایسے ہی لوگوں کی معاونت کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ خواہ وہ کوئی ملک ہو کوئی فرد ہو یا کوئی بھی شخصیت ہو۔ وہ ریڈ چینل سے رابطہ قائم کر کے اپنے بارے میں تفصیلات بتا سکتی ہے اور اس سلسلے میں اس سے معاوضہ طے کر لیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کی تفصیلات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہوں گی۔ اور آپ کو یہ پتا چل گیا ہوگا کہ ریڈ چینل کیا ہے۔ مس بھارتی میں نے نہایت احتیاط کے ساتھ خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا ہے جو ریڈ چینل کے مقصد میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ کچھ وقفے وقفے سے ان لڑکیوں سے آپ کا واسطہ پڑتا رہے گا۔ معاف کیجیے گا آپ کو بھی انہی میں شامل کیا گیا ہے اور یہ صرف کوئی رعایتی بات نہیں ہے آپ نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہے۔ شاید یہ بات سن کر آپ کو بھی خوشی ہو کہ مسٹر پاؤ اور مسٹر ہلوکوشی، مارشل آرٹس ہی کے نہیں بلکہ روحانیت کے بھی ماہر ہیں۔ اور انسانوں کو پرکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان دونوں کی مشترکہ رپورٹ ہے کہ آپ کے اندر ایک الوہی قوت پوشیدہ ہے جسے شاید آپ خود بھی نہیں سمجھ پائیں۔ کیا اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ حالات کے تحت خود کو تبدیل کر سکتی ہیں۔ عام حالات میں آپ ایک معصوم سی بے ضرر خاتون ہیں اور کسی کے دکھ پر افسردہ ہو جانا اور اس کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جانا آپ کی شخصیت کا ایک خاص حصہ ہے۔ لیکن آپ اپنی اس دوہری شخصیت سے بالکل واقف نہیں ہیں جو آپ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ یہ شخصیت حالات میں بگڑنے کے بعد ایسی ہی خوفناک ہو جاتی ہے جیسے آپ کسی بند کمرے میں ایک بے بس بلی کو دیکھ کر محسوس کر سکتی ہیں اس میں جھپٹنے، حملہ کرنے اور پھر

مدِ مقابل کو مغلوب کر دینے کی صلاحیت ہزاروں گنا بڑھ جاتی ہے اور یہ کیفیت عام لوگوں میں نہیں ہوتی۔ عام حالات میں گھرنے کے بعد بے بسی محسوس کرتے ہیں اور نڈھال ہو جاتے ہیں جب کہ وہ خاص لوگ جو اپنے اندر یہ صلاحیتیں رکھتے ہیں حالات کا شکار ہونے کے بعد وحشی بن جاتے ہیں اور مس بھارتی یہ صلاحیت آپ کے اندر موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی آپ کو اس کا احساس نہ ہوا ہو۔ خیر یہ ساری تفصیلات تو آپ کو آپ کے بارے میں بتانا میری سپاس گزاری تھی لیکن اب آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ میری خواہش کے مطابق ریڈ چینل کے لیے کام کرنے پر تیار ہیں؟"

میرے لیے سوچنے کو کوئی طویل وقت نہیں تھا۔ فیصلہ کن بات کر دینی تھی اور بخانے کیوں میں نے یہ فیصلہ کیا۔ جو میری زبان سے ان الفاظ کی شکل میں ادا ہوا۔

"میں تیار ہوں مسٹر کاوڈرے خلوص دل سے تیار ہوں۔"

"گڈ ویری گڈ میں جانتا ہوں۔ آپ نے یہ الفاظ جس جذبے کے تحت کہے ہیں ان میں خلوص ہزار فیصد موجود ہے اور یہی اعتماد مجھے مطمئن کرتا ہے۔ چلیے اب یہ تمام گفتگو ختم ہوئی آپ کو ابتدائی کیفیت بتا دی گئی کہ ہم نے کیا فیصلے کیے کیا بنایا۔ کیا بگاڑا بجنا بجا اس گفتگو کے اختتام کے بعد اب آپ کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آپ کا اپنا پہلا مشن کیا ہے؟"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں سب سے پہلے آپ کو اس نقشے کے پاس لیے چلتا ہوں آئیے براہ کرم آئیے۔" ڈان کاوڈرے نے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

دیوار پر مجھے کہیں بھی کوئی نقشہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ڈان کاوڈرے نے ایک بٹن آن کیا اور ایک بہت وسیع و عریض دیوار پر روشنیوں کی لکیریں جل اٹھیں یہ لکیریں دنیا کے نقشے کی صورت میں تھیں اور نہایت واضح اور روشن تھیں۔ ڈان کاوڈرے کی حیثیت کا یقین تو میں پہلے ہی کر چکی تھی مزید گرے ہاؤس کو دیکھنے کے بعد ہو جاتا تھا پیرس جیسے مہنگے شہر میں گرے ہاؤس جیسی عمارت کا موجود ہونا اس بات کی دلالت کرتا تھا کہ ڈان کاوڈرے کیا ہے۔ میں نقشے کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اس پر دنیا کے تمام ملکوں کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ اور ان پر خاص قسم کی روشنیاں جل رہی تھیں۔ سرخ روشنیاں ننھے ننھے نکتوں کی شکل میں کسی خاص جگہ کی نشاندہی کرتی تھیں۔ ڈان کاوڈرے نے ایک چھڑی لے کر ایک جگہ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ دنیا کے پانچ براعظم ہیں اور ان پانچ براعظموں میں جو جو ممالک اور شہر موجود ہیں ان کی تفصیل ان نقشوں میں نہایت محنت سے ترتیب دی گئی ہے لیکن آپ ان سرخ روشنیوں کے نیچے کچھ نئے نام دیکھ رہی ہوں گی اور سوچ رہی ہوں گی کہ یہ نام پہلے آپ کی نگاہوں سے نہیں گزرے۔"

"بالکل درست مسٹر کاوڈرے میں اس وقت یہی سوچ رہی تھی۔"

"ہاں۔ یہ ہمارے کوڈ ورڈز ہیں۔ ہم براعظموں کے ناموں سے یا شہروں یا ملکوں کے حوالوں سے بات نہیں کرتے بلکہ ہماری ایک الگ ٹرمنگ ہے جو ہم نے دنیا کے لیے کر رکھی ہے۔ مثلاً اس براعظم میں جو آپ یہ تمام ملک اور شہر دیکھ رہی ہیں ان کے الگ الگ نام ہیں۔ ہم ہر براعظم کو ایک خاص لفظ سے تشبیہ دیتے ہیں مثلاً براعظم ایکس۔ اس ایکس براعظم میں جتنے ملک موجود ہیں ان کے حوالے پوائنٹ ون، پوائنٹ ٹو، پوائنٹ تھری، پوائنٹ فور کے ہیں اور ان ملکوں میں جو دوسرے چھوٹے شہر ہیں ان کے حوالے ہم زیرو ون زیرو ٹو سے کرتے ہیں۔ آپ ان کی فرہنگ یاد کر لیں۔ آپ کو اس سلسلے میں باقاعدہ ایک بک فراہم کی جائے گی جس سے آپ یہ شہر وغیرہ یاد کر سکتی ہیں۔ اسی طرح دوسرے براعظم کو ہم وی کہتے ہیں۔ تیسرے کو ٹی اور چوتھے کو این اور پانچویں کو ایف۔ چنانچہ آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہماری یہ ترتیب کس قدر مکمل ہے۔ اس طرح ہم اپنے کوڈ ورڈز میں اپنے ایجنٹوں کو یہ ہدایات دیتے ہیں [illegible] کہاں اور کس [illegible] کس ملک یا کس شہر میں اپنا کام انجام دینا ہے۔ میڈم بھارتی یہ تمام تفصیلات آپ اطمینان سے یاد کر لیں۔ ابھی آپ کے پاس چھ دن ہیں۔ اور ان چھ دنوں میں آپ کی مکمل بریفنگ کر دی جائے گی میں اس سلسلے میں تمام انتظامات کر چکا ہوں جس کی تفصیل آپ کو بعد میں بتا دی جائے گی۔ پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ پہلا جو کیس آپ کے سپرد کیا جا رہا ہے وہ کیا ہے۔" میں ہمہ تن گوش تھی اور غور سے یہ تمام تفصیلات سن رہی تھی۔ ذہن کے گوشوں میں کبھی کبھی کچھ عجیب سی پرچھائیاں گزر جاتی تھیں۔ یہ ان احساسات کی پرچھائیاں تھیں جو مسٹر ڈان کاوڈرے کے الفاظ سن کر میرے ذہن میں ابھر رہی تھیں۔ تاہم میں نے اپنے آپ کو ان پرچھائیوں میں الجھایا نہیں اور ڈان کاوڈرے کی طرف متوجہ رہی۔

"براعظم الیف میں آپ کو اپنا کام کرنا ہے اور الیف کا یہ شہر پوائنٹ تھری کہلاتا ہے یعنی زیرو تھری۔ زیرو تھری میں آپ کو داخل ہو کر ایک ایسے شخص کو تلاش کرنا ہے جس کی تلاش میں اس وقت دنیا کی تین حکومتیں ہیں۔ تینوں بہترین قسم

کے وسائل رکھتی ہیں، ان میں سے دو حکومتوں نے اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کی مدد سے اس شخص کو تلاش کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ جب کہ تیسری حکومت اپنے سرکاری ذرائع سے یہ سب نہیں کرنا چاہتی اور یہ تیسری حکومت ہی ہماری نئی کلائنٹ ہے بات دراصل یہ ہے مس بھارتی کہ شخص جس کا نام کاروبیرے ہے ایک بہت بڑا دہشت گرد بن چکا ہے۔ پہلے یہ دہشت گرد نہیں تھا بلکہ باقاعدہ ایک سیاسی حیثیت رکھتا تھا اور اپنے ملک میں نمایاں جدوجہد کا خواہاں تھا لیکن الیکشن کے دوران اس کے خلاف بے شمار سازشیں کی گئیں اور اسے اس حد تک پہنچا دیا گیا کہ یہ اپنے ہی ملک کا باغی بن گیا۔ موجودہ حکومت کاروبیرے کو کسی بھی طور دوسرے لوگوں کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتی کیونکہ وہ ایک باقاعدہ سیاست دان تھا اور اس ملک کے ایسے بہت سے رازوں سے واقف تھا جن کا کسی دوسرے تک پہنچنا مناسب نہیں ہے۔ کاروبیرے نے اپنے آپ کو ایک مخصوص علاقے میں پوشیدہ کر رکھا ہے اور اس علاقے میں رہ کر وہ اپنی حکومت کو باقاعدہ یہ دھمکی دے چکا ہے کہ وہ اپنی دست برداری کا اعلان کر دے۔ اور نئے الیکشن کرائے وہ حکومت الیکشن وقت آنے سے پہلے کاروبیرے پر کنٹرول حاصل کر لینا چاہتی ہے۔ اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنا چاہتی ہے تاکہ آئندہ الیکشن تک اس کے لیے مشکلات پیدا نہ ہوں۔ جب کہ اگر کاروبیرے کسی دوسری حکومت کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو یوں سمجھیے کہ اس حکومت کو شدید ترین مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔ دوسرے دو ممالک جو کاروبیرے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے اپنے ذاتی مقاصد ہیں جن کی تکمیل کے لیے وہ کاروبیرے کو استعمال کر کے اس حکومت کو بلیک میل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اب اگر حکومت یعنی ہماری کلائنٹ حکومت اس سلسلے میں اپنے سرکاری عملے کو استعمال کرتی ہے تو اسے اپنے ہاں بہت سی مخالفتیں برداشت کرنا پڑیں گی کیونکہ ابھی تک کاروبیرے کے بہت سے ہمنوا اس حکومت میں موجود ہیں۔ آپ صورتحال کو سمجھ رہی ہوں گی مس بھارتی۔ آپ یہ سمجھ لیجیے کہ آپ کو ان دو حکومتوں کے ایجنٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑے گا جو کاروبیرے کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کاروبیرے کے سلسلے میں بھی آپ کو کام کرنا پڑے گا جو بہرحال ایک بڑا دہشت گرد ہے اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنا آپ کی ڈیوٹی ہے۔" میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے مسٹر ڈان کاوڈرے کی صورت دیکھ رہی تھی کبھی خواب و خیال میں بھی یہ تصور نہیں کیا تھا کہ زندگی کا کوئی لمحہ ایسی حماقتوں سے دوچار ہو جائے گا۔ میں اور ایک سیکرٹ ایجنٹ؟ میں اور اتنے بڑے گروہ کی سرغنہ بننا مشکل سی بات تھی۔ خود میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی تو دوسروں کو کیا سمجھاتی غالباً مسٹر ڈان کاوڈرے میرے چہرے کے تاثرات سے میری کیفیت کا اندازہ لگا رہے تھے مسکرا کر بولے۔

"ہاں مس بھارتی آپ یہ کام کر سکتی ہیں میں احمق نہیں ہوں کہ میں نے بلاوجہ آپ کا انتخاب کیا۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے مسٹر کاوڈرے میں یہ سوچ رہی ہوں کہ جتنا بڑا اعتماد کر لیا ہے آپ نے۔ مجھ پر کیا میں اس کے قابل ہوں؟"

"اگر آپ مجھے احمق سمجھتی ہیں تو پھر آپ جو چاہیں سوچ سکتی ہیں۔"

"نہیں میں اس کی جرات نہیں کر سکتی لیکن آپ یقین کیجیے کہ میں نے کبھی زندگی میں یہ سب کچھ نہیں سوچا۔"

"آپ سوچیں گی ضرور سوچیں گی۔ بہرطور آپ نے میرا مقصد تو سمجھ لیا ہوگا اور اب میں آپ کی ملاقات مسٹر شٹل سے کرانا چاہتا ہوں۔ مسٹر شٹل اس سلسلے میں آپ کے معاون ثابت ہوں گے آپ انتہائی بے تکلفی سے مسٹر شٹل سے اپنی ہر الجھن کا حل مانگ سکتی ہیں۔ یہ آپ کو ہر طریقے سے مطمئن کریں گے مسٹر شٹل براہ کرم اندر آ جائیے۔"

ایک دبلا پتلا اور انتہائی حسین آنکھوں والا آدمی اندر داخل ہو گیا جس کی عمر چالیس یا پینتالیس سال سے کم نہیں ہوگی۔ اس نے اندر آ کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور پھر ڈان کاوڈرے کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے مس بھارتی کو ان کی موجودہ حیثیت سمجھا دی ہے۔ باقی تمام کام سمجھانا آپ کی ذمہ داری ہے مسٹر شٹل۔"

"آئیے مس بھارتی۔ براہ کرم تشریف لائیے۔"

"اور بیٹے مس بھارتی میں جا رہا ہوں میری ذمہ داری بس یہیں تک تھی کہ میں آپ کو ان تمام حالات سے روشناس کرا دوں اب آپ کا واسطہ مکمل طور سے مسٹر شٹل سے رہے گا اور آپ ہر طرح سے اپنا اطمینان کر سکتی ہیں۔" ڈان کاوڈرے ان الفاظ کے بعد رخصت ہو گیا اور دبلے پتلے مسٹر شٹل نے مسکراتے ہوئے مجھے اپنے ساتھ چلنے کی پیشکش کی۔

گرے ہاؤس ہی کے ایک علاقے میں میرے لیے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ شاندار عمارت کا یہ شاندار کمرہ قابل دید تھا اور اعلیٰ طرز کے قدیم فرانسیسی فرنیچر سے آراستہ تھا۔ زمین پر خوشنما سرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ شٹل نے وہاں مجھے آرام کرنے کی ہدایت

کردی اور مجھ سے کہا کہ کل صبح وہ مجھ سے ملاقات کر کے اپنے اس نئے کام کا آغاز کرے گا۔ میں بھی اب آرام ہی کرنا چاہتی تھی۔

بہت سے احساسات میرے اوپر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور ان میں کسی کی موجودگی مداخلت کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ بستر پر لیٹنے کے بعد میں چھت پر نگاہیں گاڑے خیالات میں کھو گئی۔ عجیب سے احساسات تھے۔ بھلا یہ سب کچھ کیا ہے۔ تصور کرتی تو اپنے آپ کو ایک کہانی کا کردار محسوس کرتی تھی۔ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ جنون کا سفر طے ہو رہا تھا۔ دادا جی کی موجودگی نے یہ بھلا دیا تھا کہ اس سنسار میں بے سہارا ہوں اور میرا کوئی نہیں ہے۔ موسی کی محبت نے اور سہارا دیا تھا۔ اور انہوں نے ایک ماں کے فرائض سنبھال لیے تھے پھر اپنی اس ڈیوٹی سے بہت مطمئن اور مسرور تھی جس میں ملک ملک کی سیر کا موقع ملتا تھا۔ یہ سب کچھ میری ہی زندگی سے وابستہ تھا۔ کیا واقعی یہ سب کچھ میری ہی زندگی سے وابستہ تھا۔ سوچتی تو ان تمام باتوں پر یقین ہی نہیں آتا تھا۔ راگنی تھی، وجود تھا اور دوسرے بہت سے لوگ تھے۔ میری اپنی فیملی کے تمام افراد تھے۔ سب کے سب سکون سے اپنا کام انجام دے رہے تھے۔ ایک میں تھی کہ ایک کے بعد دوسرے چکر میں پھنستی جا رہی تھی۔ بلیک چینل سے نکل تو ریڈ چینل میں آ پھنسی کیسی دلچسپ اور عجیب و غریب بات ہے۔ لیکن میں یہ سب کیوں کر رہی ہوں؟ آخر یہ سب کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اور وجہ صاف عیاں تھی۔ وہ سب اپنی اپنی شناخت رکھتے تھے۔ اپنے آپ کو پہچانتے تھے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے خاندان تھے۔ چھوٹے چھوٹے گھر تھے اور میرا کچھ بھی نہیں تھا۔ بہت پہلے میرا بہت کچھ تھا لیکن اب سچی بات یہ ہے کہ میں جب بھی اپنے آپ کو محسوس کرتی بہت بڑے صحرا میں اُگے ہوئے درخت کی مانند اپنے آپ کو پاتی میرا اپنا بھی تو کوئی راز ہے۔ میرا اپنا بھی تو کچھ ہے۔ جو شخص اپنی ہی شناخت میں ناکام ہو اسے جینے کا کیا حق ہے۔ لیکن میں جینا چاہتی تھی۔ میں ہر قیمت پر جینا چاہتی تھی۔ زندگی مجھے بھی پیاری تھی۔ سب اپنی شناخت کے نیچے ہوں اور اسی شناخت کی وجہ سے میں نے زندگی کے لیے بڑے بڑے خطرے مول لے لیے تھے۔ آہ۔ میں اپنی شناخت کیسے کروں، میں خود کو کیسے پہچانوں، میں کون ہوں؟ پتا چلا کہ مجھے اپنی مہم سے لانے تھے لیکن میرا اپنا بھی تو کچھ تھا اس سنسار میں۔ کون تھا میرا؟ جب شری دیوی لکشمی جیسی کروڑ پتی سالہا سال نہیں ہیں جبکہ وہ میرے پتا جی کی بیری تھیں پھر میری ماں کون ہے؟ اور وہ اور مجاسلو کیا باتیں میری زندگی سے وابستہ تھیں۔ ملا خود کچھ

لگا تو خود کو سکون دینے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور پھر نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی۔ درحقیقت نیند کی دیوی بہت ہی مہربان ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو آدمی کا دماغ سوچتے سوچتے تھک جائے۔

دوسری صبح جاگی تو ہلکی ہلکی موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ شاید میرے ہی کمرے میں لگی ہوئی کسی گھڑی سے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور مسلسل ہوئے جا رہی تھیں۔ میں نے گھڑی کی تلاش میں دیواروں پر نگاہیں دوڑائیں تو مجھے وہ گھڑی نظر آ گئی جس سے موسیقی نشر ہو رہی تھی۔ صبح کے آٹھ بجے تھے اور شاید یہ موسیقی اس لیے منتقل کر دی گئی تھی کہ آٹھ بجے کے بعد انسان جاگ ہی جائے۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور غسل خانے میں داخل ہو گئی۔

ہر چیز سے ایک امارت کا احساس ہوتا تھا۔ شہنشاہیت برستی تھی۔ میں نے غسل کیا۔ تیار ہوئی تو ملازمہ چائے لے کر آ گئی۔ ایک فرانسیسی عورت تھی جس کی عمر پچاس پچپن سال کی ہو گی۔ چائے اس نے میرے سامنے رکھی اور پھر مشینی انداز میں بولی۔

”لنچ ناشتے کے کمرے میں آ جائیے۔ مسٹر شتل آپ کا انتظار کریں گے۔“

چائے پی اور اس کے بعد وقت گزاری کے لیے اخبار دیکھنے لگی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں لنچ کا انتظار کر رہی تھی۔ ٹھیک نو بجے اپنے کمرے سے باہر نکلی تو ایک اور ملازم نے میری راہنمائی اس بڑے کمرے تک کی جو ڈائننگ روم تھا۔ ڈائننگ روم میں ایک بہت لمبی میز بچھی ہوئی تھی اور اس کے سرے پر مسٹر شتل میرے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناشتے کی میز پر اور کوئی موجود نہیں تھا۔ مسٹر شتل نے سر خم کر کے مجھے خوش آمدید کہا۔ اور اپنے قریب ہی ایک کرسی میرے لیے گھسیٹ لی۔ ملازموں نے ناشتہ لگانا شروع کر دیا تھا۔ ہلکا پھلکا ناشتہ کرتے ہوئے مکمل خاموشی طاری رہی اور پھر جب ملازم ناشتے کے برتن اٹھا کر لے گئے تو مسٹر شتل نے کہا۔

”آئیے مس بھارتی اب ہم اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی وہ کرسی ہٹا کر اٹھ گئے تھے۔

اس بار مجھے گیسٹ ہاؤس کے مغربی حصے کے ایک بہت بڑے کمرے میں لایا گیا جو ڈارک روم کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں مسٹر شتل نے مدھم سی روشنی کر دی اور مکمل تاریکی چھائی ہوئی روشنی میں، میں نے عجیب و غریب چیزیں دیکھیں بہت سی الماریاں جن میں بہت سے فائل چنے ہوئے تھے۔ کچھ کیبنٹ کچھ میزیں اور کرسیاں۔ ایک بڑی سی میز کے قریب پہنچ کر مسٹر شتل

مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئے۔

”مجھے علم ہے کہ چیف نے آپ کو آپ کے مشن کے بارے میں بتا دیا ہے۔ ریڈ چینل کے اراکین میں یوں تو بے شمار افراد ہیں۔ لیکن اس کیس کے سلسلے میں آپ کی ملاقات کسی بڑے سربراہ سے نہیں ہو گی۔ البتہ آپ جس پوائنٹ پر جا رہی ہیں وہاں آپ کو مسٹر میٹرو ملیں گے۔ مسٹر میٹرو ریڈ چینل کے اہم کارکنوں میں سے ایک ہیں۔ لیکن وہ آپ کی ماتحتی ہی میں کام کریں گے۔ بہت کام کے آدمی ہیں۔ میں آپ کو ان کے بارے میں مزید تفصیل بعد میں بتا دوں گا۔ اس سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس جگہ کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی جائیں جسے ہم پوائنٹ زیرو تھری کہتے ہیں۔ پوائنٹ زیرو تھری ایک جدید ترین شہر ہے اور اس جگہ آپ کو اس سلسلے میں کام کرنا ہے وہ اس ملک کا دار الحکومت بھی ہے۔ پوائنٹ زیرو تھری کی جغرافیائی کیفیت میں آپ کو ایک فلم کے ذریعے بتاتا ہوں۔“ مسٹر شتل نے کہا اور اس کے بعد ایک چھوٹی سی میز کے پیچھے جا بیٹھے جس پر عجیب و غریب سا ہوا تھا۔ جگہ ایسی تھی کہ میں اس سامنے والے اسکرین کو نہ پا سکتی تھی جو پانچ فٹ کی لمبائی اور چوڑائی میں تھا۔ مسٹر شتل نے ایک بار پھر تاریکی کر دی اور اسکرین پر روشنیاں لگیں۔ پھر میرے سامنے مناظر آنے لگے۔ میں پوائنٹ زیرو تھری سے بخوبی واقف ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اس شہر کی جغرافیائی ... درختوں اور آبشاروں کے مناظر مکمل تھے۔ دکھائے جانے والے فلم کے ذریعے ایک ایک چیز سے روشناس ہو رہی تھی۔ بہت ہی مکمل اور جامع فلم تیار کی گئی تھی۔ اس کے بعد مجھے مسٹر میٹرو کے بارے میں تمام تفصیلات بتائی گئیں۔ پھر ان کاموں سے فراغت حاصل ہو گئی اور مجھے دوسرے کی تفصیلات فراہم کر دی گئیں بلاشبہ یہ شخص ایک اہم سیاسی حیثیت رکھتا تھا۔ اور جو مالک اس میں دلچسپی لے رہے تھے ان کے مقاصد بھی میرے سامنے آ گئے۔ میں نے زندگی میں ان تمام چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں لی تھی۔ سیاست میرا موضوع ہی نہیں تھا لیکن اس وقت مجھے دنیا کی سیاست کے بارے میں بھی تھوڑی سی تفصیلات فراہم کی گئیں اور ان سے روشناس ہونے لگی۔ دل ہی دل میں، میں اس وقت بھی اس عجیب سے احساس کا شکار تھی کہ جو کچھ میری فیلڈ سے تعلق نہیں رکھتا وہ مجھ پر کس طرح مسلط ہو رہا ہے اور کیا میں ان ذمہ داریوں کو پورا بھی کر سکوں گی یا نہیں۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے تک مسٹر شتل نے مجھے اپنے آپ میں مصروف رکھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھے۔ ایک کیبنٹ کے پاس پہنچے۔ دراز کھول کر کوئی چیز نکالی۔ غالباً یہ

ایک انجکشن اور سرنج تھی۔ انجکشن توڑ کر انہوں نے اس کا سیال سرنج میں کھینچا اور پھر میرے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنا بازو سامنے کرنے کے لیے کہا اور میں حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

”یہ۔ یہ کیا ہے؟“

”آپ یہ انجکشن لے لیجئے مس بھارتی اور پھر اس کے کمالات دیکھئے۔“

میں نے بازو سامنے کر دیا اور مسٹر شتل نے بڑے اطمینان سے انجکشن میرے بازو میں انجکٹ کر دیا۔ میں نے حیرت سے ان کی صورت دیکھی تھی۔ مسٹر شتل مسکرا کر کہنے لگے۔

”ٹھیک تین بجے آپ کو یہ انجکشن دوبارہ دیا جائے گا۔“

”مگر اس کا مقصد؟“

”میں اس سلسلے میں آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا بلکہ خود آپ مجھے اس انجکشن کے اثرات کے بارے میں بتائیں گی۔“

میں نے شانے ہلا دیے تھے۔ بہرطور جو کچھ مجھے بتایا گیا تھا اسے میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا اور مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ان میں کوئی بھی چیز بھولنے والی نہیں ہے۔ انجکشن بھی میرے لیے تعجب خیز ہی تھا۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔ بہرطور میں جانتی تھی کہ مسٹر شتل اور ان کا وجود سے اعتماد کے لوگوں میں سے ہے چنانچہ میں نے اس پر کسی خاص حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ دو بجے ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا اور اس کے بعد ٹھیک تین بجے مسٹر شتل نے مجھے دوبارہ انجکشن دیا۔

”پہلے انجکشن کے اثرات تو میں نہیں معلوم کر سکی جب کہ آپ نے کہا تھا کہ میں خود آپ کو اس کے بارے میں بتاؤں گی۔“

”کوئی بات نہیں۔ یہ آپ کی قوت ارادی ہے کہ انجکشن آپ پر اثر انداز نہیں ہو سکا۔“

”مجھے اس کے بارے میں کچھ بتا دیا جاتا تو بہتر تھا۔“

”میں نے کہا نا مس بھارتی۔ آپ بالکل مطمئن رہیں یہ سب ہمارے پروگرام کے مطابق ہے۔“

دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ عجیب پروگرام ہے بھلا کوئی تک کی بات ہے کہ مجھے بلا وجہ ہی بیماری کے انجکشن دیے جا رہے ہیں۔ پھر اور کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ رات کو میں سو گئی لیکن دوسرے دن جب صبح کو جاگی تو درحقیقت ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ ذہن اتنا شگفتہ تھا کہ فضا بالکل ہلکی پھلکی لگ رہی تھی۔ میرا ذہن ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ طبیعت میں ایک عجیب سی فرحت اور بے ساختگی تھی۔ موسم پر غور کرنے لگی۔ بعض اوقات موسم بھی طبیعت

میں بلا وجہ شگفتگی پیدا کر دیتا ہے لیکن موسم میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں تھی۔ مسٹر شٹل کے ساتھ ناشتا کرتے ہوئے میں نے ان سے ان کی خیریت پوچھی تو وہ مسکرا پڑے۔

"کیوں اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟"

"آپ اپنی کیفیت کیسی محسوس کر رہی ہیں؟"

"بہت خوشگوار۔ بہت بہتر۔"

"میں نے کل آپ کو جو انجکشن دیے تھے یہ انہی کا کمال ہے۔"

"اوہ کیا واقعی؟"

"ہاں یہ بے مقصد نہیں تھے مجھے بتا ہے مس بھارتی کہ کیا اب آپ اپنے مشن کے لیے اتنی ہی پریشان رہیں جتنی پہلے تھیں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور حیران رہ گئی مشن کا خیال کئی بار میرے ذہن میں آیا تھا لیکن اب یہ خیال میرے ذہن پر کوئی بار نہیں بنا تھا۔ بلکہ میں اس سے بے پناہ دلچسپی محسوس کر رہی تھی۔ اور یہ سوچ کر دل میں خوش تھی کہ مجھے زندگی کے ایک اور رُخ سے روشناس ہونے کا موقع ملے گا۔ میں نے حیرت زدہ انداز میں مسٹر شٹل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا یہ۔ کیا یہ؟"

"جی ہاں۔ ان انجکشنوں کی خصوصیت یہی ہے کہ یہ طبیعت میں اعتماد پیدا کرتے ہیں اور اب آپ جو کچھ کریں گی مس بھارتی آپ یقین کیجیے آپ کو اس میں بہت لطف آئے گا۔"

"تعجب کی بات ہے۔"

"نہیں مس بھارتی اس میں تعجب کی بات نہیں ہے جدید سائنس تو اس سلسلے میں بہت کچھ تیار کر چکی ہے انسانی زندگی چند ہی مرکبات کا آمیزہ ہے۔ اور ان مرکبات میں سے کسی ایک کی کمی یا زیادتی انسانی زندگی کو بہت بڑا موڑ دے دیتی ہے۔"

"اب آپ سائنس میں بھی مداخلت کریں گے۔"

"نہیں۔ نہیں میں تو بس آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ آپ جو کچھ بھی کریں گی اس میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے گا۔"

"خیر ٹھیک ہے اب مجھے پتا ہے کہ مجھے یہاں سے کب روانہ ہونا ہے؟"

"آج" مسٹر شٹل نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"آج؟"

"ہاں ٹھیک دو بجے گیارہ بجے آپ کی فلائٹ ہے آپ کو تیار ملے گی۔"

مجھے ایک عجیب سی سنسنی کا احساس ہوا تھا جسے بہرحال برداشت کر گئی۔ اور اس کے بعد ڈان کا ڈوسے کی ہدایت کے مطابق شٹل نے مجھے کچھ ایسی ضروری اشیا فراہم کیں جو میرے اس سلسلے میں میری معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔ سارا پروگرام میرے ذہن کے ایک خلیے میں پیوست ہو چکا تھا اور اب میں جانتی تھی کہ ایک کے بعد دوسرا قدم کیا اٹھانا ہے۔ ویسے ذہنی طور پر میں قطعی معطل نہیں تھی۔ اپنے حالات۔ اپنے بارے میں اپنے اردگرد کے بارے میں پوری طرح سوچ سکتی تھی لیکن مجھے پھر بھی حیرت تھی کہ یہ انجکشن کیسی باکمال حیثیت رکھتے ہیں کم از کم اس نے مجھے حالات کے خوف سے بے نیاز کر دیا تھا۔

اب یہ پتا نہیں کہ اس کے اثرات کس وقت تک قائم رہتے ہیں ٹھیک دس بج کر بیس منٹ پر مجھے کرے بادس ایئرپورٹ لے جایا گیا میرے ذہن میں یہ احساس پیدا ہوا تھا کہ میری اپنی ذمہ داریوں کا کیا ہو گا؟ لیکن میں جانتی تھی کہ اس کے لیے مسٹر ڈان کا ڈوسے نے پہلے ہی بہت اعلیٰ سطح کا بندوبست کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس وقت بھی وہ لڑکی میرے کمرے میں میری حیثیت سے مقیم ہو جو میری ہمشکل بن بیٹھی تھی ہوائی سفر میں ایک عام مسافر کی حیثیت سے مجھے بہت لطف آیا اور میں اس سفر سے بڑی لطف اندوز ہوتی رہی۔ خاص طور سے اپنی کیفیت پر بار بار حیران ہو جاتی تھی۔ مجھے اپنے کام کے سلسلے میں اب کوئی تشویش نہیں تھی اور اس پر غور کرتی تو بڑی عجیب غریب حالت سے دوچار ہونا پڑتا۔ یوں لگتا تھا جیسے میں نے ساری زندگی یہی سب کچھ کرتی رہی ہوں۔ بہت پھرتی اور برق رفتاری سے میں اپنا کام کرنے کے لیے تیار تھی۔ آخر خوخوار بلی کا خطاب دیا گیا تھا مجھے۔ پوائنٹ زیرو تھری کے ایئرپورٹ پر جب میرا طیارہ اترا تو میں نے اطراف کے ماحول کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔ اس جگہ اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ اور یہ صرف اتفاق ہی تھا جب کہ ایرانڈیا سروس یہاں کے لیے بھی تھی۔ میں ایئرپورٹ کی مصروفیات سے فارغ ہو کر باہر نکلی اور ایک ٹیکسی لے کر اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑی جس کی مجھے نشاندہی کی گئی تھی۔ یہ ہوٹل ایک آٹھ منزلہ عمارت میں واقع تھا اور اپنی نظیر آپ تھا۔ اس کے اطراف بھی بے حد خوبصورت تھے۔ کشادہ کمرہ اتنا آراستہ تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی نجانے کیوں یہ سارا ماحول کچھ اجنبی اجنبی سا لگ رہا تھا۔ دنیا کے کئی ملکوں کے ہوٹلوں میں میں اپنی کمپنی کی جانب سے قیام کر چکی تھی اور یقیناً ان میں سے کچھ ہوٹلوں کا تو بین الاقوامی معیار قابل ذکر ہی تھا لیکن وہاں بھی اتنا لطف نہیں آیا تھا جتنا اس ہوٹل کے اس کمرے کو دیکھ کر ہوا تھا۔ جس کھڑکی سے باہر کا جو منظر نظر آتا تھا۔ وہ ناقابل یقین سا تھا گہر میں ڈوبی ہوئی زندگی اتنی خوبصورت

[ ]ہی تھی کہ یہاں سے باہر ہے اور ان تمام چیزوں کو دیکھ [ ]یہی سوچنا پڑا کہ یہ سب کچھ تو محض کاتوں ہی ہے اصل [ ]میرے مزاج اور میری فطرت میں ہے کیونکہ اس وقت [ ]ت پر کسی قسم کا کوئی بار نہیں تھا۔

[ ]کمرے میں عمدہ فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ بے اختیار کافی پینے کو [ ]چاہا اور میں نے روم سروس کو فون کر کے کافی طلب کر لی۔ [ ]تھوڑی ہی دیر میں باسلیقہ باوردی بیرے نے کافی کے برتن [ ]میرے سامنے سجا دیے۔ کافی کے چھوٹے گھونٹ مزا دے رہے [ ]اور میں اپنے پروگرام کے بارے میں سوچ رہی تھی میری [ ]کوشش تھی کہ اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے پوری کروں۔ وقت تیزی سے گزر گیا۔ رات کے کھانے کے بعد میں تھوڑی [ ]دیر تک کمرے ہی میں چہل قدمی کرتی رہی اور پھر لباس تبدیل [ ]کر کے آرام کرنے لیٹ گئی۔

ہوٹل کی تفریحات جاری ہوں گی۔ میں نے ان میں کوئی [ ]حصہ لینے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ مجھے ان خرافات سے [ ]کبھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اور اب بھی میں ان میں وقت [ ]ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ ساری حرکتیں اپنے آپ سے فرار [ ]حاصل کرنے والوں کی ہوتی ہیں اور میں اپنے آپ سے فرار نہیں چاہتی تھی۔

[ ]جانے کتنا وقت گزر گیا میں سوئی تو نہیں تھی بس یونہی [ ]میں اردو پاپ سی ہلکی جا رہی تھیں اور شاید یہ نیند کی آمد کا [ ]اعلان تھا لیکن ایک آہٹ نے میری یہ نیم غنودگی بھی ختم کر دی۔ [ ]آہٹ دروازے کے قریب محسوس ہوئی تھی۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ کمرے میں مدھم روشنی جلا دی [ ]تھی۔ اور دروازہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا لیکن [ ]کسی اجنبی ذریعے سے دروازے کی چٹخنی آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی [ ]اور پھر وہ بالکل پیچھے آ گئی۔ مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔

میں نے اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کیا جیسے گہری نیند سو گئی ہوں لیکن میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں چند لمحات کے بعد دروازے [ ]کا پٹ آہستہ آہستہ کھلا۔ اندر داخل ہونے والی شخصیت ساڑھے چار [ ]فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ پتا نہیں کوئی پستہ قامت تھا۔ یا چھوٹی [ ]عمر کا کوئی لڑکا۔ میں نے بخوبی اس کا جائزہ لیا۔ اندر داخل ہو کر اس نے بڑی پھرتی سے دروازہ بند کر دیا تھا اور دروازے میں کھڑے ہو کر صورتحال کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ ہوٹل کی وردی ہی میں تھا۔ غالباً کوئی پستہ قد بیرہ وغیرہ میں ایک لمحے کے لیے اپنے بدن میں جھرجھری سی محسوس کرنے لگی لیکن دوسرے لمحے میں نے عمل کے راستوں کا تعین بھی کر لیا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا تھا۔ اور فرش پر اس کے قدموں کی کوئی چاپ نہیں تھی۔

پہلے اس نے میرا جائزہ لیا اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ میں سو رہی ہوں تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر اس میز کے قریب پہنچ گیا جو ایک جانب لگی ہوئی تھی۔ میز کے قریب پہنچ کر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اور کوئی کارروائی کرنے لگا میں اس کی اس کارروائی کو نہ دیکھ سکی کیونکہ وہ جو کچھ کر رہا تھا وہ اس کے بدن کی آڑ میں تھا۔ اس لیے مجھے یہ پتا نہ چل سکا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا تھا اور اس کے بعد وہ برق رفتاری سے اٹھا لیکن میں اب اپنے بارے میں فیصلہ کر چکی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں تیار تھی۔ دروازے تک پہنچنے کے لیے اسے میری مسہری کے قریب سے گزرنا تھا۔ اور میرے ہاتھ پاؤں اس پوزیشن میں تھے کہ میں اپنی کارروائی کا آغاز کر دوں۔ چنانچہ جونہی وہ میرے پاس سے گزرا، دفعتاً میری دونوں ٹانگیں فضا میں لہرائیں اور میں نے اس کی گردن کو اپنی گرفت میں لے لیا پھر یہ بھی ضروری تھا کہ ایک جھٹکا دے کر اسے نیچے گرا دوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ اب یہ پتا نہیں کہ کسی طاقتور اور توانا آدمی کو بھی میں اس طرح گرا سکتی تھی یا نہیں کیونکہ اس سلسلے میں یہ میری پہلی کوشش تھی لیکن کم از کم اس دبلے پتلے اور چھوٹے سے قد کے آدمی پر میں حاوی ہو گئی تھی جونہی وہ نیچے گرا میں نے دوسری چھلانگ اس پر لگا دی اور اس کے سینے پر سوار ہو گئی۔ پوری عمر کا آدمی تھا۔ اور میری گرفت میں دبا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میں نے اپنا پنجہ اس کے حلق پر جما دیا۔ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ تب میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں اطمینان سے گردن دبا کر ہلاک کر سکتی ہوں۔ اگر جینا چاہتے ہو تو بتاؤ یہاں کیوں آئے تھے؟" اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی گردن پر اپنی گرفت ذرا ڈھیلی کر دی۔ تاکہ آواز کو باہر نکلنے میں دقت نہ ہو۔

وہ کچھ غیر مانوس الفاظ میں بڑبڑانے لگا اور جب میں نے دانت پیستے ہوئے دوبارہ اس کی گردن پر گرفت سخت کی تو وہ جلدی سے انگریزی میں بولا۔

"مم۔ معاف کر دو۔ معاف کر دو۔ مم میں۔ میں غریب آدمی ہوں۔ دیکھو میں غریب آدمی ہوں۔ میرے تین چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ بس مجبوری تھی۔ مجبوری تھی۔"

"کیا مجبوری تھی؟"

"انہوں نے مجھے۔ انہوں نے مجھے ایک اچھی رقم اس کام کے لیے دی تھی۔"

"کام کیا تھا؟"

"ڈو۔ ڈو۔ ڈکٹا فون میز کے نیچے۔"

"ہوں۔ گویا میری گفتگو سننا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"م۔ میں نہیں جانتا۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔" اس نے کہا۔ اور دہشت سے آنکھیں سکوڑ کر رہ گیا۔

"ہوں۔ ڈکٹا فون کا ریسیور کس کمرے میں ہے؟"

"تیسری منزل۔ کمرہ نمبر ۲۰۸، کمرہ نمبر ۲۰۸۔" اس کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"کون ہے وہ؟"

"م میں نہیں جانتا۔"

"حلیہ کیسا ہے؟"

"دُبلا پتلا لیکن لمبے قد کا آدمی ہے۔"

"تم یہاں کیا کرتے ہو؟"

"م میں یہاں صفائی وغیرہ کرتا ہوں۔ اس نے مجھے رقم دی اور کہا کہ ڈکٹا فون تمہارے کمرے میں لگا دوں۔"

"ہوں۔" میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور اس کے بعد غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "منہ سے آواز مت نکالنا ورنہ تمہاری زندگی ختم کر کے مجھے خود افسوس ہوگا۔" اس کے بعد میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا۔ وہ دہشت سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پھر میں اسے گھسیٹتی ہوئی اس بڑی الماری کے قریب لے گئی جس میں کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ منہ میں کپڑا ٹھونسا اور اسے الماری میں بند کر کے باہر سے لاک کر دیا۔ پھر میز کے قریب پہنچی اور اس کی سطح کے نیچے ہاتھ ڈال کر میں نے وہ آلہ نکال لیا جو وائرلیس ڈکٹا فون تھا۔ میں چند لمحات اسے دیکھتی رہی۔ اگر ان لوگوں نے میرے بارے میں باقاعدگی سے چھان بین شروع کر دی ہے تو پھر انہیں یہ اندازہ بھی ہو گیا ہوگا کہ ڈکٹا فون کو یہاں نصب کرنے والا میری گرفت میں آ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ حساس ڈکٹا فون اپنا کام کر چکا ہو۔ اب کیا کرنا چاہیے؟

بہر طور میں نے ڈکٹا فون کو ناکارہ بنا دیا اور اسے نیچے رکھ کر جوتے تلے کچل دیا۔ پھر کسی خیال کے تحت میں اپنے کمرے سے خاموشی سے باہر نکل آئی۔ اور اس کے بعد تیسری منزل کے کمرہ نمبر ۲۰۸ تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔

بس ایک رسک تھا اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ ڈکٹا فون نصب کرانے کے بعد انہوں نے فوراً ہی اس کے ریسیور کو آن کر دیا ہو۔ ایک چانس تھا جو میں لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے کمرہ نمبر ۲۰۸ کے سامنے پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا تو راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ اور کمرے میں اندھیرے پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے مکین یا تو نیچے ہوٹل کی تفریحات سے لطف اندوز ہو رہے تھے یا پھر اپنے اپنے کمرے میں داخل ہو کر سو گئے تھے۔

میں نے دوسری بار دستک دی تو آہستہ سے دروازہ کھلا۔ لیسٹر فاسٹ کے بیان کردہ حلیے کے مطابق ایک دبلا پتلا لیکن لمبا آدمی میرے سامنے تھا۔ اس نے غالباً ایک نگاہ میں مجھے پہچان لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ پیچھے ہٹا اور اس نے مسہری کی طرف جھپٹا مارا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ غالباً وہ پستول لینے کے لیے جھپٹا ہے۔ میرے پاس اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں اپنی مدافعت کروں۔ چنانچہ میں نے اس کے عقب میں چھلانگ لگا دی۔ اور جونہی وہ مسہری کے قریب پہنچا تو اس نے اپنا پستول نکال لیا۔ میں نے اسے جا لیا۔ میرے بدن کی ٹکر سے وہ مسہری کے پچھلے حصے سے ٹکرایا اور ایک لمحے کے لیے چکرا سا گیا۔ پھر اس نے پوری قوت سے پلٹ کر پستول کا رخ سیدھا کرنا چاہا لیکن میں اس کے لیے بھی تیار تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کا ہاتھ گھما دیا۔ اور اسے صرف اتفاق ہی کہا جا سکتا تھا کہ اس کا پستول اس کے کھلے ہوئے منہ میں گھس گیا۔ پھر پتا نہیں کس طرح ٹریگر دب گیا تھا، ایک ہلکی سی آواز سنائی دی تھی اور پستول کی گولی اس کی گردن کا گوشت پھاڑتی ہوئی باہر نکل آئی۔ اور مسہری کے عقبی حصے سے ٹکرائی۔

ایک لمحے۔۔۔ میں ۔۔۔ صورت حال کو سمجھ نہیں سکی تھی لیکن جب اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور اس کی آنکھیں دہشت سے ابل پڑیں تو مجھے صورت حال کا اندازہ ہوا۔ مجھے پھر ایک جھرجھری سی آئی تھی یہ سب کچھ میرے ذہن میں نہیں تھا، جو کچھ ہوا تھا اچانک ہی ہوا تھا اور اس میں میری کوششوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ چند ہی لمحات کے بعد دم توڑ گیا۔ اور میں احمقوں کی طرح کھڑی اس کی صورت دیکھتی رہی۔ کوئی اس طرح بھی مر جاتا ہے اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا تھا۔ انسانی زندگی بھی کس قدر بے وقعت ہے۔ میں چند لمحات ان احساسات میں کھڑی رہی، پھر میں نے اس کا پستول سیدھا کیا اور اس کے پستول کو دیکھا۔ فائر کی آواز تو نہیں ہوئی تھی لیکن پھر مجھے اندازہ ہو گیا کہ صورت حال کیا تھی۔ پستول کی نال پر ایک چھوٹا ــــــ سا سائلنسر لگا ہوا تھا۔ ظاہر ہے ہوٹلوں وغیرہ میں استعمال کرنے کے لیے بغیر سائلنسر کے پستول تو نہیں رکھے جاتے۔ وہ اپنی ہی حماقت کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں۔ ایک ایک قتل ہو گیا تھا میرے ہاتھوں۔ چاہے کسی انداز میں ہوا ہو۔

بہر طور وہ اس جدوجہد ہی میں مارا گیا۔ ڈکٹا فون کا ریسیور یقیناً اس کمرے میں کہیں موجود ہوگا لیکن اس وقت میرا اس کمرے میں زکے رہنا مناسب ہے۔ ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آیا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤں لیکن پھر یہ بھی سوچا کہ یہ شخص میری تلاش میں تھا۔ اور میری باتیں سننا چاہتا تھا۔ مگر کم از کم اس کی وجہ تو معلوم ہونی چاہیے۔ اور اس احساس کے ساتھ ہی وہ قوتیں دوبارہ بدن میں ابھر آئیں جو میرے لیے نامعلوم تھیں اور جنہیں میں مصنوعی حیثیت دیتی تھی۔

میں اعصابی طور پر پُرسکون ہو گئی، پھر میں نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور اندر تیز روشنی جلا دی اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا البتہ اس کا پستول اب میں نے اپنے قبضے میں ضرور کر لیا تھا، تاکہ ضرورت پڑنے پر اسے استعمال کیا جا سکے۔

پھر میں نے اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ میز، بستر، الماری تمام ہی چیزیں دیکھ ڈالی تھیں میں نے اور پھر ڈکٹا فون کا وہ ریسیور مجھے مسہری کے سرہانے نظر آ گیا تھا جو یقیناً ابھی آلے کا ایک حصہ تھا جس کا دوسرا سرا میرے کمرے میں تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز برآمد نہ ہوئی جس سے کوئی اندازہ لگا سکتی۔ ہاں اس شخص کے پاس سے کچھ کاغذات برآمد ضرور ہوئے جن سے یہ پتا چلا کہ اس کا نام ہیری کول ہے مگر اس سے زیادہ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز مل سکی تھی جو میرے لیے کارآمد ہوتی۔ میں نے پستول کو بدستور اپنے قبضے میں رکھا تھا اور خاموشی سے اس کمرے سے باہر نکل آئی۔ البتہ میں نے اپنے ہاتھوں کے نشانات وغیرہ صاف کر دیے تھے تاکہ پھر اسی جگہ لاش ملنے کے بعد میرے نشانات پولیس کو دستیاب نہ ہو سکیں۔ بعد میں، میں اپنے کمرے میں آ گئی۔

کمرے میں آنے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کیا۔ ایک عجیب سی کیفیت بدن پر طاری تھی میں نے پہلا قتل کر ڈالا تھا بلیک چینل کے لیے اور اب جب یہ جرم مجھ سے سرزد ہو ہی گیا تھا تو پھر اپنے آپ کو ان فضول احساسات میں الجھائے رکھنا کیا معنی رکھتا ہے، جن راستوں پر قدم بڑھا دیے ہیں ان پر پُراعتماد انداز میں سفر کرنا چاہیے۔ اور یہی سفر مجھے کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ مجھے یہ احساس بھی تھا کہ میرے بدن میں اب وہ قوتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ میں کسی پر بھی قابو پا سکتی ہوں میں نے انتہائی آسانی سے اس شخص کو زیر کر لیا تھا جو خود بھی بہر طور اچھے خاصے تن و توش کا آدمی تھا۔ دُبلا پتلا ضرور تھا لیکن بالآخر مرد تو تھا۔ اور میرے ہاتھوں وہ بے بس ہو چکا تھا۔ اعتماد کا ایک احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ اور پھر مجھے وہ لونا یاد آیا جو الماری میں بند تھا اس کی رہائی بھی ضروری ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے الماری سے نکالا۔ اس کا بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اور وہ نیم غشی کی سی کیفیت میں تھا۔ میں نے اس کے منہ سے کپڑا نکالا اور اس کا گریبان پکڑ کر اسے اپنے سامنے کر لیا۔ پھر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ کر میں نے کہا۔

"اب تم صرف چند لمحوں کے مہمان ہو، تمہاری زندگی میرے لیے بالکل غیر ضروری ہے۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور خوشامدانہ انداز میں مری مری آواز میں بولا۔

"م۔ میرے تین بچے ہیں، مجھ پر نہیں تو ان پر رحم کرو۔"

"اور تم نے جو مجھے موت کا شکار کر دیا تھا تو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"غلطی ہو گئی تھی۔ غلطی ہو گئی تھی اب زندگی بھر میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔"

"سنو جو کچھ تم نے کیا، جو کچھ تم نے دیکھا اور جو کچھ تم دیکھو گے اگر اس کے سلسلے میں تمہاری زبان بند نہ رہی تو تم یوں سمجھ

لہٰذا اگر تم سے پہلے تمہارے تینوں بچوں کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کے بعد تمہاری لاش بھی کسی جوہڑ میں پھینک دی جائے گی۔" وہ غالباً میرے ان الفاظ کے صدمے سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا اور زمین پر گر پڑا۔ میں نے سہارا دے کر پھر اسے اٹھایا اور کہا۔ "میرا مطلب سمجھ گئے ہو نا۔" اب اس کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل پا رہی تھی۔ اس نے گردن ہلائی۔ اس کی خوف زدہ آنکھیں بے حد عجیب لگ رہی تھیں۔ تب میں نے اس سے کہا۔ "خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ اور ان سارے واقعات کو بھول جاؤ۔ سمجھ لو ایک بار پھر اگر ان میں سے کوئی واقعہ تمہیں یاد آیا تو وہ یادداشت تمہاری آخری یادداشت ہو گی۔"

میں خود اسے گھسیٹتی ہوئی دروازے تک لے گئی تھی۔ اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ بہرحال اسے باہر نکال کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر اپنے بستر پر آ گئی۔ مسئلہ اتنا بڑا تو نہیں تھا کہ میں پرسکون رہتی۔ ہوٹل سے لاش ملے گی اور پھر اس کے بعد اس کی چھان بین شروع ہو جائے گی۔ پھر نجانے کیا ہو گا۔ لیکن اب ان تمام چیزوں کو سامنے رکھنا ہی تھا جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ البتہ میں نے سائیلنسر لگا پستول احتیاطاً ایک ایسی جگہ محفوظ کر دیا تھا کہ آسانی سے کسی کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ اور اس کے بعد آدھی رات تک جاگتی رہی تھی۔

دوسری صبح اٹھی تو ہوٹل میں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی، یوں لگتا تھا جیسے یا تو لاش کا علم ہی کسی کو نہ ہو سکا ہو یا پھر کوئی اور واقعہ ہوا ہو۔ میں انتظار کرتی رہی۔ دس بج گئے پھر گیارہ بجے، پھر بارہ، پھر میں تیسری منزل کی راہداری کی جانب چل پڑی۔ یہاں سے گزرتے ہوئے میں نے ماحول کو بالکل پرسکون دیکھا۔ اور تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ پھر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا، ہو سکتا ہے لاش کو کمرے سے غائب کر دیا گیا ہو۔ بہرطور اس بات کے امکانات تھے اور ان امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کچھ پراسرار قسم کے لوگ میری ٹوہ میں لگ گئے تھے، اور مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

میں نہیں سمجھتی تھی کہ اس شبے کی بنیاد کیا ہے، لیکن ظاہر ہے دوسروں کے بھی اپنے وسائل ہوتے ہیں اور اس قسم کے کام کرنے والے ایسے معاملات میں بے حد تیز ہوتے ہیں۔ مجھے ہر لمحہ کچھ تجربات ہو رہے تھے اور یہ انتہائی دلچسپ تھی کہ میں اس سطح کی نہ ہونے کے باوجود اتنے اہم مسئلے پر کام کر رہی تھی۔ بہرطور اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ ہوا ہی تھا وہاں کا کوئی خاص نتیجہ بھی میرے سامنے نہیں تھا۔ میرے ہاتھوں بلاوجہ ایک آدمی قتل ہو گیا تھا۔ لیکن یہ بھی اس کی غلطی تھی۔ جس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ دوسری بات ہے اگر میں اس پر قابو پا لیتی تو اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے میرے کمرے میں ڈکٹا فون رکھوایا ہے یا وہ کس کی ایماء پر کام کر رہا ہے یا پھر اگر اس کا اپنا ہی کوئی مقصد ہے تو وہ کیا ہے، لیکن اس نے فوراً ہی مجھے ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔ اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں اس کے ہاتھوں اپنی زندگی کھو بیٹھتی۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ وہ مجھے قتل کر دے، میں نے اسے قتل کر دیا تھا اور یہ سب کچھ اضطراری طور پر ہی ہوا تھا۔ لیکن اب مجھے اس قتل کی کوئی فکر نہیں تھی۔ جو کچھ ہونا وہ تو ہو ہی چکا تھا اور مسٹر ڈو سے میری ملاقات ہونی چاہیے تھی اور میں یہی سوچ رہی تھی کہ کیا ہوٹل ہی میں اس کا انتظار کروں یا ہوٹل سے باہر نکل کر بھی دیکھا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ ایسے معاملات ہوں جن کی بناء پر میٹرو ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کرنا نہ چاہتا ہو۔ اسی خیال کے تحت میں تیار ہو کر باہر نکل آئی اور اس کے بعد کسی سیاح ہی کے سے انداز میں سڑک گردی کرنے لگی۔

دوپہر کا وقت گزرتا جا رہا تھا۔ مجھے بھوک لگی تو میں نے ایک ریسٹوران کا انتخاب کیا اور اس میں جا بیٹھی۔ ریسٹوران بہت عمدہ تھا اور وہاں کے کھانے بھی بہت لذیذ تھے۔ بہرطور میں ان تمام حالات سے ناواقف نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی چنانچہ اپنے آپ کو اس طرح اجنبی بھی ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ ہوٹل میں کافی دیر وقت گزارنے کے بعد میں نے وہاں سے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا اور بل ادا کر کے باہر آ گئی۔ ابھی میرا ارادہ واپس جانے کا نہیں تھا بلکہ میں انہی اطراف کی سیر کرنا چاہتی تھی۔ میں کافی دیر تک سڑک پر پیدل چلتی رہی، اور پھر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا جو کچھ فاصلے سے گزر رہی تھی۔

ٹیکسی میرے نزدیک آ کر رک گئی اور میں اس کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"کسی تفریحی مقام پر چلو۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن خم کر کے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

میرے یہ الفاظ اس کے لیے تعجب خیز بھی ہو سکتے تھے لیکن بہرطور ایسا ضروری بھی نہیں تھا کیونکہ بہت سے

سیاح علاقوں کے بارے میں معلومات نہیں ملتے اور ٹیکسی ڈرائیور ان کی مدد کیا کرتے ہیں اور یہی ہوا، تھوڑی دیر کے بعد نوجوان ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ سے کہا۔

"میڈم کیا آپ ٹورسٹ ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر آپ ٹورسٹ ہیں تو اس شہر میں آپ نے گولفی گراؤنڈ دیکھا ہے؟"

"نہیں یہ کیا ہے۔؟"

"ایک حسین ترین علاقہ، گولفی گراؤنڈ بھی وہیں ہے اور وہاں عمدہ قسم کی تفریحات ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ ٹھیک ہے میں گولفی گراؤنڈ میں جاؤں گی۔ لیکن کیا یہ وقت اس کے لیے مناسب ہے۔"

"بے حد مناسب ہے میڈم۔" اس نے جواب دیا۔

"گولفی گراؤنڈ ضرور دیکھوں گی میں، فی الحال تم مجھے کسی اور جگہ اتار دو۔"

"بہتر ہے، لیکن شام کو سات بجے آپ کو گولفی گراؤنڈ ضرور دیکھنا چاہیے۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا، اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

نوجوان آدمی تھا، شکل و صورت سے خاصا خوش شکل بھی لگتا تھا۔ بہترین تن و توش کا مالک، لیکن اس کے الفاظ میرے لیے تعجب خیز تھے۔ [illegible] گولفی گراؤنڈ دیکھنے پر زور کیوں دے رہا تھا۔ اور پھر اس نے وقت کا تعین بھی کیا تھا۔ میں نے تعجب خیز نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"وہاں کئی چینل ہیں میڈم، بلیک چینل، ریڈ چینل۔" اس نے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے سن رہ گئی۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"اوکے ڈرائیور، مجھے گولفی گراؤنڈ اتار دو۔" ڈرائیور نے مسکرا کر گردن خم کر دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گولفی گراؤنڈ پہنچ گئی۔ ڈرائیور سے اور بھی بہت کچھ پوچھنے کو جی چاہتا تھا لیکن میری ہمت نہ پڑ سکی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے بلیک چینل یا ریڈ چینل کا حوالہ اتفاقیہ طور پر ہی دیا ہو۔ کیا ضروری ہے کہ اس نے دونوں چینلوں کا حوالہ دے کر مجھے یہ یاد کرایا ہو کہ اس کا تعلق کسی طرح ان چینلوں سے ہے اور وہ میرے پروگرام سے واقف ہے۔ بہرطور جو کچھ بھی ہو بہرحال گولفی گراؤنڈ بھی خوب صورت جگہ تھی۔ وسیع و عریض علاقہ تھا جس میں سڑکیں، گلیاں اور بازار بھی تھے اور خوبصورت ریسٹوران اور قہوہ خانے بھی۔ میں ان کے درمیان گشت کرتی رہی اور بہت تھک گئی تو ایک اوپن ریسٹوران میں جا کر بیٹھ گئی۔ یہاں بیٹھ کر میں نے چائے پی اور کافی وقت یہیں گزارا۔ ڈرائیور نے سات بجے مجھے گولفی گراؤنڈ پہنچ جانے کا وقت دیا تھا۔ اور میں سات بجے کا انتظار کر رہی تھی یہاں تک کہ سات بج گئے۔ ٹھیک سات بجے ایک شخص نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو میڈم کیسی ہیں آپ۔؟"

"ہیلو۔" میں نے اسے بغور دیکھا اور دوسرے لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، یہ وہی ٹیکسی ڈرائیور تھا۔

"آپ اس وقت سے اب تک گولفی گراؤنڈ ہی میں ہیں۔" اس نے مسکرا کر میرے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، لیکن تم؟"

"مجھے میٹرو کہتے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے پھر میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ آہستہ سے گردن ہلا کر بولا۔

"دراصل ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔ آپ کو غالباً صورت حال کا کسی حد تک اندازہ ہو ہی گیا ہے۔"

"لیکن مسٹر میٹرو۔"

"جی ہاں جی ہاں۔ میں آپ کو اپنا وہ نشان پیش کیے دیتا ہوں جس کو دیکھ کر آپ کو میرے بارے میں مکمل اطمینان ہو جائے گا۔" اس نے کہا۔ اور ریڈ چینل کا وہ مخصوص نشان جو مجھے مسٹر ڈان کاڈور نے بتایا تھا میرے سامنے کر دیا۔ تب میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولی۔

"تم عجیب آدمی ہو، کیا تم مجھے ٹیکسی میں ہی نہیں بتا سکتے تھے کہ تم میٹرو ہو۔"

"ضروری نہیں تھا میڈم اور پھر ذرا واقعات کو پراسرار بنا کر پیش کرنے میں لطف آتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خاموشی سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے ہدایت کر دی گئی تھی کہ آپ سے ملوں۔ لیکن ہوٹل میں ملنے والی لاش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" ایک بار پھر میں چونک پڑی، اور میں نے اس سے کہا۔

"کیا تم جانتے ہو؟"

"ہاں۔ وہ لاش ہوٹل سے پراسرار طور پر غائب کر دی

گئی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے اُوپری اُوپری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا، کیا آپ اس سلسلے میں کوئی نشاندہی کر سکتی ہیں۔"

"ہاں وہ میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے۔"

"اوہ میرے خدا یعنی یہاں آ کر آپ نے پہلا قتل بھی کر ڈالا۔ اس کا مقصد ہے میڈم کہ آپ کے بارے میں میرا اندازہ غلط ہے۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو مسٹر میٹرو، اب مجھے یہ بتاؤ کہ صورتِ حال کیا ہے اور ہمیں کس انداز میں کام کرنا ہے۔ وہیں مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ یہاں اس کام کے سلسلے میں مجھے تم ہی سے تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں میڈم، خونخوار بلیاں عام طور سے مجھ سے ہی رابطہ قائم کرتی ہیں اور میں ان کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوتا ہوں۔" میٹرو نے دوسرا گھونٹ دوہرایا اور میں نے آہستگی سے گردن ہلا دی۔ وہ دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بہرحال چھوڑیئے، ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہئیں۔ تازہ ترین اطلاعات یہ ہیں کہ وہ دو ممالک جو ہمارے دوست کارو بیرے کی تلاش میں ہیں بڑی برق رفتاری سے کام کر رہے ہیں اور ہمیں اس بات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ہماری راہ میں رکاوٹ بھی بن سکتے ہیں۔ چنانچہ ہر قیمت پر ہمیں ان سے پہلے کارو بیرے تک پہنچ جانا ہوگا۔ اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر اس بات کا خدشہ ہو جائے کہ ہم سے پہلے اس پر دوسرے ہاتھ قابو پا لیں گے تو پھر ہمیں حکم ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ لیکن یہ بحالتِ مجبوری ہوگا اگر وہ ہمارے ہاتھ زندہ آ سکے تو یہ ہمارے لیے انتہائی بہتر ہوگا، لیکن اگر مجبوری ہی ہوئی تو اسے ختم کر دیا جائے گا۔"

"یہ کارو بیرے ہے کیا بلا؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ واقعی بلا ہے آپ کو شاید اس بات کا علم ہو کہ اس سے پہلے وہ ایک ملک کا بہت بڑا سیاست داں تھا، لیکن جب دوسری پارٹی برسرِ اقتدار آئی تو اس نے جنونی کیفیت اختیار کر لی اور وہ دہشت پسند بن گیا۔ نجانے کتنے انسانوں کو موت کی نیند سلا چکا ہے وہ، بہرطور میرے ساتھی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے روپ تبدیل کر لیا ہے اور مشرقی پہاڑیوں میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔"

"خوب خوب تو کیا تمہارا خیال ہے مسٹر میٹرو کہ کارو بیرے کسی طرح مشرقی پہاڑیوں سے تعلق رکھتا ہے؟" میں نے سوال کیا، حالانکہ مشرقی پہاڑیوں کے بارے میں مجھے کوئی خاص تفصیل نہیں معلوم تھی۔

"یقیناً یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اور آپ یقین کیجیے کہ اس سلسلے میں ہم نے شدید محنت کی ہے۔ بلکہ اگر کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ہم سے زیادہ محنت ان لوگوں کی ہے جو اپنے ملکوں کی طرف سے کارو بیرے کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔"

"اور ساتھی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہم کارو بیرے کے ٹھکانے سے واقف ہوتے ہیں۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ مقابلہ سخت ہے۔" میں نے کہا۔

"نہ صرف سخت بلکہ بے حد سخت۔" اس نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ "اس طرح میڈم یوں سمجھ لیجیے کہ تین فریق کام کر رہے ہیں۔ دو وہ ملک جو اس سلسلے میں اپنے باقاعدہ وسائل رکھتے ہیں اور ایک میں جو اب تک کارو بیرے کے سلسلے میں کافی نمایاں اقدامات کر چکا ہوں، لیکن میرا مشورہ ہے میڈم کہ چوتھی فریق آپ بن جائیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ چوتھا فریق ان لوگوں کو کافی پریشان کر سکتا ہے۔ جو کارو بیرے [illegible] ہیں۔ ہم اپنے طور پر کام کرتے رہیں گے اور آپ چوتھے فریق کی حیثیت سے ہم سب کو ڈسٹرب کرتی رہیں۔"

"لیکن میں تنہا ہوں۔"

"میں آپ کو اس سلسلے میں اپنی تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو کہیے مسٹر میٹرو، میں سن رہی ہوں۔"

"آپ کو مشرقی پہاڑیوں کے قصبے سیلٹ میں جانا ہوگا۔ سیلٹ ایک خوبصورت قصبہ ہے اور اسے قصبہ کہنا بس اس لیے ہے کہ اسے قصبہ کہا جاتا رہا ہے۔ ورنہ اچھی خاصی آبادی کا ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ سیلٹ میں مشرقی پہاڑیوں کے دامن میں کچھ قبیلے آباد ہیں۔ انہیں قبیلے کہنا بھی غلط ہوگا۔ دراصل سیلٹ کے اس حصے میں ایک دریا بہتا ہے اور یہ دریا بہت بڑا ہے۔ اس دریا کے بعض کنارے ایسے حصوں سے ملتے ہیں جو خوفناک جنگلات اور ناقابلِ عبور پہاڑی راستوں سے گزرتے ہیں۔ حکومتوں کے وہ قیدی جو کہ بڑے بڑے جیل خانوں سے فرار ہو

جاتے ہیں اس دریا سے بڑا فائدہ حاصل کر چکے ہیں اور اس سلسلے میں کئی فلمیں بھی بنائی گئی ہیں۔ لیکن ان قیدیوں کو روکنے کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہو سکا۔ یہ قیدی دریا کے راستے سے عام طور سے سفر کرتے ہیں اور ان میں سے بیشتر خطرناک قیدی سیلٹ کے ان پہاڑیوں کے دامن میں آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ یہ وہ قیدی تھے جنہیں بیرونی دنیا قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ یہاں انہوں نے اپنا قبیلہ بنایا اور وہیں زندگی گزارنے لگے۔ حکومتوں نے بھی ان قیدیوں کو آزادی دے رکھی ہے۔ ویسے بھی یہاں ان کی گرفت با آسانی ہو جاتی ہے کیونکہ اس سلسلے میں ایک نظام باقاعدہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اس وقت اس قیدی قبیلے کا نام بہت مشہور ہے اور اس کا سردار مورگے ہے۔ مورگے بھی ایک مفرور قیدی ہے لیکن اس نے بڑی خوش اسلوبی سے قبیلے کا نظام سنبھال لیا ہے۔ حکومتیں اور دیگر ذرائع ان پر نگاہ رکھتے ہیں کہ یہ کوئی جرم تو نہیں کر رہے لیکن ان کے جرم کرنے کا انداز بھی بس انوکھا ہے۔ وہ چھپتے ہوئے جرائم کے درمیان درمیانہ درجے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ پیسہ ان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور پیسے کے لیے وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ سرکش اور عجیب قسم کے لوگ ہیں لیکن بہرطور کام کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں اور میڈم اگر آپ انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیں تو مشرقی پہاڑیوں پر ان سے بہتر آپ کے [illegible] ہوگا، اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کے لیے آپ کو انہیں اچھی خاصی رقم ادا کرنی ہوگی۔"

"رقم کا بندوبست۔؟"

"وہ میں کر کے لایا ہوں۔" میٹرو نے کہا اور اپنے لباس سے چمڑے کا ایک پیکٹ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔

"اس میں بہت بڑی رقم ہے جو ویسے بھی آپ کے کام آ سکتی ہے لیکن سیلٹ میں آپ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گی۔"

"اور تم۔؟"

"میرے بارے میں بالکل فکر نہ کریں۔ میں چھٹے فریق کی حیثیت سے آپ کے آس پاس ہی رہوں گا اور ضرورت پڑنے پر آپ کو اس سلسلے میں ہر طرح معلومات اور مدد فراہم کرتا رہوں گا۔ ویسے بھی کچھ اور نام ہیں جو میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ یہ سب آپ کے لیے انتہائی کارآمد ہوں گے۔" میٹرو کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا اور میں اپنے ذہن میں اس کی باتیں بٹھانے کی کوشش میں مصروف رہی۔ سب سے پہلے میں نے اسے کیا بتائی کہ جرم کی جس دنیا میں مجھے لا پھینکا گیا ہے میں اس سے بہت زیادہ واقف نہیں ہوں اور بڑے بڑے لوگوں کے درمیان کچھ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لیکن تقدیر کا یہ چیلنج بھی میں نے قبول کر لیا ہے اور اس میں اپنا آپ پوری طور سے مصروف کر دینا چاہتی ہوں۔ میٹرو کی گفتگو ختم ہو گئی۔ ہمیں اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ یہاں ہماری باتیں کوئی دوسرا سن لے گا۔ محفل جنگ تھی اور حبشی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اس کے بعد میٹرو نے کہا۔

"سوری میڈم میں آپ کو آپ کے ہوٹل تک نہیں پہنچا سکتا۔ یہ نہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا اور نہ میرے لیے مناسب۔"

"نہیں میٹرو بہرطور تم سے دوسری ملاقات۔"

"اس کے لیے میں آپ سے جو کچھ کہہ چکا ہوں میڈم بس وہی مناسب ہے۔"

"اوکے۔" تھوڑی دیر کے بعد میٹرو اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور میں وہیں بیٹھی صورتِ حال کا جائزہ لیتی رہی۔ مجھے پھر یہ خیال آیا کہ میٹرو سے میں نے سیلٹ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں حاصل کیں جبکہ مجھے اس کے جائے وقوع کا اچھی طرح علم ہونا چاہیے تھا۔ بہرطور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا میں جانتی تھی کہ مجھے کسی بھی بک اسٹال سے اس شہر اور اس کے نواحی علاقوں کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

چنانچہ میں وہاں سے اٹھی اور پیدل چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ایک بک اسٹال مجھے نظر آیا اور یہ سب کچھ میری توقع کے عین مطابق تھا یعنی مجھے ایک ایسا نقشہ مل گیا جو نواحات کا نقشہ کہلاتا تھا اور اس میں مجھے سیلٹ بھی نظر آیا۔ سیلٹ تک کے سفر کے لیے تمام معلومات بھی اس میں درج تھیں، سیاحوں کے لیے اس قسم کے نقشے خاص طور سے چھاپے جاتے ہیں اور جدید ترین ممالک میں ان کا مل جانا کوئی اہم بات نہیں ہوتی۔ میں نقشہ لیے ہوئے اپنے ہوٹل میں آ گئی اور اس کے بعد مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ سیلٹ کا سفر کس انداز میں کیا جائے، بذریعہ ٹرین یا کرائے کی کار کے ذریعے۔ کرائے کی گاڑیاں مجھے با آسانی حاصل ہو سکتی تھیں۔ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ سیلٹ تک جانے کے لیے کرائے کی گاڑیاں حاصل کر لینا زیادہ مناسب ہوگا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں۔ کرائے پر گاڑیاں دینے والی ایک کمپنی کو ٹیلی فون کر کے میں نے ایک کار منگوائی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد کار کے نوجوان ڈرائیور نے میرے کمرے میں آ کر مجھے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"میڈم آپ نے گاڑی طلب کی تھی؟"

"ہاں۔"

"گاڑی آ گئی ہے۔ میرا نام جوزف ہے اور میں آپ کا ڈرائیور ہوں۔"

"شکریہ جوزف باہر انتظار کرو۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔" میں نے کہا اور جوزف باہر نکل گیا۔ میں اپنا چھوٹا سا سفری بیگ ساتھ لے کر باہر نکل آئی اور پھر ہوٹل کی نچلی منزل پر پہنچنے کے بعد صدر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے اسی وقت ایک بوڑھا اور جھکی ہوئی کمر والا شخص میرے نزدیک پہنچا اور آہستہ سے مجھ سے ٹکرا گیا۔ اس نے انتہائی نرم لہجے میں مجھ سے معذرت کی۔ بوڑھا آدمی تھا اور جان بوجھ کر مجھ سے نہیں ٹکرایا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور بولی۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے جناب آپ کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔"

"نہیں شکریہ لیکن جس کار میں آپ سفر کرنے والی ہیں وہ مخدوش ہے۔ براہ کرم اس کے ذریعے سفر نہ کیجیے گا۔" اس نے کہا اور تیزی سے ایک طرف بڑھ گیا۔

میں ششدر رہ گئی تھی۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے شدید کشمکش کا شکار ہو گئی تھی۔ کیا قصہ ہے بےخیالی کے انداز میں، میں باہر نکل آئی تھی۔ ہوٹل کا کمپاؤنڈ پھیلا ہوا تھا اور کافی فاصلے پر جوزف ایک کار کے قریب کھڑا نظر آ رہا تھا۔ سرخ رنگ کی یہ کار کافی خوب صورت تھی۔ میں پرخیال نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اور سوچنے لگی کہ کار کے سفر سے مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے اور مجھے یہ اطلاع دینے والا کون تھا؟ کم از کم اس بات کا میں دعویٰ کر سکتی تھی کہ یہ میٹرو نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ میٹرو ہی کا کوئی ساتھی ہو کیونکہ صرف وہی جانتا تھا کہ میں سلہٹ جا رہی ہوں اور۔ اور۔ ابھی میں اتنا ہی سوچنے پائی تھی کہ دفعتاً ہی ایک خوفناک دھماکا ہوا اور ہوٹل کے دروازے کھڑکیاں ٹوٹنے کی آوازیں فضا میں بکھر گئیں۔ میری وحشت زدہ نظریں سامنے اٹھیں تو میں نے اس سرخ کار کے پرخچے اڑتے ہوئے دیکھے۔ جوزف کئی فٹ فضا میں بلند ہوا تھا اور اس کے بعد نیچے آ پڑا تھا۔ سرخ کار میں آگ لگ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں شدید سنسنی دوڑ گئی اگر اس وقت بوڑھا مجھ سے نہ ٹکراتا اور میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے نہ رک جاتی تو یقیناً اس وقت تک میں کار میں بیٹھ چکی ہوتی۔ میرے چہرے پر دہشت کے آثار منجمد ہو گئے۔ ہوٹل سے لوگ ریلا مار کر باہر نکل آئے تھے کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دھماکا کیسا ہے اور کہاں ہوا ہے چنانچہ ہوٹلوں کے مکین بھی باہر نکل آئے تھے۔ میں نے ان کے ریلے سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو ایک طرف کر لیا اور اس کے بعد چاروں طرف ہنگامی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ لیکن اب میرا یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر دوسرے لمحے میں برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ اب میرا رخ باہر جانے والے راستے کی طرف تھا۔ کار کے آس پاس بے شمار لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پولیس گاڑیوں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ میں نے اس بوڑھے کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن وہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ بہرطور وہ جو کوئی بھی تھا اس نے یقینی طور پر اس وقت میری زندگی بچائی تھی۔ میرے اعصاب چند لمحات کے لیے کشیدہ ہوئے لیکن اس کے بعد میں پرسکون ہو گئی۔ میرا راستہ روکنے کی کوشش پتا نہیں کس طرف سے تھی۔ لیکن بہرطور میں اپنا راستہ تو نہیں بدل سکتی تھی کافی دور تک پیدل چلنے کے بعد میں نے ایک ایسی ٹیکسی کا انتخاب کیا جس سے سواریاں ابھی ابھی نیچے اتری تھیں۔ کوئی ٹیکسی میرے لیے [illegible] اس سے پہلے بھی مجھے ایک ایسی ہی ٹیکسی ملی تھی جس میں مجھے میٹرو نظر آیا تھا اور اب یہ دوسری گاڑی۔ بڑی خوفناک صورت حال تھی۔ بہرطور اس ٹیکسی نے مجھے ریلوے اسٹیشن پہنچا دیا اور ریلوے اسٹیشن پہنچنے کے بعد میں وہاں لگے ہوئے ٹائم ٹیبل چارٹ میں سلہٹ جانے کے لیے ٹرین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی۔ مجھے پتا چلا کہ اب سے ٹھیک بیس منٹ کے بعد ایک ٹرین یہاں سے روانہ ہوگی جو سلہٹ سے ہوتی ہوئی آگے چلی جائے گی اور یہی ٹرین میرے لیے کارآمد تھی۔ میں نے ٹرین کا ٹکٹ خریدا اور اس کے بعد اس کا انتظار کرنے لگی۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس دوران کوئی خاص شخص تو میری جانب متوجہ نہیں ہے۔ لیکن میں نے ریلوے پلیٹ فارم پر لوگوں کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف پایا۔ کوئی بھی میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ البتہ میری حیرت عروج پر تھی۔ میرے دشمنوں نے میرے لیے ہر طرح کا بندوبست کر رکھا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں میرے بارے میں

شبہ کیسے ہوا؟ یہاں تو بے شمار افراد تھے۔ بہت سے لوگ تھے جو اپنی اپنی معروفیات میں مشغول تھے۔ بہت سے لوگ اس علاقے میں سیر و سیاحت کے لیے بھی آئے تھے اور ان کے بارے میں ایک نگاہ دیکھ کر جائزہ لیا جا سکتا تھا کہ وہ صرف سیاح ہیں۔ کیا میں شکل سے صرف ٹورسٹ معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر کسی کو مجھ پر شبہ ہوا ہے تو آخر کیوں؟ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے یہ بات ذہن فیصلہ کرنے سے قاصر رہا اور میں یہ اندازہ نہیں لگا سکی کہ آخر کچھ لوگوں کو میری معروفیات کے بارے میں علم کیسے ہو گیا۔ بہرطور اس تمام معاملے کی وجہ سے میں اپنے مشن کو تو ترک نہیں کر سکتی تھی یہ مشن تو میرا امتحان تھا۔ ریڈ چینل کے ایک رکن کی حیثیت سے میرے اوپر اس قسم کی بجائے کتنی مصیبتیں آنے والی تھیں مسئلہ یہ تھا کہ کیا ان مصیبتوں سے گھبرایا جائے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مستقبل کے لیے جب فیصلے کیے جاتے ہیں اور قدم اٹھائے جاتے ہیں تو ان میں ثابت قدمی فطری حیثیت رکھتی ہے اور اگر ثابت قدمی نہ ہو تو دنیا کا کوئی بھی کام کسی بھی طور انجام نہیں دیا جا سکتا۔ میں اس سلسلے میں انتہائی ثابت قدمی سے کام کرنا چاہتی تھی۔ بلکہ سچی بات یہ تھی کہ میرے دل میں جو امنگیں پیدا ہو رہی تھیں وہ ان حالات سے اور جلا پا رہی تھیں اور میں محسوس کر رہی تھی کہ اب میں بھی لوگوں کے لیے خطرناک شخصیتوں میں شمار ہونے لگی ہوں۔ اس چیز نے میرے دل میں ایک عجیب سی گدگداہٹ سی پیدا کر دی۔ انہی خیالات میں تبدیلی ہوئی تھی کہ ٹرین آ گئی اور اس کے بعد میں ٹرین کے کمپارٹمنٹ میں جا بیٹھی۔ سلہٹ تک کا سفر کسی حادثے کا حامل نہیں ہوا جبکہ میں نے اپنے اطراف پر گہری نگاہ رکھی تھی۔ بہت سے لوگ میرے ساتھ سفر کر رہے تھے اور اپنی اپنی معروفیات میں مشغول تھے کسی کو بھی اپنی جانب متوجہ نہ پا کر میں پرسکون ہو گئی بالآخر میں سلہٹ کے اسٹیشن پر اتر گئی۔ ایک سلسلہ کوہ کے دامن میں خوبصورت سا شہر آباد تھا جسے درحقیقت قصبہ کہنا مناسب نہیں تھا۔ قدیم زمانے کے بہت سے محلات جوں کے توں کھڑے ہوئے تھے بعد میں مجھے سلہٹ کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں۔ بہت ہی قدیم اور مشہور شہر تھا بہرطور میں آگے بڑھ گئی شہر میں چھوٹے چھوٹے کارخانے موجود تھے اس کے علاوہ یہاں کے لوگ اپنی دستکاریوں کے باعث بھی بہت مشہور تھے۔ دیہی علاقوں کا ایک بڑا حصہ بھیڑوں بکریوں اور بھینسوں کی افزائش کے ذریعے اپنی روزی حاصل کرتا تھا باربرداری اور نقل و حمل کے شعبے میں خچروں کو یہاں خصوصی اہمیت حاصل تھی کیونکہ وہ میدانی علاقوں کے ساتھ ساتھ پہاڑی خطوں کے لیے بھی انتہائی کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔ بہرطور میں نے اس قصبے میں داخل ہونے کے بعد اپنے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ اور مجھے سلہٹ میں ایک چھوٹا سا ہوٹل مل گیا جہاں کمرہ حاصل کرنا مجھے مشکل ثابت نہ ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک چھوٹے سے لیکن نفیس طرز سے سجے ہوئے کمرے میں تھی۔ یہاں آ کر میں نے اپنے آپ کو سکون دینے کے لیے پہلے کافی طلب کی اور پھر اپنے پاؤں دھو کر ایک آرام کرسی پر دراز ہو گئی۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے مجھے وہی ہولناک واقعہ یاد آ گیا۔ زندگی میں کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے ہیں۔ مجھے بم سے اڑانے کی کوشش کی گئی تھی اور اگر مجھے اطلاع دینے والا ایک لمحے کے لیے چوک جاتا تو شاید۔ تو شاید کبھی کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ میرا کیا ہوا؟ یہاں آ کر مجھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ کافی ختم کر کے میں نے باتھ روم میں جا کر اپنے دانت صاف کیے کہ دفعتاً فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں تعجب سے فون کی طرف دیکھنے لگی۔ فوری طور پر مجھے فون کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ بہرطور آگے بڑھ کر کریڈل پر سے ریسیور اٹھایا۔ تو دوسری طرف سے میٹرو کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو میڈم۔ سفر کیسا گزرا؟"

"کوئی خاص نہیں۔ لیکن کیا مسٹر میٹرو آپ کو میرے ہوٹل کا واقعہ معلوم ہے؟"

"واقعہ؟ جی جناب میں نے خود آپ کو اس بارے میں اطلاع دی تھی۔"

"اوہ! میرے خدا وہ تم تھے؟" میں نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں اور یہ کوئی خاص کارنامہ نہیں ہے۔ بہرطور آپ کو سفر میں تو کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"ویسے میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ آپ بذریعہ ٹرین یہ سفر طے کریں۔ راستے کے مناظر بھی بہت خوبصورت تھے۔ کیا آپ پہلے یہاں آ چکی ہیں؟"

"نہیں۔"

"بہرطور آپ کی اطلاع کے لیے آپ سے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہاں آپ کے لیے ایک خوبصورت کار کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ یہ کار نیلے رنگ کی ہے اور ہوٹل کے پارکنگ لاٹ میں کھڑی ہوئی ہے اس کی چابیاں آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔ اور

ایک شخص آپ کو بلیک جنیل کا مخصوص کوڈ ورڈ دہرا کر یہ چابیاں آپ کے حوالے کر دے گا۔ میں نے یہ کارروائی اس لیے کی ہے کہ آپ کو یہاں ایسے کسی حادثے سے دوچار نہیں ہونا پڑے۔"

"گڈ ویری گڈ! بڑی عجیب پوزیشن ہے مسٹر میٹرو۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن آپ کو لطف تو آرہا ہوگا؟"

"ہاں یقیناً۔ مجھے ایک خطرہ اور بھی ہے۔"

"کیا؟"

"جس کمپنی سے میں نے کار کرائے پر حاصل کی تھی۔ وہ یقینی طور پر پولیس کو تحقیقات میں مدد دے گی۔ اور پولیس اس سلسلے میں میری نشاندہی کر سکتی ہے۔"

"آپ کو اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ پولیس آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرلے گی۔ لیکن جو کچھ ہے وہ حقیقت تو نہیں ہے۔ کون آپ کو تلاش کر سکے گا؟"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں ٹیلیفون بند کر کے آرام کرسی پر دراز ہو گئی۔

بہت ہی سنسنی محسوس ہو رہی تھی ان تمام حالات میں گھر کر لیکن میں اپنی تمام تر ذہنی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خود کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے میرے مستقبل کے لیے بہتر ہے اور جس راستے پر قدم اٹھایا ہے اس پر پامردی سے آگے بڑھتے رہنا ہی زندگی کی علامت ہوگی۔ ورنہ سب کچھ بیکار ہے۔ اسی طرح میں اپنا مقام حاصل کر سکوں گی۔ اور ہو سکتا ہے ایک وقت ایسا آجائے جب مجھے کسی کی مدد کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اور میں صرف اپنے لیے کام کروں ہاں اور اپنے کام کے لیے میں یہ سمجھ لوں کہ یہ سب کچھ میری تربیت ہو رہی ہے اور آنے والے وقت میں، میں یقینی طور پر ایک ایسی شخصیت اختیار کرنے والی تھی جو خود میرے لیے ہی کارآمد ہو اور مجھے اپنی شناخت میں مدد دے۔ وقت گزرتا رہا اور میں اپنے خیالوں میں گم رہی۔ فی الحال کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا میں دیکھنا چاہتی تھی کہ کار کی وہ چابیاں کس طرح مجھ تک پہنچتی ہیں۔ ابھی تک کوئی ایسی کوشش نہیں کی گئی تھی ویسے یہ بات بھی باعث حیرت تھی کہ مسٹر میرے پیچھے پیچھے ہی یہاں سلہٹ تک آگیا تھا۔ وہ بہت پہلے سے یہاں موجود ہے اور اس کے پاس بیٹھ بٹھائے ذرائع موجود ہیں ویسے اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ وہ قدم قدم پر میری مدد کر رہا تھا۔ بہر طور دیکھنا ہے کہ کس طرح مجھے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ شام کو تقریباً چار بجے میں تیار ہو کر ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ اب ہوٹل میں گھسے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دور چلی تھی ہوٹل سے کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے جسم پر میلا کچیلا سا لباس تھا شکل و صورت سے وہ فقیر نظر آ رہی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"کچھ دو۔ کچھ لو۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔

اس ہاتھ پر چابی کا ایک گچھا رکھا ہوا تھا۔ میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا آس پاس میں کوئی اس طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں نے اپنے پرس سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر اس طرح اس کے ہاتھ پر رکھا کہ گچھا میری مٹھی کی گرفت میں آگیا۔ وہ مجھے دعائیں دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔ یہ سنسنی خیز طریقہ کار بھی میرے لیے دلکش تھا۔ بوڑھی عورت کے الفاظ میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ کچھ دو۔ کچھ لو۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بات تو صحیح تھی۔ میں نے کچھ دیا اور کچھ لے لیا تھا۔ بازار میں کافی رونق تھی۔ میں بے مقصد دکانوں کے اندر گھومتی رہی اور میں نے ایک دو چھوٹی موٹی چیزیں بھی خرید ڈالیں۔ لیکن [illegible] میری نگاہیں کافی مہارت کے ساتھ اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں مصروف رہی تھیں۔ البتہ ابھی تک مجھے کوئی ایسی مشتبہ شخصیت نظر نہیں آسکی تھی جس کے بارے میں یہ شبہ کیا جا سکتا کہ وہ میرا تعاقب کر رہی ہے۔ تقریباً ایک گھنٹے کی چہل قدمی کے بعد میں پیدل ہی ہوٹل واپس چل پڑی۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اسے اندر سے بند کرنے کے لیے پلٹ پڑی لیکن دفعتاً مجھے کسی خطرے کا احساس ہوا تھا۔ میں نے نہایت تیز انداز میں پلٹ کر دیکھا اور میرے سامنے ایک قوی ہیکل آدمی آگیا۔ جس کے داہنے ہاتھ میں پستول موجود تھا وہ صورت ہی سے خونخوار نظر آتا تھا اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے چیخنے کی کوشش کی تو دیکھ لو کہ میرے ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا ہے۔" میں ساکت رہ گئی تھی۔ اس نے ریوالور کی نال سے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ۔"

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور بیٹھ گئی لیکن ایک لمحے کے [illegible] اندر میں یہ تصور میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ وہ خطرناک [illegible] ہے اور کوئی بھی ایسی کوشش کر سکتا ہے جو میرے [illegible] نقصان دہ ثابت ہو البتہ اس بات میں بھی اب کوئی [illegible] شبہ نہیں رہا تھا کہ یہ انہی لوگوں میں سے کوئی تھا جو [illegible] مجھ پر حملہ کرتے رہے ہیں۔ میں خاموشی سے بیٹھی اسے [illegible] رہی اور پھر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"م۔ میں۔ میں۔ ت۔ تم۔ تم اگر ڈاکو ہو تو یقین کرو [illegible] میرے پاس کوئی قابل ذکر چیز نہیں ہے بہت تھوڑی سی [illegible] رقم ہے اور ایک دو ٹریولر چیک۔"

"بکواس سے گریز کرو۔ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے صرف اس کا جواب دو۔ تم کون ہو؟"

"م۔ میرا نام بھیجہ بھارتی ہے۔ میں انڈین ہوں اور ٹورسٹ ہوں۔" میں نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹورسٹ ہو؟"

"ہاں۔"

"بکواس کرتی ہو۔ بالکل بکواس۔"

"ن۔ نہیں یقین کرو اگر تمہیں میری شخصیت کے بارے میں کوئی شبہ ہوا ہے تو یوں سمجھ لو کہ تم وقت ضائع کر رہے ہو [illegible] میں تو صرف ٹورسٹ ہوں چند افراد کے ساتھ یہاں آئی [illegible] تھی۔ [illegible] میں اپنے طور پر یہاں آگئی ہوں سلہٹ کے بارے میں، میں نے معلومات حاصل کی تھیں تو پتا چلا کہ یہ بہت خوبصورت شہر ہے۔"

"اداکاری۔ ایکٹنگ۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا اور پھر اس نے کہا۔

"تمہارے ساتھ کون کون ہے اور کہاں ہے؟"

"م۔ میں تین افراد کے ساتھ آئی تھی۔ ایک لڑکی اور دو مرد۔ ان میں سے ایک کا نام۔"

"میں اس کے بارے میں نہیں پوچھ رہا۔ میں ان لوگوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جو تمہاری پشت پر ہیں۔"

میں نے پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں احمقانہ انداز میں بولی۔

"میرے پیچھے تو کوئی نہیں ہے۔"

"دیکھو لڑکی میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں اگر تم نے صحیح جواب نہ دیا تو۔ تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"دیکھو۔ میں بتا چکی ہوں کہ میں صرف ٹورسٹ ہوں میں دنیا کے بہت سے ممالک دیکھ چکی ہوں۔ یہی میرا شوق ہے اور بہت تھوڑے سے وسائل سے میں اپنا یہ شوق پورا کر رہی ہوں۔ اگر میں تمہاری کسی غلط فہمی کی بنا پر کسی حادثے کا شکار ہو گئی تو یقین کرو میرے بارے میں صحیح تفصیل معلوم کر کے تمہیں بھی دکھ ہوگا۔ میں اس دنیا میں تنہا ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ۔ بس اپنے آپ کو بہلانے کے لیے میں نے یہ مشغلہ اختیار کیا ہے۔ تم کو کیا ملے گا مجھے نقصان پہنچا کر؟ میرے بارے میں اگر کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو جس طرح بھی مناسب سمجھو اپنی یہ غلط فہمی دور کر لو ورنہ میری بلاوجہ موت تمہیں بھی سکون نہیں لینے دے گی۔" میں نے اپنی آواز میں تھرتھراہٹ پیدا کر لی اور یہ سب کچھ غیر اختیاری طور پر تھا۔ پتا نہیں میرے اندر یہ صلاحیتیں کہاں سے بیدار ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اب اس کے انداز میں ایک ہلکی سی تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ اور ایک بار پھر میری کامیابی کے امکانات روشن ہونے لگے تھے۔ بلاشبہ اب میں اپنے فن میں نکھرتی جا رہی تھی۔

قوی ہیکل آدمی کے چہرے کی کشمکش میں اضافہ ہو گیا پھر یوں لگا جیسے اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی ہو اس کے بعد اس نے کڑی نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم سلہٹ آنے سے قبل ہوٹل کرسے ون میں نہیں ٹھہری تھیں؟"

"ہاں تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے سامنے سرخ رنگ کی وہ کار تباہ نہیں ہوئی تھی جس میں بم رکھا گیا تھا۔؟"

"اوہ ہاں یقیناً ہوئی تھی۔" میں نے زور زور سے گردن ہلائی۔

"کیا تم نے وہ کار کرائے پر نہیں حاصل کی تھی؟"

"میں نے۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں کیا تم نے کرائے پر کار دینے والی کمپنی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ تم سلہٹ جانا چاہتی ہو اور تمہیں ایک کار درکار ہے۔"

"نہیں جناب۔ میں اتنی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں تو ٹرین کے ذریعہ سفر کرتی ہوں۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ آپ میری حیثیت کا اندازہ میرے سامان

سے لگا سکتے ہیں۔ اس میں تھوڑی سی کرنسی اور ٹریولر چیک کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔" میں نے مظلومیت سے کہا۔

میں نے اسے ذرا بھی احساس نہیں ہونے دیا کہ جو کچھ کہہ رہی ہوں غلط نہیں ہے۔ اس کی کشمکش اور گہری ہو گئی پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا ہوٹل کے دن میں تمہارا روم نمبر ۲۸۹ نہیں تھا؟"

"اوہ نہیں۔ نہیں میرا روم نمبر ۲۰۸ تھا۔" میں نے جواب دیا اور اس بار میں نے اسے چت کر ہی ڈالا۔

"اوہ۔ اوہ پھر یہ سب کچھ۔ پھر یہ سب کچھ سوری ڈیئر۔ سوری ویری سوری۔ کیا نام بتایا تم نے اپنا۔؟"

"بھارتی۔" میں نے جواب دیا۔

"سوری بھارتی، اس کا مقصد ہے کہ مجھے اب تک غلط فہمی ہوئی تھی۔ دراصل میرا تعلق مقامی انتظامیہ سے ہے۔ اور ہم ایک خطرناک مجرم کا تعاقب کر رہے ہیں۔ لیکن تم۔ تم بلاوجہ ہی اس چکر میں آ گئیں۔ ویری سوری، تمہارا روم نمبر تو ایٹ تھا۔؟"

"ہاں اگر تم چاہو تو ہوٹل کے دن سے یہ معلومات حاصل کر سکتے ہو۔"

"نہیں۔ سنو اگر تمہیں اس ہوٹل میں کوئی ایسی لڑکی نظر آئے جو۔ جو روم نمبر نائنٹی نائن میں مقیم تھی تو تم مجھے ایک نمبر پر ٹیلی فون کر دو گی۔"

"نمبر بتا دیجیے۔ میں آپ کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ کیونکہ جس ملک میں، میں ہوں اس کی انتظامیہ سے تعاون کرنا میری ذمہ داری ہے۔" اس نے ایک ٹیلی فون نمبر دوہرا دیا اور میں نے فوراً ہی جیب سے نوٹ بک نکال کر نمبر درج کر لیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"آپ کا نام جناب؟"

"نہیں نام کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے بارے میں بتا چکی ہو کہ تم بھارتی بول رہی ہو، ویسے کیا تم نے ہوٹل کے دن میں اپنے کمرے کے برابر کسی لڑکی کو دیکھا تھا۔"

"اوہ میرے خدا۔ میرے خدا تو کیا وہ کوئی مجرمہ تھی؟"

"گویا اس کا مقصد ہے تم نے اسے دیکھا تھا؟"

"ہاں نوجوان اور خوبصورت۔ اور یقینی طور پر اس کا تعلق بھی مشرق ہی سے تھا۔ میں نے اس سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی صرف اس خیال کے تحت کہ وہ میری ہم وطن ہے لیکن اس نے انتہائی نخوت سے مجھے ٹھکرا دیا تھا اور مجھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کی تھی۔ وہ معافی کا... یقیناً

اگر وہ دوبارہ میرے سامنے آ جائے تو میں اسے پہچان سکتی ہوں۔"

"شکریہ ڈیئر بہت بہت شکریہ، یوں سمجھو تم اب تک جن مصیبتوں کا شکار رہی ہو وہ صرف غلط فہمی کی بنیاد پر تھیں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم ایک خطرناک مجرمہ کا تعاقب کر رہے ہیں، تمہیں بلاوجہ ہی یہ خمیازہ بھگتنا پڑا۔"

"شکریہ جناب میری جان بخشی ہو گئی بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"سیلٹ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ تم اس کے نواحات ضرور دیکھو۔ مجھ سے اگر تمہاری کوئی مدد ہو سکی تو ضرور کروں گا۔ ویسے تم اس بات کا وعدہ کرو کہ وہ تمہیں دوبارہ نظر آئی تو تم مجھے ضرور اس کے بارے میں اطلاع دو گی؟"

"میں کہہ چکی ہوں کہ یہ میری ڈیوٹی ہے بلکہ اگر وہ سیلٹ میں ہے تو میں اسے تلاش بھی کروں گی۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

"تھینک یو ڈیئر۔ بہت بہت شکریہ۔" اس نے کہا اور واپس باہر نکل گیا۔ میرے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہوتے ہوتے بچا تھا۔ اس کا مقصد ہے اب تک ان لوگوں کو مجھ پر جو شبہ تھا وہ میں نے زائل کر دیا ہے اور اس سلسلے میں مجھے کافی محنت کرنا پڑی تھی، لیکن اگر کچھ عرصے تک میں ان لوگوں کے شبہے سے دور رہوں تو میرے حق میں ہی بہتر ہو گا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا میں یہ کوشش کرتی رہوں گی، بعد میں جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا، البتہ ایک بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ میٹرو ان کی نگاہ میں تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص کون تھا؟ ان دو ممالک میں سے کسی ایجنسی کا نمائندہ یا پھر کوئی اور شخصیت؟ لیکن اس کے بارے میں معلوم کر لینا اتنا آسان نہیں تھا۔ اب مجھے میٹرو کا انتظار تھا۔ میٹرو اگر مجھ سے رابطہ قائم کرے تو درحقیقت میرے پاس اس کے لیے ایک بہترین اطلاع موجود تھی۔ میں نے اپنی نوٹ بک میں لکھا ہوا وہ ٹیلی فون نمبر دیکھا یقینی طور پر اس ٹیلیفون نمبر کے ذریعے میں کچھ معلومات حاصل کر سکتی ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن اگر اس سلسلے میں میٹرو کی خدمات حاصل ہو جائیں تو میرے لیے آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ یہ اطلاع بھی میٹرو کو دینا ضروری تھیں کہ وہ لوگ اب میرے اوپر سے اپنا شبہ ختم کر چکے ہیں۔ اس لیے اب یہ کوشش کی جائے کہ میں دوبارہ ان کی نگاہوں میں مشکوک نہ ہو جاؤں، اس طرح مجھے زیادہ آسانیاں حاصل ہو سکتی تھیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ موقع میرے لیے انتہائی کارآمد تھا۔ اب تک مجھ پر جو

حملے ہوئے تھے اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ کسی بھی طور پر میری جانب سے مشکوک ہو گئے تھے۔ لیکن اگر شک اس طرح کچھ عرصے کے لیے ہٹ جاتا ہے تو میرے حق میں بہتر رہے گا۔ بہرطور میٹرو سے فوری طور پر ملاقات کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ میں نے کار آزمانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی فراہم کردہ کار لے کر چل پڑی۔ اس کے لیے مجھے ہوٹل واپس آنا پڑا تھا۔ کار سڑکوں پر آہستہ خرامی سے سفر کرتی رہی اور میں پورے شہر کا جائزہ لیتی پھری، پھر ایک پارک کے سامنے میں نے کار روک دی۔ پارک بے حد خوبصورت تھا اور یہاں بچوں کے لیے خاص طور سے کھیلنے کودنے کی چیزوں کے انتظامات کیے گئے تھے۔ میں دیر تک پارک میں چہل قدمی کرتی رہی اور پھر سامنے بنے ہوئے ایک ریسٹوران کی جانب بڑھ گئی جہاں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے کھانے پینے کی چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ ابھی میں ایک کنج کے قریب سے گزر کر ریسٹوران کی طرف جا رہی تھی کہ ایک موٹی تازی فربہ عورت جس نے آنکھوں پر قدیم طرز کا چشمہ لگایا ہوا تھا اور جس کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا ایک خوبصورت سے بچے کو گاڑی میں دھکیلتی ہوئی میرے نزدیک سے گزری اور کچھ اس طرح گزری کہ گاڑی میرے گھٹنے سے ٹکرا گئی۔ بوڑھی عورت نے رک کر معذرت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں انتہائی شرمسار ہوں، لیکن کیا کروں عمر کی اس منزل میں پہنچنے کے بعد انسان کے اعصاب قابو میں نہیں رہتے۔ تمہیں تکلیف ہوئی اس کے لیے میں بے حد معذرت خواہ ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں کوئی بات نہیں۔ یہ بچہ بے حد خوبصورت ہے۔" میں نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ننھے سے گول مٹول بچے کو دیکھا جس کی نیلی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ بچہ واقعی بے حد خوبصورت تھا۔ میں نے اس کے رخسار تھپتھپائے تو بوڑھی عورت نے کہا۔

"بدقسمتی یہ ہے کہ میں اتنی بوڑھی بھی نہیں ہوں جتنی نظر آتی ہوں، لیکن حالات اچھے اچھوں کو بوڑھا کر دیتے ہیں ویسے کیا تمہیں یہ سن کر تعجب نہیں ہو گا ڈیئر بھارتی کہ میرا نام میٹرو ہے۔"

میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پایا تھا کیونکہ اس بار بوڑھی عورت کی آواز پہلے جیسی لرزتی اور پھیکی نہیں تھی بلکہ اس میں بالکل سپاٹ پن تھا اور لہجہ بھی مردانہ ہو گیا تھا۔ میں اس وقت اپنے اعصاب پر واقعی قابو نہیں رکھ پا رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس بوڑھی عورت کو دیکھوں جو جناب میٹرو تسلیم کر رہی تھی، لیکن بوڑھی کا انداز ایسا تھا اور الفاظ ایسے تھے کہ مجھے خود کو سنبھالنا ہی پڑا۔ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"اوہ میٹرو کیا واقعی یہ تم ہو؟"

"ہاں کیا کہا جائے میڈم بس یوں سمجھ لیجیے کہ حالات بعض اوقات انسان کو ایسا بھی بنا دیتے ہیں۔"

میں نے بمشکل تمام اپنا قہقہہ ہضم کیا اور پھر ننھے سے کھیلتی ہوئی مسکراتی ہوئی اس سے باتیں کرنے لگی۔ میں نے میٹرو سے کہا۔

"میں خود تمہاری تلاش میں تھی اور تم سے فوری طور پر ملاقات کرنا چاہتی تھی۔"

"تو دیکھ لیجیے میڈم ہم بھی آپ سے اتنی دور نہیں ہیں اور کس کس طرح آپ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے کیا کوئی خاص بات ہے اس سلسلے میں؟"

"بے حد خاص۔"

"براہ کرم بتائی جائے بلکہ اگر ہو سکے تو بچے کو گود میں اٹھا لیجیے۔"

"آہ یہ بچہ بے حد خوبصورت ہے۔ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟"

"جہاں سے بھی مل سکا بہرطور اس وقت موضوع گفتگو نہیں ہے۔ آپ چاہیں تو اس کے رخسار پر پیار بھی کر سکتی ہیں۔" میتھرو مسخرے پن سے بولا اور میں نے واقعی بچے کے رخسار کو تین چار بوسے دیے۔ اس کے بعد میں نے کہا۔

"میرے اوپر مسلسل حملے کیے جا رہے ہیں۔ ابھی کچھ وقت پہلے میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو اس بات کا شاکی ہے کہ میں باقاعدگی سے مختلف مقامات پر دیکھی گئی ہوں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ کیا چاہتا تھا وہ؟"

"مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنا کہ میں کون ہوں؟"

"پھر کیا رہی؟"

"ظاہر ہے میں ایک سیاح ہوں بمشکل تمام اس کے سائیلنسر لگے پستول کا رخ اپنی جانب سے موڑ سکی۔ وہ اس وقت سے ہمیں جانتا ہے جب گاڑی تباہ ہوئی تھی۔"

"خوب خوب۔"

"اور وہ تمہیں بھی بخوبی جانتا ہے بلکہ تمہارے نام سے بھی واقف ہے۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان رابطہ ہی سمجھنا چاہتا ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ گڈ ویری گڈ۔ پھر آپ نے اس سے کس طرح پیچھا چھڑوایا؟"

"بس ایک تھوڑی سی ٹیکنیک استعمال کرنا پڑی اور میں نے اس سے اس کا فون نمبر بھی لے لیا ہے۔"

"کمال کیا ہے میڈم۔ کمال کیا ہے۔ براہ کرم مجھے وہ فون نمبر بتا دیجیے۔"

میں نے بچے سے کھیلتے ہوئے فون نمبر دوہرا دیا۔ اور میتھرو نے آہستہ سے کہا۔

"بس ٹھیک ہے۔ یہ کیموفلائز ہو گیا۔"

"اس کے علاوہ مسٹر میتھرو؟"

"میڈم سنیے۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے بلاشبہ قابل تحسین ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ اس طرح آپ پر سے ان کی توجہ ہٹ گئی ہے؟"

"ہاں عارضی طور پر جب تک کہ کوئی اور اہم واقعہ پیش نہ آ جائے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ کوئی اور اہم واقعہ نہ پیش آ سکے۔ ویسے میرے پاس بھی آپ کے لیے ایک اطلاع ہے۔"

"کیا۔؟"

"موگے ان دنوں مشکوک ہو گیا ہے بہت سی نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی ہیں۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس مقصد کے تحت۔ لیکن آپ کو بہر طور موگے سے ملاقات کرنی ہے اس کا طریقہ ذرا سا تبدیل کرنا پڑے گا۔"

"ہاں کہو۔"

"ایک پتا نوٹ کر لیجیے۔ یہاں پہنچنے کے بعد آپ کو ایک شخص سارڈو سے ملاقات کرنا ہے۔ سارڈو آپ کو موگے سے ملا سکتا ہے اور آپ کے مقصد کی تکمیل کے لیے انتہائی کارآمد ہے۔ ویسے اچھا ہی آدمی ہے۔ شخصیت میں اگر کوئی الجھن نظر آئے تو آپ اسے محسوس نہ کریں۔"

"پتا ایک بار پھر دوہراؤ؟" میں نے کہا اور میتھرو نے وہ پتا مجھے ذہن نشین کرا دیا۔

"بہر طور کار کی تباہی کے سلسلے میں انہیں تمہاری طرف سے شبہ ہے، چنانچہ اپنے آپ کو بھی محفوظ رکھو۔"

"اوکے میڈم، اوکے۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ ... اب مجھے یقین ہے کہ آپ سارڈو سے مل کر موگے سے ملاقات کے طریقے دریافت کر لیں گی۔ ویسے سارڈو آپ پر اور بھی بہت سے انکشافات کرے گا۔ میں خود بھی کوشش کر رہا ہوں کہ مزید کچھ تفصیلات آپ تک پہنچا سکوں۔ لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ ہمارے دشمن کتنے چوکس ہیں اور وہ ہم پر بھرپور نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں آپ سے آئندہ میری کس روپ میں ملاقات ہو۔ ویسے آپ براہ کرم ایسی کسی حرکت کو محسوس نہ کریں۔ میں بہرطور ایک معقول انسان ہوں۔"

مجھے پھر ہنسی آ گئی لیکن میں نے بچے کی قلقاریوں میں اس ہنسی کو مدغم کر لیا اور اس کے بعد میتھرو سے کہا۔

"اور کچھ مسٹر میتھرو؟"

"نہیں فی الحال آپ کو اتنا ہی بتانا تھا۔ آپ یقینی طور پر اس عمارت کے بارے میں اچھی طرح جان چکی ہوں گی جس کا حوالہ میں نے آپ سے سارڈو سے ملاقات کے لیے دیا ہے۔"

"ہاں بالکل۔ اس کی طرف سے آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر میتھرو۔"

"تو آپ کب اس سے مل رہی ہیں؟"

"پہلا موقع ملتے ہی میں اس سے ملاقات کر لوں گی۔" میں نے کہا۔

"اوکے میڈم اوکے۔ اب بچے کو آخری بوسہ دے کر گاڑی میں لٹا دیجیے۔ میں اسے اس کے گھر پہنچا دوں۔"

میں نے بچے کو گاڑی میں لٹایا اور میتھرو نے کسی بوڑھی عورت کی مانند ہی بیچے سے ہاتھ ہلایا اور پھر گاڑی کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کی اس ہیئت کو دیکھ کر حیرت بھی ہوتی تھی اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔ پھر اس کے بعد میں زیادہ دیر تک پارک میں نہیں رکی اور اپنی کار میں بیٹھ کر واپس اپنے ہوٹل چل پڑی۔ جہاں تک حالات کا تجزیہ کر رہی تھی کم از کم ایک مخصوص وقت تک تو میں محفوظ تھی، ان کی توجہ واقعی میری جانب سے ہٹ گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے ہوٹل میں داخل ہو گئی۔ میتھرو کو یاد کر کے بار بار ہنسی آ رہی تھی لیکن ایک بات کا دل ہی دل میں اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکی کہ میک اپ کرنے میں اسے کمال حاصل تھا اور وہ کسی بھی شکل میں اپنے آپ کو تبدیل کر کے اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنے کی قوت رکھتا تھا۔ بہر طور متعلقہ جگہ پہنچنے کے لیے مجھے دوسرے دن کا انتظار کرنا پڑا۔ آج کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ پھر دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے اپنے ہوٹل سے نکل آئی اور اس ... کی طرف چل پڑی جس کے بارے میں میتھرو نے مجھے تفصیلات بتا دی تھیں۔ یہ بیلٹ کا ایک مضافاتی علاقہ تھا جہاں اوسط درجے کے خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان مکانوں کے سامنے زیتون اور صنوبر کے خوبصورت درختوں کی قطاریں پھیلی ہوئی تھیں جن کے عقب میں پہاڑوں کی برف پوش چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان برف پوش چوٹیوں سے بادل اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ میں اس خوبصورت بستی کی عمارتوں کے نمبروں پر نظریں ڈالتی ہوئی آہستہ آہستہ کار آگے بڑھاتی رہی۔ سڑک کے کنارے چھوٹے چھوٹے بچے کھیلوں میں مصروف تھے۔ انہوں نے مجھ میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ مطلوبہ عمارت کافی فاصلے پر نظر آئی۔ یہ عمارت دوسری عمارتوں سے کسی قدر الگ تھلگ تھی اور اس کے گرد سرخ اینٹوں کی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں۔ سامنے لوہے کا ایک زنگ خوردہ گیٹ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر کار روک دی اور اتر کر گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔ انداز ایسا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہی ہوں۔ میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس عمارت میں میری ملاقات بھلا کس سے ہو سکتی ہے، کیونکہ عمارت بالکل ویران سی پڑی ہوئی تھی۔ اندر گرے ہوئے درختوں کے پتے زمین پر بکھرے ہوئے تھے اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے بہت عرصے سے کوئی ان پتوں سے گزر کر اندر نہ پہنچا ہو۔ ایسی عمارت میں کسی کی موجودگی کے کیا امکانات ہو سکتے ہیں؟ بہرطور اب جو کچھ بھی تھا کیا جانا تھا۔ میں نے گیٹ کو کھولنے کی کوشش کی اور اس کا زمین میں دھنسا ہوا حصہ ایک لکیر بناتا ہوا تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا۔ بس اتنا کہ میں اندر داخل ہو جاؤں۔ میتھرو کی معلومات بھی یہاں مجھے کچھ ناقص سی محسوس ہو رہی تھیں۔ احاطے کا اندرونی حصہ کسی ہولناک ویرانے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ہر طرف خود رو گھاس اور جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اندر کا حلیہ بہت ہی زیادہ خراب تھا۔ دروازے کھڑکیوں کے رنگ میلے پڑ چکے تھے۔ بہرطور کافی آگے جانے کے بعد ایک اور دروازہ نظر آیا جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ میں یہاں کھڑے ہو کر چند لمحات سوچتی رہی۔ پھر میں نے زور زور سے دو تین بار آوازیں دیں۔

"مسٹر سارڈو۔ مسٹر سارڈو۔" لیکن مجھے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ جب میری یہ کوشش ناکام ہوئی تو میں اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ دوسری طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایک لمحے تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد میں نے دروازے کے آس پاس الیکٹرک سوئچ تلاش کیا کیونکہ میں الیکٹرک پول یہاں دیکھ چکی تھی اور تار بھی اس عمارت تک آئے تھے۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ دیوار کے پاس ہی سوئچ تھا۔ میں نے بٹن دبایا اور اندر پیلی مدھم سی روشنی ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میری نگاہ کمرے کے وسط میں پڑے ہوئے کسی انسان پر پڑی اور میں ایک لمحے کے لیے ہکا بکا رہ گئی۔ وہ یقینی طور پر کسی انسان کی لاش تھی۔ اسے انتہائی وحشیانہ انداز میں گردن پر چھری پھیر کر قتل کر دیا گیا تھا۔ خون چاروں طرف بری طرح بکھرا ہوا تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اسے اب سے تھوڑی ہی دیر پہلے ہلاک کیا گیا ہے۔ میں دہشت زدہ انداز میں اس گردن کٹے شخص کو دیکھتی رہی۔ اس کی بے جان آنکھیں چھت کی جانب نگراں تھیں۔ میں نجانے کیوں اپنے چاروں طرف سنسنی محسوس کرنے لگی۔ مجھے یوں لگا جیسے فوراً ہی کسی طرف سے کچھ افراد نکلیں گے اور مجھے بھی اس شخص کی طرح گردن کاٹ کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ میری ساری جبلی قوتیں بیدار ہو چکی تھیں۔ اور میں اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر رہی تھی کہ اگر کوئی خطرہ درپیش ہو تو میں اس سے مقابلہ کروں۔ مدھم پیلی روشنی اس لاش کو اور پراسرار

بنا کر پیش کر رہی تھی' جب میں نے محسوس کیا کہ اطراف میں کوئی نہیں ہے تو میں لاش کے قریب پہنچ گئی اور نیچے جھک کر اس کا جائزہ لینے لگی۔ لاش کا چہرہ بری طرح بگڑ چکا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان کے اوپر گھنی بھنویں نظر آ رہی تھیں اور مونچھیں بھی بہت بھاری بھاری تھیں اور ناک کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ معمولی قسم کے لباس میں ملبوس تھا لیکن چوڑے چکلے بدن کی وجہ سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت ہی توانا آدمی ہے۔ بہرطور اس کی خوفناک موت میرے لیے دہشت کا باعث تھی۔ نجانے کتنی دیر تک میں اسے دیکھتی رہی۔ میرے ذہن میں بہت سے وسوسے اور اندیشے سر ابھار رہے تھے۔ حالات بہت پیچیدہ رخ اختیار کر چکے تھے۔ اگر یہی شخص سارڈو ہے تو اسے راستے سے کیوں ہٹا دیا گیا۔ اس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ کسی کو میرے یہاں آنے کی توقع تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ میں پہلے ان لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک ہو گئی۔ ظاہر ہے جن لوگوں نے سارڈو کو قتل کر دیا ان کی اس کارروائی کی وجہ یہی ہو گی کہ وہ سارڈو کو مجھ سے نہیں ملنے دینا چاہتے تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ میں موگے سے رابطہ قائم کروں۔ کافی دیر تک میں سوچتی رہی پھر میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ داہنی جانب دو دروازے نظر آ رہے تھے۔ میں کچھ دیر تک ان دونوں کی طرف دیکھتی رہی اور پھر دبے پاؤں پہلے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ میرا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے مجھے اندر کچھ اور ایسی چیزیں مل جائیں جن سے مجھے صورت حال کا اندازہ ہو جائے اصولاً تو مجھے فوراً ہی واپس ہوٹل چلے جانا چاہیے تھا اور اس کے بعد میبرڈو کا انتظار کرنا چاہیے تھا تاکہ میں اسے صورت حال بتا دوں' لیکن اب نہ جانے کیوں طبیعت میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور میں اپنے طور پر بھی کام کرنے کی خواہاں ہو گئی تھی۔ بہرطور میں دروازے سے اندر داخل ہو گئی دوسری طرف بھی ایک کمرہ ہی تھا جس میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ غالباً تمام کھڑکیوں اور دروازے کے پردے گرا دیے گئے تھے۔ میں چند لمحوں تک دروازے کے سامنے خاموش کھڑی رہی' اور اس کے بعد ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر دفعتاً ہی میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ مجھے ایک ہلکی سی سرسراہٹ کا احساس ہوا تھا یہاں تاریکی میں کچھ دیکھا جانا تو ممکن نہیں تھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ میں سنبھل کر باہر نکلتی' اچانک ہی میری گردن کے پچھلے حصے پر ایک زوردار ضرب پڑی۔ اور میرے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل گئے۔ میں نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن دوسری ضرب نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے تھے اور اس کے بعد مجھے کسی چیز کا احساس نہ رہا۔

نہ جانے کب اور کہاں ہوش آیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ایک میلے بلب کی دھندلی پیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ چند لمحات تو حواس نے ساتھ نہ دیا پھر آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آ گیا اور میری آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ کھلی آنکھوں کے سامنے دو چہرے نمایاں ہوئے۔ ایک مرد ایک عورت۔ وہ دونوں ہی مجھے گھور رہے تھے۔ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ دونوں کمبخت بدشکل تھے۔ عورت دراز قامت اور مردانہ چہرے کی مالک تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ اس کی آواز بھی مردانہ ہی تھی۔ کیونکہ اسی نے مجھے مخاطب کیا تھا۔

"ہوش میں آ گئی ہو تو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے سہارا لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گردن بری طرح دکھ رہی تھی اور سر چکرا رہا تھا۔ میں کچھ دیر پلکیں جھپکاتی رہی اور پھر میں نے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ بڑے سے کمرے میں فرنیچر وغیرہ بھی کچھ نہیں تھا اور جو تھا وہ بھی قدیم طرز کا بھدا اور پرانا فرنیچر تھا۔ انہی میں سے دو کرسیوں پر وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بے بسی سے انہیں دیکھنے لگی۔ ایک لمحے میں' میں نے اپنے آئندہ پروگرام کا تعین کر لیا تھا۔ واقعات مجھے چونکہ یاد آ گئے تھے میں اس عمارت میں سارڈو سے ملنے پہنچی تھی جس کے ذریعے مجھے موگے تک پہنچنے کا طریقۂ کار معلوم ہونے والا تھا اور وہاں مجھے سارڈو کی لاش نظر آئی تھی' لیکن ایک دو خیال ذہن میں میرے ذہن میں ابھرا۔ یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں میں گئی تھی اس چھوٹی سی عمارت میں اتنا وسیع و عریض کمرہ نہیں ہو سکتا اس کا مقصد ہے کہ جہاں مجھے گردن پر ضرب لگا کر بے ہوش کیا گیا تھا۔ میں وہاں نہیں ہوں اور چونکہ یہ فیصلہ بھی میں نے کر لیا تھا کہ یہ وہ عمارت نہیں ہو سکتی جس میں' میں داخل ہوئی تھی اس لیے یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ مجھے وہاں سے نکال لایا گیا ہے اور عالم بے ہوشی میں مجھے ان لوگوں کے ساتھ سفر بھی کرنا پڑا ہے۔ مرد نما عورت اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئی اور پھر میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھاتی ہوئی بولی۔

"اب تم اتنی زخمی بھی نہیں ہو کہ اس قسم کی اداکاری کرو۔" اپنے بازو پر میں نے اس عورت کی گرفت کسی آہنی شکنجے کی مانند ہی محسوس کی تھی۔ قد و قامت کے ساتھ وہ طاقت ور بھی آتی ہی تھی۔ ویسے اگر اس کی آواز اگر کہیں پردے سے سنی جاتی تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ عورت بول رہی ہے پتا نہیں کمبخت عورت بن ہی کیوں گئی تھی جبکہ چہرے پر بھی وہی مردانہ پن تھا بس بدن کی بناوٹ اور لباس یا بالوں کا اسٹائل بتاتا تھا کہ وہ عورت ہے

میں چونکہ اپنے آئندہ لمحات کا تعین کر چکی تھی اس لیے میں نے اپنے انداز میں خوف و دہشت پیدا کر لی۔ بالکل میرا بدن ہولے ہولے لرزنے لگا۔ وہ مجھے گھسیٹتی ہوئی ایک کرسی تک لے آئی اور پھر کرسی پر دھکیل دیا۔ میں گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے سہمے سہمے سے انداز میں باری باری ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ مرد نے عجیب سے انداز میں گردن ٹیڑھی کی لیکن کچھ بولا نہیں عورت اب میرے سامنے بیٹھی میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی' میری نگاہیں جھک گئیں تب عورت نے کہا۔

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتی' دوسری بات یہ کہ جھوٹ بولنے والوں کو میں ایک لمحے میں فنا کر دیتی ہوں' لڑکی اگر زندگی کی خواہش مند ہو تو جو کچھ میں تم سے پوچھوں اس کا جواب بالکل سچ دینا اور سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع مت کرنا۔" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کارڈو بیرے کہاں ہے؟"

"یقین کرو میرے پاس نہیں ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے معصومیت سے جواب دیا اور مرد بے اختیار مسکرا پڑا' لیکن عورت کے چہرے پر درشتگی کے آثار پھیل گئے تھے۔ اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کارڈو بیرے کہاں ہے؟"

"آپ بڑی ... میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔" میں نے پہلے سے زیادہ خوف زدہ انداز میں کہا اور مرد نما عورت بغور میرا چہرہ دیکھنے لگی۔ اب میں یہ بات نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس کی نگاہیں زیادہ تیز تھیں یا میری اداکاری زیادہ اچھی تھی۔ وہ چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے دوبارہ کہا۔ "تم سارڈو سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

"سارڈو ... مم ... میرا مطلب ہے وہی نا جس کی لاش عمارت میں موجود تھی۔"

"ہاں' اسی کی بات کر رہی ہوں۔"

"مم ... میرا اس میں بھی کوئی قصور نہیں ہے میڈم' آپ یقین کیجیے کہ میں ایک مظلوم لڑکی ہوں۔ آپ کو اپنے بارے میں بتاؤں گی تو شاید آپ بھی میری بدنصیبی کا یقین کر لیں میں سیاح ہوں۔ میرے دل میں بچپن سے یہ خواہش تھی کہ میں ملک ملک کی سیر کروں۔ بڑی مشکل سے میں نے بچا کر کس کس طرح کچھ رقومات جمع کیں اور اس کے بعد چند ملکوں کی سیاحت کی۔ میری زندگی کا مقصد صرف یہی تھا کہ میں سیاحت کروں اور اس کے لیے میں دنیا کی ہر کوشش کر ڈالنا چاہتی تھی

بہرطور کسی نہ کسی طرح میں چند ممالک دیکھنے کے بعد یہاں بھی پہنچ گئی۔ لیکن یہ ملک میرے لیے انتہائی بدقسمت ثابت ہوا۔ میرا قیام ایک ہوٹل میں تھا اور میں وہاں سکون سے وقت گزار رہی تھی۔ میں اس شہر کے نواحات کو دیکھنا چاہتی تھی۔ کہ ایک واقعہ ہوا اور میں ایک مصیبت میں پھنس گئی مجھے چند لوگوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کے بعد مجھ سے نہ جانے کیا کیا الٹے سیدھے سوالات کرتے رہے۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے میرے بارے میں نجانے کیا کیا باتیں کیں وہ مجھے کوئی مجرم سمجھ رہا تھا۔ اپنے آپ کو اس نے انتظامیہ کا آدمی ظاہر کیا تھا' بمشکل تمام میں اسے یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوئی کہ میں مجرم نہیں ہوں۔ بلکہ جو لڑکی انہیں مطلوب تھی وہ اتفاق سے اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے میں موجود تھی۔ جب اس شخص نے اس بات کی تصدیق کر لی تو مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ کہ انتظامیہ کی مدد کرنا میرا فرض ہے' اسی نے مجھے اس عمارت کا پتا بتا کر کہا تھا کہ میں ایک شخص سے ملوں جس کا نام شاید سارڈو ہی تھا۔ ویسے یہ نام میرے ذہن سے نکل چکا تھا۔ اس شخص سے مل کر مجھے اس کا ایک پیغام دینا تھا لیکن جب میں اس عمارت میں پہنچی تو وہ شخص مر چکا تھا بس اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں صرف اتنی سی بات ہے میڈم میں تو نئی بدنصیبی کا شکار ہوئی ہوں ورنہ میرا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عورت کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آئے تھے۔ اس نے کسی قدر الجھن آمیز نگاہوں سے مرد کی طرف دیکھا۔ مرد کے انداز میں حقارت اور تلخی سی پائی جاتی تھی شاید وہ پہلے سے اس بات پر متفق نہیں تھا کہ میں ان دونوں کے لیے کوئی کارآمد مہرہ ثابت ہو سکتی ہوں لیکن اس سلسلے میں اس عورت ہی نے ضد کی ہو گی اور اس وقت وہ اس کی ضد پر حقارت سے مسکرا رہا تھا۔ عورت نے اس کا چہرہ دیکھا اور جیسے اس کے اس انداز پر کچھ برافروختہ سی ہو گئی اس نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"سارڈو کے لیے پیغام کیا تھا؟"

"اس نے کہا تھا کہ سارڈو کو میں صرف اتنا بتا دوں کہ' مشرقی پہاڑیوں کی چٹانیں اب سبزے سے محروم ہو گئی ہیں' دوگیا ...؟" عورت کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت ابھر آئی۔

"ہاں ... اس نے کہا تھا کہ میں یہ جملہ اس کے سامنے دہرا دوں اور اس سے کہوں کہ مشرقی پہاڑوں کی چٹانیں اب سبزے سے محروم ہو گئی ہیں اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس

کے جواب میں سارقو جو کچھ کہے میں اُس کی اطلاع انہیں بھی دے دوں۔"

"ہوں۔ اور سارقو تمہیں مُردہ ملا۔"

"ہاں۔ میڈم آپ یقین کریں میرا اس قتل سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ میں نے ایک کمرے میں اس شخص کی لاش دیکھی میں تو یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکی تھی کہ وہ سارقو ہے بھی یا نہیں۔ میں وہاں سے واپس پلٹنا ہی چاہتی تھی کہ دفعتاً میری گردن پر ایک ضرب لگی اور میں بیہوش ہو گئی۔ میرا کام بس اتنا ہی تھا آپ جس طرح چاہیں اس کی تصدیق کر سکتی ہیں۔ اگر میری اس بات میں کوئی جھوٹ نکلے تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ جو سلوک چاہیں کریں۔ دفعتاً ہی مرد نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"ایک بات مجھے بتاؤ لڑکی کہ تمہیں سارقو کا جواب کہاں پہنچانا تھا؟"

"انہوں نے مجھے ایک ٹیلی فون نمبر دیا تھا جناب۔"

"کیا وہ تمہارے پاس نوٹ ہے۔"

"نہیں، وہ میرے ذہن میں ہے۔" میں نے کہا۔

"بتاؤ۔" یہ مرد بولا۔ اور میں نے ٹیلی فون نمبر اُس کے سامنے دُہرا دیا۔ مرد نے یہ ٹیلی فون نمبر اپنی انڈیکس میں لکھ لیا تھا پھر اس نے عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اس کے بیان کی تصدیق ان الفاظ سے ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اسے بے قصور قرار دے سکتے ہیں۔ تاہم اسے اُس وقت تک چھوڑا نہیں جا سکتا جب تک کہ اُس کا بے قصور ہونا ثابت نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" عورت نے کہا اور اُس کے بعد وہ دونوں ہی اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

"آؤ میرے ساتھ آؤ۔" عورت بولی اور میں لرزتے قدموں سے اُس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے مجھے ایک بڑے سے کمرے میں قید کر دیا۔ یہ کمرہ قید خانہ تو نہیں تھا لیکن بہر طور اس سے باہر نکلنے کے انتظامات نہیں تھے۔ البتہ کمرے میں آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ میں نے مسہری پر بیٹھ کر ایک گہری سانس لی اور دل ہی دل میں مسکرانے لگی۔ اب تک میں نے کامیابی سے تمام اقدامات کیے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں دوبارہ اُن لوگوں کے چنگل میں آ پھنسی تھی۔ لیکن کوئی صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ سارقو کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ پتا نہیں یہ لوگ اتنے اپڈوانس کس طرح چل رہے تھے اور یہ اندازہ لگانا بھی مشکل تھا کہ یہ لوگ جن میں وہ مرد یا عورت شامل تھی کون سے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ویسے یہ بات میرے علم میں آ چکی تھی کہ دو ملکوں کے ایجنٹ بھی اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ اور خاص طور سے مجھے ان سے محفوظ رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ تاہم ابھی صورت حال درمیان ہی میں تھی اور یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اب کامیابی کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔ کافی وقت یہاں گزر گیا مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ باہر کی کیفیت کیا ہے۔ لیکن تقریباً چار پانچ گھنٹے کی اس قید میں مجھ سے کسی نے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور پھر اس کے بعد دروازہ کھلا اور وہی دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"ہیلو۔" عورت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ بھی کسی بھیڑیے کی مسکراہٹ سے مشابہ تھی۔ میں خاموشی سے اُس کی صورت دیکھنے لگی۔ اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے کچھ کھایا پیا۔"

"نہیں۔ یہ دیواریں میں نہیں کھا سکتی اور نہ ہی یہ مسہری اور فرنیچر۔" میں نے جواب دیا اور عورت کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے۔ اُس نے ایک لمحے کے لیے مرد کی طرف دیکھا اور پھر دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کے انداز میں جھنجھلاہٹ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"سوری ڈیئر تم نے اپنا نام کیا بتایا تھا مجھے۔"

"بھارتی۔ لیکن آپ نے مجھ سے میرا نام پوچھا ہی نہیں تھا۔"

"ہاں، شاید ایسا ہی ہوا تھا۔ بہر طور میں تم سے شرمسار ہوں کہ تمہاری میزبانی میں کوتاہی ہوئی۔" میں پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گئی۔ عورت اور مرد بھی خاموشی سے بیٹھ گئے تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد ایک ملازم قسم کا آدمی ٹرالی دھکیلتا ہوا لایا جس پر کافی کے برتن اور بہت سے لوازمات سجے ہوئے تھے۔

"گڈ۔ دوسری بار میں تجھے شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ ایسی کوئی لاپرواہی آئندہ نہیں ہونی چاہیے۔"

"نہیں ہو گی میڈم۔" اُس نے مرے مرے لہجے میں جواب دیا۔ جس میں مجھے اندازہ ہوا کہ اس شخص کو کافی سخت سست کہا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے مار بھی پڑی ہو کیونکہ اس کا چہرہ بگڑا بگڑا نظر آ رہا تھا۔ عورت نے خود ہی مجھے کافی بنا کر پیش کی۔ اپنے اور مرد کے لیے بھی اس نے دو پیالیاں کافی بنائی۔ اور مجھ سے کہا کہ میں بے تکلفی سے یہ چیزیں کھاؤں پیوں۔ بہر طور ہلکی پھلکی چند چیزیں میں نے لے لی تھیں کیونکہ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ اس کے بعد میں اُن لوگوں کی جانب دیکھنے لگی۔ پھر عورت نے کہا۔

"ڈیئر بھارتی! تمہارے بیان کی تصدیق کے لیے ہم نے بہت سے کام کیے ہیں۔ جو ٹیلی فون نمبر تم نے ہمیں دیا تھا اُس پر فون ریسیو کیا گیا۔ لیکن انہیں شاید کوئی شبہ ہو گیا اور اس کے بعد جب ہم نے ٹیلی فون نمبروں کے ذریعے اُس عمارت پر چھاپہ مارا تو ہمیں کوئی نہیں ملا۔ البتہ کچھ ایسے شواہد مل گئے ہیں جن سے تمہارے بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے بولی۔

"تو پھر مجھے چھوڑ دیا جائے۔ میں بلاوجہ آپ کی قید میں ہوں۔"

"بالکل۔ بالکل۔ تمہیں نہایت معذرت کے ساتھ تمہاری مطلوبہ جگہ پہنچا دیا جائے گا۔ البتہ ہماری ایک مدد اور کر دو۔"

"جی۔" میں نے کہا اور عورت نے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا۔ لفافے سے اُس نے چند فوٹوگراف نکالے اور انہیں میرے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ ان میں سے وہ شخص کون سا ہے۔ جس نے تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ میں نے فوٹوگراف دیکھنے شروع کر دیے اور اس کے بعد مجھے اپنے اعصاب کو مضبوطی سے کنٹرول کرنا پڑا کیونکہ چند چہروں میں ایک تصویر میشرو کی بھی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس شخص کی تصویر بھی جس نے مجھے اپنا فون نمبر دیا تھا۔ میں نے باقی تصویروں کو نظر انداز کر دیا اور اس شخص کی تصویر اُٹھا کر اُس عورت کے سامنے کر دی۔

"یہ تھا وہ شخص جس نے مجھے اپنا فون نمبر دیا تھا۔" عورت نے اپنے ساتھی مرد کی جانب دیکھا اور مرد نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ یہی آدمی تھا وہ۔" عورت ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی پھر اُس نے کہا۔

"دیکھو لڑکی ہم غلط فہمی کی بنیاد پر تمہیں یہاں لائے تھے ہمارے لیے یہ انتہائی آسان ہے کہ تمہیں گولی مار کر تمہاری لاش کسی گڑ ھے میں یا ایسے گٹر میں پھینک دی جائے جہاں سے وہ پولیس کو دستیاب بھی نہ ہو لیکن ہم بے گناہوں کے قتل پر یقین نہیں رکھتے۔ ظاہر ہے ان معاملات سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے تو تمہیں اس سلسلے میں کوئی سزا کیوں دی جائے چنانچہ تمہیں تھوڑی دیر کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن تم ہماری صورتیں یاد نہیں رکھو گی اور کسی کو یہ نہیں بتاؤ گی کہ تمہارا یہ وقت کہاں گزر رہا ہے۔ یہ انتہائی مخلصانہ جذبے کے تحت کیا جا رہا ہے اور ہم تم سے بھی اسی جذبے کی توقع رکھتے ہیں۔ ہاں اگر تم نے اس سلسلے میں کسی کو کوئی بات بتائی تو یہ سمجھ لو کہ تاریکیوں میں چلنے والی گولیاں یہ نہیں بتاتیں کہ وہ کس سمت سے چلی ہیں اور انہوں نے کس سمت کا رُخ کیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں اور آپ یقین کیجیے مجھے قطعی طور پر اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کون ہیں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ میرا معاملہ نہیں ہے مجھے تو بس غلط فہمی کی بنیاد پر یہ نقصانات اُٹھانے پڑے ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ تو پھر کسی بھی وقت تمہیں یہاں سے کہیں پہنچا دیا جائے گا بلکہ جہاں تم کہو وہاں پہنچا دیا جائے۔"

"میں ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہوں۔" میں نے کہا اور انہیں اپنے ہوٹل کا پتا بتا دیا۔

"تمہارے جانے کے انتظامات کر دیے جائیں گے۔" عورت نے کہا۔ اور اُس کے بعد وہ دونوں وہاں سے اُٹھ گئے میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر دفعتاً ہی مجھے ہلکے ہلکے چکر سے آنے لگے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ مفلوج ہوتی جا رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے تو میں صورت حال کو سمجھ نہ سکی لیکن دوسرے لمحے مجھے احساس ہوا کہ ان تمام اشیاء میں سے کوئی چیز نشہ آور ضرور تھی اور مجھ پر اس وقت خواب کی سی کیفیت طاری ہوتی جا رہی ہے۔ یہ میرا آخری احساس تھا۔ اور اس کے بعد میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئی مجھے بالکل اندازہ نہیں کہ میرا دوسرا سفر کب اور کہاں شروع ہوا اور کس طرح ختم ہوا۔ لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اس بار جب میں جاگی تو اپنے ہوٹل کے کمرے میں ہی تھی۔ میں اپنے بستر پر پڑی چھت کو تکتی رہی۔ دیواروں کو دیکھا اور اس کے بعد جب یہ احساس ہوا کہ ماحول ایک دم بدل گیا ہے تو طاری ہونے والی بے اختیاری ہونا فطری چیز تھی۔ میں اُٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی پھر یادداشت کرید کرید گھومنے لگی۔ مجھے اُن لوگوں نے ہوٹل پہنچا دیا تھا۔ اور یہ طریقہ کار بے حد عجیب تھا لیکن مجرم قسم کے لوگ اسی طرح کے طریقہ کار اختیار کرتے ہیں۔ ذہن پر شاید اس خواب آور شے کے اثرات اب بھی برقرار تھے چنانچہ غسل خانے میں جا کر میں نے گرم پانی سے غسل کیا اور طبیعت پر کچھ فرحت سی طاری ہو گئی۔ میں نے گویا آج اپنے اوپر قابو پا لیا تھا پھر میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے کافی طلب کی۔ اور کافی پیتے ہوئے میں اُن واقعات پر غور کرنے لگی۔ سارقو مارا جا چکا اور میشرو کے بارے میں کوئی تفصیلات معلوم کرنا فی الحال اس وقت ممکن نہیں تھا جب

تک کہ میرا رابطہ میٹرو سے نہ ہو۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ میٹرو مجھے دوبارہ کس طرح ملتا ہے۔ ویسے صورتِ حال کا اندازہ میں خود بھی بخوبی لگا سکتی تھی اور اب مجھے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ میں اُن دونوں ممالک کے ایجنٹوں کے ہاتھوں میں پڑ چکی ہوں اور انہیں کامیابی سے بے وقوف بنا چکی ہوں جو کارڈ رہے کی تلاش میں ہیں، گویا اُن میں سے دونوں ہی کو مجھ پر شبہ ہو چکا ہے۔ اور میں اُن دونوں کی نگاہوں میں آ چکی ہوں۔ یہ صورتِ حال سنسنی خیز بھی تھی اور باعثِ دلچسپی بھی کہ میں اُن دونوں کے بیچ چڑھ گئی اور انہیں کامیابی سے بے وقوف بنا کر نکل بھی آئی، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ آئندہ اگر اس سلسلے میں مجھے دیکھا تو کیا ان دونوں میں سے کوئی پارٹی میری اس معصومیت پر یقین کر سکے گی جس کے تحت میں انہیں بے وقوف بنا کر اُن کے چنگل سے نکل چکی ہوں۔ موجودہ صورتِ حال زیادہ خطرناک ہو گئی تھی، چنانچہ اب مجھے کوئی مؤثر اقدام کرنا تھا جس کے تحت میں اُن لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہوں، ویسے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ابھی تک اپنے اس مقصد کے سلسلے میں میں نے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی اور ظاہر ہے کامیابی کے یہ راستے مجھے مسدود بھی نظر آ رہے تھے۔ میرا اپنا ذہن یہ سب کچھ سوچنے سے قاصر تھا کہ اب میرا آئندہ اقدام کیا ہو۔ مجھے ریڈ چینل کی سرگرم رکن کی حیثیت سے یہاں بھیجا گیا تھا۔ بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میری ذہانتیں کام کر رہی تھیں، لیکن جرم کی اس دُنیا سے میرا کوئی براہِ راست تعلق نہیں تھا۔ اس لیے میں اس روانی سے ان راستوں پر نہیں دوڑ سکتی تھی۔ جس طرح اس دُنیا کے رہنے والے دوڑتے ہیں۔

بہرحال یہ میرا امتحان تھا اور میں یہ امتحان بخوشی دے رہی تھی۔ نجانے ذہن اس طرف مائل کیوں ہو گیا تھا، میں ایک ایئر ہوسٹس کی حیثیت سے اچھی زندگی با آسانی گزار سکتی تھی اور اگر دُنیا کے دوسرے جھگڑوں کو نظر انداز کر دیتی تو یقیناً میرے لیے ایک خوب صورت زندگی کے حصول میں کوئی دشواری نہ ہوتی۔

لیکن نجانے میری فطری جبلت کیا تھی، میں اس انداز میں سوچنے کی عادی کیوں تھی، میں ان واقعات کو ذہن سے محو کیوں نہیں کر پاتی تھی جن کا تعلق میری ذات سے تھا۔ اگر میں ان واقعات سے نکلنے کے بجائے پُرسکون زندگی اپنانے کی کوشش کرتی تو اس کے لیے مجھے کوئی مشکل درپیش نہ ہوتی۔

لیکن میں ایسا نہیں کر پا رہی تھی، میری ذات کسی تبدیلی کی خواہاں تھی اور یہ سب کچھ جو میں کر رہی تھی میرے لیے عملی طور سے قابلِ قبول تھا۔ بہرطور ان باتوں کو سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میٹرو کو کہاں تلاش کیا جائے۔

فی الحال میں نے کچھ وقت آرام سے گزارنے کا فیصلہ کیا اور آرام سے وقت اس طرح گزارا جا سکتا تھا جب میں اپنے ہوٹل کے اس کمرے میں ہی مقیم رہوں۔ چنانچہ مجھے ایک دن اور ایک رات گزر گئی۔ اس دوران خوب سوئی۔ ہلکا پھلکا کھانا پیتی اور آرام کرنے لیٹ جاتی۔ ذہنی و جسمانی سکون مل رہا تھا اور میں تروتازہ ہو رہی تھی، شاید میٹرو بھی میرے لیے یہی انتظار کر رہا تھا کہ میں ذرا آرام کر لوں تو وہ کوئی ذمہ داری میرے سپرد کرے۔

اس وقت صبح کا ناشتا کر کے بیٹھی تھی کہ دروازے کی دراز کے نیچے سے ایک سفید رنگ کا پرچا اندر آ گیا۔ میں چونکہ اس وقت دروازے کی جانب ہی دیکھ رہی تھی اس لیے میں نے اس پرچے کو بخوبی دیکھا اور اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

یہ کون تھا جس نے پیغام رسانی کا یہ طریقہ دریافت کیا تھا۔ میں تیزی سے دروازے کے نزدیک پہنچی، دروازہ کھول کر باہر جھانکا، راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا۔ بہرحال یہ کوئی ایسی انوکھی بات بھی نہیں تھی دروازے کے نیچے سے پرچہ ڈالنے والا پرچہ ڈال کر فرار ہو گیا تھا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر دروازہ بند کیا اور پھر پرچے کو کھول کر پڑھنے لگی۔ مختصراً الفاظ تھے۔

"نیپین ڈیپارٹمنٹل اسٹور گیارہ بجے کھل جاتا ہے
اور وہاں آپ کی آمد میرے لیے باعثِ خوشی ہوگی"

نیچے میٹرو کا نام لکھا ہوا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ "نیپین ڈیپارٹمنٹل اسٹور" میں نے کہیں اس کا بورڈ لگا ہوا تو دیکھا تھا، بہرطور معلومات ہو سکتی ہیں، چنانچہ میں غسل خانے میں گئی، ایک لائٹر سے واش بیسن میں پرچہ جلایا اور پانی بہا دیا تاکہ کوئی نشان موجود نہ رہے۔

صورتِ حال کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا اور میں یہ بات جانتی تھی کہ بہت سے لوگ میری تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں آتے ہی میرا جس طرح استقبال شروع ہو گیا تھا وہ باعثِ حیرت بھی تھا اور باعثِ دلچسپی بھی۔

نیپین ڈیپارٹمنٹل اسٹور گیارہ بجے کھلتا ہے اور اصولاً مجھے وہاں بارہ بجے تک پہنچنا چاہیے۔ یہ وقت میرے پاس فالتو تھا اور اس فالتو وقت کا کوئی مشغلہ نہیں تھا میرے پاس، چنانچہ

آج کے اخبارات پڑھنے لگی اور ایک ایک خبر غور سے پڑھتی رہی، لیکن کوئی ایسی بات نہیں تھی جو مجھے چونکانے کا باعث بنتی، بس وقت گزاری کا مسئلہ تھا، لیکن اس میں بھی کون سا زیادہ وقت گزر سکتا تھا، چنانچہ کھڑکی سے باہر کا نظارہ کرنے لگی، کوئی خاص منظر نہیں تھا جو میرے لیے باعثِ دلچسپی ہوتا۔ بوریت کے یہ لمحات میں نے اسی طرح گزار دیے اور ٹھیک گیارہ بجے غسل خانے میں داخل ہو کر غسل کرنے لگی، پھر ایک نیا لباس پہنا اور ضرورت کی وہ تمام اشیاء اپنے پاس محفوظ کر لیں جو کسی بھی لمحے میرے پاس آ سکتی تھیں۔ پھر میں ڈیپارٹمنٹل اسٹور جانے کے لیے چل پڑی۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی۔ پچھلے تجربات میرے ساتھ تھے اور میں ہر طرح سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی، چنانچہ ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے بھی میں نے ٹیکسی ڈرائیور کا بغور جائزہ لے لیا تھا۔ ایک سادہ سا آدمی تھا اور بے ضرر سا شخص معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے مجھے اس پر کوئی شک نہیں ہوا۔ میں نے اسے نیپین ڈیپارٹمنٹل اسٹور چلنے کے لیے کہا اور اس نے اس طرح گردن خم کر دی، جیسے وہ ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہو، اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ڈیپارٹمنٹل اسٹور اتنا ہی شاندار تھا کہ اس کے بارے میں اس شہر کے لوگوں کو معلوم ہی ہونا چاہیے تھا۔

اسٹور تین منزلہ عمارت میں تھا۔ زینے بہت آرام دہ اور خودکار تھے۔ میں پہلی منزل پر گشت کرنے لگی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہاں میٹرو کس حیثیت سے مجھ سے ملاقات کرے گا۔

ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں اِکا دُکا گاہک موجود تھے اور اپنی اپنی پسندیدہ چیزیں دیکھتے پھر رہے تھے۔ اطراف میں کوئی بھی موجود نہیں تھا، بالکل خاموشی تھی اور لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے، پہلی منزل کے پورے جائزے کے بعد میں نے دوسری منزل پر جانے کے لیے زینوں کی طرف قدم بڑھا دیے۔ یہاں مجھے ایسی کوئی شکل نظر نہیں آئی تھی جو میرے لیے باعثِ حیرت ہوتی۔ ویسے ایک بات کا مجھے بھی اندازہ تھا کہ میٹرو کم بخت اپنا میک اپ کرنے میں ثانی نہیں رکھتا تھا اور وہ جس انداز میں دو بار مجھ سے ملا تھا وہ باعثِ حیرت تھا۔ میں اب بھی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ کسی ایسی ہی انوکھی سی شکل میں مجھے ملے گا جو پہلے سے میرے لیے قابلِ توجہ نہیں ہوگی، تاہم میں نے یہاں موجود ایک ایک شخص کو غور سے دیکھا تھا۔

خودکار زینوں نے مجھے دوسری منزل پر پہنچا دیا اور میں اس منزل کا بھی جائزہ لینے لگی۔

ڈیپارٹمنٹل اسٹور کو حسین طریقے سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا، دیواروں پر حسین ترین پینٹنگز آویزاں تھیں اور تمام اشیاء اس قرینے سے سجی ہوئی تھیں کہ حیرت ہوتی تھی۔ ویسے میں نے بہت سے ممالک میں اسٹورز دیکھے تھے، لیکن اس کی شان ہی نرالی تھی، میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں کتابیں سجی ہوئی تھیں، جہاں جگہ جگہ ماڈل کھڑے ہوئے تھے اور یہ ماڈل ان چیزوں کی جانب رہنمائی بھی کر رہے تھے اور ان کی پبلسٹی بھی کر رہے تھے۔ بک اسٹال کے قریب پہنچ کر میں نے ایسے ہی ایک رسالہ اٹھایا۔ بک اسٹال کی جانب اشارہ کرنے والا ماڈل ایک پتھریلا مجسمہ تھا، خوب صورت سوٹ میں ملبوس، اس کی انگلی کا اشارہ بک اسٹال کی کتابوں کی جانب تھا۔ میں نے بس ایک سرسری سی نگاہ اسے دیکھا تھا اور اس کے بعد رسالہ اٹھا کر اس میں مصروف ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی میں نے رسالے کا پہلا صفحہ ہی کھولا تھا کہ دفعتاً مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ وہ رسالہ اٹھا لیں۔" میں چونک پڑی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر میری نگاہیں ماڈل کی جانب اٹھ گئیں، پتھریلا چہرہ اب بھی ویسا ہی تھا، لیکن اس کے ہاتھ کی انگلی ہل رہی تھی۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔

"یہ... یہ نہیں۔ اُس طرف۔" اور ایک لمحے کے لیے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

یہ ماڈل ہی بول رہا تھا۔ سو فی صد ماڈل ہی تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تو اس نے کہا۔

"نہیں محترمہ براہِ کرم آپ میری طرف اس طرح نہ دیکھیں، یہ بات آپ کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ خادم کا نام میٹرو ہے۔" میرا سر چکرا گیا تھا، پتھریلے مجسمے کا چہرہ خدوخال سے بے نیاز تھا۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کے اندر کوئی شخص پوشیدہ ہوگا۔ چونکہ چہرے کا حجم اتنا زیادہ نہیں تھا کہ کوئی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ ممکن بھی نہیں تھا کہ کوئی گردن سے لے کر سر تک اس مجسمے میں داخل ہو جائے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اور یہ انتہائی حیرت انگیز بات تھی، کیونکہ باقی ساری باتیں اگر تسلیم بھی کر لی جائیں تو یہ پتھریلا چہرہ، اور اس کے بعد یہی فیصلہ کرنا پڑتا کہ چہرہ درحقیقت تاثرات و جذبات سے بے نیاز ہے لیکن اس پر کوئی ایسا پینٹ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا نظر آ رہا ہے۔ اور ماڈل کی شکل میں میٹرو ہی موجود ہے۔ "کیا یہ تم ہو میٹرو...؟" میں نے سوال کیا۔

"عرض کیا نا۔ خادم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن مجسمے کی شکل میں۔"

"میں آپ کو ابوالہول کی صورت میں بھی مل سکتا ہوں میڈم میٹرو کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔"

"میٹرو تم کمال کی چیز ہو۔"

"ہو سکتا ہے، بہرطور آپ نے کہا، میں نے تسلیم کر لیا۔ براہ کرم رسالہ پڑھتی رہیے۔ اور مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔"

"مگر۔ مگر اس حالت میں۔"

"آپ کو معلوم ہے میڈم، ہمارے دوست ہمارے کرم فرما کس طرح ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ انہیں ہم پر یہ شبہ یہاں داخل ہوتے ہی کیوں ہو گیا ہے۔ لیکن بہرطور ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ لمحہ لمحہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو پھر اس کے بعد یہی سب کچھ ممکن ہو سکتا تھا۔ میں کسی بھی طرح یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپ لوگوں کی نگاہوں کا نشانہ بنیں۔"

"خوب بہت خوب۔ اور اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے۔"

"وہ ان لوگوں کی ذہانت ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔" میٹرو نے جواب دیا۔

"بہرطور تم اس وقت انتہائی حیرت انگیز شکل میں میرے سامنے آئے ہو۔"

"تعجب ہے میڈم آپ یہ بات کہہ رہی ہیں میرا خیال ہے یہ ماڈل بن جانا کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے جتنا۔"

"ہاں جتنا کیا؟"

"جتنا وہ بچہ اور عورت۔" مجھے ایک دم ہنسی آ گئی۔ میٹرو جلدی سے بولا۔

"نہیں خدا کے لیے نہیں۔ آپ ہنسیں گی نہیں، کیونکہ اس وقت یہاں کوئی موجود نہیں ہے، اس لیے کوئی بات نہیں لیکن آپ میری کسی بات پر ہنسیں گی نہیں، ایک شخص خواہ مخواہ ایک رسالہ پڑھتے ہوئے ہنستا ہو تو وہ مشکوک ہو سکتا ہے۔"

"کیوں ایسی بات بھی نہیں ہے، رسالوں میں لطائف بھی تو ہوتے ہیں۔"

"اوہ، یہ میں نے نہیں سوچا تھا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ تنہائی میں لطیفے پڑھتے ہیں اور ہنستے ہیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ مجھے مقصد بتاؤ، یہ کہو مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔"

"آپ کو یہ سن کر یقیناً تعجب نہیں ہوگا کہ مجھے سارڈو کی موت کے بارے میں پتا چل گیا ہے، اسے قتل کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں جب میں اس عمارت میں گئی تو مجھے سارڈو کی لاش نظر آئی۔"

"اور اس کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو گرفتار کر لیا۔"

"جب تم اتنا کچھ جانتے ہو میٹرو تو اس سلسلے میں پہلے کوئی کارروائی کیوں نہیں کر لیتے۔ مجھے خواہ مخواہ محنت کرنا پڑ رہی ہے۔"

"بدقسمتی سے میں وقت سے پہلے اتنا نہیں جان پایا تھا، میڈم کہ فوری کارروائی کر کے اس کا سدباب کر سکوں۔"

"بہرطور مجھے انتہائی دقت پیش آئی، پہلے جس شخص نے مجھے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی تھی اور میں نے اسے ٹال دیا تھا، وہ ایک پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے اسے بے وقوف بنا دیا اور بالآخر وہ شخص مجھے اپنا ٹیلی فون نمبر دے کر چلا گیا۔ لیکن اس کے بعد میں دوبارہ جن لوگوں کے ہتھے چڑھی وہ اس سے کہیں زیادہ ذہین اور کچھ دار تھے۔"

"آپ یہ بات نہیں کہہ سکتیں میڈم کیونکہ وہ شخص جس کا ٹیلی فون نمبر آپ نے مجھے دیا تھا انتہائی شاطر ہے اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ کون سے ملک کی نمائندگی کر رہا ہے۔"

"گویا تم نے اسے ٹریس کر لیا۔"

"ہاں میڈم۔ لیکن وہ میرے ہاتھ نہیں آ سکا اور پھر میں اس پر ہاتھ ڈالنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ہمارا تو صرف یہ [illegible] کہ ہم اپنی کوشش میں [illegible] میں دوسرے [illegible] ہمیں اس بارے میں ابھی کچھ نہیں معلوم۔"

"خیر چھوڑو۔ اب یہ بتاؤ موتے تک پہنچنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ تم نے تو کہا تھا کہ سارڈو ہی ایک ایسا شخص ہے جو مجھے موتے تک پہنچا سکتا ہے۔"

"بدقسمتی سے ہم وقت ضائع کر چکے ہیں میڈم۔" میٹرو بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب یہ ہے کہ اب موتے ہمارے لیے بیکار ہو گیا ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ اب اس کا تعلق کاروبیرے سے ہے۔"

"میں پھر تم سے یہی سوال کروں گی کہ کیا مطلب؟"

"دراصل میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ قبیلے جو مشرقی پہاڑیوں میں آباد ہیں جرائم پیشہ قبیلے ہیں اور موتے انہیں کنٹرول کرتا ہے۔ اگر ہم موتے کو کنٹرول کر لیتے تو پھر اس بات کے امکانات تھے کہ کسی نہ کسی طرح کاروبیرے تک پہنچ جاتے۔ حالانکہ کاروبیرے نے خود بھی اپنے لیے تحفظ کا بندوبست کر رکھا ہو گا۔ لیکن بہرطور جرم کرنے والے یہ بات جانتے ہیں

کہ کسی دوسرے مجرم پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے اور موتے اس سلسلے میں ایک بہترین مہرہ تھا۔ مجھے تو صرف یہ تعجب تھا بلکہ بہت سخت تعجب تھا کہ خود کاروبیرے نے موتے کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔

"آگے بڑھو، آگے بڑھو۔" میں نے کہا۔

"بہرطور اس نے جتنی دیر لگائی، وہ اس کے لیے نقصان دہ رہی، لیکن بعد میں اس نے موتے سے رابطہ قائم کر لیا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ موتے اب کاروبیرے کے لیے کام کرتا ہے۔"

"ہاں۔ موتے نے مشرقی پہاڑیوں میں کاروبیرے کے مفادات کی نگرانی کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔"

"اوہ، یہ تو بہت برا ہوا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے میڈم کہ یہ بہت برا ہوا۔ ہمارے پاس موتے ایک ایسا کارآمد مہرہ تھا جس کے ذریعے ہمیں یہ امید ہو گئی تھی کہ ہم کاروبیرے پر دوسرے لوگوں سے پہلے ہاتھ ڈال سکیں گے۔ لیکن موتے کا کاروبیرے کے گروہ میں شامل ہو جانا ہمارے ہی لیے نہیں بلکہ ان تمام لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہے جو کاروبیرے کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔"

"ہوں، گویا ایک بار پھر ہم اس تاریکی میں آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں سے ہم نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔"

"میں آپ کو یہی اطلاع دینا چاہتا تھا میڈم اب موتے تک پہنچنے کی کوشش ہمارے لیے بالکل ہی بے مقصد ثابت ہو گی۔ گویا وہ ایک خطرناک شکل اختیار کر چکا ہے۔"

"گویا ہمارے راستے مسدود ہو گئے۔"

"ہاں میڈم۔"

"تو اب کیا پروگرام ہے۔"

"میڈم مجھے کچھ وقت درکار ہے۔ میں ذرا صورت حال معلوم کر لوں۔" میٹرو نے جواب دیا۔

میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا رسالہ رکھ کر دوسرا رسالہ اٹھا لیا تھا۔ "اور تم مجھے اس سلسلے میں نئی اطلاع کب تک فراہم کرو گے۔"

"کیا عرض کر سکتا ہوں میڈم۔ میں خود الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں، تاہم آپ جانتی ہیں کہ میں خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں پوری پوری کوشش کروں گا کہ اس سلسلے میں کوئی موثر کارروائی کر سکوں۔"

"اور کوئی ہدایت۔"

"نہیں میڈم میں بھلا آپ کو کیا ہدایت دے سکتا ہوں بس ذرا آپ خود بھی حالات پر نگاہ رکھیں اور اپنا تحفظ کریں۔"

"اوکے، میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور میٹرو نے مجھ سے الوداعی کلمات کہہ دیے۔ تب میں کچھ اخبارات اور رسائل لے کر باہر نکل آئی ان کی قیمت ادا کی اور پھر فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگی۔

میری نگاہیں اطراف کا جائزہ بھی لے رہی تھیں لیکن ذہن سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ میٹرو کے بارے میں سوچ رہی تھی، اب تک اس نے اس سلسلے میں میری جو معاونت کی تھی وہ قطعی موثر نہیں تھی۔ بے شک وہ ریڈ چینل کے لیے کام کرنے میں مخلص تھا لیکن اس کی ذہنی صلاحیتیں یہاں اس کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھیں، اس نے موتے سے ملاقات کے لیے سارڈو کا تعین کیا تھا اور سارڈو ہلاک کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی کہ موتے اس دوران کاروبیرے کا آدمی بن چکا ہے۔ گویا یہ راستے مسدود ہو گئے تھے۔

مجھے احساس ہوا کہ میٹرو صرف ایک شعبدہ گر ہے۔ وہ عمدہ قسم کا میک اپ کر سکتا ہے۔ حالات سے باخبر رہ سکتا ہے لیکن کوئی ایسا موثر حل پیش نہیں کر سکتا جن کے تحت کارروائی ممکن ہو سکے۔ ریڈ چینل نے مجھے انچارج بنا کر بھیجا تھا اور اب تک میں صرف میٹرو کے بتائے ہوئے قدموں کے نشانات پر پاؤں رکھ کر چل رہی تھی۔ اس طرح تو میری کیفیت کچھ بہتر نہیں رہی ہے، میں نہیں بتا سکتی کہ ریڈ چینل کے انچارج کی حیثیت سے میں نے خود کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔ میٹرو کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر میں اپنی منزل کا نشان بھی نہیں پا سکی تھی۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی ایسی ترکیب کوئی ایسا کام جس سے میں اپنے طور پر بھی قدم آگے بڑھا سکوں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اس سلسلے میں تربیت یافتہ نہیں تھی اور اپنے طور پر اس قسم کی کارروائیاں نہیں کر سکتی تھی لیکن اب جب تقدیر نے ان راستوں پر لا ڈالا تھا تو پھر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہیے۔

سامنے ہی ایک ریسٹوران نظر آیا اور میں اس میں جا بیٹھی۔ کسی چیز کی حاجت نہیں تھی، بس سوچنے کے لیے وقت چاہتی تھی، کچھ سوچنا چاہتی تھی۔ تاہم کچھ نہ کچھ تو منگوانا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے ایک مشروب طلب کر لیا اور پھر اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے صورت حال پر غور کرنے لگی۔ میں نے سوچا کہ اب میٹرو کے راستوں سے ہٹ جانا چاہیے وہ اپنی معذوری کا اظہار کر چکا ہے اور میں بھی اس کے ساتھ مفلوج ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتی تھی۔ کافی دیر تک میں ریسٹوران

میں سوچتی رہی اور پھر واپس اپنے ہوٹل چلی آئی۔ اس کے بعد کافی دیر تک میرا وقت یونہی سوچوں میں ڈوبے ڈوبے گزرا بالآخر میں نے ایک ہنگامی فیصلہ کرلیا۔

میں نے سوچا کہ میں خود مشرقی پہاڑیوں میں داخل ہوکر اس صورتِ حال کا جائزہ لوں کہ کاروبر سے آخر وہاں کس انداز میں پوشیدہ ہے۔ بہت سے سوالات ذہن میں آنے تھے کہ کیا کاروبر نے اپنے تحفظ کے لیے کچھ ایسا ہی بندوبست کیا ہے کہ حکومت براہِ راست اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی اور وہ لوگ جو اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں اس تک نہیں پہنچ پا رہے ہیں۔ کاروبر سے آخر خود کیا چاہتا ہے۔ بہرطور یہ بات تو شاید مسٹر خان کا ڈوڈ سے بھی نہیں جانتے ہوں گے وہ تو صرف ایک مقصد کے لیے کام کر رہے تھے اور میں ان کی تحریک کار تھی۔ یہ سارا مسئلہ میرے سوچنے کا نہیں تھا۔ مجھے تو صرف عمل کرنا تھا۔ بلاوجہ ہی مجھے خوامخواہ ریلی کا خطاب دے دیا گیا تھا۔

میں خود اپنی حالت پر غور کرتی تو مجھے ہنسی آتی۔ پتا نہیں مسٹر خان کا ڈوڈ سے نے مجھ پر اعتماد کیوں کرلیا تھا۔

بہت دیر تک میں فیصلے کرتی رہی اور بالآخر آخری فیصلہ یہی تھا کہ میں اب کسی کو اطلاع دیے بغیر مشرقی پہاڑیوں کا رُخ کروں۔

ایر لائنز کی ایک ایئر ہوسٹس کے لیے یہ زندگی کتنی عجیب و غریب تھی اس کا اندازہ آپ لوگ خود لگا سکتے ہیں۔ لیکن بات صرف ایک ایر لائنز کی ایئر ہوسٹس ہی کی نہیں تھی۔ یہ جذبہ تو کچھ اور ہی تھا جو میرے سینے میں موجزن تھا اور تقدیر حالات کے ہاتھوں بھٹکاتی ہوئی مجھے یہاں تک لے آئی تھی۔ بہت سے ایسے معاملات تھے جن پر غور کرتی تو بدن سنسنی کا شکار ہو جاتا مثلاً وہ دیا جو میری ہی حیثیت سے میری جگہ ایر لائنز میں ڈیوٹی انجام دے رہی تھی اور اس کی یہ ذمہ داری تھی کہ کسی کو شبہے کا موقع نہ دے اور اگر کسی کو شبہ ہو بھی گیا تب بھی بات مجھ تک نہیں پہنچی تھی کیونکہ میں بآسانی یہ کہہ کر اپنی گلوخلاصی کرا سکتی تھی کہ مجھے اغوا کرکے قید کردیا گیا تھا۔ بہرطور ان معاملات میں مجھے بہت زیادہ الجھن نہیں تھی۔ اب سارا مسئلہ مشرقی پہاڑیوں کے سفر کا تھا۔ اور دوسرا دن مجھے اس بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے گزر گیا۔ سیاحوں کی ٹولیاں یہاں ایک مخصوص حصے تک جاتی تھیں اور یہاں سے ایک سرحد کی بنادی گئی تھی۔ گو علاقہ ممنوعہ نہیں تھا لیکن اس سرحد پر لگے ہوئے بورڈ پر یہ تحریر تھا کہ اس سے آگے کا سفر اپنے رسک پر کیا جا سکتا ہے۔ حکومت نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ اس سے آگے کے خطرات کیا ہیں۔ لیں یہ بورڈ لگا دیا گیا تھا کو آگاہ کردیا گیا تھا۔ غرض یہ بھی ایک عجیب سی بات تھی۔ تاہم میں نے اسے نظرانداز کردیا۔ اور اس کے بعد میں ایک سیاح کی ہی حیثیت سے اس جانب چل پڑی۔ راستے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا ایک مخصوص علاقے تک پہنچنے کے بعد میں نے ٹیکسی کو چھوڑ دیا میں نے اور بھی بہت سے سیاحوں کو دیکھا تھا۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی اور صرف سرحد کے اس حصے میں تصاویر وغیرہ بنا رہے تھے۔ میں ایک ایسے وقت پہنچی تھی جب شام کی دھندلاہٹیں زمین پر اترنے لگی تھیں اور زیادہ تر لوگ واپسی کا سوچ رہے تھے۔

میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو میرے لیے شک و شبہ فراہم کرتی اور نہ ہی میں نے کوئی ہتھیار وغیرہ لیا تھا۔ میں تو صرف جائزہ لینے آئی تھی۔ اور میں نے سوچا تھا کہ اگر ایک رات یہاں گزار بھی دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ سرحد کے اس حصے تک پہنچ کر جہاں وہ بورڈ لگا ہوا تھا میں رک گئی۔ آس پاس جنگل بکھرا ہوا تھا۔ پہاڑی اور چٹانی علاقہ تھا لیکن سبزے کی بہتات بھی تھی۔ میں نے اپنے لیے ایک فیصلہ کیا دوسروں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے میں ایک درخت پر چڑھ گئی اور میں نے اپنے آپ کو پتوں میں چھپا لیا۔ آہستہ آہستہ سناٹا پھیلتا جا رہا تھا اور میں رات کی تاریکیوں کی گہرائی کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر جب چاروں طرف بالکل تاریکی پھیل گئی تو میں درخت سے نیچے اتر آئی۔ لباس بھی میں نے اتفاق سے ایسا پہنا ہوا تھا جو اندھیرے میں مدغم ہو جائے اور اس کے بعد میں نے اس علاقے میں قدم رکھ دیا جس کے بارے میں مقامی حکومت نے بورڈ لگا دیا تھا۔ اس طرف جانا جرم نہیں تھا بس اتنا ہی مسئلہ تھا کہ اپنے ہی رسک پر اس طرف کا سفر کیا جا سکتا ہے اور شاید لوگ تفریحی معاملات میں خطرات مول لینا پسند نہیں کرتے۔ لیکن میرا معاملہ تفریحی نہیں تھا۔ چٹیل اور سپاٹ میدان دُور تک چلا گیا تھا لیکن جوں جوں میں آگے بڑھ رہی تھی مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ دُور سے صاف ستھرا نظر آنے والا یہ میدان اتنا صاف ستھرا نہیں ہے۔ اس میں کھائیاں بھی ہیں اور گڑھے بھی ہیں۔ میں نے ایک ایسی دراڑ بھی دیکھی جو بہت دُور تک چلی گئی تھی لیکن اتنی گہری نہیں تھی کہ مجھے اس میں اتر کر سفر کرنے میں کوئی دقت پیش آئے۔ البتہ اس بات کے خطرات ضرور تھے کہ دراڑ کی گہرائیوں میں کہیں ایسے حشرات الارض نہ ہوں جو میرے لیے باعثِ تکلیف بن جائیں تاہم سفر کرنے کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہیں تھی۔ چنانچہ میں آگے بڑھتی رہی۔

اور اس طرح دراڑ میں، میں نے تقریباً پینتالیس منٹ تک سفر کیا اس کے بعد جب دراڑ ختم ہوئی اور میں اس کے باہر نکل تو میں نے اپنے اطراف میں گھنا اور گہرا جنگل بکھرا دیکھا جس کے درمیان چٹانیں بھی بکھری ہوئی تھیں۔ عجیب و غریب علاقہ تھا چٹانوں پر روئیدگی بھی تھی لیکن ایک ہولناک سا سناٹا چاروں طرف مسلط تھا۔

مشرقی پہاڑیوں کے بارے میں جو نقشے مجھے حاصل ہو چکے تھے۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ وہ سامنے نظر آنے والی پہاڑیاں ہیں۔ گویا میں کاروبر سے کے آس پاس ہی موجود ہوں۔ لیکن جرائم پیشہ افراد کی وہ بستی کہاں ہے جس کا تذکرہ مجھ سے کیا گیا تھا۔ اور اس بستی کے بارے میں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ وہاں مجھے مل سکتا ہے۔ میں ایک جگہ کھڑے ہو کر بستی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگی اور بہت دور بہت ہی دُور مجھے ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں سی ٹمٹماتی محسوس ہوئیں۔ اکا دکا مدھم مدھم سی روشنیاں جن کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا کہ معلوم بجلی کی روشنیاں نہیں ہیں۔ گویا اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہی بستی جرائم پیشہ افراد کی بستی تھی جو دریائی راستے سے سفر کرکے وہاں پہنچے تھے اور وہاں آباد ہو گئے تھے۔

ایک سنسنی سی میرے بدن میں دوڑ گئی۔ لیکن بہرطور یہ تصور بھی میرے لیے کسی قدر روح بخش تھا کہ میں اس بستی سے بہت فاصلے پر ہوں اور اگر کوئی واقعہ پیش آیا تو میں خطرات سے دوچار ہو سکتی ہوں۔ میں بہادر بن کر نکلا ہوں وہ روشنی مجھے محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگی۔ میں نے سوچا کہ اب جب یہاں تک آ گئی ہوں تو کچھ کرکے ہی جانا مناسب ہوگا۔ یہ عزم میرے سینے میں پختہ ہو گیا اور میں وہاں سے آگے بڑھنے لگی۔ پھر زیادہ دور نہیں گئی تھی کہ دفعتاً میں نے کچھ آہٹیں سنیں، کوئی شخص آہستہ قدموں سے آگے بڑھتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک چھوٹی سی چٹان کی آڑ میں چھپ کر دم سادھ لیا۔ اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگی کہ اس نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں۔

لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مجھے دیکھ نہیں پایا۔ وہ تیز تیز قدموں سے سامنے کی وادی کی جانب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کرلیا اور اس کے تعاقب میں نکل کھڑی ہوئی۔ کم از کم ایک ایسا آدمی تو نگاہوں میں آ گیا تھا جو اس خطرناک علاقے میں موجود تھا۔

میں اس کا تعاقب کرتی رہی، وہ وادی کے دوسرے سرے پر پہنچ کر رک گیا۔ وہاں چٹانوں کے درمیان ایک تنگ گھاٹی نظر آ رہی تھی، یہاں بھی میں ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر اس کا جائزہ لیتی رہی حالانکہ آسمان پر چاند بار بار بادلوں میں چھپ جاتا تھا۔ لیکن مجھے اس شخص کا سایہ صاف نظر آ رہا تھا۔ چند لمحوں تک وہ بہت احتیاط سے اپنے اطراف کا جائزہ لیتا رہا اور پھر تیزی سے اپنے دائیں طرف مڑ گیا اس زاویے سے وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا، چنانچہ میں بھی تیزی سے اس کے پیچھے دوڑ پڑی۔

اس جگہ پہنچ کر جہاں سے وہ گھاٹی میں داخل ہوا تھا میں پھر ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ گئی حالانکہ گھاٹی کا راستہ بہت دشوار گزار تھا لیکن وہ شخص انتہائی مہارت کے ساتھ نوکیلی چٹانوں اور خاردار جھاڑیوں سے بچتا ہوا سامنے کی جانب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ وہ مجھ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھا، پھر اچانک ہی مجھے اپنے دائیں جانب ایک ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ اور میں نے پھرتی سے اپنے آپ کو ایک سمت چھپا لیا۔ تقریباً ایک منٹ تک میں یہ جائزہ لیتی رہی کہ میرے عقب میں بھی کوئی موجود ہے یا نہیں۔ اور پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ صرف اتفاقی بات تھی تو میں جلدی سے گھاٹی میں داخل ہو گئی۔ اس دوران مجھ سے آگے جانے والا کافی فاصلے پر نکل گیا تھا اور مجھے اپنی رفتار تیز کرنی پڑ رہی تھی۔ تقریباً پچیس منٹ کے بعد وہ چٹانوں کو عبور کرکے ایک چھوٹی سی وادی میں پہنچ گیا۔ جہاں چاروں طرف درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے پھر ایک درخت کی آڑ میں پہنچ کر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں محتاط انداز میں انہی درختوں کے پیچھے چھپی ہوئی کچھوے کی سی رفتار سے آگے بڑھتی رہی۔ برق رفتاری سے اس کے قریب جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی، پتا نہیں کون ہے اور اس علاقے میں اس کی آمد کیا معنی رکھتی ہے۔ بہرطور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا دے۔

دفعتاً مجھے کسی انجن کی مدھم سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اگر کوئی ایسی گاڑی ہے جسے اس علاقے میں سفر کرنا پڑ رہا ہے تو پھر اس کی روشنیاں بھی ہونی چاہئیں۔ لیکن روشنیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ بہرطور میں رات کی تاریکی کی عادی ان آنکھوں سے اس لینڈ روور کو دیکھ لیا۔ جو پتھریلے علاقے پر ہچکولے کھاتی ہوئی تیزی سے اسی جانب بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ مجھے یہ احساس ہوا جیسے اس علاقے میں کوئی اہم کام انجام دیا جا رہا ہو۔

میں درختوں کے اس جھنڈ سے جس کی جانب جیپ دوڑ رہی تھی تقریباً تیس گز کے فاصلے پر تھی اور جس جگہ چھپی ہوئی تھی وہاں سے آگے بڑھنا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے

آگے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر کوئی ایسا درخت نہیں تھا جس کی میں آڑ لے سکتی، اگر میں یہاں سے نکل کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتی تو اپنے دشمنوں کی نگاہوں میں آجاتی۔

لینڈ روور درختوں کے جھنڈ میں پہنچ کر رک گئی۔ اس کی روشنیاں بدستور روشن تھیں۔ پھر میں نے وہاں کچھ افراد کا دیکھیں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کارروائیاں کیا ہیں لینڈ روور کا انجن بند کر دیا گیا تھا اور اسے اس طرح کھڑا کر دیا گیا تھا جیسے وہ اسے دوسروں کی نگاہوں سے چھپانا چاہتے ہوں۔ کوئی صورت حال میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اب تک جو کارروائی ہو رہی تھی اس کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ اس کا کوئی گہرا مقصد ہے۔

آسمان پر چاند بادلوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا، نیچے ناہموار سیاہ چٹانیں قدِ آدم تک سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ چھدرے چھدرے درختوں کے سلسلے بھی نظر آرہے تھے۔ بہرحال میں وہاں دم سادھے آگے ہونے والی کارروائی کا انتظار کرتی رہی اب ان لوگوں کے تعاقب میں آگے بڑھنا بھی مناسب نہیں تھا کیونکہ ان کی تعداد زیادہ ہو چکی تھی۔ اگر میں یہ خطرہ مول لیتی تو کسی بھی لمحے اس بات کے امکانات ہو سکتے تھے کہ مجھے دیکھ لیا جائے۔ اور اس کے بعد تن تنہا اس علاقے میں جو کچھ ہوتا وہ تصور کیا جا سکتا ہے، چنانچہ بہتر یہی ہے کہ میں خاموشی سے کر جائزہ لیتی رہوں اور دور دور تک کا اندازہ لگاتی رہوں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ویسے مشرقی پہاڑیوں کا سلسلہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔

بہت دیر گزر گئی اور اس کے بعد جب میں بے چین سی ہو کر پہلو بدل رہی تھی تو دفعتاً فضا میں مجھے ایک آواز سنائی دی اور میں چونک پڑی۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ ہیلی کاپٹر کی آواز تھی۔ میں نے اوپر نگاہیں دوڑائیں اور اس کے بعد جب یہاں سے کچھ نظر آیا تو ہمت کر کے چھپکلی کی طرح زمین پر پیٹ کے بل رینگتی ہوئی کچھ آگے بڑھی اور زمین ہی پر چت لیٹ گئی۔ مجھے وہ ہیلی کاپٹر نظر آگیا تھا جو یہاں سے تقریباً پانچ سو گز کے فاصلے پر اترنے کی کوشش کر رہا تھا میں چند لمحات اپنی جگہ دم سادھے پڑی رہی۔ ابھی فیصلہ کرنا تھا کہ آگے بڑھوں یا کچھ انتظار کروں، لیکن اپنے اطراف میں، میں نے سرسراہٹیں محسوس کیں اور اس کے بعد میری ہمت نہ پڑی کہ ان حالات میں بھی آگے بڑھوں۔

یہ سرسراہٹیں یقیناً انہی لوگوں کی تھیں جو جیپ میں یہاں آئے تھے میں کم از کم اس سلسلے میں اپنے آپ کو ناکام تصور نہیں کرتی تھی، کیونکہ میں نے یہاں اتفاقیہ طور پر ہی داخل ہو کر کچھ ایسی کارروائیوں کا اندازہ لگایا تھا جو سنسنی خیز تھیں اور جن کا کوئی مقصد تھا جو سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ نیچے اتر گیا۔ مجھے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس کے ذریعے یہاں کیا ہو رہا ہے۔ کون ہے جو اس ہیلی کاپٹر میں یہاں آیا ہے۔ اور پھر دفعتاً ہی میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑ گئی کیا وہ کارویسے ہو سکتا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا میری دلی خواہش تھی کہ میں آگے بڑھ کر اس شخص کا جائزہ لوں، لیکن حالات اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے ہیلی کاپٹر چند ہی لمحات کے بعد فضا میں بلند ہو گیا۔ گویا اگر کسی شخص کو لینے آیا تھا تو اس کا یہ کام ہو چکا تھا۔ میں ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند ہو کر ایک سمت جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اور پھر دفعتاً ہی وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ غالباً وہ اتنے فاصلے پر جا چکا تھا کہ نہ تو اب اس کی آواز سنائی دے رہی تھی اور نہ روشنی۔

میں گردن جھٹکنے لگی۔ اس کے بعد میں نے وہیں لیٹے لیٹے سوچا کہ اب مجھے مزید کیا کرنا چاہیے۔ بہرطور دن کی روشنی میں شاید میں یہاں کے بارے میں زیادہ بہتر طور پر اندازہ لگا سکوں۔ نجانے مجھے لیٹے ہوئے کتنی دیر گزری تھی کہ دفعتاً ہی میں نے مشین گن۔۔۔ [illegible] کی آواز سنی۔۔۔ [illegible] اچھل پڑی۔ رات کے سناٹے میں یہ آواز اعصاب شکن ثابت ہوئی تھی۔ چونکہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کا تصور نہیں کیا تھا چنانچہ اس آواز سے میں دہشت سے اچھل پڑی اور نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف دوڑنے لگی۔ گویا میرے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔

میں ایک درخت کی آڑ میں پہنچ گئی۔ اور پھر یہاں بھی نہ رکی اور پہاڑیوں کی جانب چھلانگ لگا دی۔ میں تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گولیاں میرا تعاقب کر رہی ہوں۔ بس یہ ایک احساس ہی تھا۔ پھر میں خود کو سنبھال کر رک گئی۔

اعصابی کشیدگی کو دور کرنے میں کچھ وقت تو بے شک لگا، لیکن اس کے بعد میں مستعد ہو گئی میری نگاہیں اب بھی اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ بدلی جگہ کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کیسی ہے؟ لیکن میں نے اطراف میں بہت سی چٹانیں بکھری ہوئی دیکھی تھیں اور یہ جان کر مجھے چند لمحے کے لیے عجیب سی سنسنی کا احساس ہوا کہ مشرقی پہاڑیوں

کا دامن تھا جہاں تک میں کسی ارادے کے بغیر پہنچ گئی تھی عام حالات میں شاید یہاں کا رخ کرتے ہوئے مجھے بہت ہی سوچنا سے گزرنا ہوتا۔ لیکن اتفاقات مجھے ادھر ہی گھسیٹ لائے تھے ان لوگوں کے بارے میں مجھے ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا جو مشین گن سے گولیاں چلاتے رہے تھے۔ یہاں کون ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوا تھا؟ کچھ نہیں معلوم تھا اب سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ مجھے اپنے آپ کو پوشیدہ کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔؟ یہ بات اب میرے اندازے میں نہیں رہی تھی کہ یہاں دو گروہوں کا آپس میں تصادم ہو گیا ہے حالانکہ دوسری جانب سے گولیاں چلانے کی آوازوں کا احساس نہیں ہو سکا تھا لیکن بہرطور کوئی تو ہو گا جس پر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کی آمد کیا معنی رکھتی تھی اور اس کے بعد وہ کہاں چلا گیا تھا؟ بہت سی ایسی باتیں تھیں جو دلچسپ تھیں لیکن ابھی ان کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔ فی الحال تو میرا اپنا ہی معاملہ تھا۔ اگر کوئی اس طرف نکل آیا اور مجھے دیکھ لیا گیا تو ممکن ہے یہ پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی جائے کہ میں کون ہوں؟ ویسے بھی چند افراد کی نگاہوں میں، میں مشکوک ہو چکی تھی اور پھر یہاں تک پہنچنا عام لوگوں کے بس کی بات نہیں تھی مجھے سلطی نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا جائے گا، ایک لمحے میں یہ احساس ہوا کہ جو وقت میں اپنے آپ کو پوشیدہ کیے بغیر گزار رہی ہوں وہ میرے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ پہاڑیوں کے کون سے گوشے پر سے نیچے دیکھ لیا جائے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے یہ جگہ چھوڑ دی اور کسی ایسی چٹان کی تلاش کرنے لگی جہاں میں پوشیدہ ہو سکوں اور اوپر سے دیکھے جانے والوں سے محفوظ ہو جاؤں۔ میری نگاہیں عقاب کی تیزی سے ادھر ادھر کا جائزہ لے رہی تھیں، تب مجھے ایک سیاہ گول چٹان نظر آئی اور میں تیزی سے اس کی جانب بڑھ گئی۔

چٹان کچھ اس انداز میں پھیلی ہوئی تھی اگر میں اس کے نیچے پہنچ جاتی تو کم از کم اوپر سے دیکھے جانے سے محفوظ ہو سکتی تھی لیکن جب میں اس گول چٹان کے عقب میں پہنچی تو یہ دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ چٹان کے عقب میں ایک بڑے غار کا دہانہ موجود ہے، میں نے یہ زندگی کبھی نہیں گزاری تھی آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میری زندگی تو کتنی نفاست سے گزری تھی لیکن موجودہ حالات میں، میں یہ سب کچھ بھول گئی تھی اور ان واقعات سے دوچار ہونے کے بعد میں ان چیزوں کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ غار کے بارے میں مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے دوسری طرف کیا ہے؟ ہو سکتا ہے وہ کسی جانور کی رہائش گاہ ہو۔ ایسے غاروں کے بارے میں مجھے کوئی تجربہ نہیں تھا، لیکن اس وقت یہ احساس کہ میں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ ہو جاؤں اس قدر شدت اختیار کر چکا تھا کہ میں بغیر کچھ سوچے سمجھے غار میں داخل ہو گئی۔ اندر قدم رکھ کر چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ دفعتاً ہی یہ احساس ہوا کہ کوئی موجود ہے ایک گہرے سانس کی آواز۔ ایک ہلکی سی کراہ اور ہلکی سی سرسراہٹ مجھے سنائی دی تھی۔ میرا خون رگوں میں منجمد ہونے لگا اور مجھے یہ احساس ہوا کہ ابھی چند لمحات کے بعد گولیاں چلنے کی آواز سنائی دے گی اور میرا پورا بدن چھلنی ہو جائے گا۔ وہ جو کوئی بھی ہے کم از کم مجھ سے پہلے سے غار میں موجود ہے اور اس کی آنکھیں اس تاریکی کی عادی ہو گئی ہوں گی۔ جو میری آنکھیں نہیں تھیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا میں چند لمحات اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑی رہی اور اس کے بعد میں نے پھر ایک قدم آگے بڑھایا اس بار مجھے پھر ایک کراہ سنائی دی تھی۔ یہ کراہ۔ دوسرے لمحے میرے ذہن نے کام کرنا شروع کر دیا۔ یہ نسوانی کراہ تھی یقیناً کوئی عورت اس غار میں موجود تھی۔ لیکن کوشش کے باوجود میں اس کراہ کی سمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکی۔ میں نے پلکیں جھپک جھپک کر آنکھیں کھولیں اس کے بعد تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگی۔ چند ہی لمحات کے بعد تھوڑا سا ماحول میری آنکھوں میں واضح ہو گیا اور میں نے اس سیاہ سے دھبے کو دیکھ لیا جو مجھ سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر موجود تھا۔ ہمت کر کے میں آگے بڑھی اور میرے قدموں کی چاپ سن کر کسی نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

"کون ہے؟ رک جاؤ۔ وہیں رک جاؤ، ورنہ گولی مار دوں گی۔ گولی مار دوں گی۔" زبان انگریزی تھی اور لہجہ بھی غیر ملکی لیکن میں اس آواز میں ایک ہلکی سی بھراہٹ محسوس کر چکی تھی، جیسے یہ آواز کسی ایسے حلق سے نکل رہی ہو جو شدید تکلیف اور اذیت کا شکار ہو۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم جو کوئی بھی ہو ایک بات ذہن میں رکھو میں تمہاری دشمن نہیں ہوں، اگر تم کسی مصیبت کا شکار ہو تو اس وقت تمہیں میری مدد حاصل کرنا چاہیے۔"

"کون ہو تم؟"

"یہ تو میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔ لیکن اگر تم مجھے قریب آنے کا موقع دو تو میں یہ ضرور معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

آواز نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا تھا میں چند لمحات انتظار کرتی رہی پھر ہمت کر کے آگے بڑھی اور اس کے قریب

پہنچ گئی۔ زیادہ واضح طور پر تو میں انہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اُس کے بدن پر ہاتھ پھیرنے سے مجھے معلوم ہوا کہ کوئی نوجوان عورت ہے۔ اُس کے حلق سے اب بھی کراہیں نکل رہی تھیں۔

"تمہیں تکلیف کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور پھر مجھے سوال کا جواب خود ہی مل گیا۔

اُس کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مجھے اپنے ہاتھ پر کسی نمی کا سا احساس ہوا تھا۔ کوئی چپ چپی سی چیز میرے ہاتھ پر لگ گئی تھی اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ وہ خون ہے۔

"آہ! تم زخمی ہو؟"

"ہاں۔ میں مر رہی ہوں۔ میرے بدن میں گولیوں کے چھ سوراخ ہیں۔ میں مر رہی ہوں۔" اس کی آواز جیسے کسی کنویں سے نکل رہی تھی۔

"مم۔ مگر تم کون ہو؟ اُف! کیا روشنی کا کوئی انتظام نہیں ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا

"پھر میں۔ پھر میں تمہارے لیے کیا کروں؟ مجھے تو تمہارے زخموں کا اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا۔ یہ۔ یہ۔ اُف مجھے کیا کرنا چاہیے" میں درحقیقت اس وقت پریشان ہو گئی تھی۔

"سنو۔ تم جو کوئی بھی ہو کیا تم میرا ایک کام کر سکتی ہو؟ یہ مرتے ہوئے شخص کا آخری کام ہے؟"

"تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ براہِ کرم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ میں تمہارے لیے سب کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں زخمی کرنے والے کون تھے؟"

"وہ جو کوئی بھی ہیں مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ میں تمہارے ذریعے ایک پیغام کاردیرے کو پہنچانا چاہتی ہوں بولو تم میرا یہ کام کرو گی؟"

میرا دل دھک سے ہو گیا۔ گویا یہ کاردیرے کی کوئی ساتھی ہے۔ ایک لمحے تک تو میرے اعصاب جھنجھناتے رہے۔ پھر میں نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر کہا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں جو کچھ تم کہو گی میں کروں گی۔"

"تو سنو۔ یہ میرے پاس ایک فائل رکھا ہوا ہے میں نے اسے خوب مضبوطی سے لپیٹ دیا ہے کہ کہیں یہ خون سے خراب نہ ہو جائے۔ یہ فائل تمہیں کاردیرے کو پہنچانا ہے میرا نام سیلی واس ہے۔ کاردیرے سے کہنا کہ سیلی واس یہاں تحفظ کا شکار ہو گئی اور وہ اس کی زندگی کی حفاظت نہ کر سکا۔ تاہم وہ اپنا مقصد پورا کر کے دنیا سے جا رہی ہے۔"

"کاردیرے۔ سیلی واس۔" میں نے یہ نام زیرِ لب دہرائے۔

"ہاں۔ کاردیرے انہی پہاڑیوں میں موجود ہے۔ تم اس وقت تک اپنے آپ کو یہاں پوشیدہ رکھنا جب تک کہ تمہیں یہ احساس ہو جائے کہ اب ان پہاڑیوں میں کوئی مشتبہ شخصیت نہیں ہے۔ جب تم باہر نکلو تو تم یہ سرخ رومال اپنے سر پر باندھ لینا۔ یہ ہماری پہچان ہے۔ ہماری شناخت ہے۔ رومال میرے سر سے بندھا ہوا ہے اور میرا سر زخمی نہیں ہے۔ رومال بھی سرخی سے محروم ہے۔ یہ رومال باندھنے کے بعد تم باہر نکلو گی تو کاردیرے کے ساتھی تم تک پہنچ جائیں گے۔ یہ میری شناخت تھی لیکن اب تم اس حیثیت سے اپنے آپ کو شناخت کرا سکتی ہو۔ میرے بارے میں اسے بتا دینا کہ ہیلی کوپٹر سے اُترنے کے بعد میں تھوڑا ہی فاصلہ طے کر پائی تھی کہ مجھ پر گولیوں کی بارش ہو گئی بہر طور کسی نہ کسی طرح میں اس غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی ہو سکتا ہے وہ لوگ باہر مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہوں تمہیں احتیاط کے ساتھ یہاں رہنا ہے اُس وقت تک جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ اب کوئی تمہاری تلاش میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے سیلی واس۔ مجھے افسوس ہے بے حد افسوس ہے۔"

"اور یہ بھی سنو۔ اس سے کہنا۔ اُس سے کہنا کہ جان گومز جان۔" اُس کی آواز مدھم پڑ گئی۔

"ہاں۔ ہاں آگے بولو کیا کہوں۔ اس سے کیا کہوں؟"

"جان۔ جان۔" اُس کی آواز بالکل ہی گم ہو گئی اور اس کے بعد کوئی آواز سنائی نہ دی۔

میں نے گھبرا کر اسے جھنجھوڑا اور میرا ہاتھ خون میں ڈوب گیا۔ لیکن اب وہ زندہ نہیں تھی۔ وہ دم توڑ چکی تھی۔ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اس صورتِ حال کا جائزہ لیتی رہی اس کے الفاظ میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ کاردیرے کے لیے اس کے پاس ایک پیغام تھا' ایک فائل تھا' ایک نام بھی اُس کے سامنے لیا گیا تھا۔ یعنی جان گومز۔ فائل میں کیا ہے؟ جان گومز کون ہے؟ اور یہ لڑکی سیلی واس' مجھے اب یہ اندازہ تو ہو چکا تھا اُس کے الفاظ سے کہ ہیلی کاپٹر اسے یہاں چھوڑ کر واپس گیا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی منزل تک پہنچے اُس پر گولیوں کی بارش کر دی گئی تھی یقینی طور پر بات کچھ میں آ رہی تھی۔ گولیوں کی بارش کرنے والے انہی ممالک کے ایجنٹوں میں سے کوئی ہوں گے اور سیلی واس۔ بے چاری سیلی واس' بہر طور میں نہیں جانتی تھی کہ سیلی واس کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور کاردیرے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ لیکن میرے لیے ایک طرح سے ایک راستہ کھل گیا تھا۔ کیا میں اس طرح کاردیرے تک پہنچ سکتی

ہوں؟ یہ تو بڑی آسانی ہو جائے گی جبکہ دوسری صورت اس قدر آسان نہیں تھی۔ میں اپنے سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ یہ احساس میرے لیے بڑا عجیب و غریب تھا کہ مجھے کاردیرے تک پہنچنے کے وسائل حاصل ہو گئے ہیں۔ میں پیٹرو نے اس سلسلے میں جو کارروائیاں کی تھیں وہ اس قدر موثر ثابت نہیں ہوئی تھیں لیکن میں اپنی ہی کوشش میں کامیابی کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کاردیرے مجھے کس انداز میں ریسیو کرے گا۔ ظاہر ہے وہ مجھ سے یہ سوال کرے گا کہ میں یہاں کیا کر رہی تھی؟ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جس کے تحت میں اپنے آپ کو یہاں کے ماحول میں ضم کر سکوں۔ بجائے میں کتنی دیر اسی انداز میں سوچتی رہی اور درحقیقت کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر رہی وقت رفتہ رفتہ گزرتا رہا۔ باہر اب کوئی آواز سنائی دے رہی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے سیلی واس پر گولیاں برسائی تھیں وہ واپس چلے گئے تھے۔ میں گہرے گہرے سانس لیتی رہی سیلی واس میں اب زندگی کے کوئی آثار باقی نہیں تھے۔ وہ صرف ایک لاش کی شکل میں رہ گئی تھی۔ بہر طور کوئی فیصلہ تو کرنا ہی تھا۔ ذہن شدید تھکن کا شکار ہو گیا تھا۔ میں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ عجیب و غریب مسئلہ تھا۔ میں یہاں اس غار میں بے یارو مددگار بیٹھی ہوئی تھی اور میرے نزدیک ہی ایک لاش پڑی تھی لیکن انسانی اعصاب بھی مشین کی حیثیت رکھتے ہیں نیند جب ذہن پر حملہ آور ہوئی تو باقی کوئی احساس باقی نہ رہا۔ اور میں گہری نیند سو گئی پھر اسی وقت جاگی جب غار میں پوری طرح روشنی نمودار ہو چکی تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر سیلی واس کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا بدن سنسنا گیا۔ اس کی لاش بھیانک ہوتی جا رہی تھی۔ میں خوف زدہ نگاہوں سے اس طرف دیکھتی رہی لیکن پھر اپنے اندر ہمت پیدا کی۔ اُٹھی اور ان تمام حالات کی روشنی میں اپنے آپ کو تیار کرنے لگی جو مجھے پیش آئے تھے۔ میں نے سیلی واس کے سر سے سرخ رومال نکال کر اپنے سر پر باندھ لیا۔ میں جانتی تھی کہ میں آسانی سے سیلی واس کا کردار ادا نہیں کر سکتی' لیکن اس وقت اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ کاردیرے تک پہنچنے کے لیے فی الحال یہ طریقۂ کار اختیار کر لینا مناسب تھا۔ ظاہر ہے میری اور سیلی واس کی شکل و صورت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ عمر کے لحاظ سے وہ بھی زیادہ نہیں تھی۔ اٹھائیس سال کے قریب اس کی عمر ہو گی اور اچھے خدوخال کی عورت تھی۔ لیکن چہرے پر کرختگی جھلکتی تھی۔ میں نے بہت سوچا سمجھا تھا لیکن کچھ سمجھنے سے یا فیصلہ کرنے سے قاصر رہی تھی۔ سیلی واس کی لاش گھسیٹ کر غار کے ایک انتہائی گوشے میں کر دیا۔ اس کا لباس بھی گولیوں کی وجہ سے قابلِ استعمال نہیں رہا تھا چھلنی ہو گیا لیکن اس کے پاس باقی جو کچھ تھا۔ میں نے اپنے قبضے میں کر لیا اس کام سے میرا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ بس یونہی یہ سب کچھ کر رہی تھی۔ یہ اندازہ ہونا مشکل تھا کہ باہر لوگوں کی کیا کیفیت ہو گی۔ لیکن ذہن پر زور دیا تو یہ احساس ہوا کہ کم از کم سیلی واس کی تلاش ضرور کی جا رہی ہو گی اور اس وقت اپنی جان بچانے کے لیے بھی اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں تھا کہ میں سیلی واس کے احکامات کے ہی مطابق آگے بڑھوں۔ اپنے لیے البتہ میں نے ایک کہانی سوچ لی تھی۔ ہر چند کہ یہ کہانی عارضی نوعیت کی تھی اور جب وہ لوگ میری کہانی کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے باہر نکلیں گے تو انہیں پتا چل جائے گا کہ یہ کہانی جھوٹی ہے۔ لیکن بہر طور کچھ نہ کچھ تو مل جائے گا۔ مزید کچھ سوچنے یا کرنے کے لیے اس فیصلے سے پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں نے ضروری سمجھا کہ سیلی واس کی لاش کو چھپا دوں غار میں' میں نے جس گوشے میں اس کی لاش رکھی تھی وہاں بے شمار پتھر پڑے ہوئے تھے۔ مجھے اس کام میں کافی دیر لگی' لیکن میں نے بالآخر سیلی واس کی لاش ان پتھروں میں چھپا دی۔ پھر وہ فائل اپنے قبضے میں کیا اور اسے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا جس کا تذکرہ سیلی واس نے کیا تھا' جان گومز اور دوسرے معاملات کے بارے میں بھی میری یادداشت اچھی طرح کام کر رہی تھی۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر میں نے اپنا آخری جائزہ لیا۔ اور پھر بھگوان کا نام لے کر باہر نکل آئی۔ اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ فی الحال غار سے نکلنا مقصود تھا۔ ظاہر ہے یہاں زندگی تو نہیں گزاری جا سکتی تھی۔ میں غار سے نکل کر ایک سمت چل پڑی۔ تاحدِ نگاہ ویران پہاڑ اور چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ منظر میں دن میں بھی دیکھ چکی تھی۔ میں یہ فیصلہ کر رہی تھی کہ اب مجھے کس سمت جانا چاہیے۔ پہاڑیوں کے دامن میں ہی ایک پگڈنڈیاں سی بنی ہوئی تھیں۔ گو یہ پگڈنڈیاں انسانی قدموں سے نہیں بنی تھیں لیکن قدرتی بھی نہیں محسوس ہوتی تھیں۔ میں اُن پر آگے بڑھتی رہی اور بہت فاصلے پر ایک جگہ گہرائیوں میں مجھے کچھ لوگ نظر آئے۔ وہ غالباً میری جانب ہی دیکھ رہے تھے۔ میں نے سر کے رومال کی طرف ہاتھ بڑھا لیا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اعلیٰ پائے کی اداکاری کروں۔ میں نے دوسرے ہی لمحے دیکھا' وہ جیپ اسٹارٹ ہو کر تیزی سے میری جانب چل پڑی ہے۔ غالباً سرخ رنگ کا رومال ان کے لیے کوئی بہت ہی اہم اشارہ تھا۔ انہوں نے تو ذرا سا بھی اس بارے میں نہیں سوچا

سوچنا یہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ وہ جن کا تعلق کاردیرے سے ہے یا وہ جنہوں نے رات کو سیلی واس پر گولیاں چلائی تھیں۔ یہ خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا تاہم میں نے آپ کو ایک ایسی جگہ کھڑا کر دیا جہاں سے اگر فوری طور پر جیپ پر گولیوں کی بارش کی جائے تو میں اپنا دفاع کرسکوں۔ جیپیں برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی بالآخر اس جگہ پہنچ گئیں جہاں میں کھڑی ہوئی تھی اور پھر ان میں بیٹھے ہوئے لوگ تیزی سے اترے۔ ان میں ایک شخص سب سے آگے تھا۔ جس کا بدن کافی چوڑا چکلا تھا اور قد کسی قدر چھوٹا۔ وہ تیزی سے میری جانب آ رہا تھا۔ کچھ عجیب سی شکل و صورت کا آدمی تھا۔ پھولے پھولے گال، گول گول آنکھیں، سر پر مخصوص قسم کی کیپ پہنے ہوئے تھا۔ وہ دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچا اور اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہ! میڈم۔ میڈم سیلی واس ہم۔ ہم ساری رات آپ کو ان پہاڑوں میں تلاش کرتے رہے ہیں۔ ویری سوری میڈم بلاشبہ میں اسے اپنی کوتاہی تسلیم کرتا ہوں اور اس کے لیے ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں، میں جانتا ہوں کہ مسٹر کاردیرے بھی مجھے اس سلسلے میں معاف نہیں کرسکیں گے۔ لیکن میڈم جو کچھ ہوا اچانک ہی ہوا ہم نے ان میں سے دس آدمیوں کو مار لیا ہے۔ اور میرا خیال ہے اب یہاں ان پہاڑوں میں ان کا کوئی بھی ساتھی موجود نہیں ہے۔ دسوں لاشیں کاردیرے کے پاس روانہ کر دی گئی ہیں۔ آپ براہ کرم۔ آپ ہمارے ساتھ چلیے۔ آیئے پلیز آیئے۔" اس نے مجھے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا تھا میں نے بھی کوئی تردید مناسب نہیں سمجھی تھی۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھی اور جیپ میں جا بیٹھی۔ وہ شخص بڑے احترام سے پیش آ رہا تھا۔ بہرطور یہ اندازہ میں نے لگا ہی لیا تھا کہ وہ سیلی واس کی اصل صورت سے آشنا نہیں ہے اور پھر میرے دل میں ایک آرزو ابھری۔ کاش، کاش کاردیرے بھی سیلی واس کی اصل شکل نہ جانتا ہو۔ یہ میری آرزو تھی جس کی تکمیل کی کوئی توقع نہیں تھی۔ جیپیں چلتی رہیں اور اس کے بعد وہ پہاڑیوں کے ایک ایسے حصے میں داخل ہو گئیں جسے اگر دور سے دیکھا جاتا تو قطعی یہ احساس نہ ہوتا کہ اس سمت ایک ایسی چوڑی سڑک بنائی گئی ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن ایک آڑ میں سے اندر داخل ہونے کے بعد جیپ اس پکی سڑک پر چلنے لگی۔ میں حیرانی سے اس سڑک کو دیکھ رہی تھی جو غاروں کے ذریعے اندر ہی اندر نجانے کہاں سے کہاں چلی گئی تھی، لیکن اس کے اطراف میں روشنیاں نظر آ رہی تھیں، چنانچہ یہ روشنیاں جنریٹروں سے لی گئی تھیں یا یہاں بجلی کی سپلائی کے لیے کوئی اور نظام قائم کیا گیا تھا لیکن دو طرف غار بہت اونچے تھے اور ان میں سے لاتعداد دہانے نظر آ رہے تھے۔ ہم لوگ جیپ میں بیٹھے بیٹھے اس سڑک سے گھومتے ہوئے بالآخر ایک بلند و بالا دہانے کے پاس پہنچ گئے۔ یہ پاگل پہاڑوں کے اندر بنا ہوا تھا۔ پہاڑوں کو کھوکھلا کر کے یہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دینا معمولی بات نہیں تھی۔ اس عظیم الشان دہانے کی دوسری جانب بہت بڑا ہال سا بنا ہوا تھا، جیپیں اس ہال میں رک گئیں۔ سامنے ہی ایک محراب نما دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جس پر سرخ رنگ کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہم لوگ جیپوں سے اتر گئے اور پستہ قامت شخص جو چوڑے چکلے بدن کا مالک تھا، احترام سے مجھے لیے ہوئے اس دوسرے دروازے سے داخل ہو گیا جس میں سرخ پردہ پڑا ہوا تھا۔ سرخ پردے کے دوسری جانب بھی راہداری تھی اور ادھر ادھر کمروں کے سے انداز میں دروازے بنے ہوئے تھے لیکن وہ سامنے والے بڑے دروازے پر رک گیا اور اس نے اس دروازے کے کواڑ کھولے، اندر داخل ہوتے ہی ایک عجیب منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ بہت بڑا کمرہ تھا جس میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر سجا ہوا تھا ایک لمبی میز اس انداز سے پڑی ہوئی تھی جیسے وہ کوئی کانفرنس ٹیبل ہو اور اس کانفرنس ٹیبل کے آخری سرے پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بلند و بالا قد و قامت کا مالک۔ لمبی داڑھی۔ لیکن عمر زیادہ نہیں تھی۔ اس کے جسم پر بہت نفیس لباس تھا۔ لمبی داڑھی کی وجہ سے اس کی شخصیت کچھ خوف خیز لگ رہی تھی۔ سر پر خوبصورت گھنے بال تھے اور آنکھیں بے حد جاندار تھیں۔ اس نے اپنے ہاتھ کی کلائیوں میں موٹے قسم کے کڑے پہن رکھے تھے اور اس کی کلائیاں بے حد چوڑی اور بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ کھڑا ہو کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"میڈم سیلی واس کو اپنے اس غریب خانے پر خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی اس کا چوڑا ہاتھ مصافحے کے لیے پھیل گیا۔

میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بہرطور میں نے آگے بڑھنے میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا اور اپنے چہرے پر اعتماد کے آثار بھی پیدا کر لیے تھے۔ درحقیقت میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ میری صورت کو دیکھ کر وہ شخص چونکتا ہے کہ نہیں۔ لیکن اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور چہرے پر محبت کے آثار تھے۔ اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ بھی سیلی واس کی اصل شکل سے واقف نہیں ہے اور میرا ایک مسئلے کے ہزاروں حصے میں، میں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ مجھے سیلی واس کی حیثیت

سے نہیں پہچان سکا تو پھر مجھے بھی یہ لازم نہیں ہے کہ میں اس کی تردید کروں کہ میں سیلی واس نہیں ہوں۔ اس نے نہایت ملائمت سے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر مجھے بڑے احترام سے کرسی پر بٹھاتا ہوا بولا۔

"رات کے واقعات میرے علم میں آ چکے ہیں میڈم۔ آپ جانتی ہیں کہ یہاں میری تاک میں کتنے لوگ لگے ہوئے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون ہیں۔ دس لاشیں میرے سامنے لائی گئی ہیں اور ان کا تعلق یقینی طور پر ہمارے ملک سے نہیں ہے۔ اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غیر ملکی تھے جو غالباً آپ کو ہمارے پاس پہنچنے سے پہلے اغوا کرنا چاہتے تھے۔"

"شاید۔" میں نے کاٹ دار آواز میں کہا۔

"تاہم میں انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ آپ کے لیے وہ مناسب بندوبست نہیں ہو سکا جو ہونا چاہیے تھا۔ درحقیقت مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ لوگ ہمارے پروگرام سے اس طرح باخبر ہو جائیں گے اور یہاں پہاڑوں میں ہم سے پہلے آپ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے تاہم اس کی کچھ ذمہ داری مورگے پر بھی عائد ہوتی ہے اور میں اس سلسلے میں اس سے جواب طلبی ضرور کروں گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ چوڑے چکلے بدن کا وہ پستہ قامت شخص جس نے جیپ [illegible] خوش آمدید کہا تھا کیا مورگے تھا۔ اس بات کے امکانات بہت زیادہ تھے۔ بہرطور میں نے اسے اپنے ذہن میں رکھ لیا۔ چند ہی لمحات کے بعد بہترین برتنوں میں کافی آ گئی اور اس کے بعد وہاں موجود ہر شخص چلا گیا سوائے کاردیرے کے۔ کاردیرے نے کافی کی ٹرے میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یوں تو میں روزانہ ہی کافی پیتا ہوں، لیکن کسی خاتون کے ہاتھوں بنی ہوئی کافی لذت ہی الگ رکھتی ہے۔"

میں نے خوش دلی سے کافی کے برتن اپنی جانب کھسکا لیے اور پھر کاردیرے کے لیے کافی کی پیالی بنا کر اس کے سامنے رکھی، اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گئی۔

"مجھے احساس ہے میڈم سیلی واس کہ آپ کو یہ رات کن تکلیفوں کے درمیان گزارنی پڑی ہوگی، چنانچہ میری طرف سے مکمل اجازت ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آرام کریں۔ ہماری بعد میں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بہرطور میں چونکہ ان علاقوں سے ناواقف تھی اس لیے تھوڑی سی دقت ضرور ہوئی ورنہ میں شاید رات ہی کو آپ کے پاس پہنچ جاتی۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔ مجھے پورا پورا یقین ہے۔" کاردیرے نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد میں نے وہ فائل نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کی امانت مسٹر کاردیرے۔"

کاردیرے کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے گہری سرخی نظر آئی اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے بڑے احترام سے وہ فائل مجھ سے لے کر اسے کھولا اور چند لمحات تک اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ پھر اس نے بڑے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میڈم سیلی واس آپ نے بلاشبہ ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور اس کے لیے مسٹر جان گومز بھی مبارکباد کے مستحق ہیں میں آپ دونوں کا بے حد شکر گزار ہوں۔ درحقیقت میرے مقصد کی تکمیل کے لیے یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا۔ یہ فائل یوں سمجھیے میری زندگی کے لیے ایک نایاب کھوئی شے ہے۔ کامیابی اور کامرانی کا باب۔" اس نے فرط مسرت سے کہا اور فائل کو اس طرح سینے سے لگا لیا جیسے وہ اس کے لیے بہت ہی قیمتی شے ہو۔

میں اس کی زبان سے جان گومز کا نام سن کر خاموش ہو گئی تھی۔ بہرطور سارے کام میری آرزو کے مطابق ہی ہو رہے تھے۔ اسے میں اپنی خوش بختی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس نے بھی مجھے نہیں پہچانا تھا۔ گویا وہ لڑکی جو یہاں سیلی واس کی حیثیت سے آئی تھی ان لوگوں کے لیے قطعی اجنبی تھی۔ اگر وہ اجنبی نہ ہوتی تو اس وقت میرا جو حشر ہوتا وہ میں ہی جانتی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اب کتنے عرصے تک یہ شخص اس بات سے ناواقف رہے گا کہ میں سیلی واس نہیں ہوں۔ کافی پینے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور میں نے مطمئن انداز میں اس سے کہا۔

"مسٹر کاردیرے۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔"

"سو فی صدی، سو فی صدی۔ آیئے میں آپ کو آپ کی رہائش گاہ تک پہنچا دوں۔"

"نہیں مسٹر کاردیرے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آیئے پلیز۔ آپ نہیں جانتیں کہ آپ نے مجھے کن خوشیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ اور یہ آپ کا ہی کام ہے کہ آپ انتظار کیے بغیر مجھے سلامت یہاں تک پہنچ گئیں جبکہ دشمنوں نے راستے روکنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے ایک غار تک لایا غار سے اندر داخل ہونے کے بعد اس نے دیوار پر لگے ہوئے بٹن دبا دیے۔ غار میں ٹھنڈی روشنی پھیل گئی تھی۔ میری زبان پر یہ

سوال آتے آتے رہ گیا کہ روشنی کا یہ نظام کس طریقے سے قائم کیا گیا ہے، لیکن یہ ایک احمقانہ سوال تھا اور اس قسم کا کوئی سوال مجھے کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ لیلی واس کارویرے کے اس کارخانے سے کس حد تک واقفیت رکھتی ہے اور کس حد تک نہیں۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ مجھے غیر ضروری سوالوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جس غار میں مجھے لایا گیا تھا وہ انتہائی نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ایک سمت مسہری بڑی ہوئی تھی۔ کارویرے نے ایک دیوارگیر بٹن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس بٹن کے ذریعے آپ اس بیڈروم کا دروازہ بند کر سکتی ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کارویرے۔" میں نے جواب دیا اور کارویرے باہر نکل گیا۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے پھر جھانکتے ہوئے کہا۔

"آپ بالکل آرام سے سوتی رہیے۔ میں آپ سے اس وقت رابطہ قائم کروں گا جب آپ پوری طرح پرسکون ہو جائیں گی۔ اور ہاں وہ اس سمت غسل خانہ ہے۔" اس نے انگلی سے ایک جانب اشارہ کیا اور پھر باہر نکل گیا۔

میں چند لمحات اس دروازے کو دیکھتی رہی تھی جس سے نکل کر کارویرے باہر گیا تھا اور اس کے بعد میں نے سب سے پہلے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس بٹن کو دبا کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ چھپکری کی ایک بیل اس دروازے پر آ گئی اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں یہ سوچنے لگی کہ اگر کارویرے کو حقیقت معلوم ہو جائے گی تو وہ فوری طور پر پلٹ کر یہاں آئے گا اس وقت کیا چھپکری یہ بیل میری معاون ہو سکتی ہے۔ بہرطور اس احساس کو دل سے کبھی نہیں نکال سکتی تھی کہ یہاں میں مشکوک حیثیت سے ہوں اور کسی بھی وقت میری پول کھل جائے گی۔ یہ بھی سچ تھا کہ اصل لیلی واس مر چکی ہے۔ میں خود اپنے ہاتھوں سارے پتھروں میں دبا آئی ہوں۔ لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ یہاں کوئی میرا صورت آشنا نکل ہی آئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ایسی بات مجھ سے سرزد ہو سکتی تھی جو کارویرے کو مشکوک اور شبہات کا شکار بنا دے لیکن اب یہ معاملہ بھی تقدیر ہی کے ہاتھ تھا جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے مسہری پر لیٹنے کے بعد آنکھیں چھت پر جما دیں۔ اس وقت غسل خانے میں جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ نیند کا تو خیر کوئی شائبہ نہیں تھا آنکھوں میں۔ بس میں خیالات میں ڈوبی رہی اور اس طرح کافی وقت گزر گیا۔ ویسے کارویرے کا یہ کارخانہ میرے لیے دنیا کا انوکھا تجربہ تھا پہاڑوں کے اندر ایسی عظیم الشان کارگزاری میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بہت سے معاملات ذہن میں الجھے ہوئے تھے۔ ڈوان کا ڈوڈرے نے جو کچھ مجھے بتایا تھا وہ اس قدر نہیں تھا کہ میں تمام باتیں بآسانی سمجھتی۔ ویسے بھی سیاست سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی۔ اور نہ ہی مجھے اس سے کبھی لگاؤ رہا تھا۔ کارویرے کے سلسلے میں اتنے ممالک کیوں مصروف عمل ہیں اس کی تھوڑی بہت تفصیلات مجھے معلوم تھیں، لیکن ان کی سیاسی باریکیوں پر میری نگاہ تھی۔ پتا نہیں مسٹر کارویرے اس سلسلے میں یہاں کیا کر رہے تھے۔ ویسے تیاریاں تو کسی بڑے پروگرام کا پتا دیتی تھیں۔ رات کو بہترین ڈنر دیا گیا اور اس ڈنر میں، میں تنہا ہی تھی مجھ سے کہا گیا تھا کہ چونکہ اس وقت مسٹر کارویرے مصروف ہیں اس لیے وہ میرے ساتھ ڈنر میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔ نفیس کھانا کھانے کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گئی۔ یہاں کافی عزت و احترام دیا جا رہا تھا مجھے اور اس کا یہی مقصد تھا کہ ان کے پاس اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے وہ میری شناخت کرا سکیں اور شاید ان کے پاس میری شناخت کا اور ذریعہ بھی نہیں تھا۔ یہ بات فی الحال میرے حق میں جا رہی تھی لیکن میں یہ سوچ رہی تھی کہ اگر میں یہاں کچھ عرصے بغیر کسی شک و شبہے کے رہ بھی گئی تو کیا کر سکوں گی؟ اس سلسلے میں ظاہر ہے کہ یہاں سے کارویرے کو گرفتار کر کے لے جانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ بہت کچھ سوچا تھا میں نے اور اس کے بعد سو گئی تھی۔ پھر دوسرا دن بھی پرسکون گزر گیا۔ کارویرے سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی ان لوگوں نے [illegible] ویسے کارویرے کا ایک فقرہ مجھے خاص طور سے یاد تھا اس نے کہا تھا کہ بہت عرصے سے کسی خاتون کے ہاتھ کی کافی نہیں پی۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہاں عورتوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ میرے جیسی زندگی میں داخل ہونے والی لڑکی کے لیے یہ کوئی خاص بات نہیں تھا۔ میں بس یہ سوچ رہی تھی کہ کوئی ایسی بات ذہن میں آ جائے جس سے میرے مقصد کے حل کا کوئی ذریعہ نکل سکے اور اس کے بعد میں نے جرأت کر کے یہاں کے جائزے لینا شروع کر دیے۔ یہ اندازہ تو مجھے پہلے ہی مرحلے پر ہو گیا تھا کہ یہاں مجھ پر کوئی بھی پابندی نہیں ہے۔ غاروں کے اس وسیع و عریض اور اس عظیم الشان سلسلے میں، میں بہت دور تک نکل آئی۔ یہ شیطان کی آنت کی طرح پھیلا ہوا تھا اور کہیں بھی کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ کون سی سرنگ کہاں تک گئی ہے۔ میں ان پیچ در پیچ سرنگوں سے نکل کر بہت دور تک نکل آئی تھی میں نے وہاں بہت سے لوگوں کو دیکھا سب کے سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور حقیقت یہی ہے کہ ان میں سے جو بھی مجھ سے ملا اس نے مجھے احترام کی نگاہ سے دیکھا البتہ میں دوبارہ مسٹر مورگن سے ملنا

چاہتی تھی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ شخص ہے جس نے کارویرے کے لیے ابھی حال ہی میں کام شروع کیا ہے۔ لیکن مورگن شاید آؤٹ ڈور ڈیوٹی پر رہتا تھا کیونکہ یہاں وہ نظر نہیں آیا تھا۔ بہت دیر تک گھومتے پھرتے رہنے کے بعد میں تھک گئی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں اگر سارا دن بھی ان پہاڑوں میں بھٹکتی رہوں تو کسی سرے پر نہیں پہنچ پاؤں گی۔ ایک عجیب غریب دنیا آباد کر لی گئی تھی اور میں اس بات کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی کہ کارویرے نے یہاں جو کارخانہ پھیلایا ہے وہ اپنی طرز کا واحد ہے اور شاید دنیا کے کسی دوسرے حصے میں ایسی کوئی جگہ موجود ہو۔ پھر میں نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے اور اس کے بعد تو غضب ہی آ گیا۔ میں ان پیچ در پیچ سرنگوں میں ایسا کوئی نشان چھوڑ کر نہیں آئی تھی جو مجھے راستوں کی نشاندہی کر سکے۔ میں اپنی اس رہائش گاہ تک پہنچنے کے لیے تقریباً ایک گھنٹے تک بھٹکتی رہی کسی سرنگ میں گھستی اور کہیں جا نکلتی۔ ان بھول بھلیوں میں مجھے اپنا ٹھکانہ مل ہی نہیں رہا تھا۔ اور میں پریشان ہو گئی۔ کافی دیر کے بعد میں بحالت مجبوری ایک ایسے شخص کے پاس پہنچی جو ایک سرنگ میں کسی کام میں مصروف تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مستعد ہو گیا اور اس نے شستہ لہجے سے کہا۔

"ہیلو میڈم، کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"ہاں بھئی میں بہت دیر سے ان چٹانوں میں اور پہاڑوں میں بھٹک رہی ہوں۔ مجھے پتا نہیں چل سکا کہ میرا اپنا ٹھکانہ کون سا ہے جہاں میں قیام پذیر تھی۔"

"اوہ۔ آپ یہاں نئی ہیں۔ یقینی طور پر آپ کو اس میں دقت پیش آ رہی ہوگی۔ آئیے میں آپ کو آپ کی رہائش گاہ چھوڑ آتا ہوں۔"

بمشکل تمام میں ان بھول بھلیوں سے گزر کر اپنی رہائش گاہ میں آئی تھی اور اس کے بعد میں نے توبہ کر لی کہ اتنی لمبی کہیں نہیں جاؤں گی جو راستے ہی تلاش کرنے میں اتنے گھنٹے گزر جائیں۔ اتنی دیر گھومنے پھرنے سے سخت بھوک لگنے لگی تھی۔ ویسے بھی کھانے کا وقت ہو گیا تھا، چنانچہ وہ پہلا کھانا میرے پاس پہنچ گیا۔ اب میرے لیے تشویش کے راستے کھلتے جا رہے تھے۔ کارویرے نے اس کے بعد مجھ سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی لیکن تیسرے دن وہ رات کو خود ہی اپنے پیروں سے چل کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"میڈم لیلی واس کیسے آپ کے کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں مسٹر کارویرے۔"

"آپ بھی سوچ رہی ہوں گی کہ میں بھی کتنی بداخلاقی کا مظاہرہ کر رہا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ کم از کم آپ جیسی خاتون یہ بات نہیں سوچ سکتیں۔ آپ جانتی ہیں کہ مجھے اس فائل کی موجودگی کی وجہ سے کتنی مصروفیتوں کا شکار ہونا پڑا اور حقیقت یہ ہے کہ کانفرنس کی تیاریاں بھی اعلیٰ پیمانے پر کرنی پڑ رہی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مزید ایک دن کے لیے معاف کر دیں گی۔"

"نہیں مسٹر کارویرے۔ میں آپ کی مصروفیات اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"بہت شکریہ۔ ویسے آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں اس کا بے حد شکریہ۔ آپ نے میرے لیے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دی ہیں۔" میں نے ممنونیت کے انداز میں کہا۔

کارویرے کافی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا۔ یہ شخص صورت سے جس قدر خطرناک نظر آتا تھا گفتگو سے اتنا وحشی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بہرطور میرے ذہن میں ابھی تک کوئی ایسی ترکیب نہیں آ سکی تھی جس کے تحت میں اپنے مقصد کی تکمیل کر پاتی۔ ویسے ابھی تو مجھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا تھا کہ مجھے یہاں کتنے دن قیام کرنا ہے۔ اور اس کے بعد کارویرے میری واپسی کے لیے کیا بندوبست کرے گا؟ وہ دن بھی گزر گیا جس کا تذکرہ کارویرے نے مجھ سے کیا تھا اور پھر اس کے بعد والے دن کی صبح کارویرے کے ہرکارے نے مجھے ناشتے پر طلب کیا ناشتے کی میز پر کارویرے میرا منتظر تھا اس کے جسم پر بہت خوبصورت لباس تھا اور اس نے مجھے مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا تھا۔

"صبح بخیر مس واس۔" اس نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر لی۔

"میں کانفرنس کے لیے اپنی تمام تیاریاں مکمل کر چکا ہوں اور میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ آج دوپہر کو لنچ کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ آپ میرے ساتھ لندن تک تو چلیں گی نا۔ وہاں سے میں آپ کے لیے روانگی کا بندوبست کر دوں گا۔ ہمارا پروگرام کچھ ایسا ہی ہے۔ لندن میں مجھے چند روز قیام کر کے ان لوگوں کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جو اصل جگہ تک میری رہنمائی کریں گے۔ میں اپنے اطراف سے باخبر رہنا چاہتا ہوں اس لیے دو تین دن میں لندن میں ہی قیام کروں گا۔ آپ بآسانی لندن سے اپنے سفر پر روانہ ہو سکتی ہیں۔" "آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر کارویرے جیسا پروگرام

"آپ ترتیب دیں گے مجھے اُس سے اتفاق ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد کافی دیر تک کارو بیرے مجھ سے کانفرنس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ لیکن اس تمام گفتگو کے باوجود میں نہیں سمجھ پائی تھی کہ یہ کانفرنس کس نوعیت کی ہے۔ اور اس میں کیا ہونے والا ہے۔ البتہ کارو بیرے سے اس گفتگو کے بعد میں یہ سوچنے لگی تھی کہ اگر میں لزبن پہنچ گئی تو وہاں سے میری واپسی کا کیا بندوبست ہوگا؟ اور پھر دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک چمک سی پیدا ہوئی۔ جب مسٹر ڈان کا ڈوبرے نے مجھے ان پوائنٹس کے بارے میں بتایا تھا جہاں ریڈ چینل کے نمائندے موجود تھے تو اس میں اس جگہ کا بھی ذکر کیا تھا اور ہماری اس اصطلاح میں اسے پوائنٹس ایف، او، آر، ایس کہا جاتا تھا اور پوائنٹ ایف آو آر ایس کا زیرو نائن لزبن تھا۔ گویا لزبن میں مجھے ریڈ چینل کے نمائندوں سے ملاقات کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ تمام تفصیلات بتاتے ہوئے مجھے لزبن کے بارے میں بھی بتا دیا گیا تھا۔ زیرو نائن میں ریڈ چینل کے نمائندوں کا مرکز گرین ٹاؤن ہل نامی ایک ہوٹل تھا جس کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات معلوم تھیں۔ گرین ٹاؤن ہل تک پہنچنا نصیب ہو جاتے تو ہمیں اپنے کام میں بے حد آسانی ہو سکتی تھی۔ شاید یہاں بھی فطرت میری راہنمائی کرنا چاہتی تھی اور یہ تفصیل سن کر میں بہت خوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کارو بیرے مجھ سے رخصت ہو گیا اور میں اپنی رہائش گاہ میں آ کر نئی منصوبہ بندیاں کرنے لگی۔ جو کام مجھے بے حد مشکل نظر آ رہا تھا اب اُس میں امکانات کی کچھ اُمید پیدا ہو چلی تھی بشرطیکہ گرین ٹاؤن ہل میں ریڈ چینل کے نمائندوں سے ملاقات کر سکوں۔ دل میں اُمید کی یہ شمع اس طرح روشن ہوئی تھی کہ مجھ سے صبر نہیں ہو پا رہا تھا اور اب لمحہ لمحہ بے چینی سے کٹ رہا تھا۔ پھر ہم نے لنچ کیا اور لنچ کے بعد کارو بیرے نے مجھ سے تیار ہو جانے کے لیے کہا۔ تقریباً ڈھائی بجے ہوں گے اُس وقت جب ہم پہاڑوں کی اس عظیم الشان دُنیا سے باہر نکل آئے۔ ایک پہاڑ کے عقبی حصے میں ایک انتہائی اعلیٰ پائے کا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ غالباً یہی ہیلی کاپٹر یہاں سے ہمیں لے کر روانہ ہونے والا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ کم از کم یہاں کی راہنمائی میں مسٹر ڈان کا ڈوبرے سے کر سکتی تھی۔ البتہ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ جگہ بھی ڈان کا ڈوبرے کے لیے باعث دلچسپی ہوگی یا نہیں۔ ویسے میں اس کا نقشہ تھا کہ اپنے ذہن میں لیے جا رہی تھی۔ میں کارو بیرے کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ مسٹر کارو بیرے نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم جس حیثیت سے یہاں سے سفر کر رہے ہیں۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ ہمارے دشمن ہر وقت ہم پر نگاہ رکھتے ہیں، لیکن ہمیں راستے ہی میں ایک جگہ اُتار دیا جائے گا اور ہیلی کاپٹر اس انداز میں وہاں سے آگے بڑھ جائے گا جیسے ہمارا سفر مسلسل جاری ہے۔ یہ سب کچھ ہمیں احتیاط کے پیش نظر کرنا پڑ رہا ہے۔"

میں نے اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا۔ ہیلی کاپٹر کا یہ سفر جاری رہا اور ہمارا وقت بہت اچھی طرح گزرا۔ اس کے بعد ہم جس جگہ اُترے تھے وہ ایک چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا تھا بلندی سے دیکھنے پر نیچے کا منظر بے حد خوبصورت نظر آ رہا تھا، اور ایسے مناظر تو میری زندگی میں انتہائی اہمیت کے حامل تھے ہیلی کاپٹر جس جگہ اُترا، وہ ایک سرسبز جگہ تھی اور یہاں چند افراد گاڑیوں میں ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کے نیچے اُترتے ہی وہ ہیلی کاپٹر کی جانب لپکے اور اس کے بعد کارو بیرے اُن کے ساتھ ایک خوبصورت گاڑی میں جا بیٹھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ تھی میرے دل میں عجیب و غریب احساسات پرورش پا رہے تھے۔ میں ایک ایسے شخص کے ساتھ تھی جسے دُنیا کے بیشتر ممالک اپنی تحویل میں لینا چاہتے تھے۔ اسے زندہ یا مُردہ گرفتار کرنے کے خواہش مند تھے۔ ساتھ ہی مسٹر ڈان کا ڈوبرے نے میری یہی ذمہ داری لگائی تھی کہ میں اس شخص کو اُن سے پہلے حاصل کر لوں اب تک جو کارروائی ہوتی رہی تھی اس کے بارے میں حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ مجھے اپنی اس کوشش میں کامیابی حاصل ہوگی یا نہیں۔ لیکن جب مجھ سے اس شہر کا تذکرہ کیا گیا جہاں ہمیں جانا تھا۔ تو میرے دل میں اُمید کے چراغ روشن ہو گئے۔ مجھے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ جس جگہ ہم لوگ اس وقت موجود ہیں وہاں سے اس شہر تک ہمارا سفر کتنا طویل ہے؟ گاڑیاں سفر کرتی رہیں۔ اونچے نیچے ہموار اور ناہموار پہاڑی راستوں پر یہ سفر جاری رہا اور تین گھنٹے تک مسلسل گاڑیاں چلتی رہیں اس کے بعد ہمیں کسی شہر کے آثار نظر آنے لگے۔ اور میں نے محسوس کیا کہ رفتہ رفتہ عقبی گاڑیاں آگے بڑھتی جا رہی ہیں۔ پھر ہمارے پیچھے صرف ایک گاڑی رہ گئی، باقی گاڑیاں بہت دور نکل گئی تھیں جبکہ اس گاڑی کی رفتار کافی سست ہو گئی تھی۔ جس میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے۔ یہ باقاعدہ ایک منظم پروگرام تھا اور اس وقت جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو تمام گاڑیاں غائب ہو چکی تھیں۔ شہر کی سب سے پہلے والی عمارت پیلے رنگ کی ایک بدنما عمارت تھی۔ جس کے دروازے کے سامنے ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ ٹیکسی پر اس کا نشان لگا ہوا تھا اور اس کے دروازے کے نزدیک ایک دراز قامت نیگرو کھڑا ہوا تھا۔ نیگرو نے دروازہ کھول دیا اور ہم دونوں اس گاڑی سے اُتر کر ٹیکسی میں جا بیٹھے۔ اس کے بعد آخری گاڑی بھی چلی گئی۔ میں اس دوران بالکل خاموش رہی تھی اور کارو بیرے بھی گہری سوچوں میں گم تھا۔ ٹیکسی کا سفر بھی بیس منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا ہمیں ایک عمدہ قسم کے ہوٹل کے سامنے اُتار دیا گیا اور جب میں نے ہوٹل کے سرے پر لگا ہوا نیون سائن دیکھا تو میرا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا۔ یہ نیون سائن "گرین ٹاؤن ہل" کا تھا۔ مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں سوچ پائی تھی کہ اس طرح میں اپنی منزل تک پہنچ جاؤں گی۔ گرین ٹاؤن ہل ریڈ چینل کا مرکز تھا اور یہاں تقریباً تمام عملہ پورا اسٹاف ریڈ چینل ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ گویا تقدیر نے مجھے ایک ایسی کامیابی کے کنارے لا کھڑا کیا تھا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس صورت میں تو میں جیسے اپنے گھر میں ہی موجود تھی۔ کارو بیرے کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کس جنجال میں آ پھنسا ہے جہاں اس نے ایک آدمی کی حیثیت سے کاؤنٹر پر جا کر اپنے لیے دو کمرے حاصل کیے۔ میں جانتی تھی کہ یہ تمام احتیاط کیوں برتی جا رہی ہے۔ حالانکہ اس کی [illegible] کے تحت اس ہوٹل کی پوری منزل بھی اس کے لیے مخصوص ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لیے ایک عام آدمی کی حیثیت کر چکا تھا اور مجھے اس کا ساتھی گردانا جا رہا تھا۔

گرین ٹاؤن ہل بے حد خوبصورت ہوٹل تھا۔ ہمیں اسی منزل کے دو کمرے ملے تھے۔ کارو بیرے نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"دس پندرہ منٹ کے بعد آپ میرے پاس آ جائیے۔ ساتھ ہی کافی پئیں گے۔"

"اوکے سر!" میں نے جواب دیا اور کارو بیرے اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں اس وقت اتنی نروس ہو رہی تھی کہ خود کو سنبھالنا مشکل ہوا جا رہا تھا۔ اس وقت کارو بیرے کا الگ ہو جانا ہی بہتر تھا۔ پورٹر مجھے اندر چھوڑ کر چلا گیا اور میں نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ میرا دل جیسے سینے سے نکلا جا رہا تھا کیونکہ کارو بیرے اس وقت میری مٹھی میں تھا۔ اتنا بڑا آدمی جس کی تلاش میں تین ملک تھے۔ جس کے لیے لاتعداد افراد زندگی قربان کرنے کے لیے تیار تھے جس نے ایک ناقابل تسخیر قلعہ ان پہاڑوں میں تعمیر کیا ہوا تھا اگر اسے گرفتار کرنے کے لیے اس قلعے کی طرف رُخ کیا جاتا تو ایک پوری فوج درکار تھی۔ اور نہ جانے کتنی انسانی زندگیاں اسے گرفتار کرنے کے لیے قربان کرنا پڑتیں۔ وہ اس وقت میرے قابو میں [illegible]۔ کیا یہاں میں اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤں گی؟

بہرحال خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔ کارو بیرے کو جس طرح مجھ پر اعتماد ہو گیا تھا وہ میں غیبی امداد ہی تھی ورنہ اتنا بڑا دھوکا وہ بھی کچھ کیے بغیر، فوری طور پر کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نہ جانے گرین ٹاؤن ہل میں ریڈ چینل کے لوگ کس قسم کے تھے جن سے رابطے میں مجھے کیا مشکلات پیش آ سکتی تھیں سب سے بڑا مسئلہ کارو بیرے کے سامنے خود پر قابو پانے کا تھا۔

پندرہ منٹ پلک جھپکتے میں گزر گئے۔ جب مجھے احساس ہوا تو میں چونک پڑی۔ پھر مصنوعی طور پر خود کو سنوارا اور

[illegible] ہلکی دستک پر ہی دروازہ کھل گیا۔

"آؤ۔ میں نے روم سروس کو فون کر دیا ہے۔"

"کس سلسلے میں جناب۔؟"

"کافی۔!" وہ مسکرایا۔

"اوہ۔!" میں نے گردن ہلا دی۔ کاروبیرے نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"تم کسی سوچ میں ہو۔؟"

"نہیں سر۔ بالکل نہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" وہ بولا۔ اور میں سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ میز کی سطح کو دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی، تب اس نے کہا۔ "جون گومز کو اس بہترین تعاون پر میری طرف سے بہت بہت شکریہ ادا کر دینا۔ اس سے کہنا ہماری رات کا سویرا طلوع ہونے کو ہے اور وہ ان قابل فخر ساتھیوں میں سے ہے جو کبھی نہیں بھولے جاتے۔ اس سے کہنا کہ وہ مجھے ہر لمحہ یاد رہے گا۔"

"جی سر۔!"

"اور خود تم۔ کاش اپنی رہائش گاہ پر تمہاری کچھ خدمت کر سکتا۔"

"میں وہاں مطمئن رہی سر۔"

"مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔" وہ بولا۔ اس کے ہر ایسے جملے پر میرا دل دھک سے رہ جاتا تھا۔

"جی سر۔" میں نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔

"دراصل اس کانفرنس کی تیاریاں ضروری تھیں اور پھر جو تفصیلات گومز نے مجھے فراہم کی ہیں انہوں نے میری ذمہ داری اور بڑھا دی تھی تاہم تمہارا شکریہ بھی تفصیل سے ادا کروں گا۔"

"آپ نے مجھے اس قابل سمجھا سر۔ یہ میری خوش بختی ہے۔"

"نہیں ڈیر۔ تم نے میرے لیے بہت کام کیا ہے۔ میرے خیال میں تم اب یہاں سے فوراً چلی جانا چاہتی ہو۔"

"نہیں سر کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"پھر تم کیوں پریشان ہو۔"

"یہ آپ کا احساس ہے سر ورنہ میں بالکل پرسکون ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بہرطور میں بھی یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ تمہاری روانگی کا جلد بندوبست کر دیا جائے۔ بس اتنا سا مسئلہ ہے کہ میں یہاں اپنے آدمیوں سے زیادہ کام لینا نہیں چاہتا۔ اس کانفرنس تک پہنچی خبر کی بے حد خطرہ ہے اور میں اس بات کو نظرانداز نہیں کر سکتا کہ میرے جتنے آدمی یہاں کام کر رہے ہیں وہ کہیں کسی کی نگاہ میں مشکوک نہ ہوں، بہرطور میرے پاس یہاں زیادہ پاور نہیں ہے۔ اگر تم تھوڑا سا صبر کر لو۔ تو میں اس کانفرنس سے فارغ ہو جاؤں۔ اس کے بعد میں باآسانی یہ کارروائی کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر تم کچھ الجھی ہوئی ہو تو پھر میں فوری طور پر بھی یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"خیر اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں بے تکلفی سے آپ سے عرض کر دیتی۔ میں بالکل مطمئن ہوں اور ان تمام حالات سے لاتعلق رہ کر اپنے طور پر یہاں سیر کرنا چاہتی ہوں، آپ اپنا کام خوشی کے ساتھ انجام دیں میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"او کے ڈیر۔ اس طرح تمہارا مجھ سے تعاون مزید بہتری کا باعث بن جائے گا، بہرطور یہاں سکون سے رہو اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے بہت زیادہ قریب رہو۔ بلکہ اس کے بعد تمہاری اپنی تفریحات مختلف ہوں گی۔ جس طرح سے چاہو یہاں سیر و سیاحت کرو میں بہت جلد اپنے کام سے فارغ ہو جاؤں گا۔" کاروبیرے نے کہا۔ اور میں نے اسے یقین دلایا کہ میں اس مسئلے میں ذرا بھی فکرمند نہیں ہوں، پھر میں وہاں سے اٹھ گئی کاروبیرے نے مجھ پر اندھا اعتماد کر لیا تھا اور نجانے کیوں وہ مجھ پر اس قدر مہربان ہو گیا تھا، لیکن اب یہ بات باعث حیرت نہیں تھی اور میں اس پر حیران ہونا چھوڑ چکی تھی، کیونکہ جو کچھ ہوا تھا میری توقع کے بالکل برعکس ہوا تھا اور صرف حالات نے مجھے ایسی زبردست کامیابی دلا دی تھی کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کاروبیرے سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گئی اور پھر اپنی مسہری پر لیٹ کر ستاتے ہوئے ذہن کے ساتھ یہ سوچنے لگی کہ مجھے اس ہوٹل میں اپنے مقصد کے لوگوں کی تلاش میں کیا کرنا چاہیے۔ یوں تو بڑے آرام سے یہ کام کیا جا سکتا تھا لیکن میں جس شخص کے خلاف مصروف عمل تھی وہ معمولی شخصیت نہیں تھی۔ کون جانے کہاں کون سی آنکھیں اس کے سلسلے میں نگرانی کر رہی ہوں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بہرطور اس سلسلے میں بہت زیادہ وقت ضائع کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کر میں احتیاط کے چکر میں رہ جاؤں اور یہاں کاروبیرے کا کام ہو جائے اور وہ مجھے روانہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی روانگی کا فیصلہ کر لے۔ کسی بھی لمحے کسی بھی وقت کاروبیرے اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے پیرس بارے میں ہدایات دے سکتا تھا۔ کیونکہ وہ مجھے بھی واپس بھجوا دینے پر مصر تھا، پھر ایک ویٹر کو میں نے بلایا، روم سروس کا ویٹر تھا، پہلے میں نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا پھر ایک کرنسی نوٹ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولی۔

"ویٹر۔ میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے میڈم، جو خدمت آپ مجھ سے لینا چاہتی ہیں اس کے بغیر لیں،" ویٹر نے مجھے نوٹ واپس کرتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ دراصل ویٹر میں گرین ٹاؤن ہل کے بارے میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنے کی خواہش مند ہوں۔"

"آپ کو ہماری سروس ناپسند ہے میڈم۔"

"نہیں۔ بلکہ بے حد پسند۔ انتظامیہ میں کون کون لوگ ہیں، منیجر کون ہے اس ہوٹل کا۔"

"میڈم روزا کلیب۔ یہی اس ہوٹل کی مالک بھی ہیں، اور انتظامی امور کی نگراں بھی۔"

"روزا کلیب۔" میں نے زیر لب دہرایا۔

"جی میڈم۔"

"روزا کلیب سے میری کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ وہ شام کو سات بجے اپنے آفس میں ہوتی ہیں، بارہ ایک بجے تک رہتی ہیں۔ آپ اس وقت بھی ان سے ملاقات کر سکتی ہیں۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"کیسی خاتون ہیں۔؟"

"بہت اچھی۔ عملے کے لیے بے حد مہربان اور نگاہوں کے لیے انتہائی معصوم۔"

"ٹھیک ہے ویٹر تمہارا بے حد شکریہ۔" میں نے کہا اور ویٹر ادب سے گردن خم کر کے چلا گیا میں روزا کلیب کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ بہرطور اس کے بعد صرف وقت کا انتظار کیا جاتا رہا۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ رات کی تفریحات میں روزا کلیب سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گی اور پھر مجھے کاروبیرے کی طرف سے بھی اجازت مل چکی تھی کہ میں اپنے طور پر تفریحات میں حصہ لے سکتی ہوں، چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگی اور پھر جب رات خوب ہو گئی تو میں لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔ راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ نیچے کی منزل سے آرکسٹرا کی آوازیں ابھر رہی تھیں، میں لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچ گئی، بہت بڑے ہال میں ہر طرح کی تفریحات کا سامان موجود تھا۔ ایک ویٹر نے میری رہنمائی میری میز کی جانب کر دی اور میں میز پر جا بیٹھی۔ ہوٹل میں ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ ملکی اور غیر ملکی کافی تعداد میں اپنی اپنی میزوں پر بیٹھے ہوئے تفریحات میں مشغول تھے۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں، لیکن کاروبیرے وہاں پر موجود نہیں تھا۔ ظاہر ہے وہ ان فضولیات میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا، بہت دیر تک میں وہاں بیٹھی رہی، ویٹر سے میں نے ہلکی پھلکی کھانے کی چیزیں منگائی تھیں اور پھر کچھ دیر تک ان سے شغل کرتی رہی۔ اس کے بعد حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھی اور باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ کوئی بھی میری جانب متوجہ نہیں ہے باتھ روم سے واپس آنے کے بعد میں نے ایک اور سمت کا رخ کیا اور پھر تھیمز روم کی جانب چل پڑی۔ جب مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ مجھ پر کسی کی توجہ نہیں ہے تو میں ہال سے باہر نکل آئی اور ایک سنسان سی راہداری میں پہنچ کر میں ہال سے باہر نکل آئی اور ایک سنسان سی راہداری میں پہنچ کر میں نے ایک پورٹر سے میڈم روزا کلیب کے کمرے کا پتا پوچھا۔ پورٹر نے مجھے ایک سمت اشارہ کر کے آفس کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دیں میں آہستہ خرامی سے اس کی جانب چل پڑی، ایک انتہائی خوبصورت دفتر کے دروازے سے داخل ہو کر میں نے روزا کلیب کو دیکھا۔ شیشے کی سطح والی ایک لمبی میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی کسی کو ٹیلی فون کر رہی تھیں، دفتر میں ان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا، دبلے پتلے بدن کی یہ خوبصورت سی عورت تیس اور بتیس سال کی عمر کے درمیان ہوگی۔ اس نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی، ہاتھ کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا، میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ خوش اخلاقی سے فون پر گفتگو کرتی رہی، اس کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا اور پھر میری جانب دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہیلو ڈیر میں تمہاری کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ کوئی کام ہے مجھ سے۔"

"ہاں میڈم آپ روزا کلیب ہیں۔"

"ہاں۔ میں ہی ہوں۔"

"گرین ٹاؤن کی مالک۔"

"کہہ سکتی ہو،" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پھر بولی۔"

"کوئی شکایت۔"

"ہاں۔ یہاں خونخوار بھیڑیوں کے رونے کی آوازیں بہت سنائی دیتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور روزا کلیب کے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"تعجب ہے اس سے پہلے کسی گاہک نے ایسی کوئی شکایت نہیں کی۔ ویسے یہ آوازیں کہاں سے آتی ہیں۔"

"تمہارے چینل سے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی ڈیر۔ میرا خیال ہے یہ سب کچھ آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میرے خیال میں نہیں یہ

...یں اور عمل کرنی چاہیے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں مادام روزا کلیب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور وہ اٹھ گئی۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئی یہاں لفٹ لگی ہوئی تھی جس نے ہمیں ایک تہہ خانے میں پہنچا دیا۔ تہہ خانہ وسیع و عریض تھا اور اس میں شاندار فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں ایک میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ میں پرسکون رہنے کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ روزا کلیب نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"لوگ بہت کم میرے ہوٹل پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ویسے میرے ایک دوست مسٹر ڈان کا ڈورے کا کہنا ہے کہ اگر کوئی گاہک شکایت کرے تو اسے بغور سنا جائے۔"

"بلیک چینل کا بیکنٹ چارج کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میڈ چینل۔" وہ فوراً بولی۔

"میرا نام جانتی ہے؟"

"خونخوار رہتی۔" وہ مسکرائی۔

"کہا تو یہی جاتا ہے۔"

"روزا کلیب۔" اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، پھر بولی۔ "ویسے میرے پاس ڈسک پہنچ چکی ہے۔"

"ڈسک۔؟"

"ہاں تمہیں دکھاتی ہوں۔ یہ ڈسک کئی ہاتھوں کو مل گئی ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں نہ ملی ہو۔" اس نے کہا۔ اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے کچھ کارروائیاں کیں اور ایک اسکرین روشن ہو گیا۔ اس پر لاتعداد رنگین نقطے نظر آ رہے تھے۔ روزا ایک ریموٹ کنٹرول لے کر میرے پاس آ بیٹھی۔ اور پھر اسکرین پر نقطے رقص کرنے لگے۔ وہ چند لمحات منتشر رہے۔ پھر ایک انسانی شکل میں یکجا ہو گئے۔ یہ ایک عورت کی شکل تھی، نیچے اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

"ہیلنا جینی پک۔ میلبورڈ۔"

نقطے پھر منتشر ہوئے اور دوسری شکل میں یکجا ہوئے۔

ایڈنا ورسک۔ ہالینڈ۔

اسی طرح مختلف شکلیں اور نام آتے رہے۔ پھر نقطے یکجا ہوئے اور یہ تصویر روزا کلیب کی تھی۔

"یہ میں ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہاں مجھے اندازہ ہو رہا تھا۔ اتفاق سے اس کے بعد نقطوں نے جو شکل بنائی وہ میری تھی۔ روزا کلیب نے وہ تصویر اسٹل کر دی۔ چند لمحات اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ریموٹ بند کر دیا۔

"شکریہ ڈیئر۔ یہ ضروری تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"یہاں کیسے آنا ہوا؟"

"ایک اہم کام کے سلسلے میں۔"

"میری کوئی خدمت؟"

"بہت اہم۔"

"بے تکلفی سے کہو۔ میں دل و جان سے تمہارے کام آنے کے لیے تیار ہوں۔" وہ خلوص سے بولی۔

"میں ایک شخص کو ساتھ لائی ہوں روزا۔ یہ ڈان کورلکار ہے۔ بہت پاور فل شخصیت ہے اور میرے پاس وقت بہت کم ہے۔"

"کہاں ہے؟" اس نے پوچھا اور میں نے کاروبے کا روم نمبر بتا دیا۔

"گڈ۔ پروگرام کیا ہے؟"

"اسے عمان کے پاس لے جانا ہے۔"

"تنہا ہے۔؟"

"ہوٹل میں تنہا ہے لیکن بہت بڑے آرگنائزیشن کا چیف ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں تم نے کس طرح ... ؟"

"اس کا فیصلہ ... پڑے گا۔ فی الحال میں اسے قابو میں کرنا چاہتی ہوں۔ وہ کسی بھی وقت ایک میٹنگ میں شرکت کر کے واپس چلا جائے گا۔"

"ہم اسے قید کیے لیتے ہیں۔"

"انتظام ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً معمولی سی بات ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ معمولی آدمی نہیں ہے۔"

"اس کی تم فکر مت کرو۔" روزا کلیب نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب براہ کرم اس سلسلے میں کام کر دو۔"

"بس یہ ذمہ داری مجھے سونپ دو۔ کل مجھے بھی ہندوستان میں تم سے کام پڑ سکتا ہے۔"

"میں بخوشی تمہاری خدمت کروں گی۔" میں نے کہا۔

اور روزا کلیب ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"تم اس کے ساتھ یہاں آئی ہو؟"

"ہاں۔!"

"او کے۔ اب اس کمرے میں واپس جانا ضروری نہیں ہے۔ میں تمہارے لیے دوسرا کمرہ بک کیے دیتی ہوں۔ ہلکا سا میک اپ کر لو۔ میں انتظام کرتی ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے میک اپ کا سامان میرے سامنے رکھا اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ میں نے میک اپ کا سامان نکال لیا تھا۔ اس سلسلے میں بھی مجھے کافی مہارت ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے چہرے میں معمولی سی تبدیلی کی ایک وگ منتخب کی اور دیر تک خود کو سنوارتی رہی۔ روزا کلیب کوئی پندرہ منٹ بعد واپس آئی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ویری گڈ۔ لباس بھی بدلنا ہوگا۔"

"ہاں۔"

"اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ تمہارے روم نمبر ... کو مخصوص کر لیا گیا ہے اور دوسرا کام بھی اب سے چند منٹ کے اندر ہو جائے گا۔"

"اتنی جلدی؟"

وہاں اس نے کافی طلب کی تھی اور میں نے اس کے لیے خاص قسم کی کافی کا بندوبست کرا دیا ہے۔" روزا کلیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"اب ... کیا کرنا ہے؟"

"کافی پیو گی؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔"

"آؤ پھر چلتے ہیں۔" وہ بولی۔ اور ہم دونوں پھر اس آفس میں آ گئے جہاں میں نے کلیب سے ملاقات کی تھی۔ اور اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ اور پھر انٹرکام پر کافی طلب کر لی۔ کافی آ گئی تو اس نے خود ہی کافی بنا کر مجھے دی تھی۔

"میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ وہ کون ہے۔ لیکن اسے لے جانے کے لیے کیا بندوبست کیا جائے گا؟"

"اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"جلدی تو نہیں ہے؟"

"نہیں بس اس پر کنٹرول کرنا ضروری تھا۔"

"او کے اس کی فکر مت کرو۔ اسے آرام سے رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔"

"اس تعاون کا شکریہ!" میں نے کہا۔ ہم دونوں کافی پیتے رہے۔ پھر روزا نے کہا۔

"اب اگر تم چاہو تو آرام کر سکتی ہو۔ صبح کو میں تمہیں رپورٹ دوں گی۔"

"او کے۔" میں نے کہا۔ روزا نے میرے لیے کمرے تک خود میری رہنمائی کی تھی۔ اور اس کے بعد وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی تھی۔ لیکن بستر پر لیٹ کر میں پرسکون نہیں تھی۔ بہت سے وسوسے بہت سے اندیشے میرے ذہن میں سر ابھار رہے تھے۔ کیا روزا کلیب مجھ سے مخلص ہے؟ کیا کارو بیرے جیسا خطرناک آدمی اس آسانی سے مار کھا جائے گا؟ میں اسے یہاں سے کیسے لے جاؤں گی؟

دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ لیکن یہ کام ہر قیمت پر کرنا تھا۔ میں غور کرتی رہی اور پھر دفعتاً کسی خیال کے تحت چونک پڑی۔ ایک منصوبہ میرے ذہن میں آیا تھا۔ اور ہر شخص کی زندگی کے تجربے نے یہ منصوبہ میرے ذہن تک پہنچایا تھا۔ اور میں اس کے ہر پہلو پر غور کرتی رہی تھی۔

اس رات کی نیند پرسکون نہ تھی۔ کئی بار جاگی اور غنودہ ہو گئی۔ دوسری صبح طبیعت بھاری تھی۔ شاید ان انجکشنوں کا اثر ختم ہو گیا تھا جو مجھے لگائے گئے تھے یا پھر مسئلہ اتنا سنگین تھا کہ انجکشن بے اثر ہو گئے تھے۔ باتھ روم میں کافی دیر تک پانی کے نیچے رہی تھی۔ پھر باہر نکل آئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

روزا کلیب ایک ویٹر کے ساتھ اندر آئی تھی۔ ویٹر ناشتا ساتھ لایا تھا۔

"ہیلو ڈیئر۔"

"ہیلو روزا۔"

"تمہاری آنکھوں سے پتا چلتا ہے کہ سکون کی نیند نہیں سو سکی ہو۔"

"ہاں۔ ایسا ہی ہے۔"

"میں بھی صرف تمہاری وجہ سے رات کو واپس نہیں گئی۔ تمہارے لیے نئے لباس منگوائے گئے ہیں تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گے۔"

"اوہ شکریہ۔ وہ ضروری تھے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ چلو ناشتا کریں۔" اس نے کہا اور خود بھی میرے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گئی۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"حسب منشا وہ بے ہوش ہے اور اسی ہوٹل کے قید خانے میں قید ہے۔"

"کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"ابھی تک تو نہیں۔ ویسے وہ کارو بیرے ہے۔"

"ہاں۔ تم جانتی ہو۔"

"اس وقت بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے۔"
"وہ ڈان کاوڈرے کا شکار ہے۔"
"لے جانے کا کیا بندوبست ہوگا؟"
"اس سلسلے میں محنت کرنا ہوگی۔"
"کوئی تجویز ذہن میں ہے؟"
"ہاں۔"
"گڈ ۔۔۔۔ کیا؟" وہ دلچسپی سے بولی۔ اور میں اسے اپنی تجویز بتانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور تحسین کے جذبات نظر آرہے تھے پھر اس نے تعریفی انداز میں کہا۔
"خوب سوچا۔ واقعی خوب سوچا۔"
"تمہارے لیے بھی دوسری ہے۔"
"اوہ بالکل نہیں۔ میں تمہیں ایک ایسی چیز دے سکتی ہوں جو اسے کم از کم بیس گھنٹے کے لیے بے ہوش کرسکتی ہے۔"
"بس یہی شے مجھے درکار تھی۔" میں نے خوش ہوکر کہا۔
"میں نے میڈیسن کورس کیے ہیں۔ دو دواؤں کو ملاکر یہ چیز بن سکتی ہے۔ ویسے تمہیں اس کے چہرے پر میک اپ بھی کرنا ہوگا۔"
"اور اسے ایک حیثیت ایک نام بھی اپنانا ہوگا۔" میں نے کہا۔
"ہاں اس کے لیے وقت درکار ہوگا۔"
"مجبوری ہے۔" میں نے کہا اور روزا کلیب دیر تک سوچتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔
"واقعی بہترین پروگرام ہے۔ اور کوئی ترکیب میری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ ایک شخص کو جو اس وقت دنیا کے کئی ملکوں کو درکار ہے۔ اتنا طویل سفر پوشیدہ طور پر کیسے کرایا جاسکتا ہے واقعی تم نے بہت عمدہ پروگرام بنایا ہے۔"
"وہ اپنی قید میں کب ہوش میں آئے گا؟"
"تمہارے اس پروگرام کے بعد میں نے اسے ہوش میں لانے کا فیصلہ بدل دیا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"ہم اسے مسلسل بے ہوش رکھیں گے۔ اس طرح جو کچھ ہم اسے بنانا چاہتے ہیں وہ بنا سکیں گے۔"
"وہ زندہ تو رہے گا۔"
"بالکل اس سلسلے میں تم مجھ پر اعتماد رکھو۔" اس نے کہا اور میں بالکل خاموش ہوگئی پھر میں نے اسے دیکھنے کی فرمائش کی۔ اور روزا نے گردن ہلادی۔ ہوٹل گرین ٹاؤن پل کے نیچے تہہ خانوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ انہیں میں سے ایک تہہ خانے میں کاوڈرے ایک بستر پر موجود تھا۔ ایک خطرناک آدمی۔ ایسا جو پوری فوج سے بھی زیر نہ ہوسکے۔ اس وقت ہمارے قبضے میں تھا تھوڑی دیر تک ہم اس کے پاس رہے پھر وہاں سے چلے آئے۔

اس کے بعد بقیہ ذمہ داریاں روزا کلیب نے سنبھال لیں میں صرف یہ اندازے لگانے کی کوشش کرتی رہی کہ کاوڈرے کی گمشدگی کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں لیکن مجھے اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوسکا۔ ویسے یہ سوچنا تو بالکل فطری امر تھا کہ اس کی وجہ سے کھلبلی مچی ہوگی۔

پندرہ دن یہاں گزر گئے۔ روزا کلیب مصروف تھی اور اس نے میرے ساتھ جو تعاون کیا وہ ناقابل فراموش تھا پچھلے دن صبح اس نے مجھ سے ملاقات کی اور مسکراتی ہوئی بولی۔
"میں تمہیں تمام کاموں کی تکمیل کی خوشخبری سناتی ہوں۔"
"خوب۔ میں منتظر ہوں۔"
"مسٹر زبیڈ۔ این فروزے ایک بڑا بوٹ کمپنی میں مکینیکل انجینئر تھے۔ ان پر دل کا دورہ پڑا اور وہ انتقال کرگئے اور اب ان کی بیوی ان کی لاش وطن لے جا رہی ہے۔ مسز فروزے خود بھی بیمار ہیں۔ اور ان کے لیے ہدایت ہے کہ انہیں احتیاط سے سفر کرایا جائے۔"
"زبیڈ این فروزے کو ایک تابوت سمیت بک کرادیا گیا ہے۔ اور مسز فروزے کا ٹکٹ بھی حاصل کرلیا گیا ہے۔ یہ فلائٹ آج رات دو بجے ہے۔ فلائٹ صبح پونے پانچ بجے منزل پر پہنچ جائے گی۔ اور مسٹر فروزے کے اہل خاندان اس تابوت کو ایئرپورٹ پر حاصل کریں گے۔"
"اہل خاندان۔" میں نے حیرت سے کہا۔
"ہاں۔ ریڈ چینل کے ارکان۔"
"اوہ۔ انہیں اطلاع دے دی گئی ہے۔"
"ہاں مس بھارتی نے انہیں ایئرپورٹ پر طلب کیا ہے۔"
"مائی گاڈ تم نے یہ سارے کام کرلیے؟"
"ہاں ڈیئر۔ یہ تم پر احسان نہیں ہے۔ ہمارے درمیان تو یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔" کلیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد سب کچھ پروگرام کے مطابق ہوا تھا میں ایک سوگوار بیوہ کی حیثیت سے جہاز میں موجود تھی میرے شوہر کی میت ایک خاص تابوت میں تھی۔ ایئرپورٹ پر ہمارے ساتھ ہمدردی کے سارے سلوک کیے گئے۔ اور جہاز پرواز کرنے لگا۔ میری حالت خود بخود خراب ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے اتنا بڑا کام کررہی تھی اور میری دیکھ بھال خاص طور سے کی جا رہی تھی۔

پھر یہ فلائٹ مطلوبہ جگہ پہنچ گئی۔ صبح ہونے کو تھی۔ چار سوگواروں نے میرا استقبال کیا۔ انہوں نے ایئرپورٹ پر تمام انتظامات کر لیے تھے۔ میت کے تابوت کو ایک گاڑی میں رکھ دیا گیا۔ سب مجھے تسلیاں دے رہے تھے۔ میت وصول کرنے کے لیے آنے والوں میں دو عورتیں تھیں جو مسلسل رو رہی تھیں۔ مردوں کے چہرے بھی اترے ہوئے تھے پھر جب ہم گاڑی میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کے احاطے سے نکلے تو سب نے مجھ پر پیار کیا اور کے ڈوٹو بورسا دیے۔ رونے والے قہقہے لگا رہے تھے۔ اور میرے وجود میں بھی خوشیاں ابھرتی آرہی تھیں۔ جب عمارت میں ہم داخل ہوئے وہ بے حد وسیع تھی۔ سخت سردی کے باوجود وہاں بہت سے لوگ ہمارے استقبال کے لیے تیار کھڑے تھے اور ان میں مسٹر ڈان کاوڈرے بھی تھے۔ انہوں نے گرمجوشی سے میرے رخساروں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے فخر ہے بھارتی کہ میں نے ہمیشہ کی مانند اس بار بھی ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا ہے جو بظاہر اس اعلیٰ کارکردگی کی مالک نہیں نظر آتی لیکن درحقیقت اس بارے میں میری پرکھ غلط نہیں تھی۔"

دوسرے لوگ بے ہوش کاوڈرے کو تابوت سے نکالنے میں مصروف تھے۔ بعد میں ناشتے کے دوران مسٹر کاوڈرے نے مجھے بتایا کہ میٹرو نے اچانک میری گمشدگی کی اطلاع دے کر کہا تھا کہ میں کسی حادثے کا شکار ہوگئی۔ اس نے یہ بھی اطلاع دی تھی کہ کاوڈرے کا حصول ایک ناممکن کام ہے۔ لیکن میں نے بالآخر وہ ناممکن ممکن کر دکھایا تھا۔ یہ تو صرف میں جانتی تھی کہ ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔

ڈان کاوڈرے میری تعریف و توصیف کے گیت

گاتا رہا اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی کامیابی نہیں ہوسکی کہ میں اپنی اس تعریف سے خوش ہوں یا غم زدہ بعض اوقات سوچنے سمجھنے کی جو صلاحیتیں کھو بیٹھتی تھی اور اپنی ذات کی گہرائیوں میں اس قدر ڈوب جاتی تھی کہ خود ہی دل ڈوبنے لگتا تھا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات ذہن میں آنے لگتے تھے۔ بہرطور اس کامیابی کی زبردست پذیرائی کی گئی تھی۔ اور ڈان کاوڈرے نے حتمی طور پر کہہ دیا تھا کہ میں اب بلیک چینل کے لیے ناگزیر ہوں اور مجھے ریڈ چینل کی انچارج بناکر ڈان کاوڈرے نے اپنی زندگی کا بہترین کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں کئی دن تک ڈان کاوڈرے کے ساتھ مقیم رہی اور یہ دن انتہائی کیف و مستی کے دن تھے۔ میں نے کیا کارنامہ اور کس طرح انجام دیا تھا۔ یہ بات میں اپنے ذہن سے محو کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ اس تمام کارروائی کے دوران مجھ سے جو جو حرکتیں سرزد ہوئی تھیں اُن کے بارے میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بذات خود میرا ان سے کوئی تعلق نہ ہو اور میں اپنے سامنے چلتی ہوئی ایک فلم دیکھتی رہی ہوں جس میں مختلف اداکار اداکاری کرتے ہیں اور بالآخر فلم ختم ہوجاتی ہے۔ بھلا آپ خود سوچیے میں نے ایک ایسے ماحول میں زندگی گزاری جس میں میری حیثیت ہمیشہ تر رہی پتا جی کی موت کے بعد تو دادا جی نے مجھے اتنا سر چڑھا لیا تھا کہ بعض اوقات خود مجھے اپنی بے تکی باتوں کا احساس ہوتا تھا اور میں دل ہی دل میں شرمندہ ہوجاتی تھی یوں سوچتی تھی کہ مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ بے چارے دادا جی کی ناز برداریوں سے میں واقعی بگڑ گئی ہوں، ایر ہوسٹس کی ملازمت بھی میری ہی ضد کا نتیجہ تھی۔ دادا جی نے تو دبی زبان سے کہا بھی تھا کہ بھارتی بے شک دنیا کی سیاحت ایک بہترین مشغلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جذبہ تمہیں اپنے باپ سے منتقل ہوا ہے۔ لیکن اس کے انداز مختلف بھی تو ہوسکتے ہیں۔ ایر ہوسٹس کی نوکری کرکے ہر طور تم کمپنی کی ملازم کہلاؤ گی اور ملازموں کو دوسروں کے احکامات کا پابند ہونا پڑتا ہے تم دنیا کے جس ملک کی بھی سیاحت کرنا چاہو اس کے لیے تیاریاں کرو، اخراجات کی بھلا کیا فکر ہے تمہیں؟ لیکن فضائی میزبان کی حیثیت سے بجانے کیوں میں بہت متاثر تھی۔ اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جہاز راں کمپنیوں میں کام کرنے والی لڑکیاں زندگی کی ساری خوشیاں سمیٹ لیتی ہیں بہر طور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا کہ ایر ہوسٹس کی نوکری کرکے میں خوش ہی رہتی تھی، لیکن اپنی تقدیر کو کیا کرتی جس کا ستارہ اچانک کسی ایسے برج میں آگیا تھا جس سے نکلنے کی کوئی راہ بھی نہ ملتی تھی اور پھر میری تقدیر اتنی کالی ہوگئی کہ رفتہ رفتہ مجھ سے سب کچھ چھن گیا۔ ماں تو چھن ہی گئی تھی پتا جی کا سایہ بھی اٹھ چکا تھا لیکن دادا جی اور موسی جی کی محبت نے سارے احساسات ذہن سے ختم کردیے۔ پھر جب یہ لوگ مجھ سے چھنے تو میری ذہنی کیفیت ہی خراب ہوگئی۔ اور اس کے بعد جو پُراسرار واقعات پیش آئے اُن میں میں اس طرح اُلجھ کر رہ گئی کہ خود اپنی ذات کی تشخیص ہی کھو بیٹھی۔ درحقیقت اگر میں اپنے آپ پر غور کرتی تو آخری فیصلہ کرنے سے قاصر رہتی کہ آخر میں چاہتی کیا ہوں؟ میرے ذہن میں اپنے دادا جی اور موسی جی کے انتقام کا لاوا کھول رہا تھا۔ میں اپنی ذات کا تشخص چاہتی تھی، میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آخر میں کون ہوں؟ میری ماں کی کہانی اس قدر اُلجھی ہوئی کیوں ہے؟ وہ سینڈ ڈائری کیا چیز ہے جس میں میرا ماضی پوشیدہ ہے۔ ماتا پربت کون ہے؟ جے شری دیوی کی یہ پُراسرار شخصیت کیوں ہے؟ سنیل

مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ بجانے کتنے سوالات میرے ذہن میں یکجا ہوگئے تھے۔ لیکن ایک سوال کا جواب بھی نہیں تھا۔ بلیک چینل میں، میں بلاشبہ ایک حادثہ کے تحت شامل ہوئی تھی اور اس کے بعد میں نے یہ سوچا تھا کہ میں بھی ایسے خطرناک لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرلوں گی جو بالآخر میرے کام آسکیں اور اسی تصور کے تحت میں نے بلیک چینل کے لیے اب تک کئی کارروائیاں کی تھیں لیکن اب جب ڈان کا ڈورے یہ کہتا تھا کہ اس نے ریڈ چینل کی انچارج کی حیثیت سے میرا انتخاب غلط نہیں کیا تھا تو میرا دل خود سے سوال کرنے لگا تھا۔ کیا دوسروں کے لیے بیش بہا کارنامے انجام دینے والی اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں کرسکتی؟ اور بجانے کیوں مجھے اپنے اعضاء مفلوج محسوس ہوتے تھے۔ میرا ذہن چیخ چیخ کر مجھ سے کہتا تھا کہ میں تنہا اپنی ذات کے لیے وہ سب کچھ نہیں کرسکتی جو کرنا چاہتی ہوں۔ بجانے کیوں اپنے سلسلے میں کچھ کرنے کے بارے میں سوچتے ہوئے میرے حوصلے ٹوٹ جاتے تھے اور دماغ کچھ اس طرح چٹخنے لگتا تھا کہ میں سوچنا ہی چھوڑ دیتی۔ ان واقعات نے مجھے بہت متاثر کردیا تھا اور میں کسی عجیب سی اعصابی بیماری کا شکار ہوگئی تھی۔ چند دنوں کے آرام کے بعد ڈان کا ڈورے نے مجھ سے کہا۔

”ڈیر بھارتی! اصولی طور پر تمہیں اب چند روز آرام کرنا چاہیے۔ اپنی یہ ذمہ داریاں پوری کرنے سے تم تھک گئی ہو تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ تم جہاں اور دنیا کے جس خطے میں جانا چاہو، میں تمہیں وہاں پہنچانے کا بندوبست کردوں۔

کچھ دن ذہنی تفریح میں گزارو تو تمہارے اعصاب پُرسکون ہوجائیں گے۔ ریڈ چینل کی ذمہ داریاں کم نہیں ہیں اور ہم اپنے جس منصوبے پر کام کررہے ہیں اس کے سلسلے میں بے شمار واقعات ہمارے منتظر رہتے ہیں۔ اور بے شمار ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ پھر تم جیسی مایۂ ناز کارکن تو خالی بیٹھ ہی نہیں سکتی۔ لیکن انسانی اصول ایک حقیقت رکھتے ہیں۔ میں تمہیں چند باتیں اور بتانا چاہتا ہوں۔ بلیک چینل کے سربراہ کی حیثیت سے مجھ پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ میں حقائق سے باخبر رکھوں۔ میں اپنے آپ کو انسانیت کا پرستار یا دیوتا قسم کا انسان نہیں ثابت کرنا چاہتا۔ بلیک چینل کی کارروائیاں بلاشبہ سنسنی خیز اور مجرمانہ ہیں اور دنیا کی کوئی بھی حکومت ہماری کارروائیوں سے باخبر ہونے کے باوجود ہماری حمایت نہیں کرسکتی۔ لیکن میرا نظریہ بالکل مختلف ہے۔ بلیک چینل کے وہ تین فی صد جنہیں میں نے چھپا کر رکھا ہے انسانیت کی بھلائی کے لیے وقف ہیں۔ بلیک چینل اپنی مجرمانہ کارروائیوں سے حاصل شدہ بڑی تری رقمیں اپنے کارکنوں کی بہبود پر خرچ کرتا ہے اور ہمارے یہ کام کرنے والے نسل در نسل کے بے مثال بحران سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ تمہارے حسابات مسٹر لاولوی کے پاس رہیں۔ جب اور جس وقت دل چاہے ان سے یہ حسابات طلب کرسکتی ہو۔ یہ تمہارا حق ہے۔ بلیک چینل بقیہ رقومات کے سلسلے میں جو نیک کارروائیاں کرتا ہے ان کی مختصر سی تفصیل تمہیں بتا دوں۔ ہم دنیا بھر کی دکھی انسانیت کو سہارا دیتے ہیں۔ کسی بھی حادثے اور کسی بھی ایسے لمحے کے لیے جو انسانوں پر بھاری ہو، ہم اپنے دروازے کھول دیتے ہیں۔ ان مصیبت زدگان کی بھرپور مدد کرتے ہیں جو اس وقت بے بسی کا شکار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا ایک ادارہ پیرس میں موجود ہے جس کے سپرد یہ ذمہ داریاں ہیں کہ وہ دنیا بھر میں ایسے مصیبت زدگان کی امداد کرے۔ آج کل ہمارے کروڑوں ڈالر افریقہ کی بہبود پر صرف ہورہے ہیں۔ جہاں قحط سالی ہے اور ہم اپنے طور پر ان لوگوں کو بھرپور امداد فراہم کررہے ہیں۔ ایسے ہی بہت سے کام جو ہم نے صرف تین فی صد حصوں میں شمار کیے ہیں کیے جاتے رہتے ہیں۔ تم اگر کبھی چاہو تو میرے ساتھ ان علاقوں کا سفر کرسکتی ہو جہاں میں نے یہ کارروائیاں کی ہیں۔ چنانچہ تم اسے بُرے لوگوں کا ایک اچھا کام قرار دے سکتی ہو۔ اور ہوسکتا ہے کبھی یہ تصور خود تمہاری ذات کے لیے بھی سکون بخش ہو۔ بھارتی یہ جو میں نے تمہیں پیشکش کی ہے وہ اس لیے کی ہے کہ تم پورے اطمینان کے ساتھ اپنا کام انجام دے سکو اور یہ نہ سوچو کہ تم ایک بُری لڑکی بن گئی ہو۔ تمہارے وسیلے بھی ہمیں جو مالی مفادات حاصل ہوں گے انہیں انسانیت کی فلاح پر خرچ کیا جائے گا۔ بہرحال یہ تم پر منحصر ہے اور تم اس کا حق رکھتی ہو کہ جہاں بھی تمہیں کسی الجھن کا احساس ہو وہاں اپنے اطمینان کے لیے مجھ سے رجوع کرو۔ میں تمہارا ذہنی سکون چاہتا ہوں اور یہ بات صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ میں اپنے کارکنوں کے ساتھ انتہائی خاص سلوک کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں باس کا تصور یہ نہیں ہے کہ ایک وحشی شخص باس کی کرسی پر بیٹھا ہوا بے ہنگم قہقہے لگا رہا ہو اور اس کے کارکن اس کے سامنے دہشت سے کانپ رہے ہوں۔ وہ جب چاہے ان میں سے کسی کو گولی سے اُڑا دے اور جب چاہے ان میں سے کسی کو برباد کردے یا ان کی زندگی ختم کردے۔ ہمارے ہاں ہر کارکن اپنی جگہ ایک گروہ ہے اور اپنی جگہ ایک گروہ کا سردار ہے۔ میں نیا کام سونپنے سے پہلے تمہارا مکمل اطمینان چاہتا ہوں اگر تم یہ سب کچھ پسند نہ کرو تو اپنے وطن بھی واپس جاسکتی ہو

اور اس کے بعد نیا پروگرام تمہیں سرلاے مل جائے گا۔“

”تو جناب، میرے لیے یہی بہتر ہوگا کہ آپ مجھے میرے وطن بھجوا دیں۔“

”ٹھیک ہے اس کے لیے تم مجھے دو دن کا وقت دو گی۔ دراصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہاری ہمشکل جو بھارتی کی حیثیت سے تمہارا کردار انجام دے رہی ہے اس وقت کہاں ہے؟ اور جب بھی مجھے یہ معلوم ہوگیا تمہیں وہاں سے اپنی جگہ تبدیل کرنے کا موقع مل جائے گا۔“

”ٹھیک ہے مسٹر ڈان کا ڈورے۔ آپ کے اس بہترین رویے نے میرے ذہن میں کبھی کوئی برائی نہیں پیدا ہونے دی۔“ میں نے شکر گزارانہ انداز میں کہا اور ڈان کا ڈورے مجھ سے رخصت ہوگیا اس کے بعد تین دن صرف ہوئے تھے۔ مجھے تیسرے دن اطلاع ملی کہ میری ہمشکل لڑکی اس وقت ناروے میں ہے چنانچہ ڈان کا ڈورے نے مجھے بذریعہ جہاز ناروے پہنچا دیا۔ ناروے کے اس مخصوص ہوٹل میں جہاں میں قیام کرتی تھی میری ہمشکل موجود تھی اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا ”آنے میرے خیلعل کی اطلاع مل چکی ہے اور اب وہ آرام کرے گی۔ چنانچہ ہوٹل کے اس کمرے میں شخصیتیں تبدیل ہوگئیں۔ میرے جہاز کے عملے کے شناسا اسی ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ ناروے میں صرف چھتیس گھنٹے قیام کیا گیا اور اس کے بعد میں اپنی فلائٹ سے ہندوستان چل پڑی۔ یہ سب بے حد عجیب محسوس ہو رہا تھا جسے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی۔ اپنی ایئر ہوسٹس کی ذمہ داریوں سے میں بہت دور ہوگئی تھی۔ اور بعض اوقات مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے میں اپنی ذمہ داریاں بھولتی جارہی ہوں۔ اس فلائٹ میں بھی میں کچھ ایسی ہی رہی اور میری ساتھی لڑکیاں مجھے ٹوکتی رہیں۔ میں نے اپنی اس کمزوری پر قابو پانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اس طرح تو میری پول کھل جائے گی اور شاید ایئر ہوسٹس کی نوکری ترک کرنے کے بعد بلیک چینل کے لیے بھی میں کارآمد نہ رہوں۔ کیونکہ مجھ سے ابھی تک یہ نہیں کہا گیا تھا کہ میں اپنی یہ نوکری ترک کردوں۔ بہرحال میں ہندوستان پہنچ گئی اور ایئرپورٹ پر ہی میری ملاقات مسٹر شکلا سے ہوئی۔ بڑے ہی مہربان انسان تھے، لیکن یہ سوچ کر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ وہ میرے پروگرام اس انداز میں کیوں ترتیب دیتے تھے جو بلیک چینل کے مفادات میں ہوں۔ بعض اوقات مسٹر شکلا کی شخصیت بھی مجھے مشکوک نظر آنے لگتی تھی۔ لیکن پھر خود ہی اپنے اس خیال کو ترک کرنا پڑتا تھا۔ مسٹر شکلا سے میری اس وقت سے شناسائی تھی جب میں ایئر ہوسٹس کی زندگی میں داخل ہوئی تھی۔ وہ بہت ہی نیک اور مہربان قسم کے آدمی تھے اور انہوں نے جا دبے جا میری ناز برداریاں بھی کی تھیں۔ پھر طور طریق [illegible] کیا تھا۔ سب کچھ بے حد عجیب عجیب لگ رہا تھا۔ گھر میں داخل ہوئی تو ماتاجی اور راٹو دستور کے مطابق مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ وہ تو مجھ سے ایسی ایسی باتیں کرنے لگا کہ میں ششدر رہ گئی۔ یقیناً یہ اس لڑکی کا بیش بہا کارنامہ تھا جو میری ہمشکل تھی کہ اس نے میرا کردار بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا تھا۔ میں یہ جاننے کی خواہشمند تھی کہ اس سے کہیں چوک ہوئی ہے یا نہیں۔ یہاں آنے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ اب جب تک نیا شیڈول نہیں مل جائے گا گھر سے باہر قدم نہیں نکالوں گی سوائے میں فلائٹ پر جانا چاہتی تھی کیونکہ اس طرح میری تربیت کی تجدید ہوجاتی تھی ورنہ بجانے کیا کیا بھول جاتی۔ راگنی اسی رات واپس آگئی تھی جس دن میں یہاں پہنچی اور رات کو اس کے ساتھ خوب باتیں رہیں۔ راگنی بھی اپنی معمول کی زندگی سے خوش تھی۔ بہت سی باتیں ہوتی رہیں لیکن اس روشنی میں جس روشنی میں میری ہمشکل راگنی کے ساتھ رہتی تھی۔ راگنی نے مجھے کہا۔ ”یہ چیٹرجی تو حد سے آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ تم مشورہ دو میں انہیں کیا جواب دوں؟“

”چیٹرجی۔“ بھلا میں نے چونک کر کہا۔

”ہاں صحیح میں نے تمہیں بتایا تھا نا وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور میری ہر طرح کی شرائط پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔“ مسٹر چیٹرجی کو میں جانتی تھی۔ یہ بھی ہماری کمپنی کے ایک پائلٹ تھے۔ نوجوان اور خوب صورت آدمی تھے۔ راگنی یقیناً میری ہمشکل کو ان کے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوگی۔ تعجب ہے اس نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ لیکن یہ ذکر کرنے کی بات بھی نہیں تھی۔ میں نے فوراً ہی بات سنبھال لی اور آہستہ سے بولی۔

”راگنی زندگی میں کوئی نہ کوئی منزل تو اپنانی ہی ہے اگر شادی کرلو تو حرج کیا ہے؟“

”بس میں یہ سوچتی ہوں کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوجائے اس کے بعد میں اپنی یہ ملازمت بھی ترک کردوں گی۔ بس کا جی چاہتا ہے اپنے گھر سے دور رہنے کو۔ میں چاہتی ہوں کہ جب میں پتنی بنوں تو ایک مکمل پتنی کی حیثیت اختیار کرجاؤں۔ زندگی دو دھڑوں میں بٹی رہے تو زندگی نہیں رہتی۔“

”اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے راگنی کہ تم چیٹرجی کے ساتھ فلائٹس پر جایا کرو اور دونوں میاں بیوی اپنا کام انجام دیتے رہیں۔“

”نہیں رہی وہ بھی بھلا کوئی زندگی ہوگی پھر تو گھر کا تصور ہی ختم ہوجاتا ہے۔“

"ہاں یہ بھی ٹھیک کہتی ہو تم۔"

"ابھی سوئی ہوں ان دنوں۔ کچھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"بس تو پھر تم چیٹرجی سے شادی کر لو۔ تمہارے اپنے دل میں تو اس کے لیے گنجائش ہے نا؟"

"بنا تو چکی ہوں نہیں۔ برا انسان نہیں ہے اور پھر اچھا آدمی بھی نہیں۔ سلیقے سے گفتگو کرتا ہے اور اس کی باتوں میں ایک خلوص سا بن جھلکتا ہے۔"

"میری رائے بھی اس کے بارے میں بہت اچھی ہے۔ میں سمجھتی ہوں راگنی نہیں یہ قدم اٹھا لینا چاہیے۔ بات ماتا جی کے سامنے آئی یا نہیں؟"

"لولائے گا کون یہ بات ماتا جی کے سامنے تمہارے علاوہ۔"

"ہاں۔ ہاں تو پھر کیا خیال ہے تیرا؟ میں تذکرہ کر دوں ماتا جی سے؟"

"ابھی نہیں مجھے کوئی صحیح فیصلہ کر لینے دو۔ ونود درمیان میں رہ جائے گا۔ مانتی ہوں کہ تم ہر طرح سے اس گھر کا خیال رکھتی ہو اور سچی بات یہ ہے کہ تم نے میری ساری ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں لیکن بھارتی بالآخر تمہیں بھی ایک نہ ایک دن اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"ونود کے جوان ہونے تک تم بوڑھی ہو جاؤ گی۔ ابھی اس میں بہت وقت لگے گا۔ تم ونود کی فکر مت کرو راگنی۔ ہم دونوں ایک ہی طرح کی زندگی رکھتے ہیں۔ بس ذرا انداز مختلف ہیں کیوں نہ مل جل کر یہ مسئلہ بھی حل کر لیں۔ کسی ایک کو اچھا مستقبل مل جائے تو کیا حرج ہے۔"

راگنی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"بھارتی تو بہت عجیب ہو گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تیرے لیے کیا کروں۔ بعض اوقات تو تو مجھے بالکل بدلی بدلی لگتی ہے، تیری باتیں اس طرح جنگلی جنگلی ہوتی ہیں کہ میں حیران رہ جاتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تیرا دل کن دکھوں کا شکار ہے پتا نہیں کیسی باتیں کرنے لگتی ہے تو۔ میں یہ بالکل پسند نہیں کروں گی کہ تو ویران میں رہ جائے اور میں اپنی منزل پا لوں۔ بھارتی کوئی فیصلہ کرنا ہی پڑے گا ہمیں اپنے جیون کے بارے میں دیکھ میں نے اچھے خاصے پیسے جمع کر لیے ہیں۔ تیرے پاس بھی بھگوان کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ ساری باتوں کو چھوڑ زندگی کے نئے دور میں قدم رکھ رہا ہے تو پھر زندگی کی نئی خوشیوں کو اپنایا جائے۔ اس سے کیا فائدہ کہ ہم بیچ راستے میں بھٹکتے رہ جائیں۔"

"مجھے سوچنے کا موقع دے راگنی۔ بس کوئی فیصلہ تو کرنا ہی ہوگا"

نجانے کب تک راگنی مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر سو گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ بھٹکی ہوئی بھارتی جس کا تذکرہ راگنی کر رہی تھی واقعی ایک حیثیت رکھتی تھی میری ہم شکل ہر طرح سے میرا کردار انجام دے رہی تھی لیکن وہ میری جذباتی کیفیت کا اظہار تو نہیں کر سکتی تھی اور یقیناً ایسے لمحات میں اسے بھی اپنی پوزیشن سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہوگا اور راگنی کو مطمئن کرنا واقعی اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہوگا۔ لیکن آفرین ہے اس پر کہ اس کے باوجود اس نے راگنی کو ابھی تک شبے کا کوئی موقع نہیں دیا۔ ویسے یہ بڑی سنسنی خیز کیفیت تھی۔ کبھی اگر اس کا راز کھل گیا تو کیا ہوگا؟ میرے اپنے حالات بھی سنبھالے نہیں سنبھل رہے تھے لیکن مستقبل کے خطروں کو تو میں نے نظرانداز کر ہی دیا تھا بلاشبہ راگنی کا جیون ایک ایسی لڑکی کا جیون تھا جو مستقبل کی طرف دیکھ رہی تھی جسے اپنا ایک گھر درکار تھا اور جو اس گھر میں ایک بیٹی کی حیثیت سے رہنا چاہتی تھی لیکن میں۔ میرے سامنے بھلا کون سی منزل تھی؟ میں تو اپنی ہی ذات کے بھنور میں پھنسی ہوئی تھی۔ بہرطور نجانے کب انہی خیالات میں نیند آ گئی۔ دوسری صبح ونود کے ساتھ ناشتا کرتے ہوئے ہنستی بولتی رہی۔ اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ راگنی بھی آج گھر پر ہی تھی چنانچہ ہم نے اپنے وہی مشاغل اپنائے جو چھٹیوں کے دنوں میں اپناتے تھے۔ سارے گھر کی اپ سیٹ کر ڈالا گیا۔ سلاد بوی سے ملنے کو جی چاہا تھا اور دن اتنی جلدی سے گزر گئے کہ احساس بھی نہ ہو سکا۔ ونود کو ہمیشہ میرے واپس آنے سے خوشی ہوتی تھی۔ اس نے مجھے بہت سی ایسی چیزیں دکھائیں جو میں اس کے لیے دنیا کے مختلف ملکوں سے خرید کر لائی تھی لیکن درحقیقت وہ چیزیں میں نہیں لائی تھی۔ میں لمحہ لمحہ اس لڑکی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی جو بڑی خوش اسلوبی سے میرا کردار ادا کر رہی تھی۔ بہرطور اس طرح دو دن گزر گئے، تیسرے دن مجھے پھر فلائٹ شیڈول مل گیا مجھے منیلا جانا تھا۔ میں نے اپنے تمام فرائض خوش اسلوبی سے نبھائے منیلا میں دو دن رکی اور اس کے بعد واپس ہندوستان آ گئی پھر مجھے ایک اور سفر کرنا تھا اور اس کے بعد تین دن کی چھٹی مل گئی۔ کئی دن ہو چکے تھے۔ اس سلسلے میں چنانچہ سلاد بوی سے مل لینا مناسب سمجھا۔ اور بالآخر میں ان کے پاس پہنچ گئی۔ سلاد بوی نے معمول کے مطابق میرا استقبال کیا تھا کہنے لگیں۔

"مجھے تمہاری واپسی کی اطلاع مل گئی تھی اور تمہارے اس کارنامے کی بھی جو تم نے کالو ویرے کے سلسلے میں انجام دیا تھا۔ بھارتی درحقیقت انسان میں بڑی لچک ہوتی ہے اور [illegible]

کے تحت وہ سب کچھ اپنا لیتا ہے جو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں کہ تم نے جب دل سے یہ زندگی قبول کی تو دل ہی سے اسے نبھا بھی دیا۔ اب یہ بتاؤ پروگرام کیا ہے؟ اور ہاں مسٹر ڈان کاڈورے نے مجھے یہ بھی ہدایت دی تھی کہ تمہارے حسابات تمہیں پیش کر دوں۔"

"ان کی ضرورت نہیں ہے سلاد بوی۔ بھگوان کی سوگند مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ بس میں تو اپنی ذات میں سکون چاہتی ہوں۔"

سلاد بوی خاموش ہو گئیں۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔

"ڈان کاڈورے نے یہ بھی کہا ہے مجھ سے کہ اگر تم پرسکون ہو تو تم سے سوال کروں کہ کیا اب تم ریڈ چینل کی رکن کی حیثیت سے اپنا کام کرنا پسند کرو گی؟"

"کیوں نہیں۔ میں نے اس کے لیے منع کب کیا ہے مسٹر ڈان کاڈورے کو؟"

"تو پھر تمہیں پیرس جانا ہوگا، تمہاری ذمہ داریاں معمول کے مطابق سنبھال لی جائیں گی۔"

"اوہ! لیکن یہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ پیرس کی فلائٹ مجھے فوراً ہی مل جائے گی؟"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ اسی انداز میں ہو جائے گا۔ تمہاری ہم شکل یہاں آ کر تمہاری جگہ سنبھال لے گی اور پھر تم کسی بھی کمپنی کی فلائٹ سے پیرس جا سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سلاد بوی مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہیں بالآخر طے پایا کہ کل مکمل انتظامات کرنے کے بعد وہ مجھے اطلاع دیں گی اور پروگرام کے مطابق دوسرے دن جب میں ان سے ملی تو میری ہم شکل وہاں موجود تھی۔ اس نے مسکرا کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور پھر میرا لباس اس کے بدن پر پہنچ گیا اور یہاں سے میری شخصیت پھر تبدیل ہو گئی۔ مجھے ایک طیارے سے پیرس روانہ ہونا تھا۔ اس قسم کے سفر کرتے ہوئے بعض اوقات بے حد لطف آتا تھا۔ جہاز میں، میں عموماً فضائی میزبان کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتی تھی۔ لیکن خود ایک مہمان کی حیثیت سے سفر کرتے ہوئے وہی کیفیت ہوتی ہے جو ایک ٹیکسی ڈرائیور جس کا کام دن رات سواریوں کو ادھر سے ادھر ڈھونا ہوتا ہے اور جس کے ہاتھ اور پاؤں صرف اسٹیئرنگ اور ایکسیلیٹر کے عادی ہوتے ہیں خود کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر سفر کرے۔ ایئر ہوسٹس اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہی تھیں اور میں دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی اور اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہی تھی جہاز میں داخل ہونے کے بعد جب مجھے میری سیٹ بتائی گئی تو میں آگے بڑھ گئی اور بیٹھنے کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا شانہ خصوصی طور پر اس طرح میری طرف کیا کہ میرا بدن اس کے شانے سے مس ہو جائے اور ایسا ہی ہوا تھا، البتہ میں اس شخص کی اس حرکت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی، جب میں نے اس پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی تو وہ بے غیرتی سے مسکرا دیا۔ بڑی منحوس شکل کا مالک تھا۔ تانبے جیسی رنگت، گہری گھنی اور بھوری مونچھیں، آنکھوں میں ایک شیطانی چمک، چوڑے چکلے بدن کا مالک تھا۔ غالباً اسپینش معلوم ہوتا تھا۔ میں اس پر نفرت بھری نگاہ ڈالتی ہوئی آگے بڑھ گئی اور بالآخر اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اس طرح کے لوگ تو ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور میری زندگی کے تجربات میں یہ کوئی نیا تجربہ نہیں تھا میرے برابر جو شخص آ کر بیٹھا وہ انتہائی مقبول صورت اور خوش پوش نوجوان تھا۔ عمر تیس بتیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی، بدن بھرا بھرا تھا اور اس نے کوئی بہت ہی نفیس قسم کا پرفیوم استعمال کیا تھا جس کی بھینی بھینی خوشبو بہت خوشگوار لگ رہی تھی لیکن ابھی چند لمحات قبل کے ہونے والے تجربے نے میرے دل میں جو کدورت پیدا کر دی تھی وہ زائل نہ ہو سکی اور میں نے ناگواری سے سوچا کہ کاش میرا ہم سفر کوئی نوجوان نہ ہوتا۔ کوئی خاتون ہوتی۔ بہرطور اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔ طیارہ فضا میں بلند ہو کر چل پڑا۔ اور میں آنکھیں بند کر کے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹک گئی۔ میرا ذہن پیرس کی فضاؤں میں گم ہو گیا اور بہت سے خیالات میرے ذہن میں چکرانے لگے۔ ڈان کاڈورے کے بارے میں سوچ رہی تھی اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس بار کیا ذمہ داری میرے سپرد کی جائے گی۔ بہرطور سفر میں کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو قابل ذکر ہوتی۔ طیارہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا البتہ کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود مجھے اپنے ہم سفر نوجوان میں کوئی تحریک نہ محسوس ہوئی۔ غالباً اس نے ایک بار بھی ایئر ہوسٹس کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی اس نے کوئی ایسی کوشش کی تھی جس میں مجھے متوجہ کیا جاتا۔ میں نے یونہی سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی اور چند لمحات اسے دیکھتی رہ گئی۔ نوجوان واقعی بہت دلکش تھا، اس کے ہونٹ عنابی رنگ کے تھے چہرے پر ہلکی ہلکی نیلاہٹ جو روزانہ شیو بنانے والوں کے رخساروں پر ہوتی ہے۔ بال بہت دلکش طریقے سے بنے ہوئے لیکن اس کے چہرے پر ایک مردنی سی نظر آ رہی تھی اور وہ بہت افسردہ سا لگ رہا تھا۔ یونہی شغل کے طور پر میں

اس کے چہرے سے بہ اندازہ لگا رہی تھی کہ اس پر کیا بیت رہی ہے لیکن ظاہر ہے کوئی بات نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ نوجوان کی نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرائیں تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا اور نجانے کیوں مجھے اس کی یہ مسکراہٹ بہت اچھی لگی۔

"ہیلو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو مس۔ معاف کیجیے گا ہم لوگ اتنی دیر سے سفر کر رہے ہیں لیکن اب تک ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ اگر ہمارے درمیان تعارف ہو جائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ کم از کم دوران سفر ایسا ہو تو وقت بہت زیادہ ہوتا ہے جس میں بے مقصد باتیں کی جاتی ہیں۔" میں نے کہا۔ "ہاں یقیناً۔ لیکن بہت زیادہ خاموشی کی کوفت دور ہو جاتی ہے۔"

"میرا نام بھارتی ہے اور میں پیرس جا رہی ہوں۔"

"میں آرچر ہوں اور میں بھی پیرس جا رہا ہوں۔ لیکن ہم ایک دوسرے سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ ہم پیرس کیوں جا رہے ہیں؟" اس نے کہا اور میں مسکرا دی۔

"ہاں یقیناً تعارف کے انداز میں بھی کوئی جدت ہونی چاہیے یہ ساری باتیں پرانی ہو گئی ہیں۔"

"جی۔ آپ پیرس کتنے عرصے قیام کریں گی؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہو سکتا ہے ایک ہفتہ، ہو سکتا ہے ایک مہینہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد دیر تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ میں نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس سے کہا۔

"سوری مسٹر آرچر کیا آپ کچھ بیمار ہیں؟"

"ہاں میں ذہنی طور پر بیمار ہوں اور مجھے خوف کی بیماری ہے۔" اس نے بھرپور سنجیدگی سے کہا۔

"خوف کی بیماری؟"

"جی ہاں۔ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سفر میری زندگی کا آخری سفر ہے۔"

"اس احساس کی وجہ؟"

"آپ انسان کی اندرونی قوتوں سے کچھ واقفیت رکھتی ہیں؟" "اندرونی قوتوں سے آپ کی کیا مراد ہے۔؟ اندرونی قوتوں کو بہت سے نام دیے جاتے ہیں۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ بعض لوگ ول پاور رکھتے ہیں بعض لوگ اپنی چھٹی حس سے کام لیتے ہیں۔ کچھ ماہرِ فن ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جیسے علم کی واقفیت رکھتے ہیں لیکن یہ سب وہ چیزیں ہیں جو نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ انسان اپنی ذات کے لیے جو کچھ محسوس کرے وہ بھی اس کی اندرونی قوت ہی کا ایک کرشمہ ہوتا ہے۔"

میں اس کے الفاظ پر غور کرنے لگی اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "میں آپ سے متفق ہوں۔"

"تو میں بھی یہی اس اندرونی آواز کے بارے میں آپ سے عرض کر رہا تھا۔ میرے دل کے اندر ایک آواز ابھر رہی ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ میں زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکوں گا۔"

"لیکن ہر تصور کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ ہر تصور کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور بعض وجوہات ہی یہ احساس دلاتی ہیں۔"

"آپ کسی پریشانی کا شکار ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"کیا پریشانی ہے؟ اگر وہ انسانی حیثیت رکھتی ہے تو میں آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے کہا اور دفعتاً ہی میرا ذہن ماضی میں لوٹ گیا۔

مجھے وہ اندھا نوجوان یاد آ گیا۔ اس کے بھائی نے یہ کہہ کر میرے سپرد کیا تھا کہ یہ بے چارہ آنکھوں کے علاج کے لیے جا رہا ہے اور میں اس کی مدد کروں پھر اس اندھے شخص کی وجہ سے میں عجیب و غریب مشکلات کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد وہ حاملہ عورت یاد آئی جس کا چہرہ درد و کرب کی تصویر بنا ہوا تھا اور جس کی طرف میں انسانی ہمدردیوں کی بنا پر متوجہ ہوئی تھی۔ بعد میں وہی عورت مجھے ایک کلب میں رقص کرتی نظر آئی تھی اور بالکل بہتر حالت میں تھی۔ دنیا میں مکر و فریب کے ایسے نت نئے طریقے رائج کر لیے گئے ہیں کہ انسان پر سے انسان کا اعتماد ختم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ شخص بھی مجھے شاید کوئی ایسی ہی کہانی سنانا چاہتا ہے۔ بہر طور مجھے ان احمقانہ کہانیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اس کے بعد کافی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"مس بھارتی میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور اُسے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"جی فرمائیے۔"

"مس بھارتی ہو سکتا ہے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوں لیکن آپ اگر میری تھوڑی سی مدد کر دیں تو میں زندگی میں ہی نہیں بلکہ موت کے بعد بھی آپ کا شکر گزار رہوں گا۔"

"جی فرمائیے۔" میں نے کسی قدر کھردرے لہجے میں کہا۔ بتا نہیں اس نے میرے لہجے کا نوٹس لیا تھا یا نہیں۔ وہ ہونٹ سکوڑ کر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"آپ تصور نہیں کر سکتیں کہ میری کیفیت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے یہاں اس طیارے میں بھی بہت سی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہیں اور یہ سوچ رہی ہوں کہ میری زندگی کس طرح ختم کی جا سکتی ہے۔"

"آخر اس احساس کا مرکز کیا ہے؟ کوئی وجہ ہوگی؟ آپ کو اپنے کچھ ایسے دشمنوں سے خدشہ ہوگا جو آپ کو ختم بھی کر سکتے ہیں۔"

"ہاں یہی وجہ ہے مجھے اپنے کچھ دشمنوں سے خطرہ لاحق ہے۔"

"دشمنی بے سبب نہیں ہوتی۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے اس کا سبب بھی ہے لیکن سبب ایسا ہے جسے شاید آپ تسلیم نہ کر پائیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی خاموشی سے میں یہ اظہار کر رہی تھی کہ مسٹر آرچر مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کی زندگی کو کیا خطرہ لاحق ہے اور ایسی باتیں کر کے آپ میری سمع خراشی کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے۔ نوجوان یا تو بہت ہی سیدھا سادا تھا یا بے حس یا پھر بہت زیادہ چالاک کہ وہ میری کیفیات کو نوٹ نہیں کر رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"تو میں نے آپ سے ایک کام کے لیے کہا تھا۔"

"جی جی فرمائیے۔" میں پھر اسی انداز میں بولی۔ نوجوان نے اپنی بند مٹھی میرے سامنے کھول دی۔

اس مٹھی میں ایک سرخ رنگ کے کاغذ کی چٹ رکھی ہوئی تھی۔

"براہ کرم اسے اٹھا لیجیے۔"

میں نے سرسری سی نگاہ سے اس چٹ کو دیکھا اور پھر بولی۔

"کیوں؟"

"یہ اپنے پاس محفوظ کر لیجیے۔ آپ کو خود بھی اندازہ ہوگا کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ کیا جائے۔ یہ ایک سادہ سا کاغذ ہے جس پر یہ لائن لکھی ہوئی ہے اس میں کچھ نمبر اور ہندسے ہیں۔ بس میرا کام اتنا سا ہے آپ کے لیے کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو آپ یہ چٹ پیرس میں ایک جگہ پہنچا دیجیے۔"

میں اس بار ذرا گہری نگاہوں سے اس چٹ کو دیکھنے لگی۔ واقعی اس پر انگریزی کے کچھ لفظ اور ہندسے لکھے ہوئے تھے کاغذ میں بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی جو کسی طرح سے شبہے کا باعث ہوتی اگر یہ چٹ میں اپنے پاس رکھ لوں تو دنیا کا کوئی بھی قانون اسے جرم قرار نہیں دے سکتا۔ نہ ہی اس پر لکھے ہوئے الفاظ کوئی ایسی حیثیت رکھتے ہیں جو باعثِ تشویش ہوں۔ میں نے گردن ہلکی سی خم کی اور بولی۔

"میری دعا ہے کہ آپ کو کوئی حادثہ نہ پیش آئے اور آپ کے خدشات غلط ثابت ہوں تاہم اگر ایسا کوئی کام ہے تو میں یہ کام کر دوں گی۔ لیکن یہ کہیں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جو کسی طرح ملکی قوانین کے خلاف ہو؟"

"آپ یقین کیجیے اس کا تعلق ملکی قوانین سے بالکل نہیں ہے۔" "ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا اور مجھے اس شخص سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

"آخر وہ کیوں اس خوف کا شکار ہے۔" میں نے اس سے کہا۔ "مسٹر آرچر آپ اگر کام مجھ سے لینا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ بتائیے آپ حادثے کے بارے میں یقین کیوں رکھتے ہیں؟ اگر کوئی شخصیت آپ کی نگاہوں میں مشکوک ہے تو آپ اس کی نشاندہی کر دیں۔ اس کے لیے کوئی بندوبست پہلے سے کر دیا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ طیارے کے اس سفر میں کوئی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔" "ہاں اس میں کوئی شک نہیں لیکن پیرس ایئرپورٹ میرے لیے خوف کا باعث ہے۔"

"آپ کوشش کیجیے کہ وہاں آنے کے بعد فوراً ہی وہاں کی پولیس سے رابطہ قائم کر لیں اور اپنے لیے تحفظ طلب کر لیں۔" میرے ان الفاظ پر آرچر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"بہر طور یہ تو سب بعد کی باتیں ہیں۔ آپ ذرا ایک چیز کو اچھی طرح نوٹ کر لیجیے۔ مشرقی پیرس میں ڈائمنڈ پول کے نام سے سوئمنگ کلب ہے۔ آپ کو اس کلب میں جا کر گریشیا نامی ایک لڑکی سے ملنا ہوگا۔ یہ لڑکی کلب ہی میں کام کرتی ہے اور لیسپیڈو سے آپ کو اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ شام کو پانچ بجے کے بعد اس کی ڈیوٹی کے اوقات شروع ہوتے ہیں۔ یہ چٹ آپ گریشیا نامی لڑکی کو دے دیجیے گا اور اگر گریشیا سے آپ کی ملاقات نہ ہو سکے تو ڈائمنڈ پول کے بالکل عقب میں ایک عمارت ایمون کراس اسکوائر نامی موجود ہے۔ اس کے فلیٹ نمبر بارہ میں آپ شام کو پانچ بجے کے بعد چلی جائیے۔ غالباً چھ بجے کا وقت موزوں رہے گا۔ وہاں جو کوئی بھی آپ کو نظر آئے آپ اس کو یہ چٹ دے دیجیے گا۔ بس یہ کام ہے میرا۔ بلاشبہ میں نہیں جانتا مس بھارتی کہ پیرس میں آپ کی مصروفیات کیا ہوں گی، لیکن اگر آپ میرے لیے یہ وقت نکال سکیں تو آپ یوں سمجھ لیجیے کہ انسان کے ساتھ ایک انسان کا بہتر سلوک ہوگا۔ اس کے بدلے میں آپ کو کسی خدمت کی پیش کش کر کے مذاق نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ سب کچھ آپ کو اس وقت کرنا ہوگا جب میں اس دنیا میں نہ رہوں گا اور جب میں اس دنیا میں نہ رہا تو پھر آپ کے احسان کو اتارنے کی

پیش کش کیسے کر سکتا ہوں؟ آپ بھی سمجھ رہی ہیں نا میری بات؟"

میں نے تعجب سے اس نوجوان کو دیکھا اور پھر بولی: "اس کے باوجود میری دعا ہے کہ آپ ہر طرح کے حادثے سے محفوظ رہیں۔"

"مس بھابانی آپ براہ کرم جو لنگی سیڑھیاں اُترتے ہوئے مجھ سے دُور رہیں۔ میں آپ کو پہلے سے آگاہ کیے دیتا ہوں کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اور اگر آپ میرا یہ کام کر دیں گی تو میری رُوح بھی آپ کو دُعا دے گی۔"

اب میں واقعی اس شخص سے متاثر ہو گئی تھی۔

"مسٹر آرچر، اور اگر آپ زندہ رہے تو...؟" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تو پھر میں آپ کو تلاش کر کے آپ کے اس احسان کا شکر ادا کروں گا۔"

"میرا مطلب ہے کہ کیا پھر بھی مجھے ڈائمنڈ پول یا لیبون کراس کو اسٹ جانا ہو گا؟"

"ہرگز نہیں۔ اس وقت آپ اس چٹ کو پھاڑ کر کہیں بھی پھینک دیجیے گا۔ یہ بات صرف میرے موجود نہ ہونے کے بعد ہی اہمیت اختیار کرے گی۔"

میں نے گردن جھکی اور اس کے بعد خاموش ہو گئی۔ آرچر بھی خاموش ہو گیا تھا۔ ویسے اس نے میرے لیے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ اس کے دعوے کی تصدیق کے لیے پیرس ایئرپورٹ پہنچنا ضروری تھا۔ ویسے چھوٹا سا کام تھا اور میرے دل میں اس کے بارے میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن پھر اس کے ساتھ ساتھ ہی نوجوان کے لیے بھی میرے دل میں ہمدردی کی ایک لہر بیدار ہو گئی تھی۔ ابھی وہ عمر کی نوجوانی کی منزل میں تھا، ابھی سے موت کا تصور یا خوف اس پر مسلط نہیں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں کس چکر میں ہے اور اسے اپنی زندگی کا خطرہ کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ نوجوان نے اس گفتگو کے بعد مجھ سے اور کوئی بات چیت نہیں کی تھی۔ میں بھی خاموش رہی۔ میں نے چٹ اپنے پاس احتیاط سے محفوظ کر لی تھی اور اس کے بعد ہمارا یہ سفر ختم ہو گیا۔ طیارہ پیرس ایئرپورٹ پر اپنی تمام تر روایتی خصوصیات کے ساتھ اُتر گیا اور اس کے بعد دفعتاً ہی مجھے خیال آیا کہ نوجوان نے مجھ سے دُور رہنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس سے اپنا فاصلہ پیدا کر لیا تھا۔ سیڑھیوں سے اُترتے ہوئے میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ بالآخر معمولات شروع ہو گئے اور ہم کسٹمز ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ میری توجہ کسٹمز افسران کی طرف مبذول ہو گئی تھی کیونکہ اس وقت بڑی مستعدی سے کام کیا جا رہا تھا اور پھر افراتفری کا سا احساس ہو رہا تھا۔ لوگ کلیئر ہو کر باہر جانے لگے اور میں تھوڑی دیر کے لیے اس نوجوان کو بھول ہی گئی۔ پھر میرا مختصر سا سامان چیک ہو گیا اور میں باہر نکلنے ہی والی تھی کہ دفعتاً مجھے دھماکے اور چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ایک دم اُچھل سی گئی۔ گویا کچھ ہو گیا۔ بے اختیار میں باہر نکل آئی اور تیزی سے اُس طرف بڑھنے لگی جدھر لوگوں کا ہجوم ہوتا جا رہا تھا اور جو کے درمیان میں نے ایک دل دوز منظر دیکھا۔ اس کا بدن گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا اور باہر پولیس کے سائرن بج رہے تھے واقعی یہ وہی تھا، سو فی صدی یہ وہی تھا اور میرا دل لرز کر رہ گیا۔ کتنا یقین تھا اُسے اپنی موت کا۔ لیکن اُس سے کسی قسم کا تعلق ظاہر کرنا اپنے آپ کو مصیبتوں میں گرفتار کرنا تھا۔ میرے اعصاب چند لمحات کے لیے کشیدہ ہو گئے مگر اس تربیت کے بعد جو مجھے مسٹر ڈان کاؤڈرے نے دلوائی تھی۔ اعصابی طور پر میں بہت مضبوط ہو گئی تھی، لیکن نوجوان سے جو میری گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد یہ گفتگو میرے لیے واقعی اعصاب شکن تھی۔ میرا دل غم و اندوہ میں ڈوب گیا تھا۔ کم از کم اور کچھ نہیں تھا تو یہ تو تھا کہ اس کے الفاظ میں بڑی نرمی اور شائستگی تھی۔ اور اس نے دوران سفر ایک بھی ایسی گھٹیا حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جس سے میرے دل میں اس کے خلاف کوئی بُرائی پیدا ہو جاتی، ایک اچھا شخص بڑی بے کسی کی موت مر گیا۔ میں لرزتے قدموں سے وہاں سے ہٹ آئی۔ پولیس اپنی کارروائیاں کر رہی تھی اور میں کسی جھگڑے میں پھنسنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اب وہ چٹ میرے لیے انتہائی اہمیت اختیار کر گئی تھی جو نوجوان نے مجھے دی تھی۔ میں جانتی تھی کہ یہاں مجھے رہنے کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ اس کے بارے میں پہلے ہی سے معاملات طے ہو گئے تھے لیکن میں یہ بھی جانتی تھی کہ مسٹر ڈان کاؤڈرے سے ملاقات کرنے کے لیے مجھے کہاں جانا ہو گا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھی سفر کر رہی تھی۔ جو ہوٹل مسٹر ڈان کاؤڈرے نے میرے لیے منتخب کیا تھا اور جس کا ایک کمرہ میرے لیے ریزرو تھا اس تک پہنچنے کے بعد میں ایک پورٹر کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ پورٹر کو میں نے ٹپ دے کر روانہ کر دیا اور اس کے بعد ایک کرسی پر تھکے تھکے انداز میں بیٹھ گئی۔ نوجوان کی موت نے مجھ پر بہت بُرا اثر ڈالا تھا اور میرے بدن میں ہلکی ہلکی کسک سی محسوس ہو رہی تھی جسے دُور کرنے کے لیے میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنے لیے کافی طلب کی۔ گرم گرم کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں اپنے اعصاب کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کافی کے تلخ ذائقے نے مجھے کسی حد تک اضمحلال سے دُور کر دیا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھی اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر میں نے وہ چٹ نکالی اور اس کے الفاظ پر غور کرنے لگی۔ چٹ پر پنسل سے کچھ لفظ لکھے ہوئے تھے۔ مثلاً لکھا ہوا تھا۔

"پی، او، این، سات، گیارہ، بائیس، ایل، یو، پی، ون، ایف، تھری، ایس، جی، ٹو، ون، ایٹ۔"

بس یہ الفاظ کسی قدر ٹیڑھے میڑھے انداز میں اس چٹ پر لکھے ہوئے تھے۔ کیا ان الفاظ کی کوئی بہت بڑی اہمیت ہے؟ میں کافی دیر تک ان پر غور کرتی رہی۔ پھر دفعتاً ہی ایک خیال میرے ذہن میں آ گیا۔ یہ الفاظ اور یہ کاغذ اگر کوئی حیثیت رکھتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ میرے لیے کوئی خطرہ بن جائے اور اگر بات صرف ان چند حرفوں اور جملوں کی ہے تو میں انہیں زبانی یاد کر سکتی ہوں اور جس سے بھی میری اس سلسلے میں ملاقات ہو گی اُسے میں یہ الفاظ لکھوا سکتی ہوں۔ چنانچہ میں نے ان تمام چیزوں کو یاد کر لیا اور اپنی یادداشت میں پوری طرح محفوظ کرنے کے بعد میں نے کاغذ کا ٹکڑا ایک ایک پُرزہ کر کے واش بیسن میں ڈال دیا اور پانی سے بہا دیا۔ کئی بار میں نے وہ الفاظ اور ہندسے دہرائے اور اس کے بعد مطمئن ہو گئی۔ کم سے کم میں آرچر کا یہ کام کر سکتی تھی لیکن جتنا بھی اس کے بارے میں تصور کرتی تو دل دُکھنے لگتا تھا، کاش میں سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچتی اور یہ نہ سمجھتی کہ وہ بس خوامخواہ پُراسرار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر یہ خیال ذہن میں آ جاتا تو پھر اس کی زندگی کی بقا کے لیے بھی کچھ کیا جا سکتا تھا۔ کچھ بھی تھا میرا اس سے کوئی رشتہ، کوئی ناطہ، کوئی واسطہ نہیں تھا لیکن انسانی ہمدردیوں کو زندہ رکھا ہے اگر میں اس کا یہ تھوڑا سا کام کر لیتی تو کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو پاتی لیکن کم از کم اس کی تھوڑی بہت مدد تو کی جا سکتی تھی۔ آرچر کی موت نے واقعی مجھے مضمحل کر دیا تھا۔ اور میں بہت دیر تک اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ ڈان کاؤڈرے کے پروگرام کے مطابق اس سے ملاقات کرنے کے لیے مجھے آج رات گزار لینی تھی... سب کچھ ہمارے اصولوں کے مطابق ہوتا تھا اور اس سلسلے میں کوئی بھی جلد بازی ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی جس کا ہمارے درمیان معاہدہ ہو گیا تھا۔ میں یہ بات جانتی تھی کہ ڈان کاؤڈرے اور اس کے ساتھی میری آمد سے غافل نہیں ہوں گے اور مجھ پر نگاہ بھی رکھ رہے ہوں گے لیکن اصولی باتیں یہی تھیں کہ فوری طور پر کچھ کرنے کی کوشش نہ کی جائے تاکہ اگر ہم کسی کی نگاہوں میں بھی ہوں تو دوسرے لوگ ہماری طرف سے باخبر رہیں۔ اور انہیں ہمارے تحفظ کے لیے صحیح موقع مل جائے۔ بہرطور یہ تمام اصول میرے سمجھے بوجھے تھے اور میں ان پر عمل کر رہی تھی۔ رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی منگوا لیا تھا۔ ہوٹل کی دلچسپیوں سے مجھے شروع ہی سے کوئی رغبت نہیں رہی تھی۔ ایڈونچرس کی زندگی گزارتے ہوئے مجھے ملک ملک جانے کا موقع ملتا تھا اور دنیا کے تمام ہی اعلیٰ ہوٹل میرے دیکھے بھالے تھے۔ یہاں کے ہوٹلوں میں بھی قیام کیا تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ میرے تمام ساتھی ہوٹل وغیرہ کی تفریحات میں پوری پوری دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن نجانے کیوں مجھے ابتدا ہی سے ان تمام فضولیات سے کوئی شوق نہیں تھا۔ میرا زیادہ سے زیادہ شغل یہی تھا کہ جس ملک میں زیادہ قیام کرنے کا موقع مل جائے وہاں میں وہ تاریخی مقامات اور اس ملک سے متعلق مشہور چیزیں دیکھ لوں جن کی وجہ سے وہ ملک شناخت کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی میں نے بہت کچھ دیکھا تھا۔ پیرس کے نواحی علاقے اور پیرس کی اندرونی جگہوں کا بھی میں نے بارہا جائزہ لیا تھا۔ بلاشبہ پیرس اور اس کے نواحات میں نے دُور دُور تک دیکھے تھے اور اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیرس دنیا کی حسین ترین جگہ ہے بس اس سے زیادہ مجھے اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ معمول کے مطابق میں اس وقت بھی اپنے کمرے میں ہی وقت گزاری کر رہی تھی۔ ٹیلی ویژن یا کسی دوسری چیز سے بھی مجھے بہت زیادہ رغبت نہیں تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ دل پر ایک اُداسی کی تہہ جمی ہوئی ہے اور اس اُداسی کی وجہ وہی نوجوان آرچر تھا۔ اس کے چہرے کے پژمردہ خطوط بتاتے تھے کہ اُسے اپنی موت کا یقین ہے لیکن اگر میں اس کی بات پر یقین کر بھی لیتی تو بھلا ان انجانے حملوں سے اُسے کیسے بچا سکتی تھی جن کا وہ شکار ہو گیا۔ اور پھر سچی بات یہ ہے کہ میں اپنے جس مقصد کے تحت یہاں آئی تھی اس میں کسی قسم کی رد و بدل میرے لیے نا تو ممکن تھی اور نہ ہی مناسب کیونکہ ڈان مجھے کسی دوسرے مسئلے میں اُلجھے ہوئے دیکھنا پسند نہ کرتا۔ میں نے اسے آج تک اس قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا اور وہ میری بے حد عزت کرتا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہی تھی کہ میں صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی اور دوسرے فضول معاملوں میں دلچسپی نہیں لیتی تھی، ڈان کاؤڈرے کے سلسلے میں صبح مجھے کسی جگہ رابطہ قائم کرنا تھا۔ میرے پاس کئی ٹیلی فون نمبر تھے اور میں اُن پر اپنی آمد کی اطلاع دے دیتی اور اس کے بعد مجھے جو بھی ہدایات ملتیں میں اُن پر عمل کرتی، چنانچہ میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار تھی۔ رات کو بھی ذرا بے سکونی سی رہی، کبھی بار بار آنکھ کھلتی اور میرے ذہن میں ایک بے نام سی اُداسی رقصاں رہی۔ لیکن پھر میں نے اپنا دماغ جھٹک دیا۔ یہ اُداسی میرے لیے بے مقصد تھی۔ مجھے اس سلسلے میں اُلجھنا نہیں چاہیے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ صبح ناشتے کے وقت میں نے یہ بھی سوچا کہ فرض کرو اگر میں ڈائمنڈ پول بھی جاتی ہوں اور گوشیا سے ملنے کی کوشش کرتی ہوں تو میرے اپنے لیے بھی تو خطرات پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ جس مسئلے میں آرچر کو قتل کر دیا گیا وہ معمولی نہیں

ہوگا اور اگر ایسا ہے تو پھر اگر میں گرشیا سے ملنے کی کوشش کروں تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ میرے اپنے لیے خطرات پیدا ہو جائیں۔ سوچنے کی بات تھی اور اس سلسلے میں مجھے جلد بازی سے کام نہیں لینا تھا۔ ڈائمنڈ پول جا کر میں گرشیا سے کسی بھی وقت مل سکتی ہوں۔ لیکن کم از کم یہ اندازہ ضرور لگا لینا چاہیے کہ وہاں میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بہرحال صبح تقریباً ساڑھے نو بجے میں نے پروگرام کے مطابق ایک ٹیلی فون نمبر پر رنگ کیا اور دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"ریڈ چینل پر کون کون سے پروگرام آتے ہیں؟"

"میڈم بھارتی، ہمیں آپ کی آمد کا علم ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"خوب، بہت خوب سارے پروگرام تو ایک ساتھ ہی آ گئے۔" میں نے کسی قدر پُرمزاح انداز میں کہا۔

"جی ہاں لیکن اصل پروگرام ابھی باقی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"اتفاقیہ طور پر ژوان کا ڈورے کسی کام سے چلے گئے ہیں اور آپ کے لیے ہدایت دے گئے ہیں کہ آپ بڑے اطمینان انداز میں اپنے ہوٹل میں قیام کریں اور اپنی سرگرمیوں میں بالکل آزادی محسوس کریں۔ یعنی اگر پیرس میں آپ کسی تفریحی پروگرام میں حصہ لیتی ہیں تو اس بات پر ژوان کا ڈورے کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے سوال کیا کہ ژوان کا ڈورے کی واپسی کس وقت تک متوقع ہے؟ تو دوسری طرف سے کہا گیا کہ اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی، ہو سکتا ہے وہ آج رات ہی واپس آ جائیں، ہو سکتا ہے انہیں واپس آنے میں دو تین دن لگ جائیں۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"بس ٹھیک ہے ژوان کا ڈورے جس وقت بھی واپس آ جائیں تو ان سے کہیں کہ وہ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کر لیں۔"

"بہتر ہے میڈم۔ آپ اس کی تو بالکل فکر ہی نہ کریں، جیسے ہی ژوان کا ڈورے واپس آئے آپ سے رابطہ قائم کر لیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو براہ کرم ہمیں مطلع کر دیں، آپ تک پہنچا دی جائے گی۔"

"نہیں شکریہ، مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

یہ بات بھی ذرا الجھن کا باعث تھی کہ ژوان کا ڈورے مجھے یہاں بلانے کے بعد خود کہیں چلا گیا تھا لیکن بہرطور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا ہی اتفاق ہو گیا ہو۔ اور چونکہ میرے معاملات تو سنبھال ہی لیے گئے تھے اور ابھی تک مجھے کسی قسم کی الجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اسی لیے اگر اس وقت یہاں ژوان کا ڈورے موجود نہیں ہے اور میرے چند روز یہاں ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ پریشانی کی بات نہیں تھی۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ میں کیا کروں؟ رہ رہ کر ڈائمنڈ پول کا خیال ذہن میں آ رہا تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ ڈائمنڈ پول جاؤں یا نہیں جاؤں اور اس کے بعد آخری فیصلہ میں نے یہی کیا کہ جذبات سے کام نہیں لینا چاہیے۔ بیچارہ آرچر تو مر ہی گیا ہے۔ اب اگر اس کا یہ پیغام میں مطلوبہ جگہ تک پہنچا بھی دوں تو ہو سکتا ہے کہ اسے کوئی خاص فائدہ نہ ہو اور میرے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں۔ بہرطور میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں ڈائمنڈ پول کے بارے میں جب تک مکمل معلومات نہ حاصل کر لوں مجھے سرگرمی نہیں دکھانی چاہیے اور اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ تب پیرس میں اپنے یہ دو تین دن یا ایک دن کیسے گزاروں؟ اور پھر اس سلسلے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اپنی پسندیدہ جگہوں کا جائزہ لے ڈالوں۔ پیرس میرے لیے کوئی نئی جگہ نہیں تھی، میں جانتی تھی کہ کہاں مجھے زندگی کا انتہائی سکون نصیب ہو سکتا ہے چنانچہ سب سے پہلے میں نوبیک پہنچ گئی۔ دریائے سین کے اونچے کنارے کے ساتھ ساتھ میں نے فٹ پاتھ پر چلنا شروع کر دیا اور شہر کے اس خوبصورت ترین علاقے میں پہنچ گئی جو میری پسندیدہ جگہ تھا۔ پیرس کی یہ نواحی بستی دریائے سین کے خاموش پانیوں کے ساتھ میلوں دور تک چلی جاتی ہے۔ یہاں دریا کے کنارے جھاڑیوں کنارے پر بنے ہوئے مکانات نظر آتے ہیں جن کے مالک ہفتہ وار تعطیل کے دوران پیرس کے ہنگاموں سے دور سکون کی تلاش میں یہاں آتے رہتے ہیں۔ چند جگہوں پر خوش نظر باغیچے اور ان کے بالمقابل پانی میں ہاؤس بوٹ ہمیشہ تیرتے رہتے ہیں۔ میں نے سفید رنگ کے ایک آہنی پھاٹک سے جھانکا تو ہاؤس بوٹوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور وہاں مختلف قسم کے مشاغل جاری تھے۔ دریا کے کنارے اس وسیع اور سرسبز چراگاہ میں شاہ بلوط اور بید کے درختوں کی چھاؤں میں چند بوڑھے لوگ مچھلی کے شکار میں مشغول تھے۔ زندگی کے آخری لمحات اسی قسم کے مشاغل میں بہتر طریقے سے گزارے جا سکتے ہیں۔ بائیں طرف پیرس کے دولت مند لوگوں کے سفید سفید براق مکانوں کی قطاریں تھیں۔ جو فرانسیسی طرز تعمیر کے نازک اور خوبصورت نمونے کہلائے جا سکتے تھے۔ یہ علاقہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ سپر مارکیٹ، ریسٹوران اور درختوں کشادہ سڑکوں سے راستہ میں کافی دیر تک سفر کرتی رہی۔ اس کے بعد میں نے وہاں سے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ میرے سامنے اب ایفل ٹاور موجود تھا۔ دریائے سین کے کنارے زنگ آلود ایفل

ٹاور جو زمین میں پنجے گاڑے آسمان کی وسعتوں کو چھو رہا تھا۔ ٹاور کے نیچے معمول کے مطابق سیاحوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ فوٹوگرافرز، آئس کریم اور تصویری کارڈ بیچنے والے، قہوہ خانے۔ غرض کہ وہ رونق جو ہمیشہ ایفل ٹاور کے نواح میں نظر آتی تھی اس وقت بھی موجود تھی۔ مجھے گھومتے ہوئے کافی وقت گزر گیا اور اس کے بعد میں ایفل ٹاور کے پاس سے ہٹ آئی۔ پہلا دن بلاشبہ بہترین گزر رہا تھا اور میں نے اپنی پسند کی جگہ کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ پیرس کی تاریخ میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ یورپ کے قدیم ترین شہروں میں اس کا شمار ہوتا تھا اور بہت عرصہ قبل جب یہ علاقہ صرف دلدلوں اور چند جزیروں پر مشتمل تھا سیلٹ نسل کے لوگ یہاں آباد ہو گئے۔ تاریخی کتب میں پیرس کا حوالہ جولیس سیزر کے زمانے سے ملتا ہے۔ جولیس سیزر کے دور میں یہاں پارلیسی نامی ایک قبیلہ آباد تھا۔ پیرس پارلیسی قبیلے کا شہر تھا۔ وحشی ہنوں کا سردار تین سو سال قبل عیسوی میں اس شہر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اہل شہر کے عقیدے کے مطابق ایک دیوی کی کرامتیں اور ٹوٹکے اس کی راہ میں آئے اور وہ ناکام واپس لوٹ گیا۔ اس خدمت کے صلے میں اب بھی پیرس کو اس دیوی کا مرہون منت سمجھا جاتا ہے۔ پھر شارلیمان خان کا دور آیا جو خلیفہ ہارون رشید کا معاصر تھا جو ہسپانیہ فتح کرنے کے شوق میں برف پوش پیرانیز کے پار جا کر مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی فوج کی گت بنوا بیٹھا اور ٹھنڈا ٹھنڈا واپس فرانس آ گیا۔ اس کے بعد کی تاریخ کافی گڑبڑ ہے۔ لوئی نامی بے شمار افراد کا ذکر آتا ہے۔ اور آخر میں نپولین کا دور شروع ہوتا ہے۔ نپولین کے دور کے بعد پیرس کی تاریخ تاریکی میں گم ہو جاتی ہے۔ دن کی روشنی جہاں پیرس کے نواحات کو حسین ترین مناظر کی صورت پیش کرتی ہے۔ رات کی تاریکیاں پیرس کو اسی طرح منور کر دیتی ہیں جس طرح وہ دن کی روشنی میں جگمگاتا رہتا ہے۔ بے شمار حسین سڑکیں اور بازار اور ان سب میں پیرس شانزے لیزے، جو شہر کے مرکز میں نپولین کی فتوحات کی یاد میں تعمیر کردہ فتح کی محراب کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہے اور اس کے نیچے ایک غیر معروف سپاہی کی ایک قبر پر ابدی شعلہ روشن ہے۔ یہ سپاہی ان تمام فرانسیسیوں کی نمائندگی کرتا ہے جنہوں نے ملک و ملت کے لیے جانیں نثار کیں۔ اس محراب سے بارہ خوبصورت اور کشادہ سڑکیں نکل کر پیرس کے سینے پر بچھ جاتی ہیں۔ ان ہی سڑکوں میں سے ایک کا نام شانزے لیزے ہے۔ یہ سڑک ایک میل سے زیادہ لمبی ہے کانکورڈ کے مشہور چوک پر ختم ہو جاتی ہے جہاں انقلاب فرانس کے دوران گلوٹین کا زکر تین ہزار لوگوں کے سر قلم کر دیے گئے تھے ان میں لوئی دہم کا سیریل نمبر سولہ تھا، ماری انتونیا، دانتوں اور گرو بے بھی شامل تھے۔ پیرس کے نواحات اور شہری علاقوں میں لکھیے۔ اور اس کے بارے میں اگر تھوڑی سی معلومات حاصل ہوں تو پیرس لطف دے جاتا ہے اور میں چونکہ خود ایسی پسند ہی رکھتی تھی چنانچہ میں نے جب بھی اپنی ایڈونچرز کی لائف میں کسی ملک میں قدم رکھا تو سب سے پہلے اس کی تاریخ سے واقف ہونے کی کوشش کی اور اس طرح میں مختلف ملکوں اور شہروں کے بارے میں جتنا کچھ جانتی تھی شاید وہاں کے مقامی باشندے بھی نہ جانتے ہوں گے۔ بہرطور اپنے پسندیدہ علاقوں میں سفر کرتی ہوئی نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئی اور اس وقت شام کے تقریباً سات بجے تھے۔ جب میں اسکوائر کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے سامنے ہی ڈائمنڈ پول کا بورڈ دیکھا۔ میرا دل دھک سے ہو گیا تھا۔ جان بوجھ کر اس طرف نہیں آئی تھی لیکن جو جگہ میرے سامنے آ گئی تھی وہ مجھے یہ احساس دلا رہی تھی کہ میرے ذہن میں ایک گہرا راز پوشیدہ ہے۔ ایک ایسے شخص کا راز جسے بہت ہی بے دردی سے پیرس کے ایئرپورٹ پر قتل کر دیا گیا تھا۔ میرے قدم جانے کیوں رک گئے۔ ایک آواز چیخ چیخ کر میرے کانوں میں کہہ رہی تھی کہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے اور مجھے یہ وعدہ پورا کرنا ہے۔ میں شدید کشمکش کے عالم میں کھڑی تھی کہ آوارہ گرد ہپیوں کا ایک گروہ میرے قریب سے گزرا اور نہ جانے کیا سوچ کر انہوں نے مجھے دیکھا، مسکرائے، قہقہے لگائے اور میں یا دل ناخواستہ آگے بڑھ گئی۔ آگے بڑھنے کا جو انداز تھا وہ بھی بالکل اتفاقیہ ہی تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر میں حیران رہ گئی کہ اب میں ڈائمنڈ پول کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ایک وسیع ترین کشادہ عمارت جس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کیونکہ بہرطور میں جہاں بھی گئی وہاں اس قسم کی تفریحات میں، میں نے کبھی حصہ نہیں لیا تھا۔ ڈائمنڈ پول کے دروازے پر پہنچنے کے بعد وہاں سے لوٹ جانے کا تصور ہی میرے لیے کچھ تکلیف دہ تھا اور نہ جانے کیوں مجھے آرچر کی آنکھیں یاد آ گئیں۔ غم زدہ اور اداس آنکھیں۔ ان میں ایک التجا تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر زندگی اس کا ساتھ نہ دے تو میں اس کا یہ کام پورا کر دوں، کیا اس کا یہ کام پورا نہ کرنے سے کوئی بڑا نقصان ہو سکتا ہے؟ مرنے والا تو اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا لیکن اس کی آخری خواہش میرے پاس محفوظ تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں وہ لائن دہرائی جو اس کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔ اور یہ سوچ کر بھی مجھے حیرت ہوئی کہ اس کا ایک ایک لفظ مجھے بخوبی یاد تھا۔ بہرطور حالات یہ کہہ رہے تھے کہ میں اپنا کیا ہوا وعدہ نبھاؤں اور اس کے سلسلے میں آخری فیصلہ کرنے کے بعد بالآخر میرے قدم ڈائمنڈ پول کی جانب اٹھ

گئے تھے۔

بڑے دروازے سے داخل ہونے کے بعد میں ایک کشادہ و عریض برآمدے میں پہنچ گئی۔ جس میں ایک سمت ریسپشن بنا ہوا تھا۔ نوجوان جوڑے۔ ہر قسم کے لوگ جن کا تعلق ملک ملک سے تھا وہاں آ رہے تھے۔ خواتین بھی تھیں اور مرد بھی تھے اور اچھی خاصی رونق نظر آ رہی تھی گویا اُس وقت بھی سوئمنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ پتا نہیں لوگ یہاں کیا کرنے آتے ہیں؟ ویسے بظاہر جو اندازہ ہوتا تھا اُس سے مجھے یہ پتا چلا کہ یہ بھی جاپان، بنکاک، ہانگ کانگ کے اُن کلبوں کی مانند ہے جہاں لوگ اپنے طور پر تفریح کرنے جاتے ہیں۔ گو یہ تفریح ذرا منفرد قسم کی ہوتی ہے لیکن بہر طور یہاں داخل ہونے والوں کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کم از کم وہ نارمل نہیں ہیں۔ میرا اس سلسلے میں یہی خیال تھا۔ جنس ایک لطیف شے ہوتی ہے لیکن اگر اس کو سرِ بازار عریاں کر دیا جائے تو پھر اس میں کوئی دلکشی باقی نہیں رہتی۔ پتا نہیں وہ کون لوگ ہوتے ہیں جو جنس کے بارے میں بھی اس انداز میں سوچتے ہیں اور اپنے آپ کو حیوانوں میں شمار کر لیتے ہیں۔ بہر طور اب اس دنیا کے ملکوں میں حیوانوں کی تعداد بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے اور اس میں جو انسانیت کے بارے میں سوچتے ہیں وہ احمق کہلاتے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی ریسپشن پر پہنچ گئی جہاں دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی آپس میں خوش گپیاں کر رہی تھیں۔ لوگ اُن کے پاس آ جا رہے تھے۔ اور اُن سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ میں بھی اُن کے پاس جا کر کھڑی ہوئی تو ایک لڑکی نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا اور کسی قدر نرم اور دلکش لہجے میں بولی۔

"یس مس؟"

"میڈم میں گریشیا نامی ایک لڑکی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں جو آپ ہی کے ہال میں کام کرتی ہے۔"

"گریچیا۔" لڑکی نے تلفظ کو غلط کرتے ہوئے کہا۔

"گریشا۔ گریشا۔" دوسری لڑکی فوراً ہی میری جانب متوجہ ہو گئی اور بولی۔

"جی ہاں آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ اُس کا نام گریشا ہی ہے۔ میں ابھی اس کے بارے میں معلوم کرتی ہوں۔ براہ کرم کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہیں؟"

"میں اُس کی دوست ہوں۔"

"اچھا اچھا ایک منٹ۔" لڑکی نے انٹر کام پر ایک بٹن دبایا اور کسی سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

چند لمحات انتظار کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"پول نمبر تھری پر گریشیا کام کرتی ہے موجود ہے؟" وہ سنتی رہی۔ پھر اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"سوری میڈم گریشا اس وقت موجود نہیں ہے۔"

"اوہ! کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ میں اس سے کب اور کس وقت ملاقات کر سکتی ہوں؟"

لڑکی نے ایک چارٹ نکالا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"اسے اصولاً تو یہاں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں کیوں نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو تھوڑی دیر انتظار کر لیں۔"

"ہوں! ویسے آپ اس کی ڈیوٹی کے اوقات بتا سکتی ہیں؟"

"ہاں وہ دوپہر کی شفٹ میں کام کرتی ہے۔ تین بجے آتی ہے اور رات نو بجے تک یہاں رہتی ہے۔"

"بہت بہتر تو میں کل اُس سے مل لوں گی۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں وہاں سے پلٹ پڑی۔

میرے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے۔ یہاں آنے کے بعد یہ ناکامی مجھے ناپسند تھی۔ سوچا کہ بیٹھ کر تھوڑی دیر انتظار کر لوں ہو سکتا ہے گریشا موجود ہو اور کہیں اِدھر اُدھر ہو۔ لیکن پھر یہاں بیٹھنے کو جی نہ چاہا۔ جو ماحول میں یہاں دیکھ رہی تھی اس میں میری گزر ذرا مشکل ہی سے ہو سکتی تھی۔ میں ابھی دروازے تک نہیں پہنچی تھی کہ ایک تقریباً بارہ سال کا لڑکا میرے قریب پہنچ گیا۔ وہ ڈائمنڈ پول کی وردی پہنے ہوئے تھا۔

"میڈم۔ میڈم پلیز۔" اس نے کہا اور میں رُک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"ہوں! کیا بات ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"میڈم آپ کو ریسپشن پر لڑکی بلا رہی ہیں۔"

"اوہ!" میں واپس پلٹی اور چند لمحات کے بعد لڑکی کے پاس پہنچ گئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس سے میں نے پہلے سوال کیا تھا اور جس نے مجھے گریشا کو گریچیا کہہ کر حیران کر دیا۔

"سوری ڈیئر گریشا موجود ہے۔ وہ آپ کو پول نمبر سات پر ملے گی۔ دراصل اُس کی ڈیوٹی پول نمبر تین پر ہوتی ہے۔ لیکن اتفاق کی بات ہے مجھے ابھی ابھی علم ہوا کہ وہ پول نمبر سات پر کام کر رہی ہے۔"

"تو پھر مجھے اس کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ براہ کرم پول نمبر سات پر چلی جایئے آپ کو اٹینڈ کیا جائے گا۔ گریشا کو آپ کی آمد کی اطلاع شاید مل گئی ہو گی۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر آہستہ سے بولی۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو پول نمبر سات تک میری رہنمائی کرا دیں۔"

"اوہ! اچھا اچھا۔" ریسپشن لڑکی نے نظریں اُٹھا کر اس طرف دیکھا جہاں وہ لڑکا کھڑا ہوا تھا جسے اُس نے میرے پاس مجھے بلانے کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے لڑکے کو بلایا اور فرانسیسی زبان میں بولی۔

"میڈم کو پول نمبر سات تک پہنچا دو۔"

لڑکے نے گردن خم کی اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ میں ایک کشادہ راہداری سے گزرتی ہوئی آگے چل پڑی۔ راہداری کے دونوں سمت دروازے بنے ہوئے تھے۔ اور ان دروازوں پر مختلف قسم کے نمبر لگے ہوئے تھے۔ آگے چل کر پول تھے اور پول والے دروازے بھی سامنے سے بند ہی تھے۔ پھر مجھے بائیں سمت گھومنا پڑا اور دائیں سمت گھومنے کے بعد تقریباً سو قدم چل کر مجھے پھر بائیں سمت گھومنا پڑا اور اس کے بعد مجھے پول نمبر سات نظر آ گیا۔ بظاہر یہ ایک بند دروازہ ہی تھا لیکن اس پر نمبر سات پڑا ہوا تھا۔ لڑکے نے اس طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ پول نمبر سات کے پاس پہنچ چکی ہیں۔ براہ کرم اندر چلی جایئے۔ میں اس کے الفاظ کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکی تھی لیکن بہر طور۔۔۔ دروازے کا ہینڈل گھمایا اور اندر پہنچ گئی۔ اندر تقریباً چار فٹ چوڑی زمین تھی اور اس کے بعد ایک سوئمنگ پول بنا ہوا تھا جس کی لمبائی چوڑائی کوئی بیس فٹ اسکوائر میں تھی۔ چاروں طرف سنگ مرمر کی چار دیواری کی گئی ہوئی تھی۔ اور یہاں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ پول میں کوئی نہیں تھا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ گریشا کہاں ہے؟ مجھے پول نمبر سات پر پہنچا تو دیا گیا تھا لیکن یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہاں مجھے گریشا کا انتظار کرنا پڑے گا۔ بہر طور میں انتظار کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہو گیا میرا خیال تھا کہ وہ گریشا ہو گی۔ لیکن اندر آنے والے کی شکل دیکھ کر میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔ میں اس مکروہ صورت کو بھول نہیں سکی تھی جسے میں نے جہاز میں اپنے ساتھ سفر کرتے ہوئے دیکھا تھا اور جس نے میرے جسم سے اپنے شانوں کو مس کرنے کی کوشش کی تھی۔ جی ہاں وہی اجنبی جس کی مونچھیں نوکیلی اور تھوڑی چھوٹی اور جس کا چہرہ بہت ہی کریہہ نظر آ رہا تھا اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گئی اور اس کے بعد میرے حواس کسی قدر گم ہونے لگے۔ جب اس نے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے ایک بٹن دبایا اور دروازے پر سلور کی ایک پلیٹ آ چپکی۔ گویا اُس نے اس دروازے کو ساؤنڈ پروف کر دیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو میرے بدن میں شدید سنسنی دوڑ گئی بہت سے وسوسے، بہت سے خیالات ذہن کے پردے سے ٹکرائے اور مجھے چکر سا آ گیا۔ چوڑے چکلے بدن والا اجنبی اپنی گہری سیاہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "اتفاق ہے کہ تم ہی نکلیں۔" اُس نے دوبارہ کہا۔

"گریشا کہاں ہے؟"

"کون گریشا؟" وہ بدستور مسکراتا ہوا بولا۔

"وہ میری دوست ہے۔"

"میں بھی تو دشمن نہیں۔" اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ سے کتے دروازہ کھول دو۔ ورنہ اس کا نتیجہ تمہارے حق میں خراب نکلے گا۔"

"غلط۔ دروازہ کھولنے کا نتیجہ میرے حق میں بہتر ہی ہو گا۔ کیا خیال ہے؟"

"او کے۔ تمہاری مرضی۔" میں نے دو قدم آگے بڑھانے کو اس نے پستول نکال لیا۔ اور اس کی نال کا رُخ میری طرف کر کے بولا۔

"سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ ویسے تو اب یہ جگہ ساؤنڈ پروف ہو گئی لیکن پھر بھی احتیاط۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے دوستانہ گفتگو اور اس کے بعد۔" وہ آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "یہ جگہ بہترین ہے۔"

"دوستانہ گفتگو؟"

"ہاں سو فی صدی دوستانہ۔"

"آغاز کرو۔" میں نے کہا۔ مجھے اپنے اندر سے ایک قوت ابھرتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ویری گڈ۔ ویسے تمہارے بارے میں، میں نے ایک رائے قائم کی ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی اس کا اظہار نہیں کروں گا۔"

"یہ گفتگو ہے؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"نہیں۔ پہلے مجھے گریشا کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں بتاؤں؟"

"ہاں تم اس سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

"وہ میری دوست ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو تم؟"

"اس کے بعد میں کچھ نہ بولوں گی۔"

"یہ دوستی کتنی پرانی ہے؟"

"تقریباً ایک سال سے ہم دونوں شناسا ہیں۔"

"ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"یہیں پیرس کے ایک ہوٹل میں۔"

"اسی سوئمنگ پول میں؟"

"ہاں۔" میں نے کہا اور وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ میں نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "تمہیں ہنسنے کا بہت شوق معلوم ہوتا ہے۔"

"تم بلیغ جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ صرف چار ماہ قبل پیرس آئی تھی اور صرف دو ماہ سے اس پول پر کام کر رہی ہے۔"

"اور کچھ بکواس کرنی ہے تمہیں؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اب یہ بتاؤ کرشنا سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

"دیکھو میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتی۔ بہتر ہوگا کہ تم ہوش میں آ جاؤ۔"

"تمہارا اسلحہ مجھے مدہوش کر رہا ہے ڈارلنگ، ہوش میں کیسے آؤں۔ ویسے میں تمہاری تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔۔؟"

"دیکھنا چاہتا ہوں آرچر نے کرشنا کے لیے کیا بھیجا ہے۔" وہ پستول ہلاتا ہوا بولا۔

"کون آرچر۔ میں کہتی ہوں تم مجھے کیوں پریشان کرنا چاہتے ہو؟" میں نے جاچ کر کہا۔ اور وہ دفعتاً سنجیدہ ہو گیا۔ پھر کسی خیال کے تحت اس نے پستول جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو لڑکی۔ تمہارے بارے میں جو اطلاع میں نے حاصل کی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آرچر اتفاقیہ طور پر تمہارا ہم سفر ہو گیا تھا۔ میری معلومات اس سلسلے میں ناقص نہیں ہو سکتیں۔ اس نے دوران سفر تم سے کچھ کہا ہوگا۔ یقیناً اس نے تمہارے ذریعے کوئی شے کرشنا تک پہنچانے کی کوشش کی ہے اور تم جانتی ہو کہ اسے راستے میں قتل کر دیا گیا۔ میرا خیال تھا کہ تم یہاں نہیں آؤ گی لیکن تم جذباتی ہو گئیں۔ تم ان جھگڑوں میں فریق ہو جبکہ تمہارا یہاں رہنا تمہارے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے۔ لاؤ وہ شے مجھے دے دو۔"

"میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔"

"اس پر میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"تمہارے خیال میں وہ چیز کیا ہو سکتی ہے؟"

"کوئی کاغذ یا مائیکرو فلم۔"

"تلاشی لینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ لیکن تم مجھے اس کا موقع نہ دو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں موقع دوں گی۔ آؤ میری تلاشی لے لو۔" میں نے کہا۔ اور اس نے دوبارہ پستول نکال لیا۔ پھر وہ پستول میرے شانے سے لگا کر میری تلاشی لینے لگا۔ وہ ماہر تلاشی اس نے سخت احتیاط رکھی تھی اور اپنے طور پر مائیکرو فلم اور کاغذ کے بارے میں اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا۔ پھر وہ پیچھے پلٹ کر مجھے گھورنے لگا۔

"کوئی زبانی پیغام۔؟"

"لعنت ہے تم پر۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کی لاش کیبن سے ملی تھی۔"

"بس اب راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا!"

"تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی لڑکی اور جینا مرنے سے بہتر ہے۔ ضد نہ کرو میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا اور اب میرے لیے اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ میں کچھ کروں۔ میں نے دفعتاً اس پر چھلانگ لگا دی میں اسے لیے ہوئے سوئمنگ پول میں جا پڑی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں گر پڑا۔ مگر وہ کسی گینڈے کی طرح مضبوط تھا۔ میری پہلی کوشش کارگر ہوئی تھی لیکن وہ سنبھل کر میری گرفت سے نکل گیا۔ میں نے دوبارہ اسے دبوچنے کی کوشش کی تو وہ اچھل گیا۔ لیکن دفعتاً ہی اس نے مجھے پانی میں دھکیل دیا۔ پول تقریباً چھ فٹ گہرا تھا۔ میں نیچے تک چلی گئی لیکن میں نے فوراً ہی سنبھل کر کنارے پکڑ لیے۔

کمبخت بہت بے درد تھا اس نے اپنے جوتوں سے میری انگلیوں پر ضرب لگائی اور میں دوبارہ پانی میں جا گری۔ پھر میں نے تیزی سے رُخ بدل دیا اور دوسری جگہ سے پانی سے نکلنے کی کوشش کی اور وہ وہاں بھی پہنچ گیا اس نے دوبارہ وہی عمل دہرایا اور میری انگلیوں سے خون ٹپکنے لگا۔ میں کسی قدر بے بس ہو گئی تھی۔

دفعتاً وہ پیچھے ہٹا اور اس نے پول کی دیواروں میں نصب شیشوں میں سے ایک تار کھینچ لیا سرخ رنگ کے تار کے سرے کو اس نے دانتوں سے کاٹ کر دو تار نکال لیے اور انہیں موڑ کر ایک دوسرے سے دور کر دیا۔ پھر اس نے دونوں تار پانی میں ڈال دیے اور غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"آخری موقع دے رہا ہوں زبان کھول دو ورنہ تمہیں ہلاک کرتے ہوئے مجھے کوئی دکھ نہیں ہوگا۔"

"تم۔ کتے ہو۔ ذلیل کمینے جانور ہو تم۔"

"پانچ تک گنتی گنوں گا۔ اور اس کے بعد یہ سفید بٹن دیکھ رہی ہو اس پر ہلکا سا دباؤ پڑتے ہی تاروں میں کرنٹ دوڑ جائے گا اور تم اس پانی میں بھسم ہو جاؤ گی۔"

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ دونوں تاروں کے سرے پانی میں ڈوبے ہوئے تھے اور میں ان میں کرنٹ دوڑنے کا نتیجہ جانتی تھی۔

"تم یقین کرو مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ میں کچھ نہیں جانتی۔" میری زندگی سے کہیں کچھ نہیں نکلا۔ میں نے ایک بار پھر چالاک انداز میں جنگ مرکز کی سمت بڑھنے کی کوشش کی۔ میرے اندازے کے مطابق وہ پھر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں نے اوپر آنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے دوبارہ اپنا پاؤں اٹھا کر پھر جوتے سے میری انگلیاں کچلنا چاہیں لیکن اس بار میں اس کے لیے تیار تھی۔ میں نے پہلے سے خود کو سنبھالے رکھا تھا جونہی اس کا پاؤں نیچے آیا میں نے ہاتھ ہٹائے اور پھر پوری قوت سے اس کی پنڈلی پکڑ لی۔ اس نے اپنے بدن کی تمام قوت مجتمع کر کے پیچھے ہٹ کر خود کو پانی میں گرنے سے بچانا چاہا [illegible] اندازہ لگا چکی تھی چنانچہ میں نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر ہاتھوں کی گرفت سخت کر دی نتیجے میں، میں پانی سے باہر گھسٹ آئی۔ پھر میں نے اچانک ہی اس کی پنڈلی چھوڑ کر اپنا ہاتھ پوری قوت سے اٹھایا۔ وہ جھک کر کھڑا تھا اور میں نیچے بیٹھی ہوئی پوزیشن میں تھی اس لیے میرا ہاتھ پوری قوت سے اس کے بدن کے نازک حصے پر پڑا اور یہاں تقدیر میرا ساتھ دے گئی۔ وہ ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ جھکا اور میں نے تڑپ کر اس کے بال پکڑ لیے پھر ایک دم چت لیٹ گئی اور اسے خود پر سے پانی میں اچھال دیا۔ وہ کنارے سے دور جا گرا تھا اور اس کے بعد دیر کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہوتی۔ میں نے برق کی طرح کوند کر اس سفید بٹن پر انگلی رکھ دی۔

اس کی ہولناک چیخ نے کانوں کے پردے پھاڑ دیے تھے وہ جانوروں کی طرح تڑپا پھر ساکت ہو گیا۔ پانی میں پھیل جانے والے کرنٹ نے ایک لمحے میں اس کا کام تمام کر دیا تھا۔

میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ پھر میں نے وہ سفید بٹن دوبارہ دبا دیا۔ اس کی اکڑی ہوئی بھیانک لاش پانی کی تہہ میں بیٹھتی جا رہی تھی۔

میرا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ زخمی انگلیاں سخت تکلیف دے رہی تھیں۔ پورا لباس پانی سے شرابور ہو گیا تھا۔ اس انداز میں باہر نکلنا بھی مشتبہ تھا۔ بہرحال اس لاش کے ساتھ زیادہ دیر یہاں رکنا بھی خطرناک تھا۔

کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں نے وہ چیزیں اپنے قبضے میں کیں جو اس خطرناک آدمی نے تلاشی کے دوران مجھ سے لی تھیں اس کے بعد دروازے پر جھکی الموینم پلیٹ کا میکنزم تلاش کرنے لگی۔ اس میں مجھے دقت نہ ہوئی تھی۔ پھر میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور کسی کو نہ پا کر باہر نکل آئی۔ خوش قسمتی سے اسی وقت میری نگاہ ایک اور دروازے پر پڑی تھی اس پر اسٹیم روم لکھا ہوا تھا۔ ہمت کر کے میں اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ یہاں اندر بہت سے کیبن بنے ہوئے تھے اور ان سے آوازیں آ رہی تھیں اندر کا ماحول سخت گرم تھا۔ میں نے ایک ایسے کیبن کا دروازہ کھولا جس پر گرین بلب روشن تھا۔ کیبن خالی تھا میں اندر داخل ہو گئی پھر بیس منٹ تک میں نے سخت گرمی برداشت کرنے کا مظاہرہ کیا لیکن اس کے نتیجے میں میرا لباس خشک ہو گیا تھا لیکن اس کی جو شکل رہ گئی تھی اس کی مثال ملنی نہیں تھی۔

اب باہر نکلنے کا مسئلہ تھا۔ لیکن ہر طرح کا رسک لینا ضروری تھا کیونکہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے برے خیالات ذہن سے نکال دیے اور ہر خطرے کو نظر انداز کر کے باہر نکل آئی۔ ریسپشنسٹ لڑکیوں نے مجھ پر توجہ بھی نہیں کی تھی پھر ایک ٹیکسی نے مجھے بارولی نامی جگہ چھوڑ دیا۔ یہاں میں ایک ایسے اسٹور میں داخل ہو گئی جہاں ریڈی میڈ لباس مل سکتے تھے۔ میں نے کاؤنٹر گرل سے اپنے لیے لباس طلب کیے۔

"اوہ۔ آپ یہاں آ جایئے۔" وہ بولی اور مجھے ایک ڈریسنگ کیبن میں لے گئی۔ میں نے ایک ایسا لباس خریدا جو اس سے قبل کبھی زندگی میں استعمال نہیں کیا تھا۔ بہرحال مجھے اس بدترین حلیے سے نجات مل گئی تھی۔ اپنا لباس پیک کرانے کے بعد میں مطمئن انداز میں باہر نکل آئی۔ مجھے ظاہر ہے ہوٹل کے علاوہ اور کہاں جا سکتی تھی۔

ہوٹل کے کمرے میں آ کر سب سے پہلے میں نے اس بے ڈھنگے لباس سے نجات حاصل کی جس نے خود مجھے اپنی نگاہوں میں مضحکہ خیز بنا دیا تھا۔ اس کے بعد روم سروس کو فون کر کے میں نے کافی طلب کی اور پھر پے در پے کافی کی تین پیالیاں معدے میں اتارنے کے بعد مجھے سکون حاصل ہو سکا تھا۔

اس کے بعد سوچوں کے دائرے پھیلنے سکڑنے لگے۔ اس

عجیب و غریب صورت حال پر غور کیا تو بڑے انوکھے احساسات دماغ میں بیدار ہونے لگے۔ کیا تھا یہ سب کچھ۔؟

آرچر کا خوف۔ اور اس کی تکمیل۔

طیارے میں وہ خطرناک اسپیشل موجود تھا اور اب یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی تھی کہ آرچر کی موت سے اس کا گہرا تعلق تھا۔ ڈائمنڈ پول۔ جو بھی سلسلہ تھا اس کا تعلق ڈائمنڈ پول سے ضرور تھا دونوں ریسپشنسٹ لڑکیاں انہوں نے مجھے گریشا کے مسئلے میں ٹال دیا تھا۔ اور اس کے بعد خود بلایا تھا کہ گریشا موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ انہیں ہدایت ملی تھی۔

کس سے؟ اور اس سوال کا جواب تھا کہ اسی اسپیشل سے۔ گویا وہ ڈائمنڈ پول کی کوئی اہم شخصیت تھا اور اب اس کی موت میرے لیے کیا مشکلات کھڑی کر سکتی۔ لیکن اس طرف سے میں مطمئن تھی۔ وہ کوئی بھی ہوں اگر بلیک چینل سے ٹکرائے تو فنا ہو جائیں گے۔ میری پشت اب کمزور نہیں تھی۔ اس خیال نے مجھے تقویت بخشی تھی۔ سب سے اہم سوال گریشا کا تھا۔ وہ کہاں گئی؟ اس کا تعلق آرچر سے تھا اور آرچر کو اس ذلیل شخص نے قتل کرایا تھا۔ گریشا وہاں ملازم تھی۔ اور اسے گریشا کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے اب اس بے چاری کا وجود کہاں ہوگا۔

پھر میرے ذہن میں ایک جھماکا ہوا۔ آرچر نے ایک اور پتا دیا تھا۔ ڈائمنڈ پول کے عقب میں مالیون کراس فلیٹ نمبر بارہ۔ گویا یہ پیغام وہاں بھی دیا جا سکتا تھا۔ تو کیا۔!

لیکن یہ حماقت ہی تھی۔ ایک مشکل سے نکل کر دوسری مشکل میں گرفتار ہونا کہاں کی عقل مندی تھی۔ ویسے انسانی اور اخلاقی اقدار جو گلے کا پھندا بن جائیں نبھانا مناسب ہے یا نہیں! بہرحال اس کا ابھی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

رات کو کھانا بھی نہیں کھا پائی تھی۔ بس عجیب سی کیفیت کا شکار رہی تھی۔ اس بارے میں ابھی سوچنا فضول تھا کہ آخر وہ ان کا دورے یہاں موجود نہیں تھا [illegible] وقت سے پہلے طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی اتفاق ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ دوسرے دن بھی کاہلوں کی طرح کمرے ہی میں اینڈتی رہی۔ بلیک چینل کی طرف سے دن بھر کسی رابطے کا انتظار کیا تھا۔ لیکن وہ تو اسے جیسے بالکل بھول گئے تھے۔ اسی طرح شام ہو گئی۔

اور جب حد سے بڑھ گئی تو سوچا تھوڑی دیر کے لیے باہر نکلا جائے۔ موسم خوش گوار تھا اور پیرس کی روایتی گہر آج موجود نہ تھی۔ یہ موسم اہل پیرس کے لیے بے حد خوش گوار ہوتا تھا۔ تیار ہو کر نیچے ہال میں آ گئی۔ اس سے زیادہ پروگرام نہیں تھا۔ موسم کی خوشگوار کیفیت کے تحت آج کے پروگرام بھی عمدہ تھے۔ موسیقی کی دھنیں فضا کے دوش پر تیرتی پھر رہی تھیں۔ میں ایک میز پر جا بیٹھی اور ایک مشروب طلب کر لیا۔ میری نگاہیں ہال میں بھٹک رہی تھیں پھر نظروں نے ایک منظر دیکھا اور میرا وجود لرز کر رہ گیا۔ میری ہی طرح ایک میز پر ایک اور شخصیت تنہا بیٹھی تھی اور یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ ہاں یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔

وہ سنبل تھا۔ رانا پرت کا بیٹا۔ عمدہ سوٹ میں ملبوس مگر کمزور سا بیمار سا۔ اور اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔

میں عجیب سی بے کلی محسوس کرنے لگی۔ یہ تو برا ہوا یہ یہاں کہاں سے آ گیا۔! میں نے سوچا۔

سنبل مسلسل مجھے گھور رہا تھا۔ شاید مجھ سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکا تھا۔ میں نے اس پر سے نظریں ہٹا لیں اور مشروب کے سپ لیتی رہی۔

پھر رقص کے لیے موسیقی شروع ہو گئی۔ آج کچھ خصوصی پروگرام ترتیب دیے گئے تھے اس لیے پروگرام جلد شروع ہو گئے تھے۔ جوڑے رقص کی تیاریاں کرنے لگے۔ پھر میں نے سنبل کو دیکھا۔ وہ میری طرف آ رہا تھا۔

"ہیلو۔!" اس نے میرے قریب آ کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور خشک لہجے میں بولی۔

"جی۔"

"میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

میں چند لمحات خاموش رہی، پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"تشریف رکھیے۔"

"بے حد شکریہ۔" وہ بیٹھ گیا۔

"فرمائیے۔"

"میرا نام سنبل ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"ناراض ہیں مجھ سے۔"

"کیا ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ ہے؟" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"ہاں ہے۔"

"مجھے اس کا علم نہیں۔"

"آپ کو علم ہے بھارتی۔"

"کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں۔"

"تو براہ کرم کہیں۔ میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکتی میرے کچھ اور ساتھی آنے والے ہیں۔" میں نے تلخ اور بدستور خشک لہجے میں کہا۔

"مس بھارتی میں انتہائی بدنصیب انسان ہوں۔ بہت بدنصیب، میری تقدیر نے ہر جگہ مجھے دھوکا دیا ہے۔ پوری زندگی میں، میں کسی کو اپنا دوست نہیں بنا سکا۔"

"اس سلسلے میں میرا کیا قصور ہے۔؟"

"آپ اتنی بے رخی سے گفتگو کرنا بھی جانتی ہیں؟"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ میں صورت سے آپ کو بے وقوف نظر آتی ہوں؟"

"میں جانتا ہوں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"ہاں۔ اس کے باوجود۔"

"کمال ہے۔ میں اس کوشش کو کیا نام دوں۔؟"

"بے غیرتی۔" اس نے کہا۔

"میں اپنی زبان سے یہ نہیں کہنا چاہتی۔"

"ایک بے غیرت شخص کے کچھ الفاظ ہی سن لیجیے۔"

"جی۔ جی فرمائیے۔"

"جو کچھ ہوا اس میں میرا قصور نہیں تھا۔"

"خوب!"

"پتا جی۔ پتا جی ہمارے خلاف سازش کرتے رہے ہیں۔"

"اس میں بھی میرا قصور نہیں ہے۔"

"قصور تو میرا بھی نہیں ہے بھارتی جی۔ میرا ان کے ہاں پیدا ہو جانا ایک مجبوری تھی۔ بہرحال بھارتی جی آپ کی بربادی کی وجہ صرف یہی ہے ناکہ ایم جگوں پر میں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔"

"آپ یہی کہیں گے یہ ایک بہترین طریقہ ہے سنبل جی۔"

"نہیں بھارتی۔ بھگوان کی سوگند۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ مجھے ایسے موقعوں پر بے بس کر دیا گیا تھا۔"

"خیر چھوڑیے یہ بتائیے آپ فرانس میں کیا کر رہے ہیں؟"

"ایک کاروباری کام سے آیا تھا۔"

"اپنے پتا جی کے کاروباری کام سے۔؟"

"نہیں۔ میں نے اپنا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔"

"خوب۔ میری طرف سے مبارک باد۔"

"مگر میں ذہنی طور پر درست نہیں ہوں۔"

"وہ کیوں؟" میں نے سوال کیا اور اس کا جواب سنبل دیر تک نہ دے سکا۔ پھر بولا۔

"اس لیے بھارتی جی اس لیے کہ۔"

"ہاں یہ جھجک کہیں، کیونکہ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں ہیں۔" میں نے شدید طنز کیا۔

"اس لیے بھارتی جی کہ میں آپ سے پریم کرتا ہوں۔ اس لیے بھارتی کہ میں آپ کو چاہتا ہوں۔ بہت چاہتا ہوں آپ کو۔" اس نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ ایک بے وقوف ہندوستانی ہیں۔"

"کیوں۔؟" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"اس لیے کہ یورپ ہے اور یہاں ان احمقانہ باتوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ جوانی کی آگ سے جھلستے ہوئے بیشتر نوجوان یہاں آ کر شانت ہو جاتے ہیں۔ یہاں آپ کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر بھی مسکرائیں وہ آپ کا پیار قبول کر لیتی ہے اور آپ سے زیادہ پرجوش ہو جاتی ہے۔ یورپ میں اگر بھی آپ ان دقیانوسی باتوں کا سہارا لے رہے ہیں اور وہ بھی ایک ہندوستانی لڑکی سے۔ جو وہاں بھی دلچسپی کی ہے اور یہاں بھی۔ پیرس حسن کی جنت ہے سنبل جی۔ کوئی کمی نہیں ہے یہاں آپ غلط جگہ شانتی کر رہے ہیں۔"

اس کے چہرے پر شدید کرب کے آثار نظر آئے۔ پھر اس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"کاش آپ مجھے یہ گالیاں نہ دیتیں۔"

"یہ گالیاں نہیں سچائی ہے۔"

"یورپ میرے لیے گھر کا آنگن ہے بھارتی جی اور میں یہاں نیا نہیں آیا۔ یہ سب کچھ جو آپ مجھے بتا رہی ہیں میں جانتا ہوں مگر بھارتی جی میں ایسا نہیں ہوں۔ میں نے جیون میں پہلی بار آپ سے پیار کیا ہے اور جیون کے آخری سانس تک کرتا رہوں گا۔ آپ میری طرف سے جن غلط فہمیوں کا شکار ہیں ہو سکے تو انہیں دور کر لیں۔ مجھے آپ سے کوئی جواب نہیں چاہیے بس یہ میرے دل کی مانگ تھی جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔"

"اور اسی لیے آپ پیرس آئے تھے؟" میں ہنس پڑی۔

"نہیں۔ مجھے آپ کی تلاش تھی۔"

"بہرحال آپ کی باتیں بہت دلچسپ ہیں سنبل جی۔ مجھے لطف آیا۔ ایک ہندوستانی ذہن اسی قدیم انداز سے آج بھی سوچتا ہے یہ ایک تجربہ ہے میرے لیے۔"

"آپ بہت کٹھور ہیں بھارتی۔"

"وقت سنبل جی وقت۔ وقت نے مجھے یہ سب کچھ بتایا ہے۔"

"مگر اس میں میرا کیا دوش ہے۔"

"تو آپ۔ آپ میرے پتا جی کے قاتل کے بیٹے رہیں؟ آپ میرے دادا جی اور موسی جی کے قاتل کے بیٹے ہیں۔"

"قاتل۔؟"

"ہاں رانا پربت سنگھ میرے خاندان کو تباہ کرنے کا باعث ہے۔ آپ جانتے ہیں سنبل جی کہ میری کوٹھی رانا پربت سنگھ نے خریدی ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔"

"کیوں؟ بتا سکتے ہیں آپ؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"یہ اچھی بات ہے جہاں کوئی کمزور پہلو آتا ہے آپ ناواقف بن جاتے ہیں۔"

"حقیقت یہی ہے بھارتی۔ میں اپنے پتا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے آپ کو اپنی کہانی سنائی تھی وہ میری ماں کا قاتل ہے مگر میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ بہت عجیب شخصیت کا مالک ہے۔ نہ جانے کون کون اس کا شکار ہے۔"

"بہرحال آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میرا رویہ کیوں خراب ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے ان سے الگ رکھ کر سوچو بھارتی۔"

"سوری سنبل۔ اس سے تو میں کچھ نہیں ملے گا۔ مجھے تو اپنی ذات میں الجھا دیا گیا ہے۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میں کون ہوں مجھ سے تو میری شناخت بھی چھین لی گئی ہے۔ بولو مجھ سے زیادہ بے بس انسان کون ہوگا۔؟"

"کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکوں بھارتی۔"

"تم میرے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو سنبل بلکہ کرتے رہے ہو۔"

"کیا۔؟"

"مجھے اپنے اعتماد کے جال میں جکڑ کر تم ان لوگوں کے ارادوں کی تکمیل کرتے رہے ہو۔"

"آہ۔ یہ غلط ہے بھارتی۔ ایسے دونوں موقعوں پر مجھے بے بس کر دیا گیا تھا۔"

"اور تم ان بے بس کرنے والوں کو نہیں جانتے تھے۔"

"ہاں میں نہیں جانتا تھا۔"

"اور اب بھی نہیں جانتے۔"

"اچھا۔"

"ہاں۔ مجھے یہ علم جتانا آسان تھا سو تم نے یہ آسان کام کر لیا مشکل کام یہ ہے کہ تم مجھ سے معذرت کر سکتے ہو۔ کیا کمال کے [illegible]"

"نہیں بھارتی یہ بات نہیں ہے۔"

"چھوڑو سنبل کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔ کچھ اور کہنا ہے تمہیں۔؟"

"ابھی کچھ دیر تمہارے پاس اور بیٹھوں گا بھارتی کچھ وقت اور دے دو۔"

"کچھ حاصل نہ ہوگا سنبل تمہیں۔ یہ سب کچھ بے مقصد ہے۔"

"میں کچھ حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے کیا ہے۔ لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بھی کہہ دو۔"

"دوسری بار اس وقت تم سے ملوں گا بھارتی جب تمہاری ان الجھنوں کا حل تلاش کر لوں گا۔"

میں نے چونک کر سنبل کو دیکھا تو وہ بولا "ہاں بھارتی تمہیں اس پر بھی یقین نہیں آئے گا۔ مگر یہ میرا عہد ہے۔" میں خاموش رہی۔ اس کے بعد دیر تک خاموشی چھائی رہی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"میں بہت دل برداشتہ ہوں سنبل۔ جو لوگ میرا سہارا تھے وہ اس سنسار سے چلے گئے اور مجھے بے شناخت چھوڑ گئے۔ ایک سوال کروں تم سے سنبل۔؟"

"ہاں۔ ضرور۔"

"جے شری کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"جے شری بھی میرے باپ کی شکار ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"پتا جی انہیں بلیک میل کرتے رہیں۔"

"جے شری کو۔؟"

"ہاں۔"

"مگر کیوں؟"

"پتا جی نے بہت بڑا جال پھیلایا تھا ان کے لیے۔ ان کے اپنے ہاتھوں سے ان کے پتا کا خون ہو گیا تھا۔"

"او مائی گاڈ۔" میرے ہونٹ حیرت سے سکڑ گئے۔

"نہ جانے رانا پربت کس کس کے لیے عذاب بنا ہوا ہے لیکن۔" سنبل خاموش ہو گیا۔ پھر وہ دفعتاً اٹھ گیا۔ "او کے بھارتی مجھے اب تمہارے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے۔" میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"زندگی باقی رہی تو کبھی تم سے ضرور ملوں گا۔ ہاں ایک خواہش دل میں ضرور ہے بھارتی کہ اس وقت تک جب تک تم پر

یہ ثابت نہ ہو جائے کہ گناہ گار ہوں میں، میں بھی شریک تھا میرے لیے اپنے دل میں اتنی سی گنجائش پیدا کر لو کہ کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کرو۔ میں اتنا برا انسان نہیں ہوں۔ وقت نے میری صورت مسخ کر کے رکھ دی ہے لیکن وقت بہرطور تبدیل ہو جاتا ہے۔"

سنبل مڑا اور تیز قدموں سے واپس چلا گیا۔

میں اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل چاہا کہ میں اسے آواز دے کر روک لوں لیکن یہ نہ کر سکی اور وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا لیکن میرے لیے وہ سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گیا تھا۔ اس کا اترا ہوا چہرہ، غم زدہ انداز اور لہجہ اور الفاظ کی بناوٹ یہ بتاتی تھی کہ شاید وہ سچ ہی بول رہا تھا۔ حالانکہ اس دوران سنبل کے بارے میں میرے ذہن میں ایک بار بھی لچک نہیں پیدا ہوئی تھی۔ ان واقعات کے بعد میں نے دل میں یہی سوچا تھا کہ جیسا باپ ویسا بیٹا۔ سنبل رانا پربت کے پروگرام میں برابر کا شریک تھا۔ لیکن جس طرح وہ غائب ہوا۔ وہ بھی کچھ حیرت انگیز سی بات تھی۔ پتا نہیں سنبل سچ کہہ رہا تھا یا غلط مگر اس کی تاویل وزن دار ضرور تھی۔ اب وہ یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ میرے مسئلے میں اپنے طور پر بہت کچھ کرے گا۔ اگر درحقیقت سنبل بے گناہ ہے اور مجھے میری شناخت لا دیتا ہے تو شاید میں اپنے دل میں اس کے لیے گنجائش پیدا کر لوں بعد کے لمحات الجھن ہی میں گزر رہے تھے۔ نجانے کیوں آج پہلی بار مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ سنبل کے لیے میرے دل میں کسی نہ کسی گوشے میں نرمی موجود ہے۔ [illegible] میں نے اسے صرف اپنا سہارا بنانے کی کوشش کی تھی اور اس وقت کے بارے میں میرے ذہن میں یہ خیال تھا کیونکہ میں اس سنسار میں بالکل بے سہارا ہو گئی ہوں اس لیے جو بھی میرے سامنے آیا اسے میں نے اپنے قریب تسلیم کر لیا۔ سنبل کے ساتھ کچھ لمحات دلکش بھی گزرے تھے اور ان کی یاد میرے ذہن کے گوشوں میں اب بھی قائم تھی لیکن اس کے بعد سنبل اپنی حیثیت کھو بیٹھا تھا اور آج۔ آج کے بارے میں، میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھی۔ ہوٹل کی تفریحات جوں کی توں جاری رہیں لیکن میں انہیں سرسری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں کسی تفریح کا تصور نہیں ابھرا تھا۔ سنبل سوچنے کے لیے بہت کچھ چھوڑ گیا تھا۔ کاش وہ تھوڑی دیر اور میرے پاس بیٹھتا۔ اس کے بعد وہاں دل نہ لگا اور میں اٹھ کر اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔ ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا اور رہ رہ کر ڈان کا وڈ ریسے پر غصہ آ رہا تھا۔ اس نے مجھے یہیں بلانے کے بعد بیکار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ کوئی کام میرے سپرد کر دیا جاتا تو شاید یہ الجھنیں نہ ہوتیں لیکن اب۔ اپنے کمرے میں واپس

آ گئی اور بستر پر لیٹ گئی۔ میرا خیال تھا کہ میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے پھر سے ڈان کا وڈ ریسے کے بارے میں معلومات حاصل کروں لیکن یہ بھی معیوب سا محسوس ہوا۔ مناسب نہیں تھا چنانچہ میں نے اپنا یہ ارادہ بھی ترک کر دیا۔ شدید ذہنی الجھنوں کے عالم میں، میں نے آخر ایک فیصلہ کیا۔ کم از کم خود کو مصروف رکھنے کا کوئی مشغلہ تو ہونا چاہیے۔ فیصلہ یہ تھا کہ میں آج کے سلسلے میں ہی کام کی تکمیل کر ڈالوں۔ ہر چند کہ مجھے اس میں شدید خطرات نظر آ رہے تھے جو کچھ میرے ساتھ ڈائننگ ہال میں ہو چکا تھا وہ ہو سکتا تھا۔ حالانکہ وہ خطرناک آدمی مر چکا تھا لیکن ضروری نہیں تھا کہ اس سلسلے میں وہی سب کچھ ہوتا اور لوگ بھی ہو سکتے تھے اور اگر میں کسی عذاب میں گرفتار ہو گئی تو شاید خود ڈان کا وڈ ریسے کے لوگ بھی مدد نہ کر سکیں کیونکہ وہ حقیقت سے لاعلم ہوں گے۔ ان واقعات کا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن کیا میں اتنی ہی بے بس اور بے سہارا ہوں کہ اپنے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ ناممکن۔ ناممکن، میں اس بے بسی کو قبول کرنے کے لیے کسی طور تیار نہیں تھی۔ اپنے معاملات میں خود سمجھنے کی اہل تھی اور میں نے پہلے کر لیا کہ دوسرے دن کسی بھی وقت میں ایلیون اسکوائر کے فلیٹ نمبر بارہ میں داخل ہو کر وہ پیغام (جو بھی وہاں موجود ملا) اسے دوں گی جو تاہر چہرے نے مجھے دیا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں ان الفاظ کو دہرایا جو میں نے ذہن نشین کیے تھے اور میرے ذہن نے پورا پورا ساتھ دیا الفاظ یہی تھے۔

"بی۔ او۔ این۔ سیون۔ ایلیون (ٹوئنٹی) ٹو۔ ایل۔ یے۔ پی۔

ون۔ ایف۔ تھری۔ ایس۔ جی۔ ٹو۔ ون۔ ایٹ۔"

بالکل یہی الفاظ تھے جو کاغذ کی اس چٹ پر درج تھے میں جانتی تھی کہ یہ سب میں ذہنی فرار حاصل کرنے کے لیے کر رہی ہوں لیکن ذہنی فرار کا حصول بھی تو ضروری تھا ورنہ سنبل کے الفاظ نجانے مجھے کتنا بے چین رکھتے۔ اس کے بعد میں نے سونے ہی کی کوشش شروع کر دی تھی۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔ دن میں چونکہ ہوٹل کے کمرے ہی میں رہی تھی۔ اس لیے رات کو کھانے کی خواہش بھی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ بہرطور پرسکون نیند آ گئی حالانکہ ذہن شدید الجھن کا شکار تھا لیکن میں نے اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر بلاآخر نیند پر فتح حاصل کر لی اور دوسرے دن صبح کو جب میں جاگی تو میں اپنے ذہن کو تمام تفکرات سے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ میں ڈان کا وڈ ریسے کے بارے میں بھی سوچ رہی تھی کہ ابھی مجھے ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے یہ بات

میرے وقار کے منافی ہے۔ چنانچہ آج کا دن پچھلے دنوں سے مختلف تھا میں نے سوچا میں اپنے طور پر تفریحات کروں گی۔ اور شام کو پارات کو کسی حصے میں الیون اسکوائر کے فلیٹ نمبر بارہ میں جاؤں گی۔ ان تفریحات کے لیے میں نے ایک پروگرام بنایا اور آج میں اپنی پسندیدہ جگہ جانے کی خواہشمند تھی میں نے ان پسندیدہ جگہوں کی فہرست بنالی تھی جو آنا جیرے پیرے دن کے پروگرام میں شامل تھیں۔ اور اسی پروگرام کے تحت میں اپنے ہوٹل سے باہر نکل آئی۔

زیر زمین ریلوے جب لوور کے اسٹیشن پر رکی تو میں نے اپنی پسندیدہ جگہوں کو دیکھا۔ فرانسیسیوں کی تمام حسن پرستی اس اسٹیشن پر صرف ہو گئی ہے۔ میں لوور کے عالیشان پلیٹ فارم پر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ دیواروں کو جابجا تراش کر ان میں اطالوی اور یونانی مجسمے سجائے گئے تھے۔ چھت سے بیش قیمت فانوس لٹک رہے تھے اور ان کی روشنی میں یہ مجسمے بے حد حسین نظر آرہے تھے۔ لوور کا عجائب گھر بھی اپنے طور پر ایک تاریخ رکھتا تھا اور میں نے اس تاریخ کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں۔ لیکن اس وقت لوور کے عجائب گھر میں جانا مناسب نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ دریائے سین کے کنارے کسی پول کے کنارے ہو کر دریائے سین کا نظارہ کیا جائے چنانچہ اپنا یہ پروگرام وقتی طور پر ملتوی کر کے میں دریائے سین کی جانب چل پڑی۔ کانکورڈ کے قریب پہنچ کر میں نے ان مجسموں کو دیکھا جن کے سروں پر آویزاں پیالی کے تھالوں میں سے فوارے اُبل رہے تھے۔ جنگ کے دوسرے کنارے پر سکندر سوئم کا مشہور پل تھا۔ میں سڑک سے دریا کے کنارے جاتی ہوئی سیڑھیوں پر اتر گئی اور اسی وقت بادل چھانے لگے۔ پیرس میں کسی بھی لمحے بادلوں کا حملہ ہو سکتا ہے بہر طور یہ یہاں کے رہنے والوں کے لیے کوئی اجنبی بات نہیں ہے۔ میں بھی بادلوں کی چھاؤں میں آگے بڑھتی رہی۔ پل کے نیچے شکار پر آئے ہوئے بوڑھے آوارہ گرد، چند غیر ملکی سیاح اور پیرس کی روایتی بے حیائی۔ میں ہجوم کے درمیان سے گزرتی رہی۔ دریا کے پار نپولین کا مزار دکھائی دے رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ سکندر سوئم کے پل کی جانب چل پڑی اور پھر دائیں ہاتھ پر جانے والی سڑک پر جو نپولین کے مقبرے کی جانب جاتی ہے۔ اسی وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی اور اہل پیرس جو ہمیشہ اس کے لیے تیار رہتے ہیں۔ بڑی بڑی چھتریوں کے نیچے نظر آنے لگے۔ بوڑھے فرانسیسی بیری ٹوپیاں پہنے ہوئے فیشن ایبل فرانسیسی لڑکیاں جن کے رنگ برنگے چھاتے ان کے ساتھی لڑکوں نے تھام رکھے تھے اور خود بارش میں بھیگتے جا رہے تھے لمبے لمبے بالوں والے ہپی۔ موسم کی سختیوں سے بے پروا اپنی دھن میں مگن جھومتے گاتے ہوئے۔ غیر ملکی سیاح جو اس ہلکی بوندا باندی سے بھی پناہ لینے کی خاطر قہوہ خانوں میں جھانکتے اور پھر خالی جگہ نہ پاکر آگے بڑھ جاتے۔ قالین بیچنے والے الجزائری اور بکھری داڑھی والے مصور، چہرے گزرتے رہے اور میں انہی پر نظریں جمائے آگے بڑھتی رہی۔ بوندا باندی ابھی تیز نہیں ہوئی تھی اور اتنی تھی کہ اس میں آسانی سے بھیگا جا سکے۔ ہاں اگر بارش تیز ہو جاتی تو پھر کوئی فیصلہ کرنا ہی پڑتا۔ میں اپنے شدید ذہنی بحران کا شکار تھی اور ہر چیز کو سرسری نگاہوں سے دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی۔ نپولین کے مقبرے کی طرف رخ کر [illegible] میں نے دفعتاً ہی اس طرف جانا ملتوی کر دیا اور دریائے سین کے گدلے پانیوں کو دیکھتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ ہر چند منٹ کے بعد سیاحوں سے پر کوئی کشتی دریائے سین کے پانی کو چیرتی ہوئی گزر جاتی۔ ان کشتیوں کی چھتیں شیشے کی بنی ہوئی تھیں اور باہر سے کشتیوں کا اندرونی حصہ بخوبی نظر آجاتا تھا پانی میں رواں دواں چھوٹے چھوٹے ریستوران نظر آرہے تھے جن کے گرد رنگ برنگی ربنوں کی جھالریں لٹکائی گئی تھیں۔ لوگ فیشنوں کی چھت تلے بارش سے محفوظ خوش گپیوں میں مشغول تھے اور ان کشتیوں میں ویٹر خوراک کی طشتریاں ہاتھوں میں لیے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ رومانی جوڑے بارش کی پروا کیے بغیر عرشے پر نظر آرہے تھے۔ میں ان تمام مناظر کو دیکھتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ پھر بالکل اتفاقیہ طور پر دریا کے [illegible] چلتے چلتے کلیسائے نوٹرڈیم کے دامن میں پہنچ گئی۔ کلیسائے نوٹرڈیم کے احاطے میں داخل ہو کر مجھے وہ کبڑا یاد آیا جو اسی کلیسا میں سامنے والا گھڑیال بجانے پر معمور تھا۔ پھر اسے ایک خانہ بدوش لڑکی سے محبت ہو گئی لیکن اس اپاہج کو اپنی بھیانک شکل کا احساس نہ تھا وہ عجیب و غریب داستان میری نگاہوں کے سامنے گھومتی رہی اور میں کلیسا کے بلند و بالا میناروں پر نظریں جمائے اس کبڑے کو چشم تصور سے اپنی محبوبہ کے لیے کسی کونے میں اُگے ہوئے جنگلی پھول توڑ کر لاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس تصور نے دل پر ایک عجیب سا اثر کیا تھا بہت دیر میں وہاں رکی اور اس کے بعد لوور کا عجائب گھر دیکھنے کے لیے نکل کھڑی ہوئی۔ شانزے لیزے کا کشادہ فٹ پاتھ جہاں پر پیرس کی زندگی کا دل دھڑکتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح پُر ہجوم تھا اور

میں رکھے سینکڑوں نادر مجسمے اور ہزاروں شاہکار تصویریں نپولین کی یاد تازہ کرتی ہے۔ جس نے مفتوح ملکوں میں جھاڑو پھیر کر تمام نوادرات جمع کیے اور پیرس بھیج دیے۔ میں لوور پہنچ گئی۔ دروازے کے پاس پہنچ کر میں نے ٹکٹ خریدا اور لوور کے اندر داخل ہو گئی سیاحوں کی اکثریت یہاں صرف دنیا کی مشہور ترین تصویر مونا لیزا کا دیدار کرنے آتی ہے اور نجانے کیوں آج تک میں مونا لیزا کی مسکراہٹ کا راز نہ پا سکی۔ ضروری تو نہیں ہے کہ جنت بھی لبوں کو سکیڑ کر مسکرا دے اس کے پیچھے پر اسرار راز ہیں [illegible] ہوں عجائب گھر کے طویل و عریض [illegible] کے آخر میں ایک چھوٹا سا دروازہ کھلتا ہے جس کے باہر [illegible] ڈی میلو کے الفاظ کندہ ہیں۔ یونان [illegible] جزیروں میں سے میلو نام کا جزیرہ سب [illegible] صورت ہے۔ زمانۂ قدیم میں وہاں ایک ماہر اور غریب سنگ تراش رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حسن کی دیوی وینس آسمانوں سے اتر کر اس غریب سنگ تراش کے جھونپڑے میں داخل ہوئی۔ صدیوں سے ان گنت سنگ تراش [illegible] حسن کو پتھر میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں [illegible] سے کہا اور وہ سب ناکام رہے کیونکہ [illegible] نے مجھے صرف [illegible] دیوی کی نگاہ سے دیکھا ان کے مجسمے پاکیزگی اور [illegible]ت کے مظہر بن گئے۔ مگر میرا نسوانی حسن کسی کی بھی [illegible] حال دیوی ہی نہیں [illegible] پرست کی ایک حسین عورت بھی میرا [illegible] کے پہلو انسانی جذبات کا ایک اہم حصہ ہیں لیکن [illegible] انسان ہی کے جذبات کی ضرورت ہے [illegible] کے علاوہ ایک خوبصورت کے روپ میں ابھروں گی۔ سو مجھے جی بھر کر دیکھ لو۔ وینس نے وہ شب سنگ تراش کے جھونپڑے میں گزار دی اور صبح ہوتے ہی اپنے آسمانی مسکن کو پرواز کر گئی۔ سنگ تراش نے تیشہ ہاتھ میں لیا اور دیوی اور اپنی محبوبہ کا مجسمہ تراشنے کی خاطر سنگ مرمر کے ایک عظیم تودے میں [illegible] نجانے کتنے سال گزر گئے تیشے کی ہر کاٹ ایک نئے اور دلفریب نقش کو جنم دیتی گئی اور بالآخر مجسمہ مکمل ہو گیا وینس حسن کے بحر سمندر سے نکلتی ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سیب تھا اور دوسرے سے وہ اپنے لبادے کو تھامے ہوئے تھی جو سینے سے ڈھلک کر اس کے متناسب بدن پر آ اٹکا تھا۔ میلو کے باشندوں نے جب مجسمہ دیکھا تو پکار اٹھے آج سے وینس ہی میلو کے جزیرے کی دیوی ہوگی۔ ایک عظیم الشان معبد تعمیر کیا گیا اور مجسمے کو ایک بلند ستون پر استادہ کر کے وینس کی پرستش شروع ہوگئی آہستہ آہستہ مجسمے کی خوبصورتی کا شہرہ نیلے پانیوں کے بادشاہ یونان تک بھی جا پہنچا۔ شاہ نے میلو کے باشندوں کو پیغام بھجوایا کہ یہ مجسمہ فوراً اس کے دربار بھیج دیا جائے میلو والوں نے انکار کر دیا۔ ایک معبد کے اونچے مینار پر تعینات شدہ پہرے دار نے شاہ یونان کے لاتعداد جنگی جہاز میلو کی طرف بڑھتے دیکھے اور معبد کے پروہتوں کو اس کی خبر کر دی۔ تمام پروہتوں نے اپنی دیوی کو بچانے کی خاطر ایک کٹھن فیصلہ کیا کہ مجسمے کو اس حد تک بدصورت اور ناکارہ بنا دیا جائے کہ یونانی اسے بیکار سمجھ کر واپس لوٹ جائیں چنانچہ وینس کے بازو کندھے سے کاٹ کر انہیں سمندر میں پھینک دیا گیا مگر یہ ترکیب بھی کام نہ آئی کٹے ہوئے بازو وینس کی خوبصورتی کو متاثر نہیں کر سکے تھے اور اس کی خوبصورتی اب بھی سحر انگیز تھی بالآخر یونانی اسے اٹھا کر اپنے ملک لے گئے۔ آج سے چند برس پیشتر نیویارک میں رہنے والے باشندے نے دو جہاز خریدے اور کئی ماہ تک میلو کے گرد پھیلے ہوئے سمندر میں وینس کے کٹے ہوئے بازو تلاش کرتا رہا کہ انہیں پھر سے جوڑ کر وینس کو ہزاروں سال پہلے کا ملکوتی حسن عطا کر دیا جائے مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ایسا لگتا تھا جیسے میلو وینس کے کمرے میں داخل ہو کر ہزاروں سال پہلے کے اس عالیشان معبد کا منظر سامنے آگیا ہو جہاں قربان

کلاک کے اوپر ایک ستون پر وینس کا مجسمہ نصب تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آج اس کے بازو میلو کے گرد پھیلے ہوئے سمندر میں کائی آلود ہو چکے ہوں گے۔ مجسمے کے سنگ مرمر کا دودھیا رنگ دھندلا چکا ہے اور جسم کے اکثر حصوں سے چھوٹی چھوٹی [illegible] علیحدہ ہو کر گڑھے بن چکے ہیں۔ اس بوسیدہ حالت میں بھی وینس ایک دیوی کی مانند ہی مسحور کرنے کی قوت رکھتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ ابھی اس اونچے ستون سے اتر کر بڑی حیرت سے پوچھے گی کہ میں میلو کے چمکتے ہوئے جزیرے سے اس سرد دیس میں کہاں سے آ گئی؟ میرے بازو کہاں ہیں۔ میں اپاہج کیسے ہو گئی؟ کیا اسے نوسٹرڈیم کا یہ صورت [illegible] اور میلو کی حسین دیوی نے کچھ ایسے اوقات [illegible] گزرے ہوئے واقعات [illegible] فراموش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو بارش [illegible] تیز ہو چکی تھی ہر طرف لوگ [illegible] جانب تیز چلتے ہوئے [illegible] سے نکل آئی اور اس کے بعد تیز بارش سے بچنے کے لیے ایک چھوٹے سے قہوہ خانے میں داخل ہو گئی جہاں میں نے گرم کافی کا ایک کپ پیا اور اس کے بعد بارش کے تھمنے کا انتظار کرنے لگی۔ [illegible] تھم گئی اور جب بارش تھمی تو شام کے تقریباً ساڑھے سات بج چکے تھے۔ گویا آج کا دن کا اختتام ہو گیا تھا۔ آج کا دن میرے لیے بہت ہی خوشگوار دن تھا۔ میں اپنے پسندیدہ مشغلے میں کھو کر اپنی کوفت بھول گئی تھی لیکن اب اس کے بعد جو فیصلہ کرنا تھا وہ یہ تھا کہ کیا میں اسکاٹ پہنچ کر اس کے فلیٹ نمبر بارہ میں داخل ہو جاؤں یا پھر اپنا راستہ ناپوں اور سیدھی اپنے ہوٹل پہنچ جاؤں اور اس کے بعد جس طرح بھی ممکن ہو سکے ڈان کا کوڈرے سے رابطہ قائم کر کے اس سے پوچھوں کہ آخر مجھے یہاں بلانے کا مقصد کیا ہے؟ لیکن چونکہ تاریخی واقعات ذہن پر اثر انداز ہوئے تھے۔ محبت اور نفرت کی بہت سی داستانیں ذہن میں تازہ ہو گئی تھیں اس لیے ایک انسان کی ہمدردی دل میں ابھر آئی تو اس ہمدردی کی [illegible] میں محبت [illegible] انتہا ہی تھی اور میں نے بمشکل تمام [illegible] دل میں [illegible] بچائی تھی ورنہ نجانے کیا ہو جاتا؟ اور ایک بار پھر میں [illegible] ہونے جا رہی تھی لیکن نجانے کیوں دل میں ایک اور خیال بھی ابھرا کہ اگر اس طرح میں چھوٹی چھوٹی باتوں سے متاثر ہوتی رہی تو جس انداز میں میری تربیت کی گئی ہے اور جس طرح مجھے ریڈ چینل کا ایک سرگرم رکن منتخب کیا گیا ہے [illegible] بہتر ہے کہ مجھے تو چٹان کے حالات سے نمٹنے کے گر آنے چاہئیں۔

اور اس خیال نے میرے دل کو خاصا مطمئن کیا اور اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے اٹھوں گی تو سیدھی ایبون اسکوائر پہنچوں گی۔ اور اس فیصلے نے نجانے کیوں مجھے ایک سکون سا بخشا تھا۔ کافی دیر تک وہاں بیٹھی رہی اور پھر تقریباً آٹھ بجنے والے تھے جب میں نے ایک ٹیکسی حاصل کی اور اسے ایبون اسکوائر کا راستہ بتا دیا۔ ٹیکسی نے ایک بار پھر مجھے اسی خوفناک جگہ پہنچا دیا جہاں میری زندگی کا ایک اہم ترین اور مشکل مرحلہ آیا تھا۔ ایبون اسکوائر [illegible] ڈاؤنٹ لول کے بالکل [illegible] تھا۔ بہر صورت میں وہاں سے سیدھی آگے بڑھی [illegible] عبور کر کے اس عمارت کے سامنے پہنچ گئی جو [illegible] عمارت [illegible] اچھے درجے کے فلیٹوں کی عمارت تھی وہاں [illegible] میں میں نے فلیٹ نمبر بارہ [illegible] فلیٹ نمبر بارہ تک جانے کے لیے [illegible] غیر ضروری تھا چنانچہ میں سیڑھیوں کے ذریعے بالائی منزل پہ پہنچ گئی۔ فلیٹ نمبر بارہ بالکل [illegible] کا فلیٹ تھا چنانچہ راہداری عبور کرنے میں [illegible] فلیٹ [illegible] پہنچ گئی اور [illegible] دروازے کی بیل پہ انگلی رکھ دی۔ میرا دل چند لمحات [illegible] دھڑک رہا تھا اندر ہو سکتا ہے پھر مجھے پہلے [illegible] دو چار ہونا پڑے۔ چند لمحات [illegible] ایک [illegible] نے دروازہ کھولا اور سوالیہ نظروں سے [illegible] دیکھنے لگی۔

"ہیلو۔"

"کیا گریشا یہاں موجود ہے۔"

"گریشا۔" بوڑھی [illegible] کسی قدر [illegible] کہا اور پھر بولی "میں [illegible] گریشا نامی کوئی نہیں رہتی۔"

"اندر [illegible] ہے میں اس سے [illegible]"

بوڑھی عورت نے مجھے سر سے پاؤں تک [illegible] دیکھا [illegible] بولی۔

"[illegible] کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہو گی۔"

"ہاں میں مسٹر آرچر کا پیغام لائی ہوں۔"

بوڑھی نے پھر مجھے ٹٹولنے والے انداز میں [illegible] سے بولی۔

"آؤ میں تمہیں ایک ایسی شخصیت سے ملواتی [illegible] جو شاید تمہاری تشفی کر سکے۔" [illegible] دیا اور اس کے بعد دروازہ بند کر کے مجھے ڈرائنگ [illegible]

تھی پھر بولی۔

"بیٹھو میں اسے اطلاع دیتی ہوں۔"

میں صوفے پر بیٹھ گئی۔ کتنے غیر یقینی حالات تھے کیا واقعہ پیش آ سکتا تھا ہو سکتا ہے جو کوئی مجھے یہاں ملے وہ اس بات کو ماننے سے سرے سے ہی انکار کر دے کہ وہ آرچر نامی کسی شخصیت کو جانتا ہے۔ بہر طور اگر ایسا ہوا تو بھی مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ میری آخری کوشش تھی اور اس کے بعد میں [illegible] نے والے کے فرض سے سبکدوش ہو رہی تھی۔ میں نے اس [illegible] خطرہ مول لیا تھا شاید میری جگہ کوئی اور ہوتا [illegible] کبھی ایک حادثے سے نمٹنے کے بعد دوسرے حادثے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ دوسرا حادثہ خود ہی پیش آ گیا لیکن یہ [illegible] حادثہ تھا جو شخص کمرے میں داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر مجھے اتنا شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا کہ میں ایک بار پھر حیران رہ گئی تھی۔ آنے والا بھی مجھے حیران نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مسرور مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ بھارتی ڈارلنگ تم۔ تم حیرت انگیز ہو میں [illegible] سے کہتا ہوں [illegible] تم حیرت انگیز ہو۔"

[illegible] مشکل ہے آواز آتی [illegible] وہ [illegible] میرے پاس آ گیا اور مجھے [illegible]

"[illegible] مجھے یہاں کا پتا کس نے بتایا؟"

"[illegible] ڈان [illegible] کوڈرے۔"

[illegible] جس قدر حیران ہوا ہوں کم ہے۔ شاید [illegible] اس بات پہ یقین [illegible] کر میں پہلے کسی وقت سے یہاں [illegible] ایک جیل کا کوئی فرد [illegible] جا سکا میں یہاں [illegible] نہیں [illegible] سکتا کہ تمہیں [illegible] اطلاع ملی ہو گی کہ ڈان [illegible] کوڈرے [illegible]

[illegible] گہری سانس [illegible] اور پھر میرے ذہن میں ایک [illegible] پیدا ہو گیا۔ کیا وہ شخصیت ڈان کا کوڈرے ہی تھی [illegible] کے پاس یہ پیغام بھیجا گیا تھا ڈان کا کوڈرے [illegible] کیا کہتا رہا میں خالی الذہنی کے سے انداز [illegible] آہستہ سے کہا۔

"مسٹر ڈان کا کوڈرے [illegible] آپ تھے داد وصول کرنے [illegible] آئی اور [illegible] یہ بات قابل داد ہے کہ میں یہاں پہنچ گئی۔"

"لیکن میرے لیے انتہائی حیرت انگیز۔ تمہیں میرا یہاں کا پتا کیسے معلوم ہوا۔؟"

"مسٹر آرچر سے۔" میں نے جواب دیا اور ڈان کا کوڈرے اچھل پڑا۔

"آرچر کیا تم اسے جانتی ہو؟ اوہ! ڈیئر بھارتی یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ کیسے ہوا؟"

"میں مسٹر آرچر کو بالکل نہیں جانتی مسٹر ڈان کا کوڈرے بلکہ پیرس آتے ہوئے ہم لوگ ہمسفر تھے اور میں اس کے برابر کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے مسٹر ڈان کا کوڈرے کہ آرچر کو ایئرپورٹ پر ہلاک کر دیا گیا۔"

"ہاں ایک بہترین کارکن ایک شاندار انسان اس طرح موت کا شکار ہو گیا۔ یہ بات میرے لیے انتہائی دردانگیز ہے۔"

"وہ واقعہ میرے سامنے ہی پیش آیا تھا اور آرچر نے ایک اجنبی ہمسفر ہونے کے ناطے مجھ سے رابطہ قائم کر کے مجھے کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔" ڈان کا کوڈرے نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ وہ دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا تھا اور اس کے بعد اس نے دونوں آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹکی۔

"بھارتی اس اتفاق کو ہم دنیا کا سب سے حیرت انگیز اتفاق کہہ سکتے ہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ایسی شخصیت مجھ تک یہ پیغام لائے گی جو میری اپنی ہی ہو گی یقین کرو میں اس حیرت انگیز اتفاق پر شدید حیران ہوں۔ شاید تمہیں اس بات کا علم ہو کہ آرچر کی بہن گریشا اس وقت میرے پاس ہے۔"

میں بری طرح [illegible] اور میں نے حیرت سے کہا۔

"گریشا آپ کے پاس موجود ہے مسٹر ڈان کا کوڈرے؟"

"ہاں کیوں آرچر نے تمہیں اس کے بارے میں بتایا تھا۔"

"میں آپ کو تفصیل سے سب کچھ بتاؤں [illegible] سمجھ جائیں گے۔"

"ہاں ڈیئر میں تمہارے لیے کافی منگواتا ہوں [illegible] فوسٹر۔ میڈم فوسٹر۔" ڈان کا کوڈرے نے آواز دی اور [illegible] خادمہ اندر آ گئی۔

"یقیناً آپ نے ہمارے لیے کافی کا انتظام کیا ہو گا۔"

"ایک منٹ میں لا رہی ہوں سر۔" میڈم فوسٹر نے جواب دیا اور باہر نکل گئیں۔

ڈان کاوڈرے مسرور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یقین کرو بھارتی اس وقت تم نے میرے لیے وہ کام کیا ہے جس کے لیے میں انتہائی پریشان تھا۔ میں تمہیں بتاؤں کہ آرچر کی موت نے مجھے شدید صدمے کا شکار کیا ہے اور میں اس کی موت کے لیے کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا لیکن غلطی اس سے بھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اپنی آمد کے بارے میں اطلاع نہیں دی تھی۔ ورنہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں اس کے تحفظ کے لیے نجانے کیا کچھ کرواتا لیکن وہ ہر چیز کو شدید راز میں رکھنے کا عادی تھا۔"

"آرچر شاید اپنی غلط پلاننگ کا شکار ہو گیا مسٹر ڈان کاوڈرے۔"

"میں تم سے سننا چاہتا ہوں۔ پوری تفصیل سننا چاہتا ہوں میں تم سے۔"

"تفصیل یہ ہے کہ مسٹر ڈان کاوڈرے کہ میں پیرس کے لیے ہندوستان سے روانہ ہوئی تو جس فلائیٹ سے میں آ رہی تھی اسی فلائیٹ میں دو افراد میری توجہ کا مرکز تھے ایک چھوٹے چھلکے بدن کا مالک اور غالباً اسپین کا باشندہ تھا جس کی مونچھیں نوکیلی اور بھوری تھیں۔ اور چہرے پر شیطانیت برستی تھی بہر طور ظاہر ہے میں میرا اس سے کوئی رابطہ نہ رہا اور میں جس سیٹ پر بیٹھی تھی اس پر میرے نزدیک آرچر موجود تھا۔ وہ بہ اداس اور غمزدہ نظر آ رہا تھا۔ ابتدا میں تو ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہ ہوئی لیکن بعد میں وہ خود ہی مجھ سے مخاطب ہوا اور اس نے کہا کہ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار رہا ہے۔ مسٹر ڈان کاوڈرے میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی لیکن اس نے جب مجھ سے یہ درخواست کی کہ اگر اس کی زندگی کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو میں پیغام یا تو ڈائمنڈ پول نامی عمارت میں گریشا نامی لڑکی کو پہنچا دوں یا اگر اس سے ملاقات نہ ہو تو پھر میں یہ پیغام ایلین اسکوائر کے فلیٹ نمبر بارہ میں جس سے بھی میری ملاقات ہو اسے دے دوں۔"

"اوہ۔ اوہ!" ڈان کاوڈرے ہاتھ ملنے لگا۔

"میں یہاں آ کر اپنے ہوٹل میں مقیم ہو گئی اور پھر میں نے آپ کے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا۔ مجھے علم ہوا کہ آپ ان دنوں پیرس میں نہیں ہیں۔ مجھ سے کہا گیا کہ جو نہی آپ آئیں گے میری آمد کے بارے میں آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔ میں تھوڑی سی الجھ سی گئی تھی کیونکہ یہ بات میں نہیں جانتی تھی کہ وقت سے پہلے مجھے کیوں بلا لیا گیا ہے۔"

"اوہ ڈیئر بھارتی دراصل میں ایک اور مسئلے میں الجھ گیا تھا اور تمہارے بغیر تم سے ملاقات بالکل ہی بے مقصد ثابت ہوتی۔"

"جی بہر طور میں اپنے طور پر یہاں آ کر عجیب و غریب سے احساسات کا شکار ہو گئی۔ آرچر کا حادثہ میرے سامنے ہی ہوا تھا۔ ایئر پورٹ پر اسے بری طرح گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ میں ڈائمنڈ پول پہنچی اور وہاں گریشا کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ وہ ڈیوٹی پر نہیں ہے۔ میں واپس پلٹ رہی تھی کہ مجھے فوراً ہی دوسری اطلاع دی گئی کہ گریشا ڈیوٹی پر موجود ہے اور اس کے بعد انہوں نے مجھے ڈائمنڈ پول کے اندرونی حصے میں بھیج دیا گیا جہاں اسی اسپینش نے مجھ سے ملاقات کی اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ آرچر نے مجھے کیا پیغام دیا ہے [illegible] اس سے میری جنگ ہوئی اور میں نے اسے ہلاک کر دیا۔"

"او مائی گاڈ۔ مائی گاڈ تم نے فیڈرو کو ہلاک کر دیا۔ یہ فیڈرو جسے فیڈرو دی گریٹ کہا جاتا ہے۔ وہی اسپینش اس کا نام فیڈرو تھا اور وہی ڈائمنڈ پول کا مالک تھا۔"

"بہر طور میں اسے نہیں جانتی تھی لیکن اب مجھے یہ علم ہو گیا کہ وہ وہاں صاحب اختیار کیوں تھا۔"

"ٹھیک۔۔ ٹھیک۔"

"فیڈرو کی ہلاکت کے بعد میں واپس آ گئی [illegible] میں نے سوچا کہ آرچر کا مشن پورا کرنا ہی چاہیے چنانچہ اس کے بعد میں یہاں مسٹر ڈان کاوڈرے آپ کو دیکھنے کی توقع [illegible] اس شخص سے ملنے آئی تھی جسے مجھے آرچر کا پیغام دینا تھا۔"

"کیا آرچر کا پیغام [illegible]" [illegible] نے بے صبری سے اس سے پوچھا اور اسی وقت بوڑھی ملازمہ مسز فوسٹر کافی کے برتن لیے ہوئے اندر داخل ہو گئیں۔

اس نے نفاست سے ٹرالی ہمارے سامنے کی اور گردن جھکائے واپس پلٹ گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی مسٹر [illegible] کاوڈرے وہ پیغام میرے پاس موجود ہے۔"

"پلیز پلیز میں [illegible] نہیں کر سکوں گا۔ دکھاؤ وہ کہاں [illegible]" میرے ہونٹوں [illegible] پھیل گئی میں نے [illegible] سے کہا۔

"وہ صرف چند الفاظ اور ہندسے ہیں جنہیں میں نے زبانی یاد کیا ہوا ہے اور میرے پاس اس کی کوئی [illegible]"

"تمہیں وہ بالکل صحیح طور پر یاد ہیں۔" [illegible] نے پوچھا اور جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر میز سے ایک کاغذ اور قلم اٹھا لایا۔

"جی ہاں مسٹر ڈان کاوڈرے آرچر کی موت میرے لیے اتنی ہی تکلیف دہ تھی کہ میں اس کے اس پیغام کو بھول نہیں سکتی

تھی۔ ویسے آپ نے گریشا کی زندگی کے بارے میں خبر دے کر مجھے خوش کر دیا ہے۔"

"گریشا کو میں نے یہاں سے روانہ کر دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی موت کی خبر سنے۔"

"کہاں بھیج دیا آپ نے اسے۔؟"

"امریکہ اور بہت اچھے انداز میں۔ میں جانتا تھا کہ آرچر کے بعد گریشا ہی کو نشانہ بنایا جائے گا۔ چنانچہ میں نے اسے ڈائمنڈ پول سے ہٹا کر فوراً ہی نیویارک روانہ کر دیا۔"

"گڈ۔"

"ہاں تو وہ پیغام بتاؤ۔؟"

"آپ براہ کرم نوٹ کیجیے۔"

"ہاں بتاؤ۔" ڈان کاوڈرے نے کہا اور میں دہرانے لگی۔

"پی۔ او۔ این۔ ایٹ ٹوئنٹی ٹو۔ ایل۔ یو۔ پی۔ ون۔ ایف، تھری۔ ایس۔ جی۔ ٹو۔ ون ایٹ۔"

ڈان کاوڈرے اس پوری لائن کو لکھنے کے بعد اسے بغور دیکھتا رہا پھر اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ڈیئر بھارتی اس میں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس میں تمہیں شک ہو۔؟"

"نہیں مسٹر ڈان کاوڈرے۔"

"براہ کرم کافی بنا کر ایک پیالہ مجھے بھی دو۔" ڈان کاوڈرے نے کہا اور میں جلدی سے کافی کی ٹرالی کی جانب متوجہ ہو گئی اب تک یہ تاخیر کر کے میں نے غیر مہذب ہونے کا ثبوت دیا تھا کافی کی ایک پیالی بنا کر میں نے ڈان کاوڈرے کے سامنے رکھ دی دوسری میں نے اپنے سامنے رکھ لی اور اس کی چسکیاں لینے لگی۔ ڈان کاوڈرے انہی الفاظ میں کھویا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ان کی ترتیب کرنا ذرا مشکل ہے اور میں اس سلسلے میں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے ماہرین سے رابطہ قائم کروں گا۔ ویسے ڈیئر بھارتی اب تمہیں اپنے ہوٹل واپس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں سے تم میری رہائش گاہ پر ہی چلو گی وہیں تمہارا رہنا بہتر ہے۔ میں تمہیں ہوٹل میں چھوڑنے کا رسک نہیں لے سکتا کیونکہ صورتحال بہت سنگین ہو گئی ہے۔" میں نے مسکرا کر شانے ہلائے۔

"جیسا آپ پسند کریں مسٹر کاوڈرے۔"

ہم دونوں کافی پیتے رہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ڈان کاوڈرے نے کہا۔

"بہتر یہ ہے مس بھارتی کہ اب ہم یہاں سے چلیں۔"

میں ڈان کاوڈرے سے مل چکی تھی چنانچہ اب سارے مسائل حل ہو گئے تھے۔ میں جانتی تھی کہ ہوٹل سے میرا سامان ڈان کاوڈرے خود ہی منگوا دے گا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ نیچے اتر آئی نیچے ڈان کاوڈرے کی سیاہ رنگ کی سیڈان کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔ ڈان کاوڈرے خود کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اور اس کے بعد میں ڈان کاوڈرے کی اس رہائش گاہ میں داخل ہو گئی جہاں پہلی بار مجھے اس کے سامنے لے جایا گیا تھا۔ ڈان کاوڈرے کی واپسی پر اس کے تمام ساتھی مستعد ہو گئے۔ میرے لیے ایک عمدہ کمرے میں میری رہائش کا بندوبست کر دیا گیا تھا بہر طور اب میں کسی حد تک بے فکر ہو گئی تھی۔ ویسے یہ اتفاق بھی بڑا دلچسپ تھا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ آرچر جس مسئلے میں الجھا ہوا تھا ڈان کاوڈرے کا بھی وہی مسئلہ تھا اور آرچر ایک طرح ہمارا ایسا ہی ساتھی تھا دوسرا دن پرسکون گزرا۔ البتہ رات کو ڈان کاوڈرے میرے پاس پہنچ گیا۔

"ہاں ڈیئر بھارتی وہ مسئلہ اب حل ہو چکا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں ڈان کاوڈرے۔؟"

"میرا مطلب ہے جو الفاظ اور ہندسے آرچر نے تمہیں فراہم کیے تھے ان سے ایک بہت عجیب انکشاف ہوا ہے جس میں اسی سلسلے میں کام کرنا تھا اور ڈیئر بھارتی ہو سکتا ہے کہ اب سے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تمہیں جاپان روانہ ہونا پڑے۔"

"جاپان۔؟"

"ہاں ویسے بھی اس بار میں نے جو مشن تمہارے سپرد کیا ہے اس میں تمہیں جاپان ہی جانا تھا۔ دراصل آرچر سے ہمیں ایک خاص اطلاع موصول کرنی تھی۔ آرچر نے اس سلسلے میں جاپان میں طویل عرصے تک کام کیا ہے اور اس کے بعد اس نے یہ معلومات جو صرف چند ہندسوں پر اور الفاظ پر مشتمل تھی فراہم کی ہے لیکن تم نہیں جانتی کہ اس کے پس پردہ ایک عجیب و غریب کھیل ہو رہا ہے۔"

"جی مسٹر ڈان کاوڈرے ویسے مجھے جاپان جا کر کیا کرنا ہے۔؟"

"اس کی تمام تر رپورٹ تمہیں جاپان پہنچ کر ہی مل سکتی ہے۔"

"جاپان میں مجھے کہاں جانا ہو گا۔؟"

"ٹوکیو صرف ٹوکیو اور اس کے بعد وہاں تمہیں جو کچھ بھی [illegible] پیش کیا جائے تم اس پر عمل کرو گی۔"

"ہوں! اور بروانگی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ہے؟"

"ہاں بالکل۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈان کاوڈرے میں تو کام کرنے کے لیے ہی آئی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے تم ذہنی طور پر آج کل کیسی ہو....؟"

"مطمئن ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"گڈ ویری گڈ۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ اس مہم کے بعد تمہیں کچھ روز آرام کرنے کے لیے دیے جائیں اور میں نے سنا ہے کہ تم نے اس دوران بالکل فرصت کے اوقات گزارے ہیں۔"

"جی مسٹر کاوڈرے۔"

کاوڈرے کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد وہ چلا گیا تو میں اپنے بستر پر بیٹھ کر جاپان کے بارے میں سوچنے لگی۔ ایئر ہوسٹس کی حیثیت سے میں کئی بار جاپان جا چکی تھی۔ ٹوکیو ہی میں قیام کیا تھا۔ اور ٹوکیو کے کئی علاقے دیکھے بھی تھے، لیکن جاپان کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکی تھیں۔ نہ ہی میں نے اس کے اندرونی علاقوں کی سیر کی تھی۔ یہ بات میرے ذہن میں بہت پہلے سے تھی کہ اگر کبھی فرصت کے لمحات میسر ہوئے تو جاپان کا تفصیلی جائزہ لوں گی۔ بہر طور یہ کام اس انداز میں ہو رہا تھا ویسے کتنی دلچسپ بات تھی کہ ایئر ہوسٹس کی زندگی میں نے اس لیے اپنائی تھی کہ میں ملک ملک کی سیر کروں اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ میں ابھی ان کوششوں اور کاوشوں میں کافی حد تک کامیاب رہی تھی اور اس کے بعد مجھے کم از کم یہ احساس ہو گیا تھا کہ دنیا کے لوگوں سے زیادہ مختلف ممالک کی سیاحت کر چکی ہوں لیکن اب مجھے یہ دوسرا کام جو ملا تھا وہ بھی کچھ اسی قسم کا تھا کہ میں جاپان اور اس قسم کے دوسرے ممالک کے اندرونی حصوں کا جائزہ لے سکوں جن سے مجھے مکمل طور سے دلچسپی تھی۔ ڈان کاوڈرے کا کہنا بالکل درست تھا دوسرے ہی دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ میں جاپان جانے کے لیے تیار ہو جاؤں۔ ڈان کاوڈرے نے تقریباً بارہ بجے مجھ سے ملاقات کی اور کہنے لگا۔

"لنچ کے بعد تمہاری روانگی کا بندوبست کر دیا گیا ہے ڈیئر بھارتی۔"

"گڈ ویری گڈ مسٹر ڈان کاوڈرے۔ ویسے جاپان کے بارے میں مجھے مفصل ہدایت کب موصول ہوں گی....؟"

"میں تمہیں مختصراً بتائے دیتا ہوں، جاپان میں تم یاشی یاؤ میں قیام کرو گی۔ یاشی یاؤ میں تمہارے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یاشی یاؤ پہنچنے کے بعد تم اس وقت تک بالکل پرسکون رہو گی جب تک کہ ہمارا ایک آدمی ریڈ گرے تم سے ملاقات نہ کر لے۔"

"ریڈ گرے....؟"

"ہاں وہ ایک نوجوان آدمی ہے۔ بہت ہی بے تکلف اور تم سے اچھی طرح واقف ہے۔"

"کیا میں نے اسے کبھی دیکھا ہے....؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔ تم اسے قطعی طور پر نہیں جانتیں۔"

"اس کی شناخت کیا ہو گی....؟"

"ریڈ چینل۔ وہ خود ہی تم سے اس حوالے سے ملاقات کرے گا ویسے تم اس شخص سے مل کر خوش ہو گی بہترین کارکردگی کا مالک ہے۔ اور تمہیں جاپان میں تمام تر معلومات فراہم کرے گا۔"

"ریڈ گرے۔" میں نے زیر لب دہرایا۔

"ہاں۔"

"مسٹر ڈان کاوڈرے ایک اور عرض کرنا چاہتی ہوں آپ سے۔"

"ہاں۔ ہاں ڈیئر بے تکلفی سے کہو۔"

"بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ جس شخص کے پاس مجھے بھیجا گیا اس سے میری ملاقات نہ ہو سکی اور مجھے مزید الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا۔"

"تم اس کی بالکل فکر مت کرو۔ ریڈ گرے بہت ذہین آدمی ہے اور وہ تم سے ملاقات ضرور کرے گا تاہم اگر تمہیں اس کے سلسلے میں کچھ دیر ہو جائے تو تم کو ایک ایسی جگہ بھی بتا دی جائے گی جہاں سے تم ریڈ گرے کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔"

"یہ بہتر رہے گا۔ ویسے مجھے میری مہم کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا دی جاتی تو بہتر تھا۔"

"یقین کرو بھارتی! ابھی ہم خود بھی درمیان میں ہیں اور اس سلسلے میں تم جب وہاں پہنچ جاؤ گی اور اپنی کارروائی کا آغاز کرو گی تبھی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ تمہاری کیا مہم ہے۔"

"ہوں! کیا میں وہاں ریڈ چینل کے حوالے سے کام کروں گی....؟"

"ہاں سو فیصدی۔ خونخوار بھیڑیوں کے لیے وہی جگہ مناسب

ہوتی ہے۔" ڈان کاوڈرے نے مسکراتے ہوئے تعریفی انداز میں کہا اور میں بھی مسکرانے لگی۔

"اوکے مسٹر کاوڈرے کیا آپ سے دوبارہ ملاقات ہو گی؟"

"نہیں جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے ذہن نشین کر لو اور اس کے بعد میرے تمام ساتھی تمہاری مدد کریں گے تمہیں پیرس سے جاپان روانہ کرنے کے لیے مناسب بندوبست کر دیں گے۔" ڈان کاوڈرے مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا اور میں جاپان کے بارے میں سوچنے لگی۔

بہر طور میری یہ مہم بھی میری پسند سے مختلف نہیں تھی۔

اس کے بعد میں نے لنچ تنہا کیا۔ کسی ایسی شناسا شخصیت سے ملاقات نہیں ہوئی تھی جس سے مل کر مجھے خوشی ہوتی۔ لنچ کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام کیا اور تقریباً ڈھائی بجے میرے پاس دو آدمی پہنچ گئے۔

"میڈم بھارتی آپ کا سامان تیار کر دیا گیا ہے براہ کرم آپ ہمارے ساتھ چلیے کیونکہ ٹھیک تین بجے آپ کی فلائیٹ روانہ ہو جائے گی۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ تیار تو میں تھی ہی سامان مجھے چیک کرایا گیا۔ اس میں میری ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں۔ لباس اور ایسی ہی چیزیں جن سے میری شخصیت برقرار رہ سکے اور اس کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایئرپورٹ روانہ ہوئی۔ جہاں سے مجھے جاپان کے لیے فلائی کرنا تھا۔

دل بے چین بے ..... کر جاپان چل پڑا۔ فرانس سے اس بار بہت سی عجیب یادیں لے کر جا رہی تھی چند روز قبل کے سفر میں آرچر ملا تھا ایک اداس اور غمزدہ سا نوجوان جو اپنی زندگی سے مایوس تھا۔ اور میں نے اس کے ماضی کے تلخ تجربوں کی بنا پر توجہ نہیں دی تھی بلکہ خوب محظوظ ہوا تھا۔ اس کے بعد کچھ کے بعد میں نے اپنے احساسات کے تحت کی تھی اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ بلیک چینل ہی کے متعلق نکل آئی تھی اس کے خلاف میرے عمل میں بہت کچھ تھا۔ اس نے شاید میری تنہائی کو سمجھ لیا تھا میں نے سوچا تھا کہ وہ تنہا جدوجہد میں کسی کو شامل کر کے اپنا گمشدہ وجود تلاش کرے گی لیکن وہ کچھ اور ہی نکلا تھا۔

اور اب اس نے پھر اپنی ساکھ بحال کرنے کی کوشش کی تھی جو کچھ وہ کہہ گیا تھا اس کی میری نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں تھی بس اس کا انداز متاثر کن تھا۔

بہر حال اب میری مہم کا سفر جاری تھا۔ اور اس بار بھی انداز پہلے سے مختلف نہ تھا۔ ریڈ چینل کا ایک رکن جاپان میں میرا منتظر تھا۔ اور وہی مجھے بتانے والا تھا کہ جاپان میں میری ذمہ داریاں کیا ہیں۔

بعد میں، میں اپنے ذہن پر چھائی ہوئی گرد صاف کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ یہ سب کچھ بھول کر میں اپنے اس نئے کام کی طرف متوجہ ہونا چاہتی تھی۔ بالآخر سفر ختم ہو گیا اور میں ٹوکیو انٹرپورٹ پہنچ گئی۔

ٹوکیو جاگ رہا تھا۔ اس کی روشنیاں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اس وقت بھی جاپانیوں نے شہر کو روشنیوں میں غرق کر رکھا تھا جدید ترین عمارتیں حسین نیون سائنوں سے سجی ہوئی تھیں ضروریات سے فارغ ہو کر میں اپنے مختصر سے سفری بیگ کے ساتھ باہر نکل آئی۔ میرے کاغذات بتاتے تھے کہ میں سان گرین نامی کمپنی کی نمائندہ ہوں جو پیرس میں قائم ہے اور جاپان کی چند کمپنیوں سے رابطہ قائم کرنے آئی ہوں میرے پاس سان گرین کا اختیاری فارم بھی تھا جس پر میری تصویر لگی ہوئی تھی گویا قانونی طور پر بھی میری پہچان کو مستحکم کر دیا گیا تھا۔ یہ ڈان کاوڈرے کی خوبی تھی وہ کوئی پہلو کمزور نہیں چھوڑتا تھا۔

ایئرپورٹ کے معمولات سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آئی اور پھر ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جاپان کی روایتی انکساری کا مظاہرہ کر کے میرا بیگ ہاتھ میں لے لیا اور میرے لیے عقبی دروازہ کھولا۔

"یاشی یاؤ" میں نے اس کے بیٹھنے کے بعد کہا اور اس نے گردن خم کر کے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور میں باہر کے مناظر میں گم ہو گئی۔ راستہ زیادہ طویل نہیں تھا یاشی یاؤ بلند و بالا عمارات میں واقع تھا اور ایک خاص طرز تعمیر کا نمونہ تھا۔ وہ شہر کے وسط میں تھا اور معمول کے مطابق روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ میں ٹیکسی سے اتری تو ہوٹل کے ایک ملازم نے میرا بیگ سنبھال لیا اور میں ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اس کے ساتھ چل پڑی۔ رسیپشن ڈیسک پر میں نے معمولی کارروائی کی اور ملازم میرا بیگ سنبھالے لفٹ کی طرف چل پڑا۔ تیسری منزل کے کمرے پر پہنچ کر اس نے کمرے کا دروازہ کھول لیا۔

اس کے بعد مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اسے ٹپ دے کر رخصت کر دیا اور ہوٹل کے کمرے کا

جائزہ لینے لگی۔ اعلیٰ درجے کی ڈیکوریشن تھی مجھے پسند آئی اور میں نے ایک کرسی پر بیٹھ کر پاؤں پھیلا دیے۔ اب مجھے جاپان کے ہنگاموں سے نمٹنا تھا۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

چند لمحات میں اسی طرح کرسی پر اینڈتی رہی اور پھر بیگ سے سلیپنگ سوٹ نکال کر غسل خانے کی طرف بڑھ گئی۔ کشادہ اور جدید ترین ساز و سامان سے مزین غسل خانے کے دروازے سے اندر داخل ہو کر میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا لباس ایک اسٹینڈ پر لٹکایا اور نجانے کیوں میری چھٹی حس نے کہا کہ غسل خانے میں میرے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے۔

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ غسل خانہ بے شک کشادہ تھا لیکن وہاں جو کچھ تھا، پھر یکایک میری نظر آئینے پر پڑی اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔

آئینے میں غسل خانے کی چھت نمایاں تھی اور میں نے ایک عجیب و غریب انسان کو غسل خانے کی چھت پر چپکے ہوئے دیکھا وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھا چہرے پر نقاب تھا اور دوسرے لمحے حلق سے ایک آواز نکل گئی، لیکن میں دروازے تک پہنچ بھی نہ پائی تھی کہ چھت سے چپکا ہوا شخص نیچے آ گرا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں تقریباً ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ لمبی لکڑیاں تھیں جو مخصوص ساخت کی بنی ہوئی تھیں، وہ اپنے پیکر سے بہت پھرتیلا نظر آتا تھا نیچے کودنے کی ذرا سا بے آواز نہ آئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی پوری قوت سے گھما دی۔ اگر میں بیٹھ نہ جاتی تو شاید اس کے پہلے ہی وار میں میری گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہوتی، میں بدحواس ہو گئی تھی اور اس بدحواسی میں پیچھے ہٹ کر ایک دیوار سے جا لگی لیکن اس کمبخت نے ہوا کی طرح آگے بڑھ کر مجھ پر دوسرا وار کیا اور اس بار پھر میرے حلق سے چیخ سی نکل گئی۔ اور میں نے پینترا بدل دیا نیچے گرنے سے بچنے کے لیے میرے ہاتھ میں جو بھی چیز آئی میں نے اسے پکڑ لیا۔

یہ ایک نل کی ٹونٹی تھی، ٹونٹی پر ہاتھ پڑا تو پھسل گئی اور پانی بہنے لگا۔ تیز رفتار دشمن نے مجھ پر دوسرا وار کر دیا اس بار پھر مجھے اپنی جگہ تبدیل کرنا پڑی۔ نہ کرتی تو یقینی موت میرے سامنے تھی۔ میں زندگی بچانے کے لیے اس مختصر سی جگہ میں تنہا جدوجہد کر رہی تھی اور میرا دشمن مجھ پر پے در پے وار کر رہا تھا۔ چھوٹی سی جگہ میں اس کے دونوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی لکڑیوں سے بچنا آسان کام نہیں تھا۔ میں جو کوشش کر رہی تھی شعوری طور پر کرنا چاہتی تو بھی ممکن نہ ہوتا۔ یہ سب غیر شعوری طور پر ہو رہا تھا۔ اور اعصاب کا شعور سے رابطہ ہو جائے تو پھر وہ بہتر عمل کرتے ہیں۔

اس وقت یہی کیفیت تھی۔ شاید ذہن سے سوچ کر میں اس کے حملوں سے آسانی سے نہیں بچ سکتی تھی۔ لیکن غیر شعوری طور پر جو عمل ہو رہا تھا اس میں میری دماغی جدوجہد کا کوئی دخل نہیں تھا۔

اس کی لکڑی دیوار کے ٹائل پر پڑی تو ٹائل ٹوٹ گیا اور اس کی کرچیاں فضا میں بکھر گئیں، دوسری لکڑی میرے بجائے واش بیسن پر پڑی تو واش بیسن کا ایک ٹکڑا زمین پر آ رہا میں باتھ ٹب میں جا گری اور دوسرے لمحے اس نے اپنی ٹکر کو بل دے کر تین قلابازیاں سی کھائیں اور دونوں لکڑیاں سیدھی ٹب پر دے ماریں لیکن میں اچھل کر ٹب کی دوسری طرف جا گری اور ٹب کا کنارہ چھوٹ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ زندگی بچانے کی جدوجہد میں، میں بری طرح پریشان ہو گئی تھی اس کے پے در پے حملوں سے بچنے کے لیے میں ہر طرح سے کوشاں تھی لیکن وہ چھلاوہ بری طرح میری زندگی کے درپے تھا۔

بیسن ٹوٹ گیا تھا۔ باتھ ٹب ٹوٹ گیا۔ دیوار کے ٹائل ٹوٹ گئے تھے فرش پر پانی بہہ رہا تھا عجیب صورت حال ہو گئی تھی میرے لیے بچنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ مجھ پر چھلانگیں لگا رہا تھا اور میں اس سے بچنے کے لیے جدوجہد کر رہی تھی۔ پھر حالات نے میری مدد کی۔ دفعتاً ہی اس کا پاؤں ٹوٹے ہوئے ٹب کے ٹکڑے پر پڑا اور وہ پھسل کر نیچے گر پڑا چکنے ٹائلوں کا فرش اور ٹونٹی سے بہتا ہوا پانی۔ وہ پھسلا تو دور تک پھسلتا چلا گیا اور پھر باتھ روم کی دیوار سے ٹکرایا۔ بس یہ موقع کافی تھا میں نے آخری چھلانگ دروازے کی طرف لگائی تھی۔ میں نے برق رفتاری سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی یہی نہیں میں نے دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔

اس کے بعد کمرے میں رکنا حماقت تھی۔ دوسری چھلانگ میں نے کمرے کے بند دروازے پر لگائی اور دروازہ کھول لیا ایک ویٹر میرے دروازے کے سامنے سے گزر رہا تھا میں اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ ویٹر خود کو سنبھال کر حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میرے میرے کمرے کے باتھ روم میں ایک ڈاکو موجود ہے اس نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔" میں نے ہانپتے ہوئے کہا اور ویٹر کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔

"او وہ جلدی کرو۔ کچھ کرو۔" میں نے چلا کر کہا۔ اور ویٹر سرپٹ دوڑ گیا۔ میری ہمت بھی دروازے کے پاس رکنے کی نہیں ہوئی تھی۔ البتہ ویٹر نے بے حد پھرتی دکھائی اور چند لمحات کے بعد ہی پانچ چھ ویٹروں کو لے آیا۔ اور اسی وقت فلور منیجر بھی لفٹ کے ذریعے اوپر آ گیا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے سوال کیا اور ویٹر نے اسے میری بات بتا دی۔

"ایکسکیوز می میڈم۔ کیا آپ نے اسے خود دیکھا۔؟"

"اوہ۔ اس نے میرے اوپر پے در پے حملے کیے نجانے کس طرح میں جان بچا کر باہر نکل آئی ہوں۔"

"وہ کہاں ہے۔" منیجر نے پوچھا۔

"باتھ روم میں۔"

منیجر نے لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر جیب سے پستول نکالا اور میرے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اس نے اپنے ساتھ ویٹروں کو بھی لے لیا تھا۔ میں ان سب کے پیچھے تھی منیجر نوجوان اور بہادر آدمی تھا۔ اس نے دروازے کا ہینڈل کھولا اور پستول سیدھا کیے اندر داخل ہو گیا۔

پتا نہیں کیا ہوا۔ میں آگے بڑھ کر دیکھنے لگی پھر میں نے منیجر کو باتھ روم کی عقبی کھڑکی سے نیچے جھانکتے ہوئے دیکھا تھا۔ ویٹر بھی اس کے ساتھ تھے۔

اس نے اس صورت حال کا جائزہ لے کر میں نے بھی باتھ روم میں قدم رکھ دیا منیجر نے پلٹتے ہوئے کہا۔ "وہ نکل گیا۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے منیجر۔؟"

"پتا نہیں میڈم۔ یہ اس ہوٹل کی زندگی کا پہلا واقعہ ہے۔"

"اس طرح تو یہ ہوٹل غیر محفوظ ہے۔"

"آپ جو دل چاہے کہہ سکتی ہیں میڈم۔ یہ کھڑکیاں مضبوطی سے بند رہتی ہیں۔ آپ دوسرے کمروں کے باتھ روم دیکھ سکتی ہیں بس ایمرجنسی ہی میں انہیں کھولا جا سکتا ہے۔ وہ جو کوئی بھی تھا سخت جدوجہد کر کے اوپر آیا تھا اور اس نے کھڑکی کھولی تھی۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"اس نے مجھ پر پے در پے حملے کیے تھے۔ اگر اس کا پاؤں نہ پھسلتا تو شاید میں زندہ نہ بچتی۔"

"وہ آپ کو باتھ روم میں ہی ملا تھا۔؟"

"ہاں۔ میں لباس تبدیل کرنے باتھ روم میں داخل ہوئی تھی یہ دیکھیے میں نے لباس اسٹینڈ پر ڈالا تھا اس وقت وہ چھت سے چپکا ہوا تھا۔ پھر اس نے نیچے چھلانگ لگا دی تھی اس کے ہاتھوں میں دو لکڑیاں تھیں جن سے اس نے مجھ پر حملے کیے اور میں اس کے وار خالی دیتی رہی۔ پھر وہ پھسل کر گرا اور مجھے باہر نکلنے کا موقع مل گیا۔"

منیجر نے تباہ شدہ غسل خانے کو دیکھا اور ندامت آمیز لہجے میں کہا۔ "بے شک یہ واقعہ بہت افسوسناک ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ کو کتنی ذہنی پریشانی اٹھانی پڑی۔ کیا آپ پولیس سے رابطہ کرنا چاہتی ہیں۔؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ مجھے مشورہ دیں۔"

"اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو دوسرے عمدہ کمرے میں منتقل کر دوں اور اس سلسلے میں خود ہی تحقیقات کروں۔ یہ ہمارے ساتھ تعاون ہی نہیں احسان ہوگا۔ اگر ہم اس واقعے کی تشہیر کریں گے تو ہوٹل میں افراتفری پھیل جائے گی اور ہوٹل کی ساکھ متاثر ہوگی۔ ویسے جو آپ پسند کریں۔"

منیجر کا لہجہ لجاجت آمیز تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور بولی۔

"ٹھیک ہے منیجر، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کیا کرتے ہیں، شکر ہے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا آپ براہ کرم میرا کمرہ تبدیل کر دیں تاکہ میں اطمینان سے آرام کر سکوں۔"

منیجر نے گردن خم کی اور پھر ویٹر کو ہدایات دینے لگا پھر تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا یہ کمرہ پہلے کمرے سے زیادہ عمدہ تھا۔ منیجر چند لمحات میرا شکریہ ادا کرتا رہا۔ اس دوران اس نے باتھ روم وغیرہ کا جائزہ لے لیا تھا پھر وہ وہاں سے واپس چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آنے لگے تھے۔

ٹوکیو میں میرا استقبال کافی شاندار ہوا تھا۔ اس کا مقصد تھا کہ میری آمد پر نگاہ رکھی گئی ہے اور جو کوئی بھی یہاں میرا حکام بننے والا ہے محتاط اور اچھی کارکردگی کا مالک ہے۔

بہر طور میں اپنے آپ کو تیار کرنے لگی۔ اگر کوئی میرا صورت آشنا ہو گیا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ دوبارہ بھی میرے سلسلے میں کوئی کوشش کی جا سکتی ہے، چنانچہ کیا کرنا چاہیے ویسے اس سلسلے میں کسی کو بھی قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے تھے کیونکہ جن لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی ہے وہ بھی احمق نہیں ہوتے اور اپنے طور پر اپنا ذہن رکھتے ہیں۔

رات کے تقریباً دو بجے تھے اور میں اپنے بستر پر لیٹی جاگ رہی تھی، نجانے نیند آنکھوں سے کہاں غائب ہو گئی تھی میرے ذہن پر خوف کے کوئی اثرات تو نہیں تھے بس یونہی خیالات

کی یلغار فرنٹ پر ہوئی تھی۔ اور میں سو نہیں سکی تھی۔ دفعتاً ہی کمرے کے دروازے پر دھڑ دھڑاہٹ ہوئی اور پھر ایک دم کسی اسٹین گن سے اس پر گولیاں برسائی جانے لگیں میں مسہری سے چھلانگ لگا کر نیچے آ گئی تھی۔ اور پھر ایک دم میرے بستر کے عقبی سمت سے بھی گولیاں چلنے لگیں۔ اس طرف ایک بڑی کھڑکی تھی جو مضبوطی سے بند تھی اور اس پر پورا شیشہ لگا ہوا تھا جو دو حصوں میں تقسیم تھا۔ شیشے کے بڑے بڑے ٹکڑے نیچے گرنے لگے اور میں پلٹ کر مسہری کے نیچے ہو گئی۔ دروازہ گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ دو سمت سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔

ہوٹل میں چاروں طرف شور مچ گیا اور میں مسہری کے نیچے آنکھیں بند کیے ایک عجیب سی سنسنی کا شکار لیٹی رہی۔ یہ ہنگامہ زیادہ سے زیادہ دس سیکنڈ سے کر پندرہ سیکنڈ تک رہا۔ اور اس کے بعد گولیاں چلنا بند ہو گئیں۔ گولیوں کی آواز بند ہوتے ہی لوگوں کی چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔ ان میں مردانہ آوازیں بھی تھیں اور نسوانی چیخیں بھی۔ لوگ اپنے کمروں سے نکل نکل کر بھاگ رہے تھے اور میں ایک سکتے کے عالم میں مسہری کے نیچے لیٹی ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ لیکن ایک بات کا اندازہ میں نے کر لیا تھا کہ میں یہاں الجھنوں کا شکار ہو گئی ہوں۔ ویسے دونوں حملے عجیب نوعیت کے تھے۔ پہلے حملے کے بارے میں تو کہا جا سکتا تھا کہ وہ سو فیصدی مجھے قتل کرنے کے لیے تھا لیکن یہ دوسرا حملہ کچھ عجیب سی نوعیت کا حامل تھا۔ وہ لوگ اگر چاہتے تو دروازہ کھول کر با آسانی اندر آتے اور مجھے گولیوں کا نشانہ بنا سکتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے سنسنی پھیلائی گئی۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا، لیکن یہ سوچنے کے لمحات نہیں تھے۔ دوڑتے بھاگتے لوگوں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں اور باہر سے پولیس کار کے سائرن بھی سنائی دے رہے تھے۔

میں نے گردن جھٹکی، حملہ آور جو کوئی بھی تھے یقیناً اب وہ یہاں موجود نہیں ہوں گے لیکن میں جس مصیبت کا شکار ہو چکی تھی اس کے بارے میں میں اچھی طرح جانتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے کے دروازے پر کچھ لوگ نظر آئے اور میں ان کی ٹانگیں دیکھتی رہی۔ انہوں نے پورے کمرے پر یلغار کر دی تھی اور پھر جب میں مسہری کے نیچے سے نکلی تو کچھ لوگ ڈری ڈری سی آوازوں کے ساتھ اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ میں مسہری کے نیچے سے نکل کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ شب خوابی کے لباس میں تھی اور یقینی طور پر میرے چہرے پر بھی خوف کے آثار نمایاں ہوں گے۔ سامنے ہی ایک دراز قامت پولیس آفیسر نظر آیا چند اور افراد بھی موجود تھے اور آفیسر کے ساتھ ہی وہ منیجر بھی تھا جس کی نگاہیں بھیک مانگ رہی تھیں۔ وہ جس خراب پوزیشن کا شکار ہو گیا تھا۔ میں اسے اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ غالباً پہلے واقعہ کو چھپا کر وہ ایک مجرمانہ کیفیت کا حامل ہو گیا تھا اور اب اسے یہ احساس ہو گا کہ اگر میں پہلے واقعہ کا تذکرہ کرتی ہوں تو پولیس آفیسر یقیناً اس سے یہ سوال کرے گا کہ اس واقعے کی اطلاع پولیس کو کیوں نہیں دی گئی۔ پولیس آفیسر نے مجھ سے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا میڈم؟"

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

"منیجر براہ کرم میڈم کو کسی دوسری جگہ لے چلو۔" منیجر نے فوراً ہی اشارہ کر دیا۔ میں پہلی منزل کے ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گئی جو غالباً منیجر کے آفس کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ پولیس آفیسر نے تسلی سے مجھے بٹھایا اور بولا۔

"میڈم یہ سب کیا تھا؟"

"یہ سوال آپ مجھ سے کر رہے ہیں آفیسر؟"

"نہیں میرا مطلب ہے آپ کے اوپر جو حملہ کیا گیا اس کا انداز کچھ عجیب سا تھا کیا آپ کے کچھ دشمن آپ کی تاک میں لگے ہوئے ہیں؟"

"میں نہیں جانتی کہ میرے دشمن کون ہو سکتے ہیں۔ میں ایک کمپنی کی نمائندہ ہوں اور ایک کاروباری مشن پر آج ہی یہاں پہنچی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اب آپ کیا چاہتی ہیں، کیا آپ اسی ہوٹل میں قیام کریں گی یا کسی سے رابطہ قائم کرنا چاہیں گی؟"

"افسوس میرا یہاں کسی سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد میں اپنی کمپنی کے لیے کارروائی کرنا چاہتی تھی۔" میں نے پولیس آفیسر سے کہا۔

"کیا میں آپ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر سکتا ہوں؟"

"آپ جو دل چاہے کر سکتے ہیں آفیسر، میرے سامان میں میرے کاغذات وغیرہ ہیں۔" میں نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ باہر کا ماحول بے حد خراب تھا لوگوں کے ہنگامے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ سب ایک دوسرے سے استفسار کر رہے تھے۔ پولیس آفیسر چند لمحات سوچنے کے بعد بولا۔

"آپ یقیناً تھکی ہوں گی میڈم۔ لیکن بہتر ہے آپ پولیس آفس

چلیں باقی کارروائی وہاں ہو تو اچھا ہے۔"

"جیسا آپ پسند کریں آفیسر۔" میں نے جواب دیا۔ یہی بہتر تھا میرے دشمن مسلسل کوششوں میں مصروف تھے نجانے وہ کیا چاہتے تھے۔ بہر حال پولیس سے تعاون ہی میں گلو خلاصی ہو سکتی تھی اس لیے میں نے اپنا رویہ بے حد نرم رکھا اس منیجر کی حالت خراب تھی جس نے پہلے واقعہ کو چھپایا تھا۔ پولیس آفیسر انتظامات میں مصروف ہوا تو میں نے موقع پا کر منیجر سے کہا۔

"میں تمہاری خراب پوزیشن کا احساس رکھتی ہوں منیجر میں نے اس وقت بھی تم سے تعاون کیا اور جیسا تم نے کہا تھا ویسا کیا تھا اطمینان رکھو پہلے واقعہ کا تذکرہ میں پولیس سے نہیں کروں گی۔" "اوہ میڈم آپ کا بہت شکریہ۔ میں آپ کا یہ احسان نہیں بھولوں گا میری یہ کوتاہی معاف نہیں کی جا سکتی لیکن آپ جانتی ہیں میں نے ہوٹل کی بہتری کے لیے ایسا کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے آپ بھی زبان بند رکھیں۔"

پولیس آفیسر واپس آ گیا۔ میرا سامان تحویل میں لے لیا گیا تھا پھر میں پولیس کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔

آفیسر مجھے پولیس آفس میں لے آیا۔ یہاں کچھ دوسرے افسر بھی تھے۔ اس نے جاپانی زبان میں انہیں تفصیل بتائی اور آفیسر مجھے دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ کو کسی شک کی ضرورت میڈم؟"

"جی نہیں شکریہ۔"

انہوں نے میرے کاغذات نکال لیے اور ان کی جانچ پڑتال کرتے رہے۔ مجھے یہاں لانے والے پولیس آفیسر نے بھی میرے بیان کے بارے میں بتا دیا۔

"آپ کے خیال میں حملہ کسی خاص وجہ سے ہو سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوئی ہوں جناب۔"

"یعنی کسی اور کے دھوکے میں آپ پر حملہ کیا گیا ہے؟"

"سو فیصدی۔"

"آپ کی کمپنی کی کوئی چپقلش۔ ہو سکتا ہے کوئی آپ کی کمپنی کے خلاف کام کرنا چاہتا ہو۔"

"اوہ ہرگز نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اب آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"کسی ہوٹل ہی میں قیام کروں گی اور کیا کر سکتی ہوں۔" میں نے بے چارگی سے کہا۔ میرے تمام کاغذات اطمینان بخش تھے اس لیے پولیس نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ آفیسر نے میرے لیے خود ہی ایک ہوٹل کا انتخاب کیا اور میرے تحفظ کے سلسلے میں پولیس کے تعاون کا یقین دلایا۔ صبح پانچ بجے مجھے میرے نئے ہوٹل منتقل کر دیا گیا۔

میرا ذہن مسلسل سنسنی کا شکار تھا۔ ٹوکیو میں جو کچھ ہوا تھا وہ ناقابل یقین تھا اور مجھے سنبھلنے کا ایک لمحہ بھی نہیں دیا گیا تھا اس نئے ہوٹل کے اس کمرے میں، میں نے گرم پانی سے غسل کیا اور باہر آ گئی۔ صبح کا اجالا پھوٹ رہا تھا۔ اور میں ایک کرسی پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ یہاں تو میری آمد بڑی سنسنی خیز ہے چند گھنٹے بھی نہیں گزرے اور میرے دوست یا دشمن دو کوششیں کر چکے ہیں میں ان کی نگاہوں میں بھی ہوں۔ اور پولیس کی نگاہوں میں بھی۔ کیا اس طرح مجھے کام کا موقع مل سکے گا؟

بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ نجانے کیا وقت ہوا تھا کہ میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں اچھل پڑی۔ کون ہو سکتا ہے؟ میں نے سوچا۔ اندر سے ایک خوف سا ابھرا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ جو بھی ہے اب وہ اتنی آسانی سے مجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ میں محتاط انداز میں دروازے کی طرف چل پڑی۔!

دروازہ میں نے اس انداز میں کھولا تھا کہ اگر باہر سے مجھ پر حملہ ہو تو میں فوری طور پر اپنا ڈیفنس کر سکوں۔ لیکن آنے والے نے اپنا تعارف ایڈگرے کے نام سے کرایا تھا۔ میں نے اسے اندر آنے کا راستہ دے دیا۔ وہ بہت سنجیدہ نوجوان تھا۔ اندر آ کر اس نے کہا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ آپ کو یہاں شدید مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اگر صورت حال میں یہ تبدیلی نہ ہوتی تو فوری طور پر شاید آپ کے لیے کچھ کیا جاتا۔ لیکن میڈم بھارتی۔"

میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو مسٹر گرے؟"

"ایڈگرے۔"

"میرا وہی مطلب ہے۔"

"آپ کو یہاں ایک مہم پر بھیجا گیا تھا لیکن اچانک وہ ہو گیا جس کی توقع نہیں تھی۔"

"کیا؟"

"بلیک چینل ٹوٹ گیا ہے۔" ایڈگرے نے سرد لہجے میں کہا۔ اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا مطلب؟"

"بہت عرصہ سے بلیک چینل میں اندرونی خلفشار چل رہا تھا کچھ کالی بھیڑیں کام کر رہی تھیں۔ مسٹر ڈان کاؤڈرے انہیں تلاش کر کے قتل کر رہے تھے لیکن اس بار ان میں سے کچھ لوگ کامیاب ہو گئے۔ اور شاید مسٹر ڈان کاؤڈرے قتل کر دیے گئے۔"

"اوہ مائی گاڈ۔" میرے بدن میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔

"بلیک چینل کی تمام شاخیں بھی اسی کے ساتھ ہی ٹوٹ گئیں۔ مسٹر ڈان کاؤڈرے کے بارے میں متضاد خبریں ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قتل کر دیے گئے کچھ کا کہنا ہے کہ وہ روپوش ہو گئے۔ بہرحال اب وہ فرانس میں نہیں ہیں۔"

"اور آپ لوگ مسٹر ایڈ گرے؟"

"ظاہر ہے بے سہارا ہو گئے ہیں۔ بات یہیں تک ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی انٹرپول کو پورا ریکارڈ مل گیا ہے۔ اور اب وہ بلیک اور ریڈ چینل کے بارے میں عالمی پیمانے پر تفتیش کر رہی ہے آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ ہم لوگ سخت خطرے میں ہیں۔ اصولاً مجھے اپنی فکر کرنی چاہیے تھی اور میں اسی میں لگا ہوا ہوں لیکن مجھے معلوم ہوا کہ آپ مصیبت میں گرفتار ہیں اور وہ لوگ آپ کی ٹوکیو آمد کے بارے میں جان گئے ہیں جن کے خلاف آپ کو کام کا آغاز کرنا تھا۔ اس لیے میں نے آپ تک آنے کا خطرہ مول لیا۔ آپ بلاوجہ ہی ان کے جھگڑے میں پڑی تھیں اور ہو سکتا ہے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جاتا۔"

میں ابھی تک اعصابی دباؤ کا شکار تھی کچھ بھی میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہوا؟ بہرحال میں نے ایڈ گرے سے کہا۔

"آپ کی اس عنایت کے لیے میں دل سے شکر گزار ہوں مسٹر گرے۔ آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں بہرحال ہم ایک گروہ سے منسلک تھے۔"

"آپ میرے ساتھ ایک کپ کافی پینا پسند نہیں کریں گے؟"

"معذرت چاہتا ہوں مجھے اپنا بندوبست کرنا ہے۔"

گرے نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اسے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی۔ پھر میں نے اسے خدا حافظ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔ میرے پورے بدن میں عجیب سی اینٹھن ہو رہی تھی۔ دفعتاً ہی یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گئی ہوں ایک پردہ سا آنکھوں سے ہٹ گیا تھا۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد اچانک ہی مجھے اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تھا۔ میں کس قدر خطرات میں گھر گئی تھی۔ دوسری طرف سے کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ بے مقصد بے کار اور مجھے سب سے پہلے اپنے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ ورنہ میں ڈوب جاؤں گی۔ بری طرح ڈوب

بدن جیسے بے جان ہو گیا تھا۔ ہاتھ پیر کام کرنا چھوڑ چکے تھے۔ ایڈ گرے کے جانے کے بعد بمشکل تمام چلتی ہوئی ایک کرسی پر آ بیٹھی۔ دماغ میں سناٹے ابھرے ہوئے تھے۔ خیالات کی لہریں سی رہ رہ کر اٹھتیں اور میرے پورے بدن کو کپکپاتی ہوئی گزر جاتیں سوچنے کے لیے تو نہ جانے کیا کیا تھا۔ مختلف خیالات مختلف انداز میں ذہن کے پردوں سے ٹکرا رہے تھے۔ اور میرے بدن میں مسلسل کپکپاہٹیں دوڑ رہی تھیں۔ اس بات کے امکانات بھی تو تھے کہ ایڈ گرے نے مجھ سے جھوٹ بولا ہو، کوئی سازش در سازش ہوئی ہو۔ بلیک چینل میں اپنے طور پر بھی تو کچھ اختلافات ہو سکتے ہیں اور پھر اس بات کے کیا امکانات ہیں کہ یہ شخص ایڈ گرے ہی ہو۔ ہمارے درمیان شناخت کے تبادلے بھی تو نہیں ہوئے تھے۔ وہ اس طرح اچانک آیا تھا اور اچانک ہی اس نے یہ اطلاع دی تھی کہ میں بعد کی ساری کارروائی بھول گئی تھی۔ عجیب و غریب اور پیچیدہ صورت حال تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں۔

ذہن میں ایک خیال یہ بھی آیا کہ یہاں سے فرانس واپس چلی جاؤں اور خود ڈان کاؤڈرے کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ لیکن دوسرا خیال یہ بھی تھا کہ اگر انٹرپول ڈان کاؤڈرے اور بلیک چینل کے بارے میں تفتیش کر رہی ہے تو میرا فرانس میں داخلہ گویا ان لوگوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہوگا اور میں بڑے اطمینان سے انٹرپول کے ہاتھوں میں پہنچ جاؤں گی۔ سو میں نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے نکال پھینکا۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس کے بعد یہ سوچنا کہ ٹوکیو میں ہی قیام کروں، مزید حماقت تھی۔ انسان کے لیے اس کی اپنی پناہ گاہ اس کا گھر ہی ہوتا ہے چنانچہ کیوں نہ سیدھی ہندوستان چلی جاؤں۔ اور وہاں رک کر صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کروں اگر یہ سوچ کر جاپان میں قیام حاصل کروں کہ ہو سکتا ہے بلیک چینل کی طرف سے مجھے کوئی نیا پیغام ملے۔ تو یہاں بھی میری ہلاکت کا اندیشہ موجود تھا۔ جو دو حملے مجھ پر پے در پے ہوئے تھے انہیں سامنے رکھ کر یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی تھی کہ مجھ پر تیسرا حملہ بھی عنقریب ہونے والا ہے گو مقامی پولیس میرے سلسلے میں متوحش ہو گئی تھی۔ لیکن ظاہر ہے پولیس کا پہرہ تو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ میں کہاں تک اپنا بچاؤ کر سکتی ہوں۔ ناممکن ہے۔ ناممکن ہے۔ ہو سکتا ہے میری یہاں سے واپسی بلیک چینل کے پروگرام کو فیل کرنے کا باعث ہو۔ لیکن میں اب تک سب کچھ اس کے لیے کامیابی سے کرتی رہی ہوں اور اگر ایک بار دھوکا کھا جاؤں تو یہ کوئی

اتنا بڑا جرم بھی نہیں ہے۔ ابھی زندگی کے لیے کوئی خطرہ تو مول لیا نہیں جا سکتا۔

نہ جانے کتنی دیر تک اسی طرح بیٹھی سوچوں میں گم رہی آخری فیصلہ یہی کیا تھا کہ ہندوستان واپس چلی جاؤں اور اس کے لیے مجھے بہت سے انتظامات کرنے تھے۔ چنانچہ ہمت کی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لباس تبدیل کیا اور باقی تمام خیالات ذہن سے نکالنے کے بعد بس یہی سوچا تھا کہ سیدھی ہندوستان واپس چلی جاؤں اور وہاں رک کر حالات کا انتظار کروں۔ سرلا دیوی بھی ذہن میں آئیں۔ ظاہر ہے وہ بلیک چینل کی رکن تھیں۔ ارے ہاں یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ کم از کم سرلا دیوی سے صحیح صورت حال معلوم ہو سکے گی۔

میں نے اس آخری فیصلے کے تحت لباس تبدیل کیا اور اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ پوری ہمت کے ساتھ میں نے یہ آخری فیصلہ کیا تھا کہ اب یہاں سے ہندوستان ہی چلنا چاہیے، باقی سارے معاملات پر لعنت بھیج دینی چاہیے۔ میں ہوٹل سے باہر نکل آئی اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑی۔ میرے ذہن میں اس وقت یہی منصوبہ تھا کہ ہندوستان واپسی کے انتظامات کروں۔ حالانکہ اس سلسلے میں مجھے کافی بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت تھی۔ ٹیکسی جاپان کی جدید سڑکوں پر دوڑ رہی تھی اور میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پھر دفعتاً ہی میں بری طرح اچھل پڑی۔

یہ میری نگاہوں کا دھوکا نہیں تھا بلکہ ایک ٹھوس حقیقت تھی، ایک دوسری ٹیکسی میں، میں نے اس لڑکی کو دیکھا تھا جو میری ہمشکل تھی اور سائڈ ایرلائنز میں میری جگہ ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ اس کی ٹیکسی میری ٹیکسی کے قریب ہی سے گزری تھی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

اگر یہ حقیقت ہے، یہ سچائی ہے تو یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس وقت آسمانوں سے میری زبردست مدد ہوئی تھی۔ وہ ٹیکسی آگے چلی جا رہی تھی جس میں میری ہمشکل لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو ایک نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ڈرائیور اس ٹیکسی کا پیچھا کرو خبردار وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔"

ڈرائیور نے نوٹ لے کر اطمینان سے جیب میں رکھا اور اپنی ٹیکسی کی رفتار بڑھا دی۔ اسے دوسری ٹیکسی کا تعاقب کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ اور ہمیں زیادہ تگ و دو بھی نہیں کرنا پڑی۔

دوسری ٹیکسی ایک عمدہ قسم کے ہوٹل کے سامنے رک گئی اور میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیں۔

یہ ہوٹل وہ تھا جس میں ٹوکیو کی فلائٹ کے دوران ہماری کمپنی کے ارکان قیام کرتے تھے گویا میری ہمشکل لڑکی ہوسٹس کی حیثیت سے ٹوکیو میں کوئی فلائٹ لے کر آئی ہوئی ہے۔ اور اب مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ میں اس سے اپنی جگہ تبدیل کر لوں۔ ہو سکتا ہے ہوٹل میں جہاز کے عملے کے دوسرے افراد بھی قیام پذیر ہوں چنانچہ اس لڑکی کو ہوٹل سے باہر ہی پکڑ لینا زیادہ مناسب ہے۔ میں نے ڈرائیور کو مزید کرنسی دی اور تیزی سے ٹیکسی سے اتر کر اس طرف چل پڑی جدھر میری ہمشکل لڑکی اپنی ٹیکسی کے ڈرائیور کو بل ادا کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔

میں تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔

اس نے میری آواز پر پلٹ کر میری طرف دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور مجھ سے بولی۔

"ہیلو ڈیئر بھارتی تم یہاں۔۔؟"

"ہاں۔ میرے ساتھ آؤ۔ یقینی طور پر ہوٹل میں عملے کے دوسرے ارکان بھی ہوں گے۔"

"ہاں ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میرے ساتھ واپس پلٹ پڑی۔ راستے میں اس نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں بہت ہی خاص بات، اتنی خاص کہ تم سنو گی تو حیرت سے اچھل پڑو گی۔" اس کے چہرے پر تجسس کے آثار پھیل گئے۔

اس نے گردن ہلائی اور پھر بولی۔

"وہ سامنے ایک ریسٹورنٹ ہے۔ ہم لوگ وہاں چلیں۔"

"چلو۔ چلو، حالانکہ دو ہمشکلوں کو دیکھ کر بہت سے لوگ متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

"مجبوری ہے۔ اس کے علاوہ کیا، کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا اور ہم اس ریسٹوران میں داخل ہو گئے۔ ریسٹوران میں زیادہ رش نہیں تھا۔ ہمارا یہ اندازہ درست نکلا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے دلچسپی کی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا تھا اور دیر تک ان کی نگاہیں ہمارا تعاقب کرتی رہی تھیں۔ میں نے میز پر بیٹھنے کے بعد کافی طلب کر لی اور میری ہمشکل تجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"ایسے مواقع شاید اس سے پہلے کبھی نہیں آئے۔ جب ہم کسی اجنبی مقام پر یکجا ہوئے ہوں۔"

"ہاں یہ مجبوری تھی۔ بلکہ مجبوری ہے۔" میں نے کہا۔

"خیریت ڈیئر بھارتی، مسئلہ کیا ہے۔ مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی بہت ہی اہم بات ہو گئی ہو؟"

"ہاں ڈیر میں تمہیں ایک ایسی خبر سنانا چاہتی ہوں کہ تم ششدر رہ جاؤ گی"۔

"تو پھر سناؤ پلیز۔ میں بڑی متجسس ہو گئی ہوں"۔ اس نے کہا۔

"بلیک چینل ٹوٹ چکا ہے"۔ میں نے انکشاف کیا اور وہ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں"۔

"مسٹر ڈان کا ڈونے سے تمہارا براہِ راست رابطہ تھا؟"

"سو فیصدی۔ بلیک چینل کے مسٹر ڈان کا ڈونے سے یہ بھی ایک بڑی خوبی ہے کہ وہ اپنے تمام ارکان سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں اور روایتی قسم کے سربراہ نہیں ہیں۔ لاتعداد بار انہوں نے میرے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی ہے' مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلایا ہے"۔

"گڈ' ویری گڈ۔ میں تمہیں یہ اطلاع دیتے ہوئے دکھ محسوس کر رہی ہوں کہ بلیک چینل میں بغاوت ہو گئی ہے۔ سنا ہے بہت عرصے سے اس میں چپقلش چل رہی تھی' اور ان لوگوں کے درمیان گروہ بندی ہو گئی تھی۔ دوسرے گروہ نے وہ سب کچھ کر ڈالا جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اور بلیک چینل ٹوٹ گیا۔ اس کی تمام شاخیں بھی ختم ہو گئیں اور اب بلیک چینل کے ارکان منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ اس لیے کہ انٹرپول ان کے تعاقب میں ہے"۔

میرے ان الفاظ پر میری ہمشکل لڑکی کا بھی وہی حشر ہوا تھا جو میرا۔ اس نے اپنی کافی کی پیالی لرزتے ہوئے ہاتھوں سے میز پر رکھی اور بولی۔

"کیا یہ تصدیق شدہ اطلاع ہے"۔

"ہاں سو فی صدی"۔

"تو اب کیا ہو گا۔؟"

"ہم لوگوں کو اپنے طور پر اپنا تحفظ کرنا ہو گا۔ کیونکہ انٹرپول کو اگر بلیک چینل کا ریکارڈ حاصل ہو گیا تو اس میں ہم دونوں کے بارے میں بھی تفصیلات ضرور موجود ہوں گی"۔ میں نے کہا۔

"اوہ' خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔ میں تو بُری طرح سے خوفزدہ ہو گئی ہوں"۔

"یہ بات کہنے میں مجھے بھی کوئی عار نہیں ہے ڈیر کہ خود میری بھی یہی کیفیت ہے"۔

"تو پھر بھارتی کوئی فیصلہ تو کرنا پڑے گا' اب کیا کیا جائے؟"

"یہ بتاؤ اگر تم سے یہ کہا جائے بلکہ کہا جا چکا ہے کہ بلیک چینل ٹوٹنے کے بعد تمہارا اپنا ٹھکانہ کیا ہو گا تو تم اس سلسلے میں کیا جواب دو گی؟"

لڑکی کچھ دیر سوچتی رہی' پھر اس نے کہا۔ "میرے پاس ایک پناہ گاہ موجود ہے اور وہ ہندوستان ہی میں ہے' میں وہاں چلی جاؤں گی"۔

"تمہارا مستقبل؟"

"میرے پاس اتنی دولت اکٹھی ہو چکی ہے کہ میں آرام سے زندگی بسر کر سکتی ہوں"۔

"یہ بہت اچھی بات ہے اور اس سلسلے میں بلیک چینل کا رویہ ہم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ ہی اچھا رہا ہے۔ میری ہدایت ہے کہ تم فوری طور پر اپنے ٹھکانے پر روانہ ہو جاؤ۔ اپنے آپ کو یہاں کے ماحول میں ضم کر لو اور اس کے بعد انتظامات کر کے یہاں سے نکل جاؤ۔ میں اپنی فلائیٹ لے کر چلی جاتی ہوں"۔

لڑکی چند لمحات سوچتی رہی' پھر بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں ڈیر بھارتی کہ تم یہاں سے مجھے ہندوستان جانے کی اجازت دے دو اور خود اپنے لیے کوئی ذریعہ دریافت کر لو"۔

"سنو ڈیر۔ میں ایسا کر سکتی ہوں' لیکن ایک خطرہ ہے اس میں"۔

"کیا؟"

"اگر انٹرپول کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں تو تم اس وقت ایر انڈیا کی ایر ہوسٹس کے روپ میں محفوظ نہیں ہو' تمہیں کسی بھی جگہ ان کے قبضے میں جانا پڑ سکتا ہے۔ میں اگر براہِ راست ان کے ہاتھ آ گئی تو اپنے تحفظ کا بندوبست کروں گی' لیکن تم میری حیثیت سے وہ کارروائیاں نہیں کر سکو گی جو میں کر سکتی ہوں۔ بلاشبہ اس وقت میرے ذہن میں خود غرضی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا' میں نے یہ الفاظ کہہ کر اسے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ صرف اس لیے کیا تھا کہ مجھے فوراً ہی میری حیثیت واپس مل جائے اور میں یہاں سے ہندوستان روانہ ہونے کے لیے انتظامات کرنے سے بچ جاؤں اور میری یہ کوشش سو فی صد کامیاب رہی تھی۔

میری ہمشکل لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو بھارتی"۔

"سو فی صد ٹھیک کہتی ہوں' یہ اس وقت تمہارے مفاد میں بہتر ہے۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے تو میں مختلف طریقوں

سے یہ بات ثابت کر سکتی ہوں کہ میں تو اپنے فرائض انجام دے رہی تھی' لیکن اگر تم سے یہ تحقیقات کی گئیں تو تم اتنے بھرپور انداز میں ان سوالات کے جواب نہیں دے سکو گی"۔

"تم بالکل ٹھیک کہتی ہو بھارتی۔ میرا خیال ہے مجھے یہیں سے رخصت ہو جانا چاہیے"۔

"سو فیصدی اور یہاں اپنے لیے کسی دوسرے ہوٹل میں بندوبست کرو تاکہ اس کے بعد کی کارروائیاں آرام سے کر سکو"۔

اس نے جلدی جلدی کافی پی اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ارے سنو تو سہی' تمہارے اس ہوٹل میں تمہارا کمرہ نمبر کیا ہے؟"

"آٹھ سو بتیس"۔

"اور کون کون یہاں ٹھہرا ہوا ہے"۔ میں نے پوچھا۔ اور میری ہمشکل لڑکی نے ایر انڈیا کے ان لوگوں کے نام مجھے بتا دیئے۔ جو یہاں یہ فلائٹ لے کر آئے تھے اور اس کے بعد وہ تیزی سے روانہ ہو گئی۔ میں اپنی کرسی پر بیٹھی آنکھیں بند کیے چکراتے ہوئے ذہن کو قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس سامان پر میں نے لعنت بھیج دی تھی' جو میرے پہلے ہوٹل کے ایک کمرے میں تھا۔ بھلا اس سامان کی طرف رُخ کرنے کی جرأت کر سکتی تھی میں؟ مجھے تو یہ امدادِ غیبی حاصل ہوئی تھی کہ ایر انڈیا کی وہ فلائٹ یہیں آئی ہوئی تھی۔ جس میں ایر انڈیا کی ہوسٹس میری ہمشکل لڑکی میری حیثیت سے کام کر رہی تھی۔ اس سے زیادہ آسانی مجھے کہیں اور سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی' چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے بل کی رقم پلیٹ میں ڈالی اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اپنے حواس کو پوری طرح مجتمع کر کے میں اپنے ہوٹل کی جانب بڑھ گئی۔

روم نمبر آٹھ سو بتیس میں پہنچ کر میں ایک کرسی پر گر پڑی اور ایک بار پھر طرح طرح کی سوچوں کے حملے ہو گئے۔ اگر یہ سب کچھ فراڈ ہے تو بڑا لمبا چکر چل جائے گا۔ لیکن اتنا لمبا رسک لیا بھی نہیں جا سکتا۔ آخر میں اس سلسلے میں اور کر بھی کیا سکتی ہوں' سو فی صدی ——— اس کے علاوہ کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا۔

میں اپنے آپ کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ بہت دیر کے بعد اعصاب قابو میں آئے تھے۔ اب تک جو کچھ کیا تھا ہنگامی بنیادوں پر ہی کیا تھا لیکن اس طرح سے یہ تحفظ مل جانے کے بعد مجھے کافی سکون ہوا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ریڈ چینل کے ریکارڈ میں میری شخصیت دریافت نہ ہو سکے۔ ورنہ بڑی مشکلات پیش آ جائیں گی۔ مزید سوچنے کے لیے بھی بہت کچھ تھا۔ لیکن ابھی اس کا موقع نہیں تھا اب تو صرف عمل ہی عمل درکار تھا۔

رات کو میری ملاقات جہاز کے پائلٹ سے ہوئی اور اگروال مجھ سے دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اسے یہ احساس بھی نہ ہو سکا تھا کہ اچانک ہی کیا ہو گیا ہے اور کیا تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں' ویسے میں اس لڑکی کی صلاحیتوں کا اندازہ تو بخوبی لگا چکی تھی جس نے اب تک میری حیثیت سے کام کیا تھا اور ایک بار بھی کسی کو یہ شک کرنے کا موقع نہیں دیا تھا کہ بھارتی' بھارتی نہیں ہے۔ وہ بلاشبہ بہت بڑی فنکارہ تھی کیونکہ اس نے میرے قریبی لوگوں کو دھوکا دیا تھا جن سے میرے دلی رابطے

تھے، جیسے ونود، جیسے ماتا جی، جیسے راگنی۔ یہ سارے کے سارے مجھ سے کلفت تھے اور جتنا بھرا اعدان کا ساتھ تھا اس کے تحت کوئی بھی شخصیت ان کو دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی لیکن میری ہمشکل لڑکی نے آج تک اپنا کردار جس کامیابی سے نبھایا تھا وہ قابلِ حیرت بات تھی۔

بہرطور میں اسے بھی اپنی خوش قسمتی ہی کہہ سکتی ہوں کہ میرا اب تک کسی حادثے سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ میں اگروال سے بہت دیر تک گفتگو کرتی رہی اور مجھے سارا فلائٹ شیڈول معلوم ہو گیا۔ خوش بختی یہ تھی کہ ہمارا جہاز دوسرے دن روانہ ہونے والا تھا اور اس میں اب زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا۔

دراصل مجھے یہ بھی احساس تھا کہ میری شخصیت ان لوگوں کے لیے شناسا ہے جن کے خلاف میں کام کرنے تو لیبیا میں آئی تھی اور وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر مجھ پر تیسرا حملہ بھی کر سکتے تھے۔ بے چاری میری ہمشکل لڑکی بھی اس سازش کا شکار ہو سکتی تھی۔ لیکن میں اپنے آپ کو فرشتہ تو کبھی نہیں کہوں گی اور نہ ہی خود کو فرشتہ کہنا چاہتی ہوں۔ اس وقت بھی میں نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنی ہمشکل لڑکی کو داؤ پر لگا دیا تھا البتہ میری دلی خواہش یہی تھی کہ وہ کسی مصیبت میں نہ پھنسنے پائے۔

رات بجانے کس طرح گزری تو لمحہ لمحہ میں چونک پڑتی تھی۔ اور مجھے یہی احساس ہوتا تھا کہ اب کچھ ہو جائے گا۔ اشرلال کے سلسلے میں بھی میں پریشان تھی۔ مجھے یقینی خطرہ تھا کہ میرا ریکارڈ اشرلال کے ہاتھ ضرور لگ جائے گا اور اس کے بعد میرے بارے میں چھان بین شروع ہو جائے گی، چنانچہ رات بھر یہی سوچتی رہی تھی کہ اگر ایسا ہوا تو اپنے ڈیفینس کے لیے کیا کروں گی، پھر خیال یہ سب تو بعد کی باتیں تھیں، ان خطرات سے تو نمٹنا ہی پڑے گا، چنانچہ میں نے خود کو مطمئن کیا۔

دوسری صبح مجھے میرے ایک ساتھی نے ہی جگایا تھا۔ ہمیں دس بجے تک اپنے طیارے کا چارج لے لینا تھا چنانچہ ہم سب ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر اجتماعی شکل میں اپنی کمپنی کی گاڑی میں ایئرپورٹ روانہ ہو گئے اور اس کے بعد میں نے اپنے معمولات کا چارج سنبھال لیا تھا۔

میری دوسری ساتھی لڑکیاں بھی کسی طور میرے بارے میں مشتبہ نہیں ہو سکی تھیں۔ میں نے پوری ہمت اور دلجمعی کے ساتھ یہ کوشش کی تھی کہ اپنا کام صحیح طریقے سے سرانجام دے سکوں، بلکہ آج کی اس فلائٹ میں، میں ضرورت سے زیادہ ہی خوش اخلاق بنی ہوئی تھی۔ یہ میری اندرونی کیفیات تھیں جو میرے خوف کی وجہ سے سامنے آ رہی تھیں۔ میری ساتھی لڑکیوں نے کئی بار مسکرا کر میری جانب دیکھا، وہ یہ اندازہ لگا رہی تھیں کہ آج میں کچھ بدلی بدلی سی ہوں۔ اس کا تذکرہ بھی سونیا نے مجھ سے کر ہی دیا اور میں ہنس کر خاموش ہو گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"سونیا، ہمیں بہرطور اپنا کام اسی طرح انجام دینا چاہیے۔ اور یہ بھی ہماری ذمہ داریاں بھی ہیں، بعض اوقات ذہنی الجھنیں ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے دور کر دیتی ہیں لیکن بعد میں تب احساس ہوتا ہے کہ ہم اس انداز میں اپنا کام نہیں کر رہے جس طرح ہمیں کرنا چاہیے تو جی چاہتا ہے مستعد ہو جایا جائے۔" سونیا نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی تھی۔

طیارہ جب دہلی پہنچ گیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں گنگا نہا لی ہوں، بڑا سکون ہوتا ہے اپنے دیس میں، اپنی سرزمین پر، اپنے وطن میں۔ اور پھر یہی سکون سمیٹتے ہوئے میں بچانے فارغ ہونے کے بعد اپنا سفری بیگ لیے ہوئے گھر کی جانب چل پڑی۔

وہ تشویش اور درد سے ابھی دل و دماغ میں باقی تھے لیکن کم از کم اب ان کی وہ کیفیت نہ رہی تھی۔ میں اپنے گھر پہ آ گئی اور فلیٹ میں داخل ہو گئی۔ دروازے کی بیل بجائی تو ونود نے دروازہ کھولا تھا۔ لیکن ونود کچھ سنجیدہ سا تھا۔

میں نے مسکراتے ہوئے اس کے گال تھپتھپائے تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آہستہ سے بولا۔

"ماتا جی زخمی ہو گئی ہیں دیدی۔"

"کیا۔۔۔؟" میں اچھل پڑی۔

"ہاں آؤ اندر تو آؤ۔"

"راگنی کہاں ہے؟"

"دیدی تو فلائٹ پر گئی ہوئی ہیں۔ پرسوں واپس آئیں گی" اور میں دیوانہ وار ماتا جی کے کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔ ماتا جی درد سے کراہ رہی تھیں، انہیں تیز بخار تھا۔ میں نے ونود سے ڈاکٹر کے بارے میں کہا تو کہنے لگا "دیدی ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر مہتہ ماتا جی کو انجکشن دے کر گئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے۔۔۔؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"تو پریشان مت ہو بیٹا، بتا دوں گی تجھے۔" ماتا جی نے کہا۔ یہ دوسرا واقعہ میرے لیے انتہائی سنسنی خیز تھا اور نجانے کیوں ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی ابھرا تھا کہ کہیں اس واقعہ کا تعلق بھی بلیک چینل سے نہ ہو اس کا مقصد ہے کہ کچھ لوگ یہاں

پہنچ گئے ہیں۔ جی تو چاہ رہا تھا کہ یہ تمام تفصیلات ان لوگوں سے معلوم کر لوں، لیکن بہت زیادہ بے صبری کا مظاہرہ بھی مناسب نہیں تھا۔ ویسے ماتا جی کے سر کے زخم کے بارے میں مجھے کچھ معلومات نہیں تھیں کہ کتنا گہرا ہے، کمزور عورت تھیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زخم لگا کیسے؟ ان کے کہنے سننے سے پہلے میں نے جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر ونود سے کہا کہ میرے لیے کافی بنوا دے۔ پھر میں ماتا جی کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"میں آپ سے زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہتی، ماتا جی بس مجھے اتنا بتا دیجیے یہ سب کچھ ہوا کیسے؟"

"بھارتی کچھ عجیب سے واقعات ہیں، میری سمجھ میں نہیں آئے۔ پچھلی رات ہمارے گھر میں چور گھسے تھے لیکن انہیں چور کہتے ہوئے مجھے عجیب سا لگتا ہے۔"

"اوہ۔ ماتا جی کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"گھر میں بے شمار قیمتی چیزیں بکھری ہوئی ہیں۔ وہ چاہتے تو ان میں سے کچھ بھی لے جاتے لیکن وہ ایسی چیزوں کی تلاشی لے رہے تھے جن سے کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئے۔" میرا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ میں نے سرسراتے ہوئے کہا۔

"پھر ماتا جی پھر؟"

"بس انہوں نے کچھ نہ لیا، وہ مجھ سے تمہارے سامان کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ میرا سامان؟"

"ہاں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ایئر ہوسٹس بھارتی کا سامان کہاں ہے؟ بہرطور بیٹی انہوں نے وہ تمام سامان دیکھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے انہیں اس میں کچھ نہ ملا ہو، اور پھر وہ ایک چیز لے گئے جس پر مجھے ابھی تک حیرت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں یاد ہے، تم نے ایک چابی مجھے دی تھی۔ شاید کسی لاکر کی چابی تھی۔"

"لاکر کی چابی۔" میں متحیرانہ انداز میں سوچنے لگی اور پھر دفعتاً ہی گزرے ہوئے واقعات میرے ذہن کے پردوں سے ابھر آئے، یہ چابی مجھے موسی جی کے ہاتھ میں ملی تھی اور میں کچھ نہیں سمجھ پائی تھی لیکن وہ چابی۔ وہ چابی۔ میرے ذہن میں بجلیاں سی تڑپنے لگیں، اس کا مقصد ہے کہ اس چوری کا تعلق بلیک چینل سے نہیں بلکہ وہی پرانی نحوست اس میں بھی کارفرما ہے۔ میں نے ماتا جی سے کہا۔

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی ماتا جی کہ وہ کسی لاکر کی چابی ہے۔"

"وہ لوگ اس سلسلے میں سوال کر رہے تھے مجھ سے اور پھر ان میں سے ایک نے کہا:"

"یہ لاکر کی چابی مل گئی۔"

"میرے خدا۔ میرے خدا! میں نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہ تھا، وہ چابی لے گئے؟"

"ہاں۔ میں نے مزاحمت کی تو ان میں سے ایک نے پستول کا دستہ بڑی زور سے میرے سر پر مارا اور میں بے ہوش ہو کر گر گئی، یہی شکر تھا کہ ونود سو رہا تھا اور سوتا ہی رہا۔ صبح تک میرے سر سے کافی خون بہہ گیا تھا جس کی وجہ سے میری طبیعت بہت خراب ہو گئی، صبح کو ونود جاگا تو اس نے بھاگ دوڑ کی اور ڈاکٹر وغیرہ کو بلایا۔"

"اوہ۔ ماتا جی میں آپ کے لیے بڑی دکھی ہوں۔"

"نہیں بیٹا، مگر وہ چابی کیسی تھی؟"

"بھگوان کی سوگند ماتا جی، مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے پریشان کیوں ہو رہی ہے تو، کتنی لے گئے ہیں جائیں، نرکھ میں جائیں پاپی، ہمارا کیا لے گئے۔" ماتا جی نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا، لیکن میں گہری سوچوں میں ڈوب گئی تھی، یہ پے در پے دھماکے ہوئے تھے اور میں ان دھماکوں کے لیے پہلے سے قطعی تیار نہ تھی۔ ماتا جی کی دواؤں وغیرہ کا جائزہ لیا، ونود بھی قریب ہی آ بیٹھا تھا اور اس کے بعد انہیں آرام کرنے کے لیے کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور مسہری پر جا لیٹی۔ تھوڑی دیر تک نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی اور پھر ونود نے سوچوں کا یہ سلسلہ منقطع کر دیا۔

"دیدی، آپ کی ذات سے بہت سی پُراسرار کہانیاں وابستہ ہیں، پتا نہیں بھگوان مجھے بڑا کرنے میں اتنی دیر کیوں لگا رہا ہے، میرا جی تو چاہتا ہے دیدی کہ آپ کے لیے سب کچھ کروں، پر مجھے یہی خطرہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ اتنے چھوٹے سے لڑکے نے یہ سب کچھ کر ڈالنے کی ہمت کی ہے۔"

"اوہ۔ ونود تم جیتے رہو۔ درحقیقت میں بڑی الجھنوں میں ہوں، بہرطور اگر تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئی تو میں تم سے ضرور کام لوں گی۔"

"دیدی زندہ باد، میرے کہنے کا مطلب بھی یہی تھا اور تم دیکھ چکی ہو کہ ہمارے سفر کے دوران جب ہمارے پیچھے دشمن ہمارے پیچھے لگ گئے تھے تو میں نے کسی بھی جگہ یہ ثبوت نہیں دیا کہ میں

چھوڑتا ہوں۔ دیدی میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے حالات بتاؤ اور مجھ سے کچھ کام لو۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے نا ونود کہ اگر ضرورت پیش آئی تو میں ضرور تمہیں اپنے کام پر لگا لوں گی۔"

"کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے دیدی، جیسے آپ آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں چاہتی تو ہوں لیکن ماتا جی کے بارے میں تشویش ہے۔"

"نہیں، تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ چونکہ خون بہت زیادہ نکل گیا ہے اور بدن کمزور ہے اس لیے بخار ہو گیا ہے۔ ذرا بہتر حالت ہو جائے گی تو بخار بھی اتر جائے گا، ویسے انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ایک گھنٹے بعد میں وہ دو گولیاں دے دوں ماتا جی کو جو گہرے سبز رنگ کی ہیں، ماتا جی کو نیند آ جائے گی اور ہو سکتا ہے اُن کا بخار بھی اُتر جائے۔"

"گھنٹہ ہو گیا۔"

"ہاں دیدی تقریباً۔" ونود نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں دیکھ کر کہا۔

"تو تم ماتا جی کو وہ گولیاں دے دو۔"

"آپ کے لیے گولیوں وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے؟" ونود نے کہا اور میں مسکرا دی۔

"نہیں ڈیئر۔ لیکن اگر تم اجازت دو تو تھوڑی دیر سو جاؤں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ضرور ضرور کیوں نہیں۔" ونود نے شائستگی سے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ سوتی تو کیا البتہ سکون چاہتی تھی۔ ونود خود ہی کمرے کا دروازہ بند کر گیا تھا، لیکن باہر کی چٹخنی نہیں لگائی تھی اُس نے۔ میں چند لمحات دروازے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر بستر پر لیٹی چھت کو گھورنے لگی۔ ڈان کاؤڈرے ذہن میں آیا۔ ظاہر ہے ایک جرائم پیشہ شخص تھا اور ایک دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ بڑے اعلیٰ پیمانے پر اُس نے اپنا کام پھیلایا تھا اور بڑے اعلیٰ پیمانے پر اُس کی کارروائیاں جاری تھیں، نہایت احتیاط اور محنت کے ساتھ وہ بیرونی دشمنوں سے بچتا رہا تھا لیکن تجربہ شاہد تھا کہ اندرونی دشمن بیرونی دشمنوں سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صرف ان اندرونی دشمنوں کی وجہ سے۔ بلیک چینل میں واقعی وہ سب کچھ ہو گیا ہے، جس کی اطلاع میرے کانوں تک پہنچی ہے تو وہ صرف اندرونی دشمنوں کی وجہ سے، ویسے سرلا دیوی بھی اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں گی۔ میرا جی چاہا کہ فوراً اٹھ کر سرلا دیوی کے پاس پہنچ جاؤں، لیکن احتیاط ضروری تھی، ہو سکتا ہے وہ بھی زیرِ عتاب رہی ہوں، کیا کرنا چاہیے اس سلسلے میں، کیا کرنا چاہیے۔ پھر میرا ذہن اس طرف مڑ گیا، انہی اوقات میں یہاں بھی یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ وہ چابی۔ واقعی میں نے اُسی چابی پر اتنی توجہ کیوں نہیں دی تھی۔ اتنی غافل کیوں ہو گئی تھی، ان سارے معاملات پر اگر غور کرتی تو مجھے یہ اندازہ ہو جاتا کہ وہ چابی کسی لاکر کی ہے۔ اس لاکر میں کیا تھا، میرے دشمنوں کو میرے اُن پُراسرار دشمنوں کو چابی مل گئی تھی اور میرے ہاتھ سے بجانے کیا نکل گیا تھا۔ ہو سکتا ہے میری اپنی ذات کا راز، مجھے اس پر شدید ملال ہونے لگا۔ یہاں بھی میرے دشمنوں کو مجھ پر کامیابی حاصل ہو گئی تھی لیکن اب سب کچھ بعد از وقت تھا۔ سوچنے تو دُکھ کے علاوہ اور کیا مل سکتا تھا اور دُکھ تو میری تقدیر کا ایک حصہ بن چکے تھے، بجانے کب تک اسی طرح لیٹی رہی۔ نیند آنے کا کیا سوال تھا۔ ذہن شدید پراگندگی کا شکار تھا، بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ ہمت کر کے سرلا دیوی تک پہنچ جاؤں۔ پہلے سوچا کہ انہیں ٹیلیفون کر لوں لیکن پھر یہ ارادہ ملتوی کر دیا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ ونود اپنے کمرے میں ایک کرسی پر دراز کتاب پڑھ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ سُن کر چونک کر اُس نے گردن اٹھائی اور پھر مسکرا کر بولا۔

"بیٹھیے۔ آپ سوئیں نہیں۔"

"نہیں ونود، نیند نہیں آ رہی۔ ماتا جی کی طبیعت کیسی ہے؟"

"بخار تو بہت ہلکا ہو گیا ہے اور گہری نیند سو رہی ہیں۔"

"تم اگر اجازت دو تو ایک جگہ ہو آؤں؟"

"اجازت ہے۔" ونود نے گردن ٹیڑھی کر کے مسخرانہ انداز میں کہا اور میں مسکرا دی۔ اس کے بعد میں وہاں سے پلٹ آئی اور باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ نہا دھو کر لباس تبدیل کیا اور پھر احتیاطاً ایک پستول جو میرے پاس محفوظ تھا اپنے پرس میں رکھ لیا۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ کب اس کے استعمال کی ضرورت پیش آ جائے۔ باہر نکلی اور ایک ٹیکسی کر کے سرلا دیوی کے مکان کی جانب چل پڑی۔ سرلا دیوی کے مکان کے احاطے میں داخل ہوئی اور ایک ملازم سے اُن کے بارے میں پوچھا تو اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ وہ اندر موجود ہیں، میں نے اطمینان کی گہری سانس لی تھی، مجھے شبہ تھا کہ سرلا دیوی بھی کہیں روپوش نہ ہو گئی ہوں۔ جب میں اندر داخل ہوئی تو سرلا دیوی اپنے

مخصوص کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھیں، میرے قدموں کی چاپ پر چونکیں۔ مجھے دیکھا تو کچھ اس طرح ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئیں جیسے اس وقت میری آمد اُن کے لیے انتہائی غیر متوقع ہو، انہوں نے دو قدم آگے بڑھا کر حیرانی سے مجھے ٹٹولا اور بولیں۔

"بھارتی ہو نا؟"

"نہیں سرلا دیوی جی بھارتی ہی ہوں۔"

"اوہ۔ میرے خدا! میرے خدا۔ بھارتی تم اچانک یہاں کیسے آ گئیں، تمہارے بارے میں تو مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم اس وقت جاپان میں ہو۔"

"یہ اطلاع کب ملی تھی آپ کو؟"

"کل۔ کل دوپہر۔"

"بس کل دوپہر میں جاپان میں تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر تمہارے سپرد تو کوئی مشن کیا گیا تھا نا۔ بیٹھو۔ بیٹھو۔ میں بہت مضطرب ہوں۔"

"ہاں سرلا دیوی میرا اضطراب بھی آپ سے کم نہیں ہے۔ سب سے پہلا سوال جو میں آپ سے کرنا چاہتی ہوں براہِ کرم اُس کا جواب دیجیے۔"

"ہاں۔ ہاں پوچھو۔ پوچھو۔ بیٹھو تو سہی، کھڑی کیوں ہو۔" سرلا دیوی نے کہا اور میں اُن کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا بلیک چینل کے بارے میں آپ نے جو کچھ سنا ہے وہ درست ہے؟"

"کیا تمہیں اُس کے ٹوٹ جانے کی خبر ملی ہے۔ تو یہ خبر بالکل درست ہے۔"

"اوہ، مجھے یہی خبر ملی ہے سرلا دیوی۔ مجھے یہی اطلاع ملی ہے۔"

"جاپان میں بلیک چینل کے ایجنٹ مسٹر ریڈ گرے تھے۔"

"بھگوان کا شکر ہے کہ تمہیں وقت سے پہلے اطلاع مل گئی، ورنہ میں تمہارے لیے اس قدر پریشان تھی کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"کیا یہ بھی درست ہے کہ مسٹر ڈان کاؤڈرے ہلاک ہو گئے۔"

"کچھ پتا نہیں چل سکا اُن کے بارے میں، کوئی اطلاع نہیں مل سکی اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی اور تم سے یہ اعتراف کرنے میں عار بھی محسوس نہیں کر رہی کہ میری ہمت بھی ٹوٹ گئی ہے اور میں اب یہ سب کچھ کرنے کی ہمت نہیں پا رہی۔"

"ہوں۔"

"اچھا یہ بتاؤ کیا پیو گی؟"

"اس وقت کچھ نہیں۔"

"کچھ تو۔ کوئی ٹھنڈا مشروب۔"

"ہاں۔ کوئی ٹھنڈی چیز منگوا لیجیے۔" میں نے کہا اور سرلا دیوی نے اپنے ملازم کو بلا کر ہدایت کر دی۔ پھر وہ آہستہ سے بولیں۔

"یہ بتاؤ کہ تمہاری ہمشکل لڑکی کہاں ہے؟"

"میں نے اُسے جاپان میں چھوڑ دیا ہے۔ وہ فلائٹ سے ٹوکیو گئی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے وہیں پر پکڑ لیا تھا اور اس کی جگہ میں خود یہاں پر واپس آ گئی۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ تم نے بہت اچھا کیا بھارتی۔ اس وقت صورتِ حال انتہائی تشویشناک ہو گئی ہے۔"

"میں اس سلسلے میں آپ سے تفصیلات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ جب یہ اطلاعات مجھ تک پہنچیں تو میرا ذہن صرف تمہاری طرف گیا تھا۔ میں کسی قسم کے جذباتی مظاہرے سے ہمیشہ گریز کرتی ہوں لیکن تمہارے لیے جو دل میں اُنسیت پیدا ہو گئی ہے بھارتی، بس اُسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"میں جانتی ہوں سرلا دیوی۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"خیر ان جذباتی باتوں کو چھوڑو۔ دراصل پہلے کچھ دنوں سے مجھے بھی اپنے طور پر یہ اطلاعات مل رہی تھیں کہ بلیک چینل کسی قسم کی اُلجھنوں کا شکار ہے، مسٹر ڈان کاؤڈرے جیسے لوگوں میں بہت اچھے انسان ہیں۔ یوں تو ہم بھی اپنے آپ کو کسی طور اچھا انسان نہیں کہہ سکتے۔ بجانے کیسے کیسے مجرمانہ معاملات میں اُلجھنا پڑتا ہے۔ بہر طور میں مسٹر ڈان کاؤڈرے کی بات کر رہی تھی کہ وہ اپنی فطرت میں بہت ہی نفیس انسان تھے اور غالباً اُن کی یہ نیک نفسی ہی اُن کے لیے عذاب بن گئی۔ بلیک چینل میں اُن کے خفیہ مخالفین پیدا ہو گئے۔ حالانکہ کئی بار انہوں نے اس سلسلے میں اپنے مخالفین کو دعوت دی تھی کہ وہ اس اختلاف کی وجہ ظاہر کریں اور معاملات کلیئر کریں، لیکن اُن میں سے کوئی بھی کھُل کر مسٹر ڈان کاؤڈرے کے سامنے آنے کی کوشش نہ کر سکا اور انہوں نے وہی گھٹیا کارروائی کی جس سے بلیک چینل اور ریڈ چینل دونوں ہی ٹوٹ گئے۔ مسٹر ڈان کاؤڈرے کے بارے

... لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ہلاک کر دیے گئے' کچھ کا کہنا ہے کہ وہ مفرور ہیں، لیکن یہ سچ ہے کہ اب بلیک چینل کا ہر شخص منتشر ہو گیا ہے اور کوئی بھی اپنی جگہ موجود نہیں ہے۔ حکومت فرانس بلیک چینل کے سلسلے میں بڑی شدت سے کارروائی کر رہی ہے اور معاملہ انٹرپشنل پولیس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو جو تفصیلات انٹرپول کو موصول ہو رہی ہیں اُن کے تحت وہ کارروائی کر رہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے سرلا دیوی کہ میں اور آپ بھی اس چکر میں آسکتے ہیں؟"

"کیسے انکار کیا جا سکتا ہے بھارتی۔" سرلا دیوی نے کہا۔

"ہوں۔ گویا اپنے تحفظ کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔"

"میں نے اس سلسلے میں بہت کچھ سوچا ہے' تم بے حد محفوظ ہو اس لیے کہ تمہارا تعلق انڈین ایرلائنز سے ہے اور تم مسلسل اپنی ڈیوٹی پر تعینات رہی ہو۔ تمہارے بارے میں اگر تحقیقات کی جائے گی تو لازمی امر ہے کہ انٹرپول تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تمہاری فلائٹ جاری ہے تم دنیا کے مختلف ملکوں میں جاتی رہی ہو اور تمہارے عملے کے ارکان اس سلسلے میں تمہاری گواہی دے سکتے ہیں۔ لازمی امر ہے کہ تم اس جنجال میں نہیں پھنسو گی' البتہ میرا مسئلہ ذرا مختلف ہے' ہو سکتا ہے میری پوزیشن خطرے میں پڑ جائے حالانکہ میں ایک گزشتہ عرصے سے گوشہ نشین ہوں اور یہاں کسی ایسی سرگرمی کا مظاہرہ بھی نہیں کر رہی ہوں جس سے میں پھنس جاؤں لیکن اس کے باوجود میں نے اپنے تحفظ کا کچھ بندوبست کیا ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔" میں نے جواب دیا۔ "اور تمہارے سلسلے میں بھی میرے ذہن میں کچھ مشورے موجود ہیں۔"

"وہ کیا سرلا دیوی؟"

"سب سے پہلی بات میں تمہیں یہ بتا دوں کہ بلیک چینل کے ٹوٹنے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا ہے' یہ تنظیم میرا خیال ہے اب دوبارہ منظم نہیں ہو سکے گی' اور بھارتی تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ مسٹر ڈان کاڈو نے جو کیش تمہارے نام منتقل کیا ہے اس کے تمام کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں اور وہ جس انداز میں تمہارے بینکوں میں جمع ہوا ہے' اس سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے حصول کا طریقہ ناجائز ہے۔ تم اس وقت بے پناہ دولت مند ہو بھارتی اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ کسی قسم کے احمقانہ جذباتیت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے تم اپنی اس دولت سے فائدہ اٹھاؤ۔ میں یہ نہیں جانتی کہ تمہاری ذاتی مالی حیثیت کیا ہے۔ لیکن وہ دولت جو بلیک چینل کی طرف سے تمہیں منتقل ہوئی ہے اس سے تم اپنا مستقبل بہترین بنا سکتی ہو۔ میری رائے ہے کہ تم دوہری شخصیت اختیار کر لو' میں نے چونک کر سرلا دیوی کی صورت دیکھی تو وہ آہستہ سے بولیں۔

"ہاں۔ میں نے اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے سرسراتے لہجے میں سوال کیا۔

"دیکھو بھارتی تم انڈین ایرلائنز کی ایک ایئر ہوسٹس کی حیثیت سے اپنی زندگی گزارتی رہو۔ یہ تمہارے لیے ایک مضبوط سہارا ہے۔ دوہری شخصیت میں تم اپنا نام چاہو تو تبدیل کر لو۔ اور دہلی کے ایک شاندار علاقے میں ایک کوٹھی خرید لو۔ اس کوٹھی کو ایک نئے نام سے آراستہ کرو اور یہ نیا نام لیس پر برقرار ہی رہنے دو۔ یا اگر تم اس کوٹھی میں جاؤ تو اپنے حلیے میں معمولی سی تبدیلی پیدا کر لو۔ اس طرح تم کسی بھی غیر متوقع خطرے سے محفوظ رہ سکتی ہو اور اپنے پروگرام کو آگے بھی بڑھا سکتی ہو' میرے ذہن میں ایک روشنی سی ہوئی تھی۔ سرلا دیوی کا یہ مشورہ نجانے کیوں مجھے انتہائی شاندار محسوس ہوا تھا۔ واقعی ایسا کیا جا سکتا ہے۔ سرلا دیوی تو شاید مکمل طور سے یہ باتیں نہیں جانتی تھیں لیکن آپ لوگ جانتے ہیں کہ میری تمام شخصیت ہی ایسے حالات میں منقسم تھی جب بلیک چینل میں کسی مالی مفاد کے لیے نہیں داخل ہوئی تھی۔ بلکہ میرے [illegible] میں کچھ [illegible] تھا۔ سرلا دیوی کا طلب کیا ہوا مشروب سامنے آ گیا تو میں اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر خیالات میں ڈوبی رہی' سرلا دیوی نے کہا۔

"اور اس سلسلے میں۔ میں تمہاری بھرپور مدد کر سکتی ہوں۔"

"سرلا دیوی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کہو۔"

"میری زندگی کا مختصر سا خاکہ تو آپ کے سامنے ہے لیکن آج میری خواہش ہے کہ میں اپنے بارے میں آپ کو اور بھی بہت سی تفصیلات بتاؤں' اپنے دل کی باتیں کھول کر آپ کے سامنے رکھ دوں' دل کے تمام راز آپ سے کہہ دوں اور آپ سے مشورہ چاہوں۔"

"اگر تم مجھے اس قابل سمجھتی ہو تو براہ کرم یہ ضرور کرو، میں خود بھی تمہاری ہر طرح سے مدد کرنا چاہتی ہوں اور اب بار بار اس بات کا اظہار نہیں کروں گی کہ تم میرے دل میں ایک اہم مقام رکھتی ہو اور میں تم سے بہت محبت محسوس کرتی ہوں۔"

"آپ کا بے حد شکریہ سرلا دیوی۔ محبتوں کے احساس کے بعد ہی تو دل کے دروازے کھولے جاتے ہیں' ورنہ ہر شخص کے سامنے تو اپنے آپ کو ہلکا نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں سمجھتی ہوں اور تمہارے ان جذبوں کا احترام کرتی ہوں' میں نے مشروب کے کچھ اور گھونٹ لے کر گلاس خالی کر دیا۔ اور پھر آہستہ سے بولی۔

"میری زندگی ایک تپتا ہوا صحرا ہے سرلا دیوی' میں اپنی ذات میں ایک آتش کدہ ہوں' میں اپنے وجود میں ایک جہنم رکھتی ہوں جو آہستہ آہستہ سلگ رہا ہے اور میری ذات نجانے کیا سے کیا ہوتی جا رہی ہے۔" میں نے کہا۔ سرلا دیوی خاموش نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھیں پھر انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔ "کہہ ڈالو۔ دل میں جو کچھ ہے کہہ ڈالو' اس سے دل کی آگ مدھم پڑ جاتی ہے۔"

"مگر میں اپنے وجود میں سلگتے شعلوں کو سرد نہیں ہونے دینا چاہتی سرلا دیوی۔ یہ شعلے تو میری زندگی کا مقصد ہیں' میں اپنی شناخت چاہتی ہوں' میں اپنی تلاش میں سرگرداں ہوں' سرلا دیوی۔ میں اپنے ماضی سے واقفیت چاہتی ہوں اور اس ماضی کو جانے بغیر میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"

"میں منتظر ہوں بھارتی۔ میں منتظر ہوں۔" سرلا دیوی نے [illegible] سرلا دیوی [illegible] ان الفاظ کی [illegible] کے بعد میرے وجود کا جہنم پھر سے سلگ اٹھا تھا۔ میرے سینے میں شعلے بھڑکنے لگے تھے ماضی کا ایک ایک نقش کسی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا اور میرے ہونٹ خشک ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور آہستہ سے سرلا دیوی سے کہا۔

"براہ کرم مجھے تھوڑا سا شربت اور دیجیے۔" سرلا دیوی نے فوراً ہی میرا گلاس قریب رکھے ہوئے جگ سے بھر دیا تھا۔ میں نے وہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور پھر ہونٹ خشک کرتی ہوئی بولی۔

"آپ جانتی ہیں میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ میرا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے ہے۔"

"ہاں مختصر تفصیل تم مجھے بتا چکی ہو۔"

"میرے پتا جی مر چکے تھے اور میں اپنے دادا جی کے ساتھ اور اپنی موسی جی کے ساتھ پرورش پا رہی تھی۔ انڈین ایرلائنز میں میں نے ملازمت صرف اپنے شوق کی تکمیل کے لیے کی تھی۔ اس ملازمت سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں تھا۔ میرا اپنا یہ کام جاری رہتا اور میں ایک پرسکون زندگی گزارتی رہتی اگر اچانک ہی میری زندگی میں ایک بھونچال نہ آ جاتا۔ ہوا یوں کہ ایک بار میں

فضائی میزبان کی حیثیت سے سفر کر رہی تھی کہ مجھے کچھ افراد ملے اور انہوں نے مجھ سے شناسائی کا اظہار کیا، حیرت کی بات یہ تھی سرلا دیوی کہ انہوں نے مجھے جس حوالے سے یاد کیا تھا اس میں میرے پتا کا نام شامل تھا۔ میرے پتا چونکہ عجیب و غریب حالات میں موت کا شکار ہوئے تھے، لیکن ان لوگوں نے وہی تمام تفصیلات مجھے بتائیں جن کا تعلق بظاہر مجھ سے نہیں تھا۔ لیکن درحقیقت مجھ سے تھا۔ سرلا دیوی۔ میں اپنے وطن واپس آئی تو میں نے اپنے دادا جی سے اس بارے میں معلومات حاصل کیں۔ مجھے پتا چلا کہ میری ماں جے شری شردھا پور میں رہتی ہے۔ اس سے پہلے دادا جی یا موسی جی نے یہ بات مجھے نہیں بتائی تھی۔ میرا دل اپنی ماں سے ملنے کے لیے تڑپ اُٹھا اور میں اُن سے ملاقات کے لیے شردھا پور گئی۔ وہاں میری ملاقات کچھ پراسرار لوگوں سے ہوئی، اپنی ماں جے شری سے بھی ہوئی۔ لیکن، میں نے اُس کے اندر ماں جیسی کوئی بات نہیں پائی تھی مجھے حیرت ہوئی اور پھر مجھے جے شری نے بتایا کہ وہ میرے پتا کی بیوی ضرور رہی ہے لیکن میری ماں نہیں ہے۔ میں حیران رہ گئی میں نے جے شری سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے تو وہ کہنے لگی کہ یہ سب کچھ وہ نہیں جانتی۔ میرے پتا کے پاس ایک سفید ڈائری موجود ہے جس میں میری زندگی کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ وہ ڈائری مجھے نہ مل سکی۔ میں واپس پہنچی تو میرے دادا جی کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ اور موسی جی کو بھی۔ موسی جی کے ہاتھ میں ایک چابی ملی تھی جسے میں نے اُس وقت ناقابلِ توجہ نہ سمجھا۔ بہرطور اُن کی موت کے بعد میری شخصیت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ میں نے وہ گھر بیچ دیا اور اپنی ایک دوست راگنی کے ساتھ اُس کے فلیٹ پر رہنے لگی۔ لیکن میرے دل میں ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میں ان لوگوں کو پہچان لوں جو میرے خاندان کے دشمن ہیں۔ میرے سامنے کچھ کردار اور کچھ نام آئے اور یہ نام اور کردار بے شک بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن میں اُن کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی اور سرلا دیوی اب آپ سے دل کی ایک اور گہری بات کہہ رہی ہوں وہ یہ کہ میں نے بلیک چینل میں شمولیت اس لیے نہیں اختیار کی تھی کہ مجھے اس کے ذریعے دولت حاصل ہو، بھگوان کی دیا سے دولت میرے پاس کافی موجود ہے میں تو اپنے ساتھ کچھ ایسے لوگوں کو شامل کرنا چاہتی تھی جو میرے معاون ثابت ہوں اور میرے قدم بہ قدم چل کر میرے دشمنوں کا پتا لگا سکیں۔ میں نے دل میں یہی سوچا تھا۔ سرلا دیوی کہ میں بلیک چینل کے لیے وہ سب کچھ کروں جو بلیک چینل مجھ سے چاہتا ہے۔ اور اس کے بعد اُن کا ذریعے سے یہ درخواست کروں کہ وہ میرے دشمنوں کی تلاش میں میری مدد کریں۔ حقیقت یہی ہے سرلا دیوی آپ یقین کیجیے حقیقت یہی ہے۔" سرلا دیوی خاموشی سے میری باتیں سن رہی تھیں۔ میں خاموش ہوئی تب بھی وہ کچھ نہ بولیں اور دیر تک گہری سوچ میں ڈوبی رہیں پھر انہوں نے کہا۔

"عجیب و غریب کہانی ہے تمہاری عجیب و غریب کہانی ہے۔ وہ عورت جے شری اگر تمہاری ماں نہیں تو تمہارے باپ کی بیوی کیسے ہو گئی؟"

"میرے پتا نے شاید اُس سے دوسری شادی کی تھی۔ اور وہ کسی بات پر پتا جی سے ناراض ہو کر چلی گئی تھی۔ اسی دوران کچھ دوسرے کردار بھی میرے سامنے آئے سرلا دیوی جو اس سلسلے میں میری نگاہوں میں مشکوک ہیں۔ لیکن میں نے ابھی تک ان کے خلاف کسی باقاعدہ کارروائی کا آغاز نہیں کیا۔ سرلا دیوی میں ہر قیمت پر اپنی شناخت چاہتی ہوں۔ میں اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میں کون ہوں؟ آخر میرے پورے خاندان کو برباد کر دیا گیا ہے، میرے پتا جی کو قتل کیا گیا دادا جی اور موسی جی کو مار دیا گیا کیوں؟ آخر کیوں؟ ایسا کون سا گہرا راز میری زندگی سے وابستہ ہے۔ جس کے لیے کچھ لوگ میرے خلاف اس طرح سرگرمِ عمل ہیں۔ میں بلیک چینل کے ذریعے یہی سب کچھ کرنا چاہتی تھی، مگر کیا کروں تقدیر نے یہاں بھی [illegible] دیا۔" سرلا دیوی پُرخیال انداز میں مجھے دیکھتی رہیں پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ایک بات میں تم سے کہوں بھارتی تو تمہیں تسلیم کرنا پڑے گی۔"

"کیا۔؟"

"اندرا ایرلائنز کی ایک ایئر ہوسٹس وہ حیثیت نہیں رکھتی جو بھارتی رکھتی ہے، بلیک چینل نے بے شک تمہارے اُس مقصد کی تکمیل تو نہیں کی لیکن تمہیں فولاد بنا دیا۔ تم اپنے آپ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتیں بھارتی۔"

"میں سمجھی نہیں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ اور سرلا دیوی ہنس پڑیں۔

"جو لڑکی کامیابی سے ایک پورے ملک کو بے وقوف بنا کر وہاں سے دولت کے انبار نکال لاتی ہے۔ ایک لڑکی جو مجرموں کے گروہوں کے درمیان تن تنہا ایسے کارنامے انجام دیتی ہے کہ انسان اُن پر یقین نہ کر پائے۔ ایک ایسی لڑکی جس نے بلیک چینل میں رہ کر اپنے آپ کو ریڈ چینل کی ایک اہم رُکن منوا لیا

کیا یہ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑی ہو، اُن کی چھان بین کرے اور اُن کے بارے میں سب کچھ معلوم کرے بھارتی تم نے کبھی اپنے اس رُخ پر غور نہیں کیا۔" سرلا دیوی نے کہا۔ اور میں شدتِ حیرت سے اُچھل پڑی۔ یہ نیا خیال میرے ذہن میں سرلا دیوی نے پیدا کیا تھا اور میں بڑی حیرانی سے یہ سوچ رہی تھی کہ کیا واقعی میں اگر اپنے طور پر اس سلسلے میں عمل کروں تو ناکام رہوں گی؟ مجھے جو جسمانی تربیت دی گئی تھی وہ صرف جسمانی ہی نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے ذہنی تربیت بھی تھی، مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ دشمنوں کے درمیان کس طرح جیا جا سکتا ہے اور میں نے یہ ثابت کر کے دکھایا تھا کہ میں دشمنوں کے درمیان جینا جانتی ہوں۔ پھر اپنے مسئلے میں، میں کسی کی دستِ نگر کیوں ہوں؟ سرلا دیوی نے یہ نیا خیال میرے دل میں جگا کر درحقیقت مجھ پر احسان کیا تھا اور میں ایک بالکل ہی نئے انداز میں سوچنے لگی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید یہ بھی میری تقدیر کی ایک کروٹ ہو۔ بلیک چینل میں اگر شامل رہتی تو اسی کے لیے مصروفِ عمل رہنا پڑتا۔ ایک کے بعد دوسری مہم میرے حوالے کی جاتی اور شاید مجھے اپنے لیے کچھ کرنے کا موقع ہی نہ ملتا، لیکن اچانک ہی بلیک چینل ٹوٹ گیا تھا اور میری وہ سرگرمیاں ختم ہو گئی تھیں جو میں بلیک چینل کے لیے انجام دے رہی تھی اور اب اس بات کے روشن امکانات تھے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے سرگرمِ عمل ہو سکوں۔ گو اس کے لیے مجھے ایک طویل راستہ اختیار کرنا ہو گا لیکن ناممکن نہیں ہے کہ میں اپنے کام کی تکمیل نہ کر سکوں۔ بلیک چینل نے کم از کم یہ اعتماد ضرور دے دیا تھا اور اس کے لیے وہ سب کچھ کرنے کے بعد میں خود سے مطمئن ہو گئی تھی۔ سرلا دیوی میرے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ رہی تھیں۔ اور پھر ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر میرا تجربہ مجھے دھوکا نہیں دے رہا، بھارتی تو اب میں یہ محسوس کر رہی ہوں تمہارے دل میں ایک نئی اُمنگ جاگی ہے۔"

"ہاں سرلا دیوی۔ آپ کا تجربہ آپ کو دھوکا نہیں دے رہا۔"

"دیکھتی ہیں اس سلسلے میں حقیر سی خدمات تمہارے لیے پیش کرتی ہوں۔ میرے لائق جو کچھ بھی ہو مجھے بتا دینا تم اپنے کام کا آغاز کرو۔"

"گویا اب یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے سرلا دیوی کہ بلیک چینل ختم ہو گیا اور ہمارا اُس سے کوئی رابطہ نہیں رہا؟"

"بظاہر تو یہی لگتا ہے۔ لیکن ابھی یہ خطرات موجود ہیں کہ کہیں ہم منظرِ عام پر نہ آ جائیں۔ لیکن بھارتی ایک بات میں ضرور کہوں گی۔ وہ یہ کہ زندگی اگر خطرات سے دوچار نہ ہو تو زندگی نہیں محسوس ہوتی، پُرسکون اور آرام دہ زندگی گزارنے والے بھی کہیں جیتے ہیں، میں تو انہیں زندہ تصور نہیں کرتی۔ زندگی میں جب تک زندگی کے تمام لوازمات نہ ہوں وہ بے کار ہی ہوتی ہے غم، خوشی، پریشانیاں، اُلجھنیں، راستوں کی رکاوٹیں زندگی کو جدوجہد میں مصروف رکھتی ہیں۔ ہم کسی بھی تکلیف سے نکلنے کے لیے عمل کرتے ہیں، اگر ہمیں کوئی تکلیف ہی نہ ہو تو ہمارا عمل کیا ہو۔ بے کار بیٹھنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں ہم۔ سیر و تفریح یا زندگی کا کوئی بھی مشغلہ بالآخر اُکتا دیتا ہے اور یہ اُکتاہٹ ہماری قاتل ہوتی ہے۔ زندگی کو جدوجہد میں رہنا چاہیے ورنہ اُسے زندگی کہنا بے معنی ہو جاتا ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں۔"

"اور تمہارے سامنے تو ایک مقصد ہے اُس کی تکمیل کے لیے نت نئے منصوبے سوچو، راستے بناؤ اپنے لیے، لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرو اور پھر دیکھو زندگی کتنی پُرلطف ہو جاتی ہے۔"

"سرلا دیوی کو درحقیقت آج آپ سے میں نے ایک ایسی روشنی پائی ہے جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ آپ میری سچی رہنما ہیں۔ میں یہ بات دل سے تسلیم کرتی ہوں۔"

"شکریہ بے حد شکریہ مجھ سے رابطہ رکھنا تمہیں ایسا نہ ہو کر بلیک چینل کے خاتمے کے تصور کے ساتھ ہی تم میرے اور اپنے درمیان کی محبت ہی ختم کر ڈالو۔" میں نے محبت بھرے انداز میں سرلا دیوی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور پھر آہستہ سے بولی۔

"یہ آنے والا وقت بتائے گا سرلا دیوی۔ کہ میں اپنے چاہنے والوں کو کتنا چاہتی ہوں۔"

"یقیناً مجھے یقین ہے" سرلا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا پھر بولیں۔

"ویسے میری نجات دہندہ پر غور کرو۔ ہم اپنے آپ کو آنے والے خوف سے کیوں ہلاک کر ڈالیں۔ آنے والے وقت کا خوف بے معنی ہے جب تک کہ برا وقت خود ہم تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ بلیک چینل کے سلسلے میں جو کچھ ہوا ہے اس پر اس حد تک توجہ ضرور دو کہ اگر کبھی بات براہ راست تم تک پہنچے۔ تو اس سے اپنی مدافعت کرو۔ دوسری صورت میں تم اس کام کا آغاز کرو۔ اور اتفاق ہی کی بات ہے کہ میں نے تمہیں جو تجویز پیش کی تھی۔ وہ تو تمہارے اس کام سے مطابقت رکھتی ہے گویا میں نے تمہیں یہ تجویز بلیک چینل کے سلسلے میں نہیں بلکہ تمہارے اپنے سلسلے میں پیش کی تھی۔"

"میں کبھی نہیں۔"

"شہر کے ایک بہترین علاقے میں ایک مکان کی خریداری جہاں تم اپنی دوسری شخصیت کے ساتھ رہو۔ اپنے معاملات میں اس قدر تبدیلی پیدا کر لو کہ تم وہ نہ کہلاؤ جو ہو۔ یہ دوسری شخصیت تمہیں پناہ بھی مہیا کرے گی اور تمہارے مقصد کی تکمیل بھی کرے گی۔"

"میں اس سلسلے میں آپ سے ہدایات لیتی رہوں گی۔"

"تو کیا میں تمہارے لیے کوشش کروں۔"

"ہاں سو فیصدی۔ میں خود بھی اس سلسلے میں عمل کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے جواب دیا پھر میں جب سرلا دیوی کے پاس سے واپس ہوئی تو بہت مطمئن اور مسرور تھی۔

اس دلچسپ تحیر داستان کے بقیہ واقعات دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

